بعون اللہ الوہاب کتاب بافاضت انتساب تحقیق را مرجع تدقیق را مآب کہ رسائی طبع رسا بر حد تعریفش معترف بنارسی عمی

بسعی بلیغ عالی ہمم ذو المجد و الکرم ناشر علوم و فنون المشتہر فی الصدق السلیقۃ البارع الاوحد الاشل الامجد المولوی الحافظ محمد عبد الاحد سلمہ اللہ الصمد

فہرست ابحاث دستورنامہ فارسی

صحت نامۂ اغلاط دستور نامۂ فارسی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۷	جو	چو
〃	۱۳	جو	چو
۷	۱۲	گوئی	گوی
۱	۵	خائہ	خارہ
۱۳	۲	حیران	حیران
۱۵	۱۰	ہنسی	ہنسنے
۲۰	۲۲	غزا	غرّا
۲۳	۲۱	صوروحروف	صورِحروف
۲۴	۶	وجوبیت	وجوب
۲۵	۱	ہدایت	بدایت
〃	۲۲	وہ	وُہ
۲۶	۱۹	لھا	ںھہ
〃	۲۳	لسا	رس
۲۷	۱	لساس	سس
〃	۱۲	ہے	ہین
۲۸	۱۵	ورنہ اہل عرب بغیرہمزہ اخیر استعمال نہین کرتے	اسواسطے کہ عجم ان حروف کو ہمیشہ مقصر بغیر ہمزہ اخیر استعمال کرتے ہین اور عرب بضرورت یعنی وقت اعراب ہمزۂ اخیر کو لازم اور ضروری سمجھتے ہین
۲۹	۹	قسم	قسمین
۳۱	۲۱	بصغ	یضع
۳۶	۱۰	سانہ	سارہ
۳۸	۱۴	منطقۃ البروج کے ہین	منطقۃ البروج ومنطقۂ مائل فلک قمر کے ہین۔
۳۹	۹	حرف	حروف
〃	〃	حرف	حروف
۴۰	۳	شبیہ	شبہ
〃	۴	حرف	حروف
۴۱	۵	لی	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲	۱۱	تعداد	تعداد مین
۴۵	۶	اسمائی	اسمای
۵۳		نی ایمہ	یعنی ایم
۵۴	۱	اختصار	اختصار کے
〃	۱۴	پسند	بپسند خاطر
۵۶	۱۶	خودپرست	خودپرست
۵۷	۲۱	اسکو	اسکو ماضی مین
۶۱	۱۱	بیپا	بپا
۶۳	۹	ساعائی	ساعای
۶۴	۱۱	ور	ور
〃	۱۲	اوت	اوت
〃	۲۳	نزخبر	نہ خبر
۶۶	۱۴	مرگیا	گزرگیا
〃	۲۳	کا	کے
۶۹	۴	بخشش	بخشی
۷۲	۱۲	شبیر	شپّیرہ
۷۴	۱۱	اسم	کسی
۷۵	برحاشیہ ۲۷	مجلس	مجالس
۸۰	۵	کہ گو	گو
۸۶	۹	رکھتا ہو	رکھنا ہو
〃	۲۱	خلافت	خلاف
۹۰	۱	ہو	ہو
۹۳	۲۳	جزوہر	جزو زی دہر
۹۸	۶	کمان	کمان
〃	۱۳	بہ	یہ
۹۹	۱۶	گیسوئے	گیسوے
۱۰۰	برحاشیہ ۸	فرہنگناہی	فرہنگناہا
۱۰۴	۳	کے لیئے	کے اظہار کیلئے
〃	〃	وقّت	وقّعت
۱۰۹	۱۳	لایا	لے آیا
۱۱۷	۱۲	خوابد	خواہد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۷	۱۷	خوابید	خوابنید
۱۱۹	۱۴	کوبندگی	گوبندگی
۱۲۰	۱۲	مین سے	مین یا سے
〃	۱۴	اوسبب	اورسبب
۱۲۲	۱۴	مرآنیست	مرانیست
۱۲۳	۲۲	بہ	یہ
〃	۲۳	اور	آور
۱۲۴	۹	جنگ	چنگ
۱۲۵	۱۲	آبا	آباد
〃	〃	قافلہ	سرنشین قافلہ
۱۲۹	۲۲	بآی مصدری	یآی مصدری
۱۳۰	۱۵	آب	آپ
۳۳	۱۲	زودخیرو	زودخیز
۱۳۸	۱۵	بہ عمری	بعمری
〃	۲۳	تشاندت	نشاندت
۱۴۱	۱۰	گنج خانہ	گنج خانہ
۴۵۱	۲	بوران دہد	بورآن دہد
〃	۱۴	اضافت	اتصاف
〃	۱۵	یابیل	باپیل
۱۴۶	۷	یارسا	پارسا
〃	۸	ان گار	انگار
〃	۲۰	خرفش	حرفش
۱۴۷	۳	سراپانار	سراپاناز
〃	۲۱	گھنٹون منٹون وغیرہ مین وہ آن ہوگی	گھنٹون منٹون وغیرہ مین سے جس صدی برس مہینے دن گھنٹے منٹ وغیرہ مین وہ آن ہوگی
۱۴۸	۲	واسمع نہین	واسمع سے نہین
۱۴۹	۳	مصرعہ اول	کے مصرعہ اوّل
۱۵۰	۲۳	پلو	چہ
۱۵۲	۱۳	آغار	آغاز
۱۵۳	۴	آباوما	آبادما

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۳	۲۰	پچون	بچون	۱۸۲	برحاشیہ	پہاتتے	چھپاتنے	۲۱۰	برحاشیہ ۱	سمی	اسمی
۱۵۶	۲۲	جیبے ب	جیبے - ب	”	۲۰	پریدن	بریدان	”	۱۰	تقریر مطلب	تقریر ایک امر کی
۱۵۷	۶	مبشت	مثبت	۱۸۵	۱۴	قبل از بیان کیے ہو	از بیانیہ کے قبل ہو			مقصود ہے	مقصود ہوتی ہے
”	۱۶	دیتے من	دینے من	۱۸۶	۵	ازرسے	ازستے	”	۱۷	نظامی پہ شعر	.
۱۵۸	۱۵	میہن	میہن	۱۸۷	۳	بدانی	بہ دانی			گر از خرد راہی بابلند بلند	.
”	۲۰	اور مزوت	اور مزدت	۱۸۸	۱	برد	برو			نکو بید نہانی ناسود مند	.
۱۵۹	۲	دیار بہا	دیار بہا	۱۸۹	۱۳	مادی کو	آز مادی کو			ایسے کیسے رایا ہر کرا	.
۱۶۰	۵	قصوری	قصور	۱۹۰	۱۰	سرد	سرو	”	۲۲	تعیم	تعمیم
۱۶۲	صفحہ ہشتم	۲۶۲	۱۶۲	۱۹۱	۲	موصوف سے از کار رفتہ	مبتدا از کار رفتہ و	۲۱۱	۸	داین کیست	نہ این کیست
۱۶۳	”	۲۶۳	۱۶۳			وازسر گزشتہ صلہ موصول	از سر گزشتہ خبر مبتدا	”	۹	درع	ورع
۱۶۶	۱۵	بود کہ	بوکہ			محذوف کا موصول صلہ	خبر کے ساتھ ملکر ہے	”	برحاشیہ	کے چہ	کہ چہ
۱۶۹	۶	پنا	اپنا			کے ساتھ ملکر دست اور	صیغہ صفت کے ہوا	۲۱۳	۳	توان	نوان
”	۸	استدن	دستدن			آب کی صفت ہوئی جسکی	جسکی تقدیر کیسے کہ	”	۹	گیارہوان	گیارہوان
۱۷۰	۵	گمم	کم			تقدیر دست کہ از کار رفتہ	دست او از کار رفتہ	۲۱۴	۶	بجاسے	بجام
”	۲۰	ثانیہ	بیانیہ			است آب کہ از گزشتہ	ہست و کیسہ آب	۲۱۷	۲۳	پندہست	پنداشت
۱۷۱	۱۳	ز آتش	ز آتش			است سے مصور من	از سرا و گزشتہ	۲۱۹	۹	اذنشا	اذنتنا
۱۷۲	۳	نبارید	نیازید			موصوف کہ ترکیبیہ سے	است ۱۲	۲۲۰	۱۰	بخش وبس	بخش لبس
”	۶	یافتی	یاختی			لیے نیاز ہو جاتا ہے		۲۲۲	۱	ادر	اور
”	۱۴	آہیختن	آہختن	۱۹۲	۱	الاثا	الاثہ	۲۲۳	۱	ادعا	ادعاء
۱۷۳	۱۲	نہیر	زبیر	۱۹۵	۳	رہی	سہتی	”	۱۹	قامتی	قامست
”	۱۹	ولہ	فردوسی شعر	۱۹۶	۱۷	گرن	گز	۲۲۵	۹	اسکا تشبیہ الجمع	اسکا تشبیہ التسویہ نام
۱۷۴	۱۵	آتو	آتو	”	۲۱	آبد	آمد			نام ہے	ہے جیسے کہ زبان و لبش
”	۲۰	دانستن و ماندن	شکستن	۱۹۷	۹	کے مقابل کی	کا لقابل				ہیچو آب حیات و اوا گر
۱۷۵	۱۲	ستد	ستد	۱۹۸	۲۰	غدائی	خدامی				تعدد و مشبہ ہین فقط اسکا
۱۷۶	۶	بضمہاسے	بضمہاسے	۱۹۹	۱۳	سیاحت	سیاہت				اسکا تشبیہ الجمع نام ہے
	برحاشیہ ۱۲	نشستن	شستن	”	”	بیندیش و غلطی	بیندیش و غلط	”	۱۲	مثالون سے مین	مثالون مین
۱۷۷	برحاشیہ ۵	فائدہ	قاعدہ			تکمن نگارا ۱۲	تکمن نگارا ۱۲	”	۱۶	قمر ہو	کمر ہو
۱۷۸	۹	یزہم	نیرہم	”	۲۲	سہ بر	بہ بر	۲۲۷	۱	حسی	حسن
”	۱۱	شگفت ہونا چاہیے	شگفت ہونا چاہیے	۲۰۰	۲	برخود بہ بر	برخود بر	”	۲	زعلم آدم بر رد	زعلم آدم علم برزد
				۲۰۳	۱۵	ہی	بھی				
”	۱۴	مادرشس	مادرِ	۲۰۵	۱	تعبیر مکن زنہار یہ	تعبیر مکن کو زنہار یہ	۲۳۰	۶	سحو	سے
”	برحاشیہ ۱۹	شنیدن	شنذن	۲۰۸	۲۲	تشبیہ	تشبیہیہ	”	برحاشیہ ۹	معذوف	محذوف
۱۸۰	۲	صباد	صبا	۲۰۹	۲۰	موئیدنم	موئیہ من	۲۳۴	۱۰	گزد	گرد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۴	۱۴	کمال استفادہ	کمال و استفادہ	۲۴۸	۵	بھی	سے	۲۶۸	۲	ع۱	ع۲
〃	۱۴	نداب	مذاب	〃	۸	بیدادِگر	بیدادگر	〃	〃	ع۲	ع۱
۲۳۵	۸	اور	اور	۲۵۰	۹	خریدن	خزیدن	〃	۹	شاہدہ	مشاہدہ
〃	۱۱	مشہدی	مشہدی کا	〃	۱۴	متعدد	ذی تعدد	〃	۲۱	لمر	امر
〃	۲۱	غرض	غرض	۲۵۲	۱۵	وخرشید	دو خرشید	〃	〃	مناظرہ	مناظر
۲۳۷	۱۶	وبس	دلیس	۲۵۳	۳	الہی کے	آلہی کے سوای	۲۶۹	۶	رنگ؟	رنگ مین
۲۳۹	۲	بتلادے	بتلاوے	۲۵۴	۷	گر	اگر	۲۷۲	۸	گریز	گزیر
۲۴۱	۲۳	اور	اور	۲۵۵	برحاشیہ ۲	حدو	حذف	〃	۱۳	هیضم	هضیم
۲۴۴	۱۵	ناتوان	ناتوانا	〃	برحاشیہ ۱۱	ذہ	زہ	۲۷۷	۱	رمان	زمان
〃	۲۰	نسب وار	نسبت وار	۲۵۹	۱	واہ اور واہ وا	خہ اور خہ خہ	〃	۴	نا	فا
〃	۲۳	نابسامان	نابسامان	۲۶۰	۱۵	از	ار	〃	۵	بہی	یہی
۲۴۷	۶	بے نور وغیرہ	بے نور وغیرہ موافق قیاس مستعمل ہین ۱۲	۲۶۴	۳	شاد	شاذ	۲۸۰	۹	دہی نکتہ	وہی نکتہ
				〃	۱۴	حروف	حرف	۲۸۷	۱۹	مہ ستارہ	ماہ نجم
〃	۱۱	از	ار	۲۶۵	۷	زمانہ مین اور مکان	کسی زمانہ اور کسی مکان				
〃	۱۲	وہان	دہان	۲۶۶	۷	بالکلیہ	عطف بالکلیہ				

ضمیمہ بقیہ حاشیہ دستورنامہ فارسی بقید صفحہ وسطر

صفحہ	سطر	عبارت
۱۰	۱۶	(توان) نظامی رح ہجری صفحہ ۹۸ ۵ نہ در طبع نیرو نہ در تن توان ؛ خمیدہ شد از باد سرو جوان ؛
۲۸	۳	(واقع ہوجایا کرتا ہے) مگر عربی مین سواے ضرورت شعری کے دوسری جگہ مستعمل نہین جیسے متنبی نے اس شعر مین بکاء بالمد کو بکا بالقصر باندھا ہے ۵ وماذا بمصر من المضحکات ؛ ولکنہ ضحك كالبكا ؛
۲۸	۱۵	(ورنہ اہل عرب الخ) اور کلام مجید وفرقان حمید کے اوائل سور مین حروف مقطعات جو بلا مد پڑہے جاتے ہین جیسے طٰہٰ اور ھا و یا کھیٰعص اور حا حمعسق اور را الرٰ مین امر توقیفی ہے قیاس وقاعدہ کو اس مین کیا دخل جیسے ذکریاء بالمد کو ذکریا قصر کے ساتھ پڑہتے ہین ہاتہجی کے وقت قصر کرنا بوجہ کثرتِ استعمال ہے۔ علامہ زمخشری فرماتے ہین والسبب فی ان قصرت متہجاۃ ومدت حیث مسہا الاعراب ان حال التہجی خلیقۃ بالاخف الاوجز واستعمالہا فیہ اکثر واللہ تعالے اعلم بالصواب ۱۲
۵۱	۱۹	(حافظ شراب لعل کش الخ) ولہ گر رنج پیشت آید وگر راحت اے حکیم ؛ نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند ؛
۵۷	۲	(نظامیؒ) ولہ زچوگان وگو اندر آمد نخست ؛ کہ تو طفل بازی بدین کن درست ؛
۷۹	۱	(اسی طرح اور جانین) مولوی معنوی رح شعر صفحہ ۴۱۳ آن دلے آور کہ قطب عالم ست ؛ جانِ جانِ جانِ جانِ آدم ست ؛
۸۵	۲۲	(رگ کوہ) مولوی معنوی رح شعر صفحہ ۳۸۷ رفت ذو القرنین سوے کوہ قاف ؛ دید کہ راکز زمرد بود صاف ؛ گرد عالم حلقہ کردہ او محیط ؛ ماندہ حیران اندران خلق بسیط ؛ گفت تو کوہی دگرہا چیستند ؛ کہ بہ پیش عظم تو بازی ستند ؛ گفت رگہاے منند آن کوہہا ؛ مثل من نبوند در فر و بہا ؛ من بہر شہرے رگی دارم نہان ؛ بر عروقم بستہ اطرافِ جہان ؛ حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا ؛

صفحہ	سطر	عبارت
		امر فرماید کہ جنبان عرق را ؛ پس بجنبانم من آن رگ را بقہر ؛ کہ بدان رگ متصل بود دست شہر ؛
۹۳	۲۳	فردوسی رح شعر صلا کس از نامداران پیشین زمان ؛ نکروند آہنگ زی آسمان ؛
۹۴	۳	(تو ہمۂ ما) نظامی رح شعر پیش چنین کس ہمگی پیش کش ؛ ورنہ قلم بر ہمۂ خویش کش ؛
۹۸	۶	سعدی رح ؎ برون بینم اوصاف شہ از حساب ؛ نگنجد درین تنگ میدان کتاب ؛ اسی میدان کتاب احتمال بدل ہم وارد ۱۲
۱۲۴	۱۰	(اخیر مین شین معجمہ) نظامی رح ؎ سر بجہد چونکہ بخواہد شکست ؛ وین جہش امروز درین خاک ہست ؛
۱۳۸	۲۳	(نشناندت روزگار) ولہ ؎ گویم اگر رشتہ بود آموزگار ؛ حق یہ ہے کہ یہان بھی لفظ گار نسبت فاعلی کے لیئے ہے - چونکہ آموختن سیکھنے اور سکھانے کے دونون معنون مین مستعمل ہے یہان بلحاظ معنی اول نسبت فاعلی ملحق کیگئی ہے یعنی سیکھنے والا - جہان بمعنی استاد آتا ہے وہ بلحاظ معنے ثانی ہے یعنی سکھانیوالا -
۱۳۹	۱۷	(اصل اسکی اباز ارہے) یعنی ابا پر لفظ زار جو مفید معنی کثرت ہے لایا گیا ہے - مولوی معنوی کا شعر ہے شعر ۲۲۴ علم دیگ و آتش ار نبود ترا ؛ از شرر نے دیگ ماند نے ابا ؛
۱۴۰	۱۷	(اور لاخ) نظامی رح شعر ۱۴۹ درلقب این بادیۂ دیولاخ ؛ خانۂ دل تنگ و غم دل فراخ ؛ -
۱۴۵	۱۳	(دوسرا اسم حالیہ) مولوی معنوی رح ؎ صلا۳ در درون شیران بدندان لاغران ؛ ورنہ گاوان را نبودندی خوران ؛
۱۵۴	۹	(اسی صیغہ ختم کا) حافظ رح شعر من نگویم کہ چہ کن باکہ نشین وچہ بنوش ؛ کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی ؛
۱۵۷	۲۳	(لفظ باد) حافظ فرماید ؎ تا باد خدای باد یارت ؛ جز عیش مباد ہیچ کارت ؛ ولہ کارت ہمہ حفظ ملک و دین باد ؛ تا باد ہمیشہ این چنین باد ؛ اسے تا باشد الخ منہ ۱۲
۱۶۰	۱۷	(معنی استقبال کو) مولوی معنوی رح ؎ صفحہ۹ کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب ؛ لوت فردا از کجا سازم طلب ؛
۱۷۳	۱	(مضمون الماقبل) حافظ رح شعر چنان زندگانی کن اندر جہان ؛ کہ چون مردہ باشی نگویند مرد ؛ شو دمست وحدت زجام الست ؛ ہر آنکو چو حافظ مے صاف خورد ؛
۱۷۶	۱۴	(بستن بند الخ) یہ مصدر لازم بھی مستعمل ہوا ہے جیسے صائب شعر زانم کہ لعل او بشکر خندہ باز شد ؛ درنیشکر ز رعشۂ غیرت شکر نہ بست ؛ ولہ شود رزق ہما گر استخوان من زبیتابی ؛ عجب دارم دگر در استخوان مغز ہما بندد ؛
۱۸۷	۱۲	(پانچوان از اعراضیہ) نظامی رح شعر ۱۱ بے طمعیم از ہمہ سازندۂ ؛ جز تو نداریم نوازندۂ ؛
۲۵۲	۱۲	(اسیطرح لفظ گزشت) لفظ بیرون بھی کلمات استثنا سے ہے مگر اسکے مدخول یعنی مستثنے پر اس کے صلہ مین کلمہ از ضرور ہوتا ہے - حافظ در مخمس خود فرماید ؎ من از تو بجز وفا نجویم ؛ بیرون ز گل وفا نبویم ؛
۲۵۳	۱۶	(حرف شرط مین سے ایک اگر ہے) یہ حرف بمعنی کاش تمنا بھی آیا ہے - حزین فرماتے ہین شعر گران جان تر ز شبنم نیست جسم ناتوان من ؛ اگر می بود با من روے گرمی آفتابش را ؛ اے کاش می بود جیسے کلام عرب مین کلمہ لو جو مرادف اگر ہے بمعنی لیت مستعمل ہے چنانچہ تفسیر آیہ کریمہ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ مین قاضی بیضاوی رح فرماتے ہین ولو بمعنی لیت اور علامہ زمخشری اپنی تفسیر مین فرماتے ہین حکایۃ لودادتہم ولو فی معنی تمنے وکان القیاس لو اعمر واللہ تعالی اعلم بالصواب منہ ۱۲
۲۶۳	۵	(بلی کا امالہ معلوم ہوتا ہے) بلی کے الف کو ہائے مختفی سے بدل کر بلہ کہنا لوطیون اور مقامرون کی اصطلاح ہے میر نجات صاحب گل کشتی کا شعر ہے ؎ گنہ از بندہ وبخشیدن عصیان از تست ؛ بلہ ستارکہ ستاری رندان از تست ؛ بلے آرے اے ستار پردہ پوشی ما گنہگاران از تو آید ۱۲ منہ (فقط)

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب

للہ الحمد کہ کتاب ہدایت انتساب تشنہ خوانانِ فرسِ مصحف و چہرہ پردازانِ تحقیق آرسی یعنی

دستور فارسی

۱۳۱۸

...نتیجۂ فکرِ گلشن آرائی الفاظ و معانی ... جناب قلندر حسین صاحب طاب ثراہ قدس سرہ

حسب ایمائے طبع فیض رسان علام فنون ... شروح و متون المولوی حافظ محمد عبد الاحد سلمہ اللہ الصمد

مطبع مجتبائی واقع دہلی سنہ

سرفرود آوردن خامۂ جادوے ہنگامہ در سپاس اختتام

دستورنامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام خدائے کہ جان آفرید / عیان را بہ نیرو نہان آفرید

ز اسرارہا گنج در وے نہاد / زبان را کلید در گنج داد

نہ گنجے ز کاہش درو ناگزیر / ز داد و دہشہا فزایش پذیر

زہے بخت بیدار گنجینہ دار / کہ سازد چنین گنج برکس نثار

کہ بارید بر ما ہمہ شہد و شیر / ز فیض ازل ہمچو ابر مطیر

زہے جود کو نامدہ در وجود / شدہ علت بود چرخ کبود

ندیدہ کسے آخرین این چنین / کہ بود ست وے علت اولین

کمالے کہ ممکن در امکان نداشت / خداوند یکیک بذاتش نگاشت

بدانم کہ در غیب چون دیر بود / تعلم بعلم ازلے نمود

ازان ظاہر احرف ناموختہ / کتب خانۂ کفر را سوختہ

ز نور جمالش خرد رخ فروخت / جلال رفیعش پر عقل سوخت

ز بہر دانش و داد آموختہ / دل از تیرگیہا برافروختہ

ز شبینے بیک لمحہ گردون نورد / ز شمشیر انگشت مہ را دو کرد

زہے فیض صحبت کہ یکدم نشست / حصاتش شدہ سبحہ گردان بدست

بجوشد چو فیضان او چون سحاب　　شود لشکری سیر از مشت آب

ستون را چو شد لطف او پشتبان　　بجنبش بنالید چون ذی‌هشان

ق

کسی را بجنبش نماندست جای　　که قربش بجدیست نزد خدای

که با وصف قدرت نیارد دگر　　توانا خداوند چون او بشر

سخنهای من کاندرین داوریست　　زاعجاز آن فیض نامنتهی ست

بعزم نکوخواه دل کرده سخت　　بصحرا نهادم گرانمایه رخت

بانصاف بین هرچه من گفته‌ام　　همه دُرّ ناسفته را سفته‌ام

بیاوردم از کاوش مغز گاه　　گهرهای روشن تر از مهر و ماه

همه سربسر گوهر نابسود　　که از مهر و مه گوی سبقت ربود

ببستم درین نامه آئین نگر　　که مانند صنم خانهٔ چین نگر

چو کردم همه راز از سینه باز　　بجا هست اگر نامش گنج راز

به آهنگ معنی زدم سازرا　　چه آسان کشادم در رازرا

بود راز سربسته را باز جای　　به تحقیق گردد ترا رهنمای

چه مایه قلم نکتهٔ نغز زاد　　ز هر گونه تدقیق در وی نهاد

نباید که دوزی بشهرت نگاه　　به تحقیق حق جوی هموار راه

زبانت زبیغاره کوتاه کن　　به اثبات حق رفته چندین سخن

هرآن مدعا کو غریب اوفتاد　　بذکر دلیلش قریب اوفتاد

بهر دعوی اش حجت انگیختم　　ز طول مُمِل رشته بگسیختم

به تفصیل مجمل شدم مشتغل　　که نامد پسند اختصار مخل

مرا گوش بر گفت کس نبود / خرد راہ تحقیق بر من کشود
خدائے کہ در سر خرد آفرید / شناسندۂ نیک و بد آفرید
خرد بر رہِ حق چراغ رہ است / چو با وصف آن رہ نہ بینی خطاست
درین نامہ من ہر چہ کردم بیان / نیا بیش در صحف پیشینیان
بہر نقطہ از چشم انصاف بین / ستارہ بیاوردہ ام بر زمین
دو صد نکتہ در نقطہ کردم نہان / بہر حرف راز جہان در جہان
چہ شبہا کہ خوردم ز دود چراغ / ازان کشت رسانم تری در دماغ
ازان پس کہ بردم بسے دسترنج / چہ ارزان کشادم بتو قفل گنج
اگر کج نہ بینی ہمین ست راست / بگنج ارنیائی غرامت تراست
ہمین سرسری سوے این جادہ دو / کہ در ہر نوردش بود صد نوی
بیا حکیما ایدر آرام گیر / ز دستت بنہ خامہ و جام گیر
تو از فکر جز خویشتن تن زنی / ازین گفتگو مغز در شر کنی
نباید کہ بندی دل اندر نوی / تو در چارۂ کہنگی ناقوی
دریغا جوانی و نوزادگی / کہ بر مہ زدم داغ از سادگی
چو سال من از حد سی برگذشت / ازان رشتہ ام نیمہ قطع گشت
چو بر رخ گرانمایہ از عمر رفت / مرا باید از بزم بزمشر گرفت
چو در من بہارِ نشاطے نماند / نباید بہر بزم و شتے فشاند
شبابم کہ در من ہمہ تاب بود / کہ یکسر ازو خاک من آب بود
دگر گشت آن تاب در چند خواب / تو گفتی کہ بودست نقشے بر آب
دریغا کزین داغ شد مغز دود / کہ بر سر ز مو تا جم از مشک بود

دریغ آن برو برز و آن سفت و یال — نشاطِ جوانی خوشائی سال

نشاطِ جوانی چو یاد آیدم — یکے از جگر سرد باد آیدم

سرور از دِلم با غم کناره کشید — چو از برفِ پیریش سردی رسید

دریغا همان سروِ آزادِ من — چمان قامتی همچو شمشادِ من

خم اندر خم او همچو چنبر شده — بباب عدم حلقهٔ در شده

زبر نائیم شبنم انگیخت گرد — گلِ ورد هم از درد شد لاجورد

چو مشکین سرونگاه کافور زاد — کفن آمد و آب چشمم بیاد

چو جان از نهیبِ اجل رنگ باخت — بسازم لحد را نه با مهد ساخت

بحصن قوی لشکر ضعف تاخت — بباید کنون مرگ را برگ ساخت

چو بینم که چشمم سپیدی گرفت — سیاهی زدن از من آید شگفت

چو آبی شود کارِ چشمان من — بآتش رخان چون نظر آختن

کجا رفت آن روزگارِ نشاط — کجا آن چو گل بود نم زانبساط

چه باید مرا آرزو خواستن — چو هر دم فزاید بن کاستن

بود آخر کاستن نیستی — بیک حال در ساعتے نایستی

حقیقت تو دانی که این جاے کیست — چو هر دم صدا آید اینجا مایست

چو باید که خود گرم بر تیغ زنم — غمِ جان خورم فکر آخر کنم

نشاندم پس این باغ خورم بهار — تمانم اگر ماندم یادگار

چو از کار این نامه پرداختم — بتاریخ آن فکر را ساختم

بناگه خرد سوے او یافت راه — که دستور نامه افادت پناه

دگر سال او کلک گوهر سرشت — گلستانِ نازک خیالی نوشت

بسالش دگر گوهر نغز سفت — خسرو نامهٔ هوش افزای گفت
چه خوش گفته‌ام چشم بد دور ازان — دگر سال او «بی بها ارمغان»
سروشم دگر باره اندر نهفت — سنش چشمهٔ فیض پائنده گفت
قلم بین دگر گوهر نغز سفت — که شد بر فلک تیر با وی جفت
چو در بینات و زبر رفت فال — «نهی نامهٔ گنج نو» گفت سال
بطرز نوی نامه پرداختم — یکی خانهٔ جادوی ساختم
بقا را درو ساختم ساز و برگ — شود مانعم چون بمن تاخت مرگ
حیات ابد یافت از روزگار — کزو مانده اندر جهان یادگار
گهرهای روشن که من سفته‌ام — همش مایهٔ زندگی گفته‌ام
بس اعجاز آن رحمت کائنات — که چون ابر می‌بارد آب حیات
روانم ازو قطرهٔ نوش کرد — که صد چشمهٔ نوش ازو جوش کرد
عجب گر نمانم بدو جاودان — اگر گردم خاک سود استخوان
غرض آمد آن ابر رحمت بجوش — بعالم روان کرد صد چشمه نوش
مرا نیز یک قطره ازوی رسید — که در رشته چندین گهر در کشید
درود خدای زمان و زمین — براو باد و بر پیروان گزین
بویژه بران نیک پی همرهان — خرام و سلام از خدای جهان
هزار آفرین از جهان آفرین — بران کو بخیر القرون شد قرین

آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وآله وصحبه اجمعین

هنگامه آرائی از رنگ نگار جادوی جامه خامه در تواریخ کتاب افادت نصاب دستور نامه

چو شد پرداخته این گنج حکمت | هزار و سه صد و ده بد ز هجرت
قلم در صنعت ابجد گهر سفت | "رموز نغز" تاریخ دگر گفت
دگر لب زو معجم سال وی را | ز چشم حاسدان محفوظ بادا
دگر تاریخ گفته بسکه مرغوب | بسا زیبا بسا تحفه بسا خوب
قلم آن اصل دانش مامن فضل | دگر ره گفت سالش گلشن فضل
دگر بین کز سر انصاف در سفت | سنش گنجینهٔ فضل و هنر گفت
دگر باره سروشم گفت در حال | مضامین دقیق علمیه سال
دگر از صنعت تفریق دانی | بدادش حق فروغ جاودانی

قطعه در تاریخ

دوش دیدم بفلک تیر فلک | کرد حل مسئلهٔ علم بفن
گفتمش گوی سن نامهٔ من | گفت گنجینهٔ اسرار سخن

قطعه دیگر در تاریخ

چو تمام گشت رساله ام پی سال جست دلم نشان | فلکم چو دید بفکرتش بدلم بر تخت همان زمان
بزبر نگار و به بینات و بزبر معجمه مهمله | که "زهی خزینهٔ اهل تحقیق" ست سال تمام آن

ع صنعت تفریق یعنی بعد از تفریق اعداد حروف مهمله غیر منقوطه از اعداد حروف منقوطه هر چه ماند همان تاریخ و سال این تصنیف خواهد بود بدین تفصیل

مادهٔ تاریخ "بدادش حق فروغ جاودانی"

حروف منقوطه	اعداد	حروف غیر منقوطه	اعداد
ب	۲	د	۴
ش	۳۰۰	ا	۱
ق	۱۰۰	د	۴
ف	۸۰	ح	۸
غ	۱۰۰۰	ر	۲۰۰
ج	۳	و	۶
ن	۵۰	ا	۱
ی	۱۰	و	۶
		د	۴
		ا	۱
مجموعه اعداد منقوطه	۱۵۴۵	مجموعه اعداد مهمله	۲۳۵

۱۵۴۵
۲۳۰
۱۳۱۰

[illegible]

اشعار بران دارد سال تصنیف رساله برآید بدین تفصیل

حروف معجمه			حروف مهمله		
زبر	بینات	اعداد	زبر	بینات	اعداد
ز	ا	۸	ه	ا	۶
ی	ا	۱۱			
خ	ا	۶۰۱	ه	ا	۶
ز	ا	۸			
ی	ا	۱۱	ا	لف	۱۱۱
ن	ون	۱۰۶	ه	ا	۶
ت	ا	۴۰۱			
ق	اف	۱۸۱	ل	ام	۷۱
ی	ا	۱۱			
ق	اف	۱۸۱	ح	ا	۹
مجموعه زبر بینات معجم		۱۵۱۹	مجموعه زبر بینات مهمله		۲۰۹

۱۵۱۹
۲۰۹
۱۳۱۰

الحمد للہ الذی ارانا الحق حقاً و رزقنا اتباعہ ٭ و ارانا الباطل باطلاً و رزقنا اجتنابہ ٭ جل جلالہ و عم نوالہ و الصلوۃ و السلام علی سید الرسل ٭ و خاتم الانبیاء ٭ و علی آلہ سرج السبل ٭ و اعلام الہداے ٭

بعد حکمی آسیمہ سر ہرزہ لاے بیہودہ گوے یافہ سراے درگرامی خدمت والا برادر از من بر من مہربان تر دوست وفا پیشہ آشنا پرور راستی اندیش داد گستر سخن سنج دانش گراے فرہیدہ فرہنج صائب راے نطقش سیراب کن کوثر آبروے سلسبیل لفظش فصاحت راہادی بلاغت را دلیل منشی محمد عبد اللہ الحسین الخلیل سلمہ اللہ الجلیل صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ بجز سر تسلیم خم کردن آداب ندانندہ و غیر از دست بستہ از ہیبت نفس گسستہ خموش بمعرض ضراعت ایستادن برزبان القاب نراند

نظم

سلامے کہ سرتا سرش رحمت است ٭ سرموے زان بگذری زحمت است
سلامے کہ شیرین تر از لعل یار ٭ کہ صد جان بپرورد اندر کنار
ز حکمی آنجیدہ دل خستہ جان ٭ بسوے **خلیل** آن بدل مہربان
ز ہر داد و دانش ور آگہی ٭ براے و بفرہنگ ازو فرّہی
نژادش بلند و ہمت بلند ٭ بہ اختر خجستہ بہ بخت ارجمند
براے آفتاب و بعزم آسمان ٭ بفرّ و ہنر یادگار مہان
نکو راے و دلسوزہ نیک خواہ ٭ ابا حلم او کوہ یک پرّ کاہ

دلسوزہ آنکہ دانش بحل دیگران بسوزد و کمال اسمعیل

سرش از تواضع برافراخته — ز نرمی بهر سختئے ساخته
خموش و هشیوار و پالوده مغز — بهر باب دارد دو صد نکته نغز
به هر علم و دانش ورا دستگاه — سخن را بگیتی بود او پناه
سخنهاش یکسر فروزان گهر — بپاکیزگی در زجان پاک تر
من اے دوست از هجرت دیریاز — بروے وژم با غمانِ دراز
نوشتم یکے نامه چون روے آب — هم از آب روے و هم از پیچ و تاب
برنگ و ببو همچو روے نگار — چنان چون بود تازه خرم بهار
نگه بر رهِ پاسخت دوختم — ندیدمش پاسخ دلم سوختم
نیاوردهٔ یادم از دیریاز — بدارم ز تو شکوهاے دراز
نجنبید مهرت ازین سوزشم — نیائی بخون گرمئ پوزشم
دریغ است بر من ترا یک نظر — حذر کن نباشی تو بیدادگر
دماغم بضبط غمت سوخته — سرم جاے مغز آتش اندوخته
دخانے ازان آتش این موے سر — سرشک جگرگونه من شرر
بآه فلک دوز افتادگان (باے قسمیه ۱۲) — بشور بر سوائی آمادگان
بکوتاه دستی طول امل — بداغے که صد دوزخش در بغل
بلب بستگان شکایت فروش — بگوشه نشینان خانه بدوش
که بگذشت آن بودنیها که بود (جواب قسم ۱۲) — نه زان کاستم مهر و نه کین فزود
پس اکنون مرا آمدست این نیاز — که کوته کنم رنجهاے دراز
شب هجر را روز آرم شتاب — بدیدار روے تو چون آفتاب

داغم بر خستگیهاے روزگار که بد بهرهٔ دهر انجیدگان و بنوائب زمان رنجیدگان را در مقابل چندین
نے التفاتیها داشت و درپس که زمانه غیبت عالم خوف و هیبت ست پاے تغافل بر سر خیال گذاشت
نے نے اگر پاے گذاشتی پاے اورا با سر مانسبتے مے بود که بآن نسبت اثر را علاقهٔ مے نمود آدخ برگران جانی
خود که با این گرمی سرد مهریهاے یاران نیریم۔ دریغ بر سخت روئی خویش که بدین درست غلط اندازیهاے

زمانه سر کارِ خویش نگیریم یاران زمانه همه شاگردان فلک بدمهر مهره بازند که از سردمهری دوزخ دوزخ آتش در دل و دماغ اندازند و از بے پروائی و بے التفاتی از همه مشغول خود سازند ہے ہے چه مایه ستمگاری ست و چه پایه دل آزاری که گرفتاران آزادی را و اڑون به اسیری برند و آزادگان گرفتاری را سرِ تعلق از دست دهند **غالب**

اکنون منم که رنگ برویم نمے رسد	تا رخ ز خون دیده نه شویم هزار بار
در پیکرم ز درد و دریغیست جان و دل	در بسترم ز خارهٔ و خارست پود و تار

خسته نواز ابر ساد گیہاے من توان بخشود که با این بدمہریہا که دل را خون کرده و خون را با اشک جگر پالاے از دیده برون کرده چشم گرم مہریہا دارم و در کشت محبت تخم بے پایان آرزوہا کارم ایزد دردمند نواز نیک حاصل دہاد بحق محبت مجنون و فرہاد **نظم**

از منِ غمزده چه مے پرسی	تو که بر کنهِ حال ما نرسی
ز آتشِ ہجر یار سوختهٔ	درد را در وصال توختهٔ
دردمند الم کشیدهٔ غیر	بهر شرے ز دست دادهٔ خیر
در خیال حبیب جان بازی	در محیط بلا دل اندازی
ساغر بادهٔ فنا زدهٔ	پاے بر جادهٔ بقا زدهٔ
سر بسر بے سرے و سامانے	چاک از خار دشت دامانے
ز آتش درد جان گداختهٔ	با همه سوختگیش ساختهٔ[1]
سود را بر سرِ زیان زدهٔ	نا توان پاے بر توان[2] زدهٔ
پستئی را بلند آہنگے	ننگ را نام و نام را ننگے
خون نفس کردهٔ جگر خواری[3]	دل و دین باخته سبکساری
از تپِ عشق سخت زار و نحیف	نام[4] گردش پدر حسین شریف
تیر حکمی[5] درد خوردهٔ دوست	همه عالم گواه همت اوست

نمے دانم این همه اعراض از بهر چه خاست و روے گردانیدن از من چراست مگر همی دانم که آن مخدوم از من نامستعد کاہل بنگارش تحقیقات نحو فارسی خواستگار آمدند و بهزاران تقاضا نامه نگار آمدند اگرچه بنده را از آن باز که در تحریر زرمشت افشار که صرف در قواعد صرفیه قلم فرسوده است خاطر را بنگارش نکات

توختهٔ اندوختهٔ یعنی ... آوردن ... شعر ... زعل کاملت ... ۱ ساختهٔ ساختن یعنی موافقت کردن ... صائب فرماید شعر عقل اگر ... ۲ توان یعنی قوت و طاقت نظامی قدس سره فرماید شعر در اندیشه ... ۳ جگر خواری ... ۴ نام ... نظامی ... شعر ... ۵ تیر حکمی ... شعر ...

معنوی تدقیقات نحوی ہوس بوده نظم

بود در اندیشۂ من دیر یاز — کز دل دانندۂ اندیشه ساز
حکمت پوشیده بصحرا نہم — رخت گرانمایه بسودا دہم
بے خبران را دہم آگاہیئے — تازه کنم شرط نکوخواہیئے

امانا مستعدی وکورسوادی که دست پخت کاہلی من ست خواست خاطر مرادرلیت ولعل انداخت اکنون آزردگی مخدوم برلیت ولعل ہجوم آورد وبرکاہلی من تاخت دربرآوردن دیرینه آرزویم پرداخت نظم

گرچه ہمی خواست سخن کام خویش — لیک گرو بود بهنگام خویش
ہین که رسید آن نفس جان نواز — کان نفس ازجان شودم جلوه ساز

ناگزیر وقت آن رسیده که حکمت پوشیده ورازہا که دردل کس نرسیده بصحرا نہم ودرین کشورکشائی وعالمگیری دست به انبازی کس ندہم به ہدایت اَلْحَقُّ اَحَقُّ بِالْاِتِّبَاعِ ہرچه نگارم محققانه بمددمبدء فیاض ازخود نگارم گردن ہمت خویش درکمند منت کس نیارم نظم

ہر صفتے را که برانگیختم — شعبدۂ تازه درو ریختم
مورشدم برشکر خویش وبس — در نزدم دست بحلوائے کس
نیست زکس لولو لالاے من — ژرف ببین درتۂ دریاے من
نکتۂ من گو ہر کان من ست — زان کسے نیست ازان من ست
کانچه درین ست چو بیند کسے — یاد کند ازمن مسکین بسے

ازبہریک نغز تاصد مغز نپالودم نیاسودم وبہریک الماس پاره تاہزارکوه خارانکافتم آرامش نیافتم نظم

صد شکر که نوک خامۂ من — بربست طراز نامۂ من
گشتست زصورخانۂ من — حشر معنے بنامۂ من
غواص قلم زذہن دریا — آورده بدست درّ یکتا
کلک من نکته دان تردست — زنگوله معنے نوی بست
ہر رشحه که ازقلم بریزد — خمخانه ہزار جوش می زد
ہر نقطه که ازقلم چکیده — استاره بزیر آوریده

کلکم بکشید خط۔ کشیدست | در دیدۂ ناز سرمۂ مست
ہر حرف چہ نغز و ناز زاید | زہرہ بسلام حرفم آید
صد نکتہ بنقطہ ام نہفتہ | صد سحر بنکتہ ام بخفتہ
پیش سخنم چہ سحر بابل | زہرہ زدہ زانوم مقابل
معنیم بفکر سرپرستست | ہر نکتۂ من زد و در دستست
این نقش بدیع و این نو آئین | از فیض جناب اطہرست این
این جادویم کہ لاجوابست | زاعجاز کمال آنجنابست
این سرخوشیم کہ در دماغست | تبخیر شراب آن ایاغست
شورست بخامہ ام ازان گل | گشتست چراغ مست بلبل
از وے بدلم ہزار رازست | بر من در ہر خزینہ بازست
کلکم چو بوصف حرف کوشد | از قطرہ ہزار بحر جوشد
طبعم چو بشرح معنے آید | از نقطہ ہزار نکتہ زاید
رخشندگی معانیم بین | شاباش کند سپہر پروین
طبعم بر دیدہ منت افزود | تحقیق چنین چو کار فرمود
اے ہرزہ درا ادب فراموش | بیہودہ برین زیادہ مخروش
حکمی زین حرف شر د بس کن | وقتست دعائے گرم رس کن
این نامہ مروج جہان باد | انشاء اللہ ہمچنان باد

مقدمہ

جاننا چاہیے کہ آدمی جب کسی زبان کو سیکھنا چاہے ہے پہلے اُس زبان کے قوانین کلیہ کا معلوم کرنا ضرور ہے اسواسطے کہ **قانون** یونانی زبان مین بمعنی مسطر کے ہے جیسے کہ آدمی سیدھی سطر لکھنا جانتا ہو بوسیلہ مسطر سیدھا لکھ سکتا ہے اسیطرح جو کوئی کسی زبان کو درستی سے بول نہ سکتا ہو

فصل اردو متعدی و لازم مفرد و مرکب افعال کے استعمال کا بیان

بوسیلہ اس قانون کے اپنے مضمون کو اس زبان مین درستی سے ادا کرسکتا ہے مثلاً اہل دکن لغت اردو بولتے
ہین لیکن علامت فاعل کے استعمال اور فعل کے تابع کرنے مین حیران رہ جاتے ہین کہین فاعل لازم پر علامت
فاعلی سے نے کو دہرتے ہین کہین فعل لازم کو مفعول کے تابع کرتے ہین وہ اگر اس قاعدہ کو جان لین کہ فعل
متعدی صیغہ ماضی معلوم کے فاعل پر علامت فاعل یعنی سے نے کو لایا کرتے ہین اور یہ لفظ نے فاعل اور فعل کے
درمیان کافہ[۱] یعنی فاعل کو عمل سے روکنے والا ہوتا ہے اسیواسطے اُس فعل کو تانیث و تذکیر مین تابع مفعول کے
کردیتے ہین جیسی زید نے کتاب لکھی ہندہ نے خط لکھا۔ اگر مفعول پر بھی علامت مفعول یعنی لفظ کو داخل ہوگا
اسکو بھی عمل سے روکدیگا کسواسطے کہ یہ بھی حروف کافہ[۱] سے ہے پس اسوقت فعل کسی کے تابع نرہیگا یعنی وہ
فعل نہ مذکر رہیگا نہ مؤنث بلکہ اپنی حیثیت اطلاق پر رہجاویگا جیسے زید نے کتاب کو لکھا ہندہ نے کتاب کو
لکھا زید نے خط کو لکھا ہندہ نے خط کو لکھا لیکن اس فعل کا مذکر کا بھیس پانا دراصل مطلق کا اپنے فرد کامل کی
زی[۱] مین آنا ہے یعنی جس علاقہ کی وجہ سے مطلق کہکر فرد کامل مراد لیتے ہین اسی علاقہ کو ملحوظ نظر رکھکر ذکر فرد کامل
سے مطلق مراد لیا گیا اور یہ قاعدہ اُسیوقت تک ہے کہ اس فعل کا دوسرا مفعول نہو ورنہ وہ فعل اُس دوسرے مفعول
کے تابع ہوجاتا ہے جیسے زید نے عمرو کو کتاب دی ہندہ نے خولہ کو خط لکھا۔ لیکن چند متعدی فعل اس سے
مستثنے ہین جیسے بولنا پکارنا[۱] بمعنی فغان کرنا لانا ڈھلانا لگنا چمٹنا ملنا بھولنا جھپٹنا جیتنا ہارنا سوچنا
وغیرہ یعنی ہین نے لایا اُس نے چمٹا نہین کہتے اور سوائے مطلق ماضی کے حال اور استقبال کے
فاعلونپر کافہ[۱] نہین لاتے اور اُن مین بھی چند[۲] ماضی معلوم جو مطلق قریب بعید شکی کی قیود سے پابجولان ہین
مختص ہین جیسے زید نے لکھا یا لکھا ہے یا لکھا تھا یا لکھا ہوگا نسیم لکھنوی کا شعر ہے **شعر** بولا لشکر کا
اِک سپاہی ؎ جاتی ہے ارم کو فوج شاہی ؎ **ولہ** بولی وہ حسین کہ مین پری ہون ؎ اس دیو کے بس
مین آگئی ہون ؎ میر حسن دہلوی **شعر** پکارا وہ جس تس کو فریاد کر ؎ نہ پہونچا کوئی کاروان بھی اُدہر ؎ نسیم
لکھنوی **شعر** آیا کوئی لے کے نسخۂ نور ؎ لایا کوئی جاکے سرمۂ طور **ولہ** خرشید سا آفتابہ لائے ؎
مُنہ ہاتھ ہر ایک کے دُھلائے ؎ بعضون کے نزدیک لانا مرکب مزجی لے آنیکا ہے۔ نسیم لکھنوی **شعر**
دو ساز طرب سے ملے خوش آہنگ ؎ دور از ادب کھُلے بصد ننگ ؎ اسیر **شعر** وادیِ عشق ہے یہ عرصۂ
شطرنج نہین ؎ نقد جان ہارگیا چال جو انسان بھولا ؎ نسیم **شعر** اک بلّی جو جھپٹی چوہے کو بھانپ ؎ نیولے
نے بھگا دیا دکھا سانپ ؎ **ولہ** بولی بہزار عجز و زاری ؎ تم جیتے میان مین تمسے ہاری ؎ **ولہ** وان جاکے

[۱] پکارنا بمعنی فغان کرنا لازم ہے جیسے کہ رونا اور ہنسنا لیکن تعبیر اس معنی کی بصورت متعدی واقع ہے پس یہ بحث متعدی سے خارج ہے ۱۲ منہ

[۲] چند ماضی معلوم پس ماضی مت لائی و توانائی وغیرہ سے کافہ نہین لایا جائیگا ۱۲

وہ سوچی اسکو بے لاگ ؛ لے چلیئے تورا جہ لائے گا راگ ؛ غرض یہ تمام حال افعال مفردہ کا تھا۔ اور فعل مرکب مین خواہی ترکیب اُسکی ثنائی ہو یا ثلاثی اخیر فعل کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی وہ فعل اخیر اگر اُس قسم کے افعال متعدیہ سے ہے کہ جنکی ماضی پر علامت فاعل نے لایا کرتے ہین تو ان مرکبات کی ماضیون پر بھی علامت فاعل لائی جائیگی ورنہ نہین اور ماقبل کے افعال کا کچھ اعتبار نہین کیا جائیگا خواہ متعدی ہون خواہ لازم مثلاً ترکیب ثنائی مین جسکے دونون فعل لازم ہون جیسے زید آچکا کوا اڑگیا عمرو رو بیٹھا۔ یا دونون متعدی جیسے زید نے تمہارا کہنا مان لیا مومن خان کا شعر ہے **شعر** چین نے مضطرب کیا مجکو ؛ تیرے ملنے نے کھودیا مجکو ؛ یا اول لازم دوسرا متعدی جیسے بلی نے کبوتر آدبایا یا زید نے رودیا **مومن** بات کہنے مین رودیا مین نے ؛ جو جواب آیا سودیا مین نے ؛ یا اسکا عکس جیسے نیدلے اُڑا اور بحکم راے بعض مقننین لانا بھی اسی اصل مین درج ہے اور یہی حکم ترکیب ثلاثی کا ہے جیسے زید اُٹھا لیگیا عمرو لیجا چکا لیکن بعض مرکبات اس حکم سے مستثنے ہین کسواسطے کہ انکی ترکیب سے یا تو جزو اول کے معنی لزوم مین فرق نہین آتا جیسے ہنسدیا اور رولیا مین یا اُنکی باہمی ترکیب سے معنی لازمی ازسرنو پیدا ہوجاوین جیسے دکھائی دیا اور کہنے پایا یا اُنکی ترکیب مفید معنی استمرار ہو جیسے رویا کیا مین میرحسن دہلوی کا شعر ہے **شعر** بجاتی رہی بین وہ صبح تک ؛ یہ رویا کیا سامنے بیدھڑک **و لہ** بغل کھول کر دونون آپسمین مل ؛ وہ رویا کیئے دیر تک متصل ؛ نسیم **شعر** کیا کہتی وہ دم بخود سناکی ؛ سوچی سمجھی رضا خدا کی ؛ اگر افعال لازمہ و متعدیہ خواہی اُنپر علامت فاعل آسکتی ہو یا نہ آسکتی ہو متعدی کرلیئے جائین کا فۂ فاعلی کا الحاق اُنپر واجب ہوگا جیسے زید نے رولایا ہنسایا عمرو نے اُٹھایا بٹھایا۔ زید نے بلایا چمٹایا عمرو نے بلوایا لگایا لگوایا وغیرہ مگر سوجھانا جو تعدیہ سوجھنے کا ہے شاذ ہے نسیم کا شعر ہے **شعر** اک دن ہنجر اُڑا کے لائی ؛ حسن آرا کو وہ کل سجھائی ؛ اسکے مقابلہ مین بعض افعال لازمہ پر کافۂ فاعلی لایا جاتا ہے جیسے موتنا اور کوسنا۔ جان صاحب کا شعر ہے **شعر** دوگانہ جانکے بچے نے موتا مجھ نمازی پر ؛ میانی تر ہوئی ساری پڑا آدھا بدن دھونا ؛ بعض افعال لازم و متعدی دونو طرح مستعمل ہین پس کافۂ فاعلی بحسب موقع لایا جاتا ہے جیسے سمجھنا۔ پلٹنا۔ بدلنا۔ پکڑنا وغیرہ۔ نسیم **شعر** وہ چوٹ پہ تھی یہ میل سمجھی (لازم ۱۲) ؛ بازی چوسر کی کھیل سمجھی ؛ آتش **شعر** لبسکہ تھی اُس سے عیان سینۂ عارف کی صفا ؛ چہرۂ یار کو مین نے دل روشن سمجھا ؛ ظفر علیہ الرحمۃ **شعر** خط مین جب آپنے تحریر سراسر پلٹی (متعدی ۱۲) ؛ مین نے جانا مری تقدیر سراسر پلٹی (لازم ۱۲) ؛ اسیطرح میرا دل بدلا (لازم ۱۲)

اُردو مین بعض افعال کا لازم و متعدی معنون مین اشتراک ۱۲

مین نے پوشاک بدلی" متعدی - میرا گلا پکڑا یعنے آواز بیٹھ گئی" لازم - مین نے ہاتھ پکڑا" متعدی واللہ تعالیٰ شانہٗ اعلم بالصواب

اب میری تمنا ہے کہ اس استقراء کو یہان موقوف رکھون اور اُس قاعدہ با فائدہ کو درج کر کے جو اسی بارہ مین قبل از

ترتیب رسالہ ایک عزیز کی استدعا سے قلمبند کیا گیا ہے اپنے دستورنامہ کو دُرج جواہر فیض بناؤن اور اس اجمال

جملہ جمال و ایجاز ہمہ ناز و اعجاز کو بلفظہ سلک تحریر مین منسلک کرون اور مجکو چونکہ طبایع دقت پسند و سہل جوے

ہر دو کی لطف اندوزی بالطبع منظور ہے اُسکی کچھ تشریح کرنی بھی بعد مین ضرور ہے -

و ہو ہذا

"یہ قاعدہ مطلق فعل مرکب مین نہین ہے بلکہ مادۂ فعل کہیئے یا اصل فعل کے ساتھ وہ فعل ترکیب پاوے

بشرطیکہ مقصود اُس سے عطف تعقیبی ہو جیسے آدبایا - آیہان اصل فعل ہے نہ امر اور آنا بعد دبانا مقصود

ہے پس ہنسدیا رولیا رو یا کیا مین کوئی فعل ماضی اصل فعل سے مرکب نہین تعقیب کا کیا ذکر محض

ہنسی اور رونے مین لفظ دیا اور لیا بڑہا کر معانی مختلفہ حاصل کیے ہین جیسے عربی مین ایک ہی مادہ

کو مختلف ابواب مین لیجا کر مختلف معانی حاصل کرتے ہین" انتہیٰ جاننا چاہیئے کہ یہ قاعدہ یعنی

استعمال علامت فاعل بر تقدیر تعدیہ فعل اخیر مرکب **مطلق فعل مرکب مین نہین بلکہ مادۂ فعل**

کہیئے یا اصل فعل جسکو ہم دوسرے عنوان مین حاصل مصدر بسیط کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتے ہین

اور وہ کبھی مطلق امر اور کبھی مطلق ماضی کے بھیس مین ہوگا تو اُس مادۂ فعل **کے ساتھ وہ فعل**

اخیر متعدی **ترکیب پاوے بشرطیکہ مقصود اُس** ترکیب **سے عطف** بواسطہ عاطفہ

(جیسے بعض مواضع مین ہوتا ہے مثلاً پکڑ کر مارا کہ بواسطہ لفظ کر عطف ہوا ہے) نہو بلکہ عطف **تعقیبی ہو**

کیا معنی کہ مقصود و مراد افعال مرکبہ مین ترتیب ذکری ہو یعنی جزو ثانی جزو اول سے ثالث ثانی سے

قصد مین موخر ہو **جیسے آدبایا** مثال فعل مرکب مقصود العطف المذکور کی ہے اسواسطے کہ لفظ

آیہان یعنی اس ترکیب مین **اصل فعل ہے** جو زِیِّ امر مین صورت پذیر ہوا ہے **نہ** عین صیغہ

امر اور مقصود اول **آنا** جو مفاد جزو اول ترکیب مذکور تمثیلی آدبایا ہے اور **بعد** مفاد جزو ثانی **یعنے**

دبانا مقصود متکلم ہے کسواسطے کہ آنے کو دبانے پر کم از کم تقدم ذاتی ہوگا **پس اور باقی**

افعال مرکبہ **جیسے ہنسدیا رولیا رویا کیا مین کوئی فعل ماضی اصل** یا مادۂ **فعل سے**

مرکب نہین ہے چونکہ یہ تعقیب ضابطہ قانون کے نزدیک اُس ترکیب مذکور کی فرع ہے تو تحقیق

قاعدہ استعمال افعال ہندیہ کا باعتبار ترکیب و معنی کے انوکھے طرز پر

فروع کا بدون متفرعات کے صورت پذیر ہو نہین سکتا کسواسطے کہ یہان ہنسنے اور دینے رونے اور لینے رونے اور کرنے مین تعدد مقصود ہی نہین اور ترکیب بغیر تحقق تعدد متصور نہین پس ان مواد خاص مین **تعقیب کا کیا ذکر** کسواسطے کہ **محض ہنسنے اور رونے مین** جو مفاد جزئین اولین افعال مرکبہ مثالیہ ہے **لفظ دیا** ہنسدیا مین **اور لیا** رولیا مین **وغیرہ** یعنی کیا رو یا کیا مین **بڑہا کر معانی** ہر ہر فعل مرکب کے باعتبار اُسکے مجرد اور مزید ہونے کے **مختلفہ حاصل کیے مین جیسے عربی** کے علم صرف **مین** مبین ہوگیا ہے کہ **ایک ہی مادہ** مثلاً ک ر م **کو مختلف ابواب** افعال و تفعیل و تفعّل وغیرہ **مین لیجاکر مختلف معانی** جنکو خواص ابواب بھی نام دیتے ہین مثلاً لزوم و تعدیہ و تکلف وغیرہ **حاصل کرتے ہین** ان تراکیب قسم ثانی کا بھی درباب تغیر لفظ و معنی وہی حال ہے جس طرح مواد عربیہ مین تغیرات خواص ابواب سے ہوتا ہے و بس ناظرین باتمکین کی خدمت مین عذرخواہ ہون کہ مین نے کلام مین فصحاے اُردو کے بڑا تفحص کیا اور نہایت ہی فکر و قیاس کو کام مین لایا اس عرقریزی مین محض خیرخواہی و آگاہی اہل وطن ہمیشہ نہاد خاطر رہی علے الخصوص باعث قوی اس امر کا اپنے مربی مکرم برادر معظم مغفور کی فرمان واجب للاذعان کا امتثال ہے۔

نظم

گرامی برادر که آن رادمرد	ز گرد یتیمی رخم پاک کرد
رهاند او مرا از غمان دراز	ز هر آرزو ساختم بے نیاز
ز بیچارگیها مرا او خرید	چنان کز کسے در جهان کس ندید
بچید اشک از چشم من دل بسوخت	دل چاکم از رشتهٔ مهر دوخت
برافشاند گرد و ز رخ کند خاک	روانم ز هر درد و غم کرد پاک
بدادش خداے جهان آفرین	سرے پر ز دانش دلے پر ز دین
بشکرش زبان مرا روئے نیست	سپاسش فراوان زبانم یکیست
به هر موے گر صد دهان آورم	و راز هر دهان صد زبان آورم
گر از هر زبان آورم صد بیان	ندانم حدِ شکر او همچنان
همان به که خواهم بصدق از خداے	که یابد بهشت برین باز جاے
دهاد آبرویش خداوند حشر	که باشد خنک در تب و تاب حشر

چونکہ یہ میری زبان نہین اور نیز اپنی نامستعدی کی وجہ سے خطاے قیاسی وغلطی استقراء کا قوی احتمال ہے میری خطائین دامن عفو مین چھپائین

نظم

چون منم اندر قلب کان خویش ... معترف عجز بنقصان خویش
هست امیدم که سخن پروران ... چون نگرند از رهِ بینش دران
عیب یکے نیست که جویند باز ... چون همه عیب ست چه گویند باز
خرده نگیرند بزرگی کنند ... ورنه چنان نیست که گرگی کنند

غرضکہ ان قوانین کے جاننے سے اُنکے کلام مین غلطی بہت کم واقع ہوگی اس سے یہ بات بھی سمجھ مین آگئی ہوگی کہ جب کوئی بے وساطت مسطر کشیدہ کاغذ کے سیدھی سطر لکھ سکتا ہو اُسکو مسطر کی کچھ ضرورت نہین پڑتی بلکہ وہ یہ بھی نہین جانتا کہ مسطر سے کسقدر بلندی اور کسقدر پستی سے کون کون حروف لکھے جائین اسیطرح اہل زبان کو ان قوانین سے کوئی ضرورت متعلق نہین بلکہ وہ ان باتون کو جانتے بھی نہین ہان جب وہ بولتے ہین اپنی زبان کو میزان قانون پر تولتے ہین بلکہ ہمارے قوانین کے شواہد انہین کے کلام ہین یعنے قبل از انضباط قوانین اہل زبان کا وجود چاہیئے تا اُس سے قوانین کا استنباط درست ہو پس ہر کوئی اس بات کو سمجھ لےگا کہ بعض ہندیون نے گو علوم عربیہ اور جمیع علوم وفنون کے عالم وماہر ہی کیون نہون اہل فارس جیسے شیواے طوس فردوسی اور افصح الفصحا سعدی علیہ الرحمۃ اور سند المتاخرین علی حزین کے کلام پر جو اعتراض کئے ہین اور انہین اصلاح بھی دی ہے بڑی واہیات ہے ہان مضامین اور مطالب پر اعتراض اور اصلاح کی گنجایش ہو تاہم الیسون سے چھوٹا منہ بڑی بات ہے مضمون آفرینی کسی کے گھر کی ملک نہین ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

اہل لسان کی زبان پر غیر زبان والونکا اعتراض بیجا ہے ۱۲

اختصار کلام یہ ہے کہ جب کسی زبان کے سیکھنے کی آسانی اُسکے قواعد اور قوانین کی نگہداشت پر موقوف ہوئی اور اَدَب بفتحتین لغت مین نگاہداشت حد ہر چیز کو کہتے ہین تو اسی مناسبت سے خاص کسی زبان کے قواعد اور قوانین کی مراعات کے جاننے کا (جسکی وجہ سے اپنے کلام کی نگاہداشت یعنے اپنے کلام کو خلل اور خلاف محاورت سے بچایا جاتا ہے) علم ادب نام ہے پس چاہیئے کہ پہلے اُسکو بڑی تحقیق اور صحت کے ساتھ حفظ کر لیا جائے تا کلام کے صواب وخطا پر آگہی پائے پھر اپنی مطلب ادائی مین بہت کم خطا کھائے تو بنام خدا چند فارسی قواعد اردو عبارت مین بحسب فرمان

علم ادب کی تعریف ۱۲

واجب الاذعان معرض عرض مین لاتا ہون گو یہ میری زبان نہین اگر کوئی بات خلاف محاورہ اردو قلم پاے
معذور ہون ہان طریق اداے اصل مطلب مین ٹھوکرین کھانا البتہ قابل عذر نہین پھر کیا کیجیے اس نامستعدی
اور جہالت کا برا ہو نہین معلوم کہان کہان ٹھوکرین کھلائیگی اور کس کس جگہ دھوکے دلائیگی اللّٰھُمَّ استُرنَا
بِسَترِکَ الجَمِیلِ خدا کرے یہ میری سعی مشکور ہو حصول دولت قبول اسکے ہمراہ ضرور ہو۔ چونکہ اس خط
مین زبان فارسی کا قانون مذکور ہوگا **دستور نامہ فارسی** اسکا نام رکھنا البتہ ارتجال سے دور ہوگا
اور سخن **شگرف** اسکا سال ہے۔ رب جلیل سے التجاے خیر مآل ہے۔ وبس **نظم**

وجہ تسمیہ کتاب دستور نامہ فارسی

بارخدایا من غافل براز
گرچہ کہ امروز جمال من ست
چون ز تو شد این ہمہ ناچیز چیز
عیب شناسان بکمین من اند
تو بکرم عیب من عیب کوش
سرمۂ انصاف بہ ہر چشم سامے
داغ قبولی بکشش اندر سرش

این ورق سادہ کہ بستم طراز
عاقبۃ الامر وبال من ست
ہم تو کنی در دل خلقے عزیز
مے ہنران جملہ بکمین من اند
در نظر عیب شناسان ہوش
بکر من آنگاہ بر ایشان نماے
تا نکند باد خزان ابترش

تمہید

زبان لچھی کی تحصیل کی ضرورت کا بیان

یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے آدمی کی شرافت کا زینہ تمامی مخلوقات سے کے درجہ سے
اوپر اُٹھایا ہے باوجود اسکے اُسکو مدنی الطبع بنایا ہے۔ بہ نسبت اور جاندار ونکے اُس مین تکلفات
بھی زیادہ آ گئے مثلاً خورش و پوشش مین دیکھیے کس بلا کے تکلفات نکلتے جاتے ہین کیسی کیسی نادر چیزین
اختراع پاتی ہین جان بچانے کے لیے کسی ایک خاص غلہ کا اُسیطرح پھانک لینا یا اُبال کر کھا لینا کافی
نتھا جو اسطرحکے پلاؤ متنجن قورمے کی ضرورت پڑی اور پوشش ستر اور دفع حر و برد کے لیے کسی ایک خاص
کپڑے کا اوڑھ لینا اور باندھ لینا بس نتھا جو اسطرحکے مُطرز ملبوسات کی حاجت ہوئی غرض انسان کو بسبب ان
تکلفات کے چندر چند حاجتین پڑ گئین بہ نسبت اور جاندارونکے غرضین بڑھ گئین تو باقتضاے تمدن اپنے
نوع کے ساتھ بغیر ملے جلے جینا وبال ٹھہرا اور اپنے جی کی آرزو اور دل کے مقصد کو بدون بتلائے ایکدوسرے
کے تعیش محال ٹھہرا تو زیادہ احتیاج سمجھنے سمجھانے کی پڑی یعنی ایک کو اظہار مافی الضمیر کی دوسرے کو اُسکے

اخذ کی ضرورت سر پر آ کھڑی ہوئی ناچار کوئی ایسی چیز ڈھونڈھنی چاہیئے کہ جسکے وسیلہ سے ایک کے جی
کی بات دوسرے کے جی پر کُھلجائے۔ پس اصطلاح مین کسی کے اسطرحپر ہونے کو کہ جسکے جاننے سے
ایک نامعلوم شے کا علم ہو جاوے **دلالت** کہتے ہین اور اُس شے کو جس سے علم ہوا ہے **دال** اور
جس کا علم ہوا ہے اُسکو **مدلول** کہتے ہین اور اس رہنمائی کا وسیلہ یا تو لفظ ہونگے یا سواے لفظ کے
کوئی اور شیئے۔ ہر ایک ان مین سے کئی طرحپر ہے ایک تو یہ کہ دال اور مدلول مین کوئی ایک علاقہ ذاتیہ ہوگا
جسکی وجہ سے دال مدلول تک رہنمائی کرے مثال اول کی جیسے کوئی شخص ہماری آنکھون سے غائب
ہو کر کچھ بول رہا ہو بمجرد استماع ہماری عقل اس بات پر رہنما بنجائیگی کہ یہان وجود کسی بولنے والے کا ضرور
ہے ثانی یعنی غیر لفظی جیسے دھوئین اور آگ کے دیکھنے سے آگ اور حرارت کی طرف رہنما نہ بننا عقل سے
دور ہے اسطرح کی دلالت کا **عقلیہ** نام ہے۔

معنی دلالت

دوال اربع کا بیان

دوسرے یہ کہ واضع کی جانب سے دال اور مدلول مین کوئی علاقہ وضع کا رکھدیا جاے اول یعنی لفظیہ
مثلاً واضع نے زندہ گویا کو مقابل مین مردہ کے اور لفظ زید کا بمقابلہ ایک شخص خاص کے وضع کر دیا ہے
اور ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے دوال اربع کی دلالت اپنے موضوعات پر مثلاً خطوط و عقود و نُصب و اشارات
اور خطوط جیسے یہ پڑی ہوئی لکیر —— نفی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح دو لکیرون کا موازی ہونا ═
مساوات پر اگر ایسا نہو بلکہ دونو نکے سرے کسی ایک جانب مل پڑین <> کمی اور زیادتی پر اور ایک کا
دوسری سے تقاطع کرنا اگر سیدھے پڑے ہوئے خط کا سیدھے کھڑے ہوئے خط سے ہے کہ جس سے
چار قائمے پیدا ہو جائین جیسی یہ شکل + جمع پر اگر اسطرح کا تقاطع نہو کو قائمہ پیدا کرین جیسے یہ X
ضرب پر اور ایک پڑے ہوئے خط کے نیچے اوپر ایک ایک نقطہ کا لگا دینا جیسے یہ ÷ تقسیم پر اور
اُن دو نقطون مین سے خط کو اُٹھا دینا جیسے یہ : نسبت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش اعداد مثلاً یہ
نقش ۴ چار پر اور یہ ۵ پانچ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش حرفون کے جو ایک صوت مخرج خاص
پر دلالت کرتے ہین۔ اور عقود مثلاً سبابہ کے سر کو ابہام کی جڑ مین پہونچا دین تو یہ عقد نود پر دلالت کرتا
ہے اور سر خنصر کو ہتیلی کے سر پر رکھنا ایک کے لیئے اور اُسکے ساتھ بنصر بھی رکھ لیجاے دو کے لیئے
اور وسطی بھی اُنکے ساتھ دبا لیجاے تین کے لیئے موضوع ہے اب اگر اُس عقد نود کو تین والے عقود
کے ساتھ جمع کرین بالکل بندھی ہوئی مُٹھی نظر آئیگی اسی سبب سے اس سے بخل اور نے فیضی کیجانب

خطوط کا بیان

عقود کا بیان

کنایہ کرتے ہین جیسے اسکے مقابل مین کشادہ دست کو فیض و سخا سے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ نے
سلطان محمود غازی کی ہجو مین کہا ہے **شعر** کفِ شاہ محمود عالی تبار * نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار * اور
نصب جیسے دو مناروں کا عمارت پر مینا و یسار اکھڑا کر دینا مسجد کو اور پتھروں یا ہڈیون کا ڈھیر لگاتے چلے
جانا رہگذر کو بتلا رہا ہے یہ رسم زمانہ قدیم کی تھی اور راہون مین میلون کا گاڑ دینا ایک خاص مسافت
مکانی کو بتلا رہا ہے اسیطرح گھڑیون مین سوئی ایک خاص مسافت زمانیکو بتلاتی ہے اور اشارات
جیسے کسیکو بلانے کے لیئے پھیلے ہوئے ہاتھ کی انگلیون کو اپنی جانب موڑین انکار کے لیئے دئین بائین
ہلادین اور ایک کے لیئے ایک انگلی دو کے لیئے دو انگلیاں چار کے لیئے انگوٹھے کو دبا کر چارون انگلیان
کھڑا کر دین یہ سب اشارات ہین لیکن عقد اور اشارہ مین اتنا فرق ہے کہ اشارات مین مشار الیہ کے
ہیأت کو کچھ دخل ہوتا ہے اور عقود مین اس طرح نہین ہوتا۔ اسی قبیل سے ہی ملک کے دخول و خروج پر
(اے از قبیل اشارات ۱۲)
توپون کا چلنا نقارون کی چوٹ سے پہر کا ڈہلنا ان تمام کا دلالت وضعیہ نام ہے۔

تیسری وہ دلالت ہے کہ جب مدلول عارض ہوتا ہے تو خواہ مخواہ طبیعت سے اُسکے دال کا احداث ہوتا
ہے اول یعنی لفظیہ جیسے اُح اُح کرنا سینہ کے درد اور کھانسی پر دلالت کرتا ہے اور کسیکا اونہ کرنا جسکو
کونا کہتے ہین اُسکے درد جسم پر دلالت کرتا ہے۔ ثانی یعنے غیر لفظیہ جیسے سُرخ ہوجانا چہرہ اور دیدونکا
غضب پر اور آنکھونکا نیچا کر لینا شرم و حیا پر دلالت کرتا ہے اس قسم کی دلالت کا طبعیہ نام ہے۔ جب تینے
دلالتون کا حال جان لیا اور آدمی کی کثرت احتیاج کو مان لیا تو ضرور عقلیہ اور طبعیہ کا کارآمد نہونا معلوم کر لیا ہوگا
کسواسطے کہ اخذ ما فے الضمیر و فہم مطلوب کے لیئے انضباط ضرور ہے اور یہان عقول اور طبائع کے اختلاف
کی جہت سے انضباط کوسون دور ہے تو ضرور وضعی اُس مین بھی لفظی کو اختیار کرنا ضرور ہوگا اسواسطے کہ
غیر لفظیہ مثل دوال اربع مین ہزارون تکلفات کا سامنا ہوگا۔ بعض وقت کوئی بات بن نہ آئیگی جیسی صاف
ظاہر ہے یہان تک کہ اشارات ہی کیون نہون کم از کم ان مین اتنی ضرورت تو ہوگی کہ جسکو اشارہ کر رہے
ہین وہ اُس اشارہ کے سامنے ہو پھر صحت بینائی کے ساتھ روشنی بھی ہو تا اُسکو دیکھے قطع نظر اسکے خداوند
تعالیٰ شانہ کا آدمی کو بازار دنیا مین نقد عمر اُسکے گرہ وجود مین باندہ کر بھیجنا اپنی رضا کی خریداری کے لیئے
ہے یہ امر عقائد حقہ کے استحکام اور شریعت غرا کے احکام کی تسلیم پر منحصر ہے تو اُن مین ایسی ایسی باتون
کے سمجھنے سمجھانے کی ضرورت پڑیگی کہ وہ معقولات صرفہ ہونگی تو اُن مین غیر لفظیہ دلالتون سے

فردوسی کے شعر ہجو متعلق کف شاہ محمود کا بیان ۱۲

بیان فرق عقد و اشارہ ۱۲

کام چلتا نظر نہین آتا غرض لفظی وضعی سے ایفاے مطلب بخوبی ہوسکتا ہے اور ون مین ایسا ہو نہین سکتا اور خلاق عالم نے جیسا اس انسان کو طرح طرح کی حاجتون مین پابند کر رکھا ہے بغیر دوسرے کو مطلع کرنیکے حاجتون کا پورا ہونا معلوم مثلا ہمارے پاس روپیہ رکھا ہوا ہے اور کھانیکی سخت ضرورت ہے تو روپیہ کو کھا نہین سکتے غلہ کی جستجو ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس غلہ اُسکی حاجت سے افزون ہے لیکن اُسکو پوشاک کی ضرورت ہے تو اُسکو کپڑونکی تلاش ہوگی اسیطرح اور کسی کے پاس کپڑا اُسکی حاجت سے سوا ہے لیکن اُسکو کسی اور شے کی ضرورت ہے تو ہم اُس غلہ والے سے یا وہ غلہ والا ہم سے اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کریگا آپس مین روپیہ اور جنس کی مبادلت ہوجاویگی اور وہ پھر کپڑے والے سے یا کپڑے والا اُس سے اپنی اپنی حاجتین ظاہر کرکے کام پورا کرلین گے **شعر**

زانکہ جملہ کسب ناید از یکے	ہم درو گرہم سقا ہم حاے یکے
چون بانبازی ست عالم برقرار	ہر کسے کارے گزیند زافتقار

الحاصل جیسا یہ انسان اپنی حاجتونکی کڑی زنجیر مین پابجولان ہے حکیم علی الاطلاق کی قدرت کاملہ سے اُسکے اظہار کی راہ ویسے ہی آسان ہے یعنے حکیمے سخن برزبان آفرین جلّت حکمتہ نے اپنی حکمت کاملہ سے اُس ہوا کو جو بوسیلہ باد زن شُش کے دارالسلطنت قلب کی گرمی نکال لاتی تھی ضائع جانے ندیا۔ اس اونے اسی چیز سے بہت بڑا کام لیا اس طور پر کہ جب مقابلہ مین ہر ایک معنی اور مقصد کے لفظ وضع کردیئے گئے اگر کوئی پرتوا **علم** خداوندی سے **نفس ناطقہ** پر پڑیگا بیامردی **دل** اُسکا قدم جانب برزخستان **خیال** جو بین بین مجرد اور مادی کے ہے بڑھیگا تا اپنے تجرد کے پاؤن مین تقئید کی خلخال ڈالے اور پھر بوسیلہ رکا بہاے **لب و زبان** ادہم صبادم **ہوا** پر سوار ہوکر متکلم سے جس جس منزل پر مقام کرتا زبان تک پہونچا تھا دروازۂ **گوش** سے گزرتا سامع کے انھین منازل مین اترتا طوق تعلق و زنجیر تقئید سے پاکشا ہوکر پھر شہرستان دل مین جاگزین ہوجاتا ہے مصرعہ سخن کز دل آید بود دلپزیر ٭ اور انھین ہونٹونکا آپس مین اور زبان کا کسی موضع خاص کے ساتھ جنکا مخارج نام ہے ٹکر کھانا جسکو قرع کہتے ہین یا اُنکا اکھڑنا جسکو قلع کہتے ہین ہوا مین تموج پیدا کرتا ہے جس سے اُس مین ایک کیفیت خاص آجاتی ہے جسکو عرف مین آواز کہتے ہین زیری بمّی ہیچاک غُنگی اُسی آواز مطلق کے عوارض سے ہین اور اُسی تموج ہوا کی مخارج پر ٹکر کھانے سے اجزائی ہوائی کی تقطیع ہوئی

حروف کے بامعنی ہونیکا بیان

اور جب انہین اجزاے ہوائی پر ہیچاک عجنگی زیری بھی عارض ہوئی تو اس عارض مع معروض کا حرف نام ہوا۔ یہان یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ انہین حروف کو بعض علماء تو ہمل یعنی موضوعہ فقط غرض ترکیب کلمات کے لیئے بتلاتے ہین اور بعض دور اندیشون کے نزدیک بامعنی کہلاتے ہین۔ یہی راے مختار اہل تحقیق ہے خصوصاً یہ بات زبان عربی مین بخوبی متحقق ہے کسواسطے کہ جب الفاظ عمیمہ چند حروف مین باہم اشتراک رکھتے ہین اور کسی حرف مین اختلاف تو اُنکے معانی مین بھی اشتراک اور اختلاف ہوتا ہے مثلاً قثم و قسم و قشم و قصم و قضم و قلم ملاحظہ فرمایئے تو ان سب مین شکستگی و دریدگی کا مضمون دائر و سائر ہے اور پھر باہم انکے معانی مین اختلاف بھی موجود ہے یعنی ہر ایک اپنے جدے جدے مخصوصہ معنون پر دلالت کرتا ہے قثم بالفتح والثاء المثلثہ مال سے ایک حصہ الگ کرکے دینا اور قسم بالسین المہملہ کسی چیز کے حصے اور ٹکڑے کرنا اور قشم بالشین المعجمہ کھانا اور کھجور کے پتون کو درازی مین پھاڑنا اور قلم باللام ناخن تراشنا غرض ان الفاظ مین جیسا اشتراک قاف اور میم مین تھا ویسا ہی اشتراک اُنکے مضمون خاص مین ہے اور جیسا اختلاف اُنکے عین کلمہ مین ہے ویسا ہی اختلاف اُنکے معانی جزئیہ مین ہے بلکہ ہم صاف دیکھتے ہین کہ حروف کی سختی و نرمی سے کلمہ کے معنون مین سختی و نرمی آجاتی ہے مثلاً قصم مہملۃ العین و قضم معجمۃ العین جیسے نرمی صاد مہملہ مین اور سختی ضاد معجمہ مین ہے ویسی ہی نرمی اور سختی اُنکے معانی مین ہے یعنی قصم اس طرح کے توڑنے کو کہتے ہین کہ ایک متصل واحد منفصل ہوجاے اور قضم بعض دانتون سے اس طرح کے چبانے کو کہتے ہین کہ جس سے ریزہ ریزہ بنجاے اگر اس سے بھی زیادہ سختی معنون مین پیدا کرنی منظور ہوتی ہے تو قاف کو خاء معجمہ سے بدل دیتے ہین جیسے خضم یہ کل دانتون سے چبانا ہوتا ہے الخضم الاکل بجمیع الفم والقضم دون ذلك کما فی الصراح۔ اب معلوم ہوگیا کہ حروف کو بھی الفاظ کے معانی مین دخل ہے بلکہ حرکات و سکنات کو بھی جیسے حَیَوَان کی توالی حرکات بلکہ ترتیب حروف کو جیسے لفظ بلع مین ترتیب مخارج حروف کو ترتیب معانی کے ساتھ کس بلا کی مناسبت ہے ملاحظہ فرمایئے اول تو با حرف شفتی پھر لام وسطی پھر عین حلقی اور نگلنا بھی اسی ترتیب و تدریج سے ہوتا ہے اسی طرح ہیأت ترکیبی کو بھی لفظ کے معنی مین بڑا دخل ہے چنانچہ اسی بناء پر نہی رَاعِنَا کے قول پر آئی کیا معنی کہ رَاعِنَا صیغہ باب مفاعلہ کا ہے جسکی ہیأت خاص مساوات بین المخاطبین کو چاہتی ہے تو گویا یون کہا کہ تو رعایت ہماری کر

ہم تیری رعایت کرینگے اور ایسی گفتگو رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم سے کرنی بدلیل لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا بیجا ٹھہری اسی واسطے اُنْظُرْنَا جو بالمادہ شفقت کا کلمہ ہے تعلیم ہوا اور اس بات پر بھی غور کرنی چاہیئے کہ جب حروف کی مناسبات طبعی کو جو کہ ایک امر معنوی تھا ملحوظ رکھا جاے تو ان مناسبات صوری کو جو انکی شکل کے ساتھ تعلق رکھتی ہین کیونکر لحاظ نکرین بوجہ اسی شرافت کے اس زبان نے کلام خداوندی سے عز اسمہ تشریف قبولیت حاصل کی چنانچہ آغاز کلام مجید الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ کو دیکھیئے خصوصاً ان حروف مقطعات کو بغور ملاحظہ کیجیئے اگرچہ مفسرین رحمہم اللہ تعالے نے انکے کئی معنی بیان کیئے ہین لیکن ان حروف کی شکل اور صورت کو نظر کرنے سے میری فہم ناقص مین یہ معنی آئے ہین کہ الف سے ذات بحت جل وعلی شانہ اور لام سے اُسکی صفات اور میم سے ذات معجز آیات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور وجہ مناسبت ان معنی کی مجملا یہان کچھ عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمائین اگر پسند خاطر شریف ہو زہے نصیب ورنہ جہل ونادانی تو اپنی کل کائنات ہے تعجب کی کیا بات ہے۔

ادنے فکر سے یہ بات کھلجاتی ہے کہ ہر حرف کے فی حد ذاتہا خواص الگ ہین مثلاً الف جسطرح یہ منارہ سا کھڑا ہوا ہے ویسے ہی وہ دوزبرون کی قوت مین سمجھا گیا ہے اسی وجہ سے فتح کو اخت الف کہتے ہین اور اخت ایک حصہ میراث سے پاتی ہے اور اخ دو حصے تو زبر کا نصف الف اور الف کا دو زبرونکی قوت مین ہونا اچھی طرح واضح ہے پس معلوم ہوا کہ اس حرف کو اپنی شکل کیطرح اونچائی مین سوائے اسکے اور بہت سے خواص مین دخل ہے مثلاً وہ اول الاول حرف ہے اُس سے کوئی اول نہین اپنے تقدم ذاتی کے ساتھ وہ صدر نشین اولیت ہے اب عند الترکیب اس حرف کا اپنے ماقبل سے امتزاجی ترکیب پانے اور اپنے مابعد سے نپانے کو ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ کسی سے تعلق خلطی اور امتزاج نہین رکھتا دوسرا یہ حرف نقطہ کے داغ سے منزہ ہے تیسرا یہ کہ یہ حرف ہمیشہ ساکن مانا جاتا ہے اور حالت سکون اُسی حالت مطلقہ کی صورت ہے جس کو ہم باین عبارت ادا کر سکتے ہین کہ یہ حرف حدوث تبادل وتداول حرکات سے منزہ ہے اسی طرح ہر حرف مین خواص الگ الگ موجود ہین لیکن انپر ہماری واقفیت کوئی ضروری نہین اور واضع صور وحروف حکیم مطلق جل وعلا شانہ ہے تو اُنکی خاصیتون کو جانتے بوجھتے کیونکر اہمال تناسب کرتا تو ضرور واضع جلت حکمتہ نے مع رعایت خواص مناسب مناسب ہر ایک کی صورت وضع کردی پس ہمارا مدعا البتہ بین الثبوت ہو گا کہ الف کی اولیت اور علو اور نے نکتگی اور عدم عروض حرکات مع ہذا اسکی یہ ا۔

صفا اور نا علاقہ دار شکل جس مین خم وپیچ کا نام نہین اُس سے ذات بحت خداوندپاک مراد ہونے مین کھلی کھلی
مناسبت رکھتی ہے کسواسطے کہ درجہ ذات مین وہ ورا، الورا، صفا در صفا مقام ہے کوئی مقرب وہان نہین
پہونچتا کسی مستفیض کا دست تعلق اُس پر نہین ٹھہرتا شعر بشر ماوراے جلالش نیافت ٭ بصر منتہاے
جمالش نیافت ٭ جب اشرف المخلوقات بشر اُسکی تجلیات سے پرے جو درجہ ذات کا ہے پہونچنے
نپایا اور اسرع وانفذ الاشیا بصر کو اُسکی سرحد جمال پر پہونچنا میسر نہ آیا اورون کی کیا ہستی بس اب
استفاضہ اُس وجود باجود سے بوجہ اُس غنی مطلق کی وجوبیت ذاتی اور اس ہمہ تن محتاجی امکان کے
محال تھا اسیواسطے صفات جو ذات سے درجہ تنزل کا رکھتے ہین بوجہ اپنی قدامت وامکان دونون
جانب کی رعایت سے واسطۃ الفیض ہوئین اور ہر طرح کا تعلق اور اُلجھاؤ عالم کا ان صفات کے ساتھ
ہے جس سے رب رازق خالق غفور رحیم وغیرہ اُسکو کہتے ہین تو دیکھیئے کس خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ
شکل لام۔ ل۔مناسبات صفاتیہ کو کھلی کھلی بتلا رہی ہے کسواسطے کہ لام الف کے تنزل سے
حاصل ہوتا ہے اور متناہی تنزل ایک علاقہ اور آنکڑے کی شکل پر ہوتا ہے اس سے یہ بات بھی
ظاہر ہوگئی کہ لام نہ تو بالکل عین الف ہے نہ تو بالکل غیر الف اور پھر ان کے اسمون کی محبت قلبی
جو لام مین الف اور الف مین لام پڑا ہوا ہے سوا ان دونون باتون سے وہ مسئلہ مسلمہ اہل سنت
کہ صفات نہ عین ہین نہ غیر کیسا منصہ کمال پر جلوہ پا رہا ہے اور جیسے اُس ذات پاک جل شانہ سے
بغیر واسطہ صفات کے کسیکا فیضیاب ہونا ناممکن تھا اسیطرح بغیر وسیلہ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم
صفات سے تعلق پکڑکر اپنے آپ مستفیض ہوجانا باقتضاے لولاک لما خلقت الافلاک محال تھا
خصوصاً اس فیض سرمدی تک جو تنزیل قرآن مجید سے منظور تھا بغیر ذات بابرکات آپکے کون
پہونچتا کسواسطے کہ آپ کی ذات صفات خداوندی کے ساتھ تعلق اتم رکھتی ہے اسیواسطے آپکے
اخلاق کو قرآن فرمایا گیا اور آپ کی ذات مجمع البرکات چشمۂ فیوض ہے تو دیکھیئے شکل میم۔ م۔
مین ان امور کا لحاظ اور مناسبت کس درجہ ملحوظ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ میم متناہی لام ہے
اور یہ بشیر اس امر کا ہے کہ بعد ذات جل علا شانہ کے درجہ صفات کا ہے بعد صفات کے بجز
ذات منبع الکمالات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کسیکا مقام نہین سب اس سے نیچے ہین یہ معنی
خاتمیت کے ہین ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ٭ اور اسکے مسمی یعنی ھ کا شکل دائرہ

ہونا جسکی نہایت عین ہدایت ہے اور اسکے اسم یعنی **میم** کے اول و آخر میم ہونے مین یہ نکتہ ہے
کہ جب سے آپکے چشمۂ فیض سے عالم پر دہانہ فیضان کا اول سے بہتا ہے آخر تک بہیگا یہی ایماے عدم
نسخ شریعت غراے محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم یہ تینون حرف جیسے بے نقطہ ہین بے نکتہ ہین اور پھر لام
کے ساتھ علاقہ پانے کے لیئے یہ حلقہ ہ کیسا کچھ مناسب ہے اور اُس چشمہ سے جو بوسیلہ لام الف کے
فیض سے پُر ہے اپنے تحت یعنی جانب عالم میزاب کی طرح کیسا دہانہ فیضان کا روان ہے غرض
یہ ارشاد ہے کہ وہ فیض ذات عزاسمہ وجل شانہ جو بمیانگی صفات تقدس آیات زبان پاک محمدی صلے اللہ
علیہ وسلم سے جاری کیا گیا ہے وہ کتاب ہے جس مین شک نہین مسلمات سے ہے کہ یہ کتاب مجید
وفرقان حمید سب سے بڑا فیض ہے اب اختیار اشارۂ بعید ذلک کی مناسبت بھی خوب سمجھہ مین
آتی ہے وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْیَاءِ -

حرکات اور سکون اور تشدید کی حقیقت ۱۲

اور یہان یہ بات بھی قابل معلوم کرنے کے ہے کہ زمانہ قدیم مین ان حرکات کی کوئی صورت معین
نہ تھی چونکہ نفس کو اداے سخن مین حرکات متنوعہ پیش آتے ہین کبھی جانب بالا کبھی جانب زیر
کبھی آگے کی جانب کو میلان ہوتا ہے اسی مناسبت سے اداے حرکات ثلثہ کے لیئے حرف
کے اوپر نیچے آگے نقطے دھر دیئے زبر زیر پیش نام کردیئے لیکن نقطۂ اصلی سے التباس کو رفع کرنیکے
لیئے رنگ اس نقطۂ محرکہ کا رنگ مکتوب سے مغائر ہوا کرتا تھا پھر بعد ایک زمانہ دراز کے خلیل بن احمد
عروضی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اہتمام رنگ مغائر مکتوب ایک عبث دقّت مہمل کلفت ہے معہذا جیسی یہ
حرکات میلان نفس بجہات ثلثہ کے مشعر ہین اپنے مابعد سے توسل بھی پیدا کرتے ہین تو اس مناسبت
سے اُسی نقطہ کو جانب متوسلہ حرکت خطی ویدی اور چونکہ پیش مین التباس حرکت مابعد سے ہوتا تھا
بلحاظ ہیأت مخارج جو اُسکے اداکے وقت لب آگے کی جانب سمٹتے ہین جس وجہ سے ضمہ نام ہے
اُس خط نقطہ زاد کے سرے کو آگے کی جانب سمیٹ کر بالائی حرف رکھدیا اور سکون کے لیئے چونکہ
یہان نہ مابعد سے توسل ہے نہ نفس کو حرکت تو فقط نقطہ پر کفایت کیا لیکن پھر بوجہ اُسی التباس
نقطۂ اصلی و دقّت اہتمام رنگ صورت صفر دیدی کسواسطے کہ یہ امتداد خطی کا طرف اول ہے اور
وہ امتداد سلسلۂ اعداد کا طرف اول یعنی نقطہ وصفر یہ دونون طرف کم مطلق کے ہین لیکن روانی کتابت
مین نصف صفر پر کفایت کرجاتے ہین چنانچہ اسطرح ـْـ ـْـ آج کل مروج ہے غرض اس سے معلوم

ہوگیا کہ یہ کل حرکات وسکنات قسم اعراض سے ہین جنکا وجود مستقل بنفسہ بغیر کسی حرف پر قائم ہونے
کے امکان نہین رکھتا یعنی ہم کسیکو حرکت وسکون مین سے بغیر مدد کسی حرف معروض کے ادا نہین
کرسکتے اسیطرح یہ امر بھی منکشف ہوگیا ہوگا کہ یہ حرکات باہم علاقۂ تضایف رکھتے ہین جنکا اجتماع
ایک حرف پر ایک حیثیت سے ممتنع ہے رہے حرکات مع سکون یہ بھی بوجہ تقابل عدمی ایک حرف پر
ایک حیثیت سے جمع نہین ہوسکتے اور **تشدید** ایک ہیأت مرکبہ از حرکات وسکون کا نام ہے اور
ظاہر ہے کہ جب دو شے وحدت صوری وترکب معنوی پاوین ضرور اُن مین شدت وثقل حاصل ہوگا
اسیوجہ سے معروض التشدید کا مشدد نام ہے الحاصل چونکہ مشدد دراصل ایک نوع کے دو حرفون
کے ادغام وادخال صوری کا نام ہے دونون حرفون کا ایک نوع ہونا وقت ادغام شرط ہے خواہی
قبل ادغام یک نوع ہون جیسے دَرّ۔ دُرّ۔ بَرّ۔ **شعر** بدرّد یقین پردہاے خیال ۞ نماند سراپردہ الاجلال ۞
خواہی قبل ادغام یک نوع کے نہون جیسے بتّر۔ اور چونکہ ادخال اکثر ایک شئے مدخل فیہ ساکن مین شئ
داخل کو حرکت دینے سے حاصل ہوتا ہے حرف مدغم فیہ کو ساکن اور مدغم کو متحرک رکھتے ہین اس
سے معلوم ہوگیا کہ تشدید مین اجتماع حرکت وسکون حرف واحد پر نہین ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا
کہ ماقبل مدغم ساکن کے حرف متحرک کا ہونا واجب ہے ورنہ بعض مواضع مین ابتدا بساکن لازم آئیگا
جس کا استحالہ علم صیغہ مین ثابت ہے اسی واسطے اُسکو شکل سکون مابین الحرکتین کی دی گئی۔
یعنی صفر بین الخطین اور صفر کا خطوط محرکہ سے باہم پیوند براے اشعار وحدت ادغام ہے چونکہ یہ دونو
طرفی حرکتین حیثیت اطلاق مین متعین کیا معنی کہ اُن حرکتون کی نہ تعیین فتحی ہوسکتی ہے نہ کسری
نہ ضمی کسواسطے کہ بیان مطلق تشدید ہے قطع نظر اسکے کہ طرفون مین فلان حرکت ہو اور نیز اُس
مطلق کا بغیر تضمن فرد من الافراد متحقق ہونا ممکن نہ تھا بخوف ترجیح بلا مرجح اُسکو فرد کامل اعنے
فتح کے پیرایہ مین جلوۂ ظہور دیا اور کمال جنبش فتحی خود اُسکے عنوان عالی سے مترشح ہے ـــ
لیکن روانی تحریر مین حلقۂ صفر کے دونون کنارہ یمین ویسار کو ملادیتے ہین اور حرکت ثانیہ کو بترتیبان
حروف ایک دامنہ پر ختم کرتے ہین جیسے ـــ مثلاً لام اس ل صورت کا نام تھا لیکن روانی تحریر مین
ل دامنہ اور علاقہ دار صورت کردی اور ممکن ہے کہ حقیقت صورت تشدید کی ایک خط اور نصف
زیرین صفر کی ترکیب سے جو مشعر حرکت حرف اول وسکون ثانی ہے جیسے ـ یا اُسکا عکس یعنی

بیان حقیقت تشدید

ایک نصف زیرین صفر جزمی اور ایک خط حرکتی سے مرکب ہو جیسے لا لیکن اتصال خط حرکتی
وسکون کا دونون صورتون مین برائے اشعار ادغام معروض ووحدت ترکیبی عارض ہے خلاصہ
صورت ثانیہ مین واسنہ بوجہ روانی قلم واختتام نقش ہے۔

فارسی زبان مین حروف تیئیس ہین

غیر حروف موضوع ہون یا مہمل زبان فارسی مین تیئیس ہین اور ذال معجمہ کو حروف فارسیہ مین شمار
کرنا خلاف تحقیق ہے چنانچہ محقق فرزانہ اسد اللہ خان غالب نے اپنے اُستاد ہرمزد سے درفش کاویانی
مین نقل کیا ہے کسواسطے کہ اہل فارس کی طبیعت نازک اور اُنکا مزاج غایت درجہ کا نزاکت پسند تھا
تو اپنے پر اتنی دشواری کو کہ دو حرف متحد المخرج زبان سے نکالین گوارا نہین فرماتے بلکہ قریب المخرج
کو بھی زبان پر نہین لاتے اسیواسطے سین سعفص کو جب لیا ہے ثائے مثلثہ وصاد مہملہ کو چھوڑ دیا
تائے قرشت کو لیا طائے مہملہ کو چھوڑ دیا الف کو لیا تو عین کو چھوڑ دیا غین معجمہ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا بلکہ خائے ثخذ کو لیا تو قاف کو
چھوڑ دیا ہائے ہوز کو لیا تو حائے حطی کو چھوڑ دیا اسی طرح جب زائے معجمہ کو لینے کی وجہ سے ضاد
وظائے معجمتین کو چھوڑ دیا پھر اس ذال معجمہ کو باوجود زائے ہوز کسطرح لیتے ادائے مخارج کی دقت

ہمزہ کا بیان

پسندیان اہل عرب ہی کا حصّہ ہے۔ رہا ہمزہ یہ سوائے الف کے اور کوئی شے نہین اور یہ
بھی واضح رہے کہ خداوند کریم کے ہان سے بفحوائے علم اٰدم الاسماء کلھا ہر ایک شئے
موجود کے لیئے ایک ایک اسم عنایت ہوا ہے تو ان حروف کے لیئے بھی ایک ایک نام اس قسم کا موضوع
ہے کہ خواہی حروف ملفوظہ ہون یا منقوشہ اُنکا سر نام عین مسمیٰ ہو گا یعنے اگر حرف ملفوظی ہے اُسکے
اسم ملفوظی کا سر حرف عین مسمی ملفوظی ہو گا۔ اگر حرف منقوشی یعنی مکتوبی ہے اُسکے اسم منقوشی کا

تقسیم حروف بحیثیت اسم نہ مسمّی

سر حرف عین مسمی منقوشی ہو گا۔ اور یہ بھی خیال رکھین کہ مسروری ملفوظی مقلوبی انہین اسمای حروف
کی توزیع ہے نہ حروف من حیث ہی کی اور کتب قواعد مین جو حروف کو خود مقسم بتایا ہے تسامح ہے
وہان بھی حیثیت اسمی ملحوظ ہے یعنی حروف من حیث الاسم۔ اور وجہ تسمیہ ملفوظ ومقلوب کی ظاہر

وجہ تسمیہ مسروری وغیرہ

ہے لیکن ان دو حرفی بارا اسمون کو مسروری کہنے کے تین وجوہ سمجھ مین آتے ہین کیا معنی کہ یا تو
وہ منسوب ہے بجانب مسرور بمعنی ناف بریدہ جو ماخوذ ہے سرّ بالفتح سے بمعنی ناف بریدن لے
وسرّ الصّبی ناف برید کودک را کما فی المنتہی الارب چونکہ ناف بحسب ولادت جزو اخیر مولود بھی ہے
چنانچہ اُسکا تعلق جسم ولد کے ساتھ مشعر ہے اور ایک شئے زائد بھی چنانچہ جسم ولد سے وہ قطع کیا جاتا ہے

پس حروف سروری کا اخیر ہمزہ باعتبار اصل وضع اُن کا جزو اخیر بھی ہے اور اہل فارس ایک شئے زائد
کی طرح گرا بھی دیتے ہین انکے نزدیک یہ امر کچھہ انہین اسماے حروف کی خصوصیات مین سے نہین
ہے بلکہ انکے ہان ہر الف ممدودہ الف مقصورہ کا قافیہ واقع ہوجایا کرتا ہے۔ حافظ فرماتے ہین شعر
بملازمان سلطان کہ رساند این دعارا ٭ کہ بشکر بادشاہی زنظر مران گدارا ٭ عرفی کہتے ہین شعر
اے برزدہ دامن بلارا ٭ سر درپے خویش دادمارا ٭ شعر اول مین دعا اور شعر ثانی مین بلا جنکی اصل
دعاء و بلاء الف ممدودہ کے ساتھہ ہے حرف اخیر ہمزہ کو حذف کرکے گدا اور ما کا قافیہ کردئے گئے
یا وہ ماخوذ ہے سَرَّاء بالفتح والتشدید والمد سے جو کھوکری شئے کو عموماً کہتے ہین اور کھوکرے بانس
کو خصوصاً کما فی المنتہی الارب۔ پس اس تقدیر پر الف وسط کلمہ سے محذوف اور ہمزہ اخیر بحال سمجھا
جائیگا لیکن فارسی مین چونکہ اس قسم کے ہمزہ اور الف کے لکھنے اور پڑہنے مین کچھہ فرق نہین کرتے
دونون تقدیر پر یہ اسمای حروف ایک ہی طرح لکھے پڑہے جائینگے۔ یا وہ منسوب ہی جانب سرور
جو مفعول سَرَّ یَسُرُّ سُرُوراً کا ہے کیا معنی کہ ان اسمون کو جیسے الف کے ساتھہ باتا ثا حا
کہتے ہین اُسی طرح امالہ کے ساتھہ بے تے ثے حے کہنا بھی جائز ہے چونکہ دونون طرح کی
اجازت سے ایک نوع کی تنگی تنگدلی طبیعت کو حصول وسعت سے سرور ہوا مسروری نام رکھنا
ارتجال سے دور ہوا لیکن بہر تقدیر نام ان اسمای حروف کا مسروری رکھنا اگرچہ بحسب لغت عرب
ہے مگر توجیہ و علت تسمیہ باعتبار استعمال عجم ہے ورنہ اہل عرب بغیر ہمزۂ اخیر استعمال نہین کرتے
واللہ تعالےٰ شانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انہین چند حروف کی باہمی ترکیب سے
لفظ اصطلاحی بنتا ہے جسکے بیان کے ہم درپے ہین ورنہ از روے لغت مُنہ کی پھونک کو بھی
لفظ کہہ سکتے ہین۔ پس اب جاننا چاہیئے کہ جو لفظ زبان سے آدمی کی نکلے اگر معنی رکھتا ہو موضوع
ہے ورنہ مہمل۔ موضوع کی دو قسم ہین مفرد اور مرکب۔

لفظ اصطلاحی کی تقسیم
لفظ موضوع کی تقسیم

مفرد وہ لفظ ہے کہ دلالت جزو لفظ کی اُسکے جزو معنی پر باعتبار وضع اصلی کے نہو جیسے زید عمرو بکر
پس وضع اصلی کے اعتبار سے ناظم شروان شیواے طوس اور ایسی ہی القابی اور علمی ترکیبین
نکل گئین اسواسطے کہ اُنکی اصلی وضع ناظم اور شروان شیوا اور طوس کی اپنے جدے جدے
معنون پر دال ہے ہان یہ وضع القابی ثانوی وضع ہے رہا منطقیون کا ایسی ترکیبون کو مفرد کی

لفظ مفرد کی تعریف

قسم مین درج کرنا محض رعایت معنوی ہے کیونکہ انکی غرض اصلی معنون کے ساتھ متعلق ہے۔ اور نحویون کا انہین القاب مرکبہ کو مرکبات مین داخل کرنا فقط لفظی رعایت ہے کسواسطے کہ غرض اصلی نحویون کی لفظ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور مرکب وہ ہے جو اسطرح نہو جیسے ناظم شروان وغیرہ۔ اور اُس لفظ مفرد بامعنی کو کلمہ کہتے ہین اسکی تین قسم ہین۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔

کلمہ کی تعریف اور اسکے اقسام

بحث الاسم

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے مین مستقل ہو نہ کسی زمانہ کی قید سے پابگل تو شرف استقلال کی جہت سے اعلےٰ مقام پایا سمو المکانی سے اسم نام پایا اولاً یہ جامد۔ مصدر۔ مشتق پر منقسم ہے۔

اسم کی تعریف

جامد ایک جما ہوا کلمہ ہے نہ وہ کسی سے مشتق ہے نہ اُس سے کوئی اور وہ نکرہ اور معرفہ پر منقسم ہے۔

اسم جامد کی تعریف اور اسکے اقسام

نکرہ ایک غیر معین شئے کا نام ہی جیسے کاغذ قلم دوات اسکی کئی قسم ہین ایک تو اسماے اصوات جن سے جانورون کو بلاوین ہانکین اُٹھاوین بٹھاوین۔ اگر غور کیجئے تو یہ بمنزلہ اسماے افعال کے معلوم ہوتے ہین اُنکو نکرہ اور معرفہ کیا کہیئے گا یا جن سے جانورون کی آوازون کی حکایت کرین یہ البتہ نکرہ ہین جیسے کوّے کی آواز کو قا کے ساتھ۔ مولانا جامی قدس سرہ العزیز کے معما سے نقل کیا جاتا ہی **شعر** یک بانگ کلاغ ونیم کنجد ٭ نام بت من وران بگنجد ٭ اور قمری کی آواز کی نقل کوکو کی عمر خیام علیہ الرحمتہ کا شعر ہے **شعر** آن قصر کہ باچرخ ہمی زد پہلو ٭ برگنبد او شہان نہادندی رو ٭ دیدیم کہ برکنگرہ اش فاختۂ ٭ بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو کوکو۔ یا اور کسی چیز کی نقل کرین جیسے ترنگا ترنگ وچقاچق کمان اور تیر اور شمشیر کی آواز۔ نظامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین **شعر** ز بیم چقاچق کہ آمد ز تیر ٭ کفن گشت در زیر جوشن حریر ٭ ترنگا ترنگ درخشندہ تیغ ٭ زماہ درقہا برآوردہ میغ ٭ ترنگ کمانہای بازو شکن ٭ بسے خلق را بردہ از خویشتن ٭ اور یہ ابیات زیب النسا کی اس قسم کی صداؤن سے گونجتی ہین **قطعہ** از صداہاے جہانم چار چیز آمد پسند ٭ قلقل بانگ صراحی چرچر سیخ کباب ٭ مچ مچ بوس و کنار و سرسر شلوار بند ٭ اسیطرح مصیبت مین انسان کا ہاے واے کرنا خوشی اور تعجب مین واہ واہ کرنا۔

نکرہ کی تعریف اور اقسام اسکے
اسماے صوت
اور نحو نظم تحقیق

دوسرے اسماے ظروف خواہی وہ زمانی ہون خواہی مکانی۔ اول یعنی زمانی جیسے چون وچو وگاہ **شعر** گفتہ بودم چو بیائی غم دل باتو بگویم ٭ چہ بگویم کہ غم از دل برود چون تو بیائی ٭ خاقانی رہ **شعر**

از دور درفشہا نمائی ؛ گاہے نکنی گرہ کشائی ؛ ثانی یعنی مکانی جیسے پست و بلند و نشیب و فراز و پیش و پس و زیر و زبر ۔ فردوسی علیہ الرحمۃ زلیخا مین فرماتے ہین **شعر** چپ و راست و پیش و پس زیر و بر زلیخاے بت روے بد سر بسر ؛ اور اسی صورت کا ایک حرف رابط ہوتا ہے جسکو عربی والے جار کہتے ہین بمعنی علی لیکن فرق اتنا ہے کہ استعمال معنی اول مین خواص اسم اسپر آتے ہین جیسے مضاف واقع ہونا اگرچہ علامت اضافت تحقیقاً ہو یا حکماً اور معنی ثانی مین یہ بات نہین ہوتی نظامی قدس سرہ فرماتے ہین **شعر** کہ بسیار نا ید بر اندکے ؛ یکے بر صد آید نہ صد بر یکے ؛ اور خاصۃً ظرف زمانی مین اکنون اور اسکا مخفف کنون اور نون فردوسی رح **شعر** ولے اے پسر گاہ آنست نون ؛ کہ سازی یکے چارۂ پر فسون ؛ اور زمان اور مکان مین مشترک ایدر و ایدون معرفہ ہین اور ایدر اوسی ادہر ہندی کے معنون مین ہے مثال ایدر زمانیکی شیواے طوس فردوسی رح کا مشہور شعر ہے **شعر** بدو گفت ایدر ابی کام تو ؛ نپویم بجویم بجز نام تو ؛ یعنی این زمان مثال ایدر مکانی کی فردوسی رح جنگ سہراب و رستم کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** بدو گفت ہومان کہ فرمان شاہ ؛ چنین بد کز ایدر بجنبد سپاہ ؛ یعنی ادہر سے ۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ **شعر** گر ایدون در آید فریدون بمن ؛ گرفتار گردو ہمیدون بمن ؛

ایدر زمانی و مکانی ۱۲

تیسرے اسماے کنایات وہ چند اسم ہین کہ جب کہنے والا اپنے مخاطب کو حاضرین سے چھپا کر بیان کرنا چاہے یا اس سے پوچھے انکو استعمال کرتا ہے اور یہ کبھی کنایہ معدود سے ہوتے ہین کبھی عدد سے کبھی سخن سے ۔ اول جیسے باہمان جسکا امالہ بیہمان محاورہ خراسانیون کا ہے اور اسکا مخفف بہمان بالکسر اور بہدان بجاے بہمان کا شیون کا روزمرہ ہے کہ اسکو باستار اور امالہ کے ساتھ بیستار بھی کہتے ہین جیسے عربی مین لفظ فلان مستعمل ہے استاد رودکی کا شعر ہے **شعر** اے خواجہ این ہمہ کہ تو برمیدہی شمار ؛ بادام تر و سنگی و مہمان و باستار ؛ شمس فخری کہتے ہین **شعر** باوجودت از شہان باستان ؛ چرخ نارد بر زبان جز بیستار ؛ غرض یہ الفاظ اپنی وضع و ذات مین نکرہ ہین لیکن وقت استعمال بلحاظ خصوصیت و اعتبار عہدیت معرفہ ہوجاتے ہین اور یہ ذو العقول و غیر ذو العقول ہر دو سے کنایہ ہوتے ہین حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے **شعر** تو برآوردہ دست بر بہمان ؛ کہ چرا دست مے برآرد آن ؛ مگر غالباً ان کا استعمال لفظ فلان کے ہمراہ ہوتا ہی ہمین معنی

اسماے کنایات ۱۲

باہمان و بہمان و بہدان و باستار کا بیان ۱۲

اُستاد المحققین حضرت قلندر حسین اطہر قدس سرہ العزیز الاکبر نے ان کو تابع لفظ فلان فرمایا نہ بحسب
اصطلاح کیا معنی کہ تقدم توابع کا متبوعات پر خلاف موضوع ہے اور یہ الفاظ لفظ فلان پر بلا مضایقہ
مقدم ہوجاتے ہین چنانچہ امثلہ سے ہویدا ہے عرفی شعر چہ احتیاج کہ گوید بداستان ٭ کین
از فلان مجوے و زبہمان فلان مخواہ ٭ سنائی رحمۃ اللہ علیہ شعر آواز برآوردہ کہ اے قوم تن خویش ٭
دوزخ مہرید از پے بہمان و فلان را ٭ انوری شعر در نسبت شاہی تو ہچو شہ شطرنج ٭ نامست دگر
ہیچ چہ بہمان چہ فلان را ٭ علی بن حسن باخرزی کا شعر ہے شعر نہ چشم چراگہ کند روے ساقی ٭ نہ گوشم
بدزدد حدیث بہانی ٭ ز مطرب سرود آرزو ہم نخواہم ٭ نگویم فلانی تو یا با بہمانی ٭ درویش والاہروی
شعر تا بہ براہین ذوالعقول فحجت ٭ جاے فرود یقین دہند گمان را ٭ زیر نگین تو باد ملک سراسر ٭
زان بکنم عرض بیہمان و فلان را ٭ باد بفعل آمدہ زقوہ بعہدت ٭ ہرچہ توان نام سعد کرد قران را ٭ اور
ان پر یا کی زیادتی سے فلانی و بہمانی بھی کہدیتے ہین خصوصا فلان کو ہاے مختفی کی زیادتی سے فلانہ
بھی کہدیتے ہین مگر بہمان مین یہ دونون زیادتیان مسموع نہین۔ سنجر کاشی شعر بہ تخلص نتوان
ہمسری سن کردن ٭ چہ اگر نام فلانی شدہ یا بہمانی ٭ غنیمت رح شعر ے باید زفیض ناتوانی ٭ جواب چشم
بیمار فلانی ٭ امیر خسرو علیہ الرحمۃ شعر صنا بیا کہ خسروز برائے تست ہر شب ٭ در دیدہ باز کردہ کہ فلانہ
درآید ٭ شیخ علی نقی شعر شب کہ یک شہر چو من داشت خرابات خراب ٭ بہمدان بود و فلان بود
نہ دانستم ٭ ثانی کنایہ از عدد یعنی وہ لفظ کہ کمیت منفصلہ عددی کی طلب کے لیئے استعمال کیا جاوے
جیسے چند یہ لفظ اصل مین چہ اور اند سے مرکب ہے اسیواسطے یہ لفظ چند استفہام کے لیے حقیقت
اور استخبار کے لیئے مجاز سمجھا گیا ہے چنانچہ زبان پہلوی مین اند بھی مستعمل ہے۔ مولانا ے روم کا
شعر ہے شعر گفت اورا کین ہمہ حلوا بچند ٭ گفت کودک نیم دینار ست واند ٭ نظیری کا شعر ہے۔
شعر آنکس کہ دین ندارد و گوید کہ عارفم ٭ تکفیر او بملت ہفتاد و اند کن ٭ اور اندک اسی اند کا مصغر
ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے غرض لفظ چند عدد غیر معین کا کنایہ ہے۔ بعضون نے کہا ہے کہ یہ لفظ
دو سے زیادہ اور دس سے کم پر بولا جاتا ہے بعض نے اُسکو بضع کا ترجمہ سمجھا ہے اور کہا ہی کہ ایک
سے نو تک پر بولا جاتا ہے اور بعضون نے کہا ہے ایک سے پانچ تک پر استعمال پاتا ہے غرض
پانچ ہون یا نو یا دس ان قلیل مقدارون پر اکثر لفظ چند بولا جاتا ہے۔ اور اگر اُس عدد

غیر معین کی قلت و کثرت مین مبالغہ منظور ہو تو بزیادتی حروف مبالغہ یا و نون چندین کہا کرتے ہین
مثال ہر دو کی بلف و نشر معکوس سعدی علیہ الرحمۃ کی اس نثر سے واضح ہے **نثر** گفت این گدای
شوخ چشم مبذر را کہ چندین نعمت بچندین مدت بر انداخت برایند - اور مبالغہ کثرت کی مثالین بہت
ہین سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین **شعر** فرو ماندم از شکر چندین کرم ٭ ہمان بہ کہ دست دعا گسترم ٭
ولہ عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت ٭ کہ چندین گل اندام در خاک خفت ٭ اور اسیطرح ہی نخست
اور نخستین یہان اس مبالغہ سے ابتدائے حقیقی کے معنی پیدا ہو گئے گو کہ بعض وقت مجازاً معنی ابتدائے
غیر حقیقی مین مستعمل ہو جاتا ہے اور یہی معنی کثرت جو بذریعۂ حروف مبالغہ حاصل کیئے گئے ہین الحاق
ادات جمع سے بھی حاصل کرتے ہین - سعدی رح فرماتے ہین **شعر** تو در روے ہمان عیب دیدی کہ ہست ٭
ز چندان ہنر چشم غفلت ببست ٭ چونکہ یہ دونون لفظ چند سے ترکیب پاتے ہین تو اُسی کی طرح
استفہام و استخبار دونون مین استعمال کیئے جاتے ہین - یعنی جب سوال کے موقع مین واقع ہون
استفہامی اگر جواب یا خبر کے تو کم خبر یہ کیطرح استخباری ہین مثال استفہامی کی ظاہر ہے استخباری
جیسے اوپر کے اشعار مین از شکر چندین کرم ز چندان ہنر وغیرہ اور فردوسی رح کا یہ شعر بھی اسی
معنی مین ہے **شعر** بیاورد چندان زر و خواستہ ٭ ابی آنکہ زو شاہ بد خواستہ ٭ یعنی بہت
کچھ زر و مال بغیر طلب بادشہ کے لایا - ممکن ہے کہ چندان اور چندین لفظ چند اور اسماے اشارہ
آن و این سے مرکب ہو اور ان مین کثرت و قلت کا مبالغہ تعظیمی و تحقیری قرب و بُعد سے لیا گیا ہو
اسوقت لفظ چند کو بمعنی قدر و مقدار سمجھنا چاہیئے اور یہ مقدار زمانی ہو یا غیر زمانی یعنی چندان
و چندین بمعنی اُسقدر اور اسقدر خصوصاً اگر انکے بعد جملہ بیانیہ مصدر بکاف ہو یہ معنی بلا تکلف واضح
تر مفہوم ہوتے ہین - نظامی رح **شعر** ہمی چہرۂ باغ چندان بود ٭ کہ شمشاد با لالہ خندان بود ٭ یعنی
خوبی چہرۂ باغ کی اُسقدر یعنی اُس زمانہ تک ہوتی ہے کہ الخ اگر انکے بعد اس قسم کا جملہ نہو باعتبار انکی
تفخیم و تحقیر کے مبالغہ فے التکثیر والتقلیل سے کنایہ کرلیتے ہین وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ -
تمیز اس کنایہ کی معرفہ نکرہ مقدم موخر مفرد جمع سب درست ہے لیکن متاخرین کے ہان جمع کم مستعمل ہے
موخر التمیز جیسے کہا جاتا ہے آنجا چند مرد بودند - مقدم التمیز سعدی رح **شعر** با عزیزے نشست روزے
چند ٭ لاجرم ہمچو او گرامی شد ٭ معرفہ نکرہ مفرد موخر کی مثال ملا نسبتی **شعر** چند عمرم با سر زلفش

بیان چندین و چندان
تحقیق نخست و نخستین کا بیان
چندین و چندان استخباری و استفہامی
چندان و چندین بمعنی اسقدر
تمیز کنایات

تمیز کا مقدم ہونا

تمیز کا لفظ از کے ساتھ آنا

چند پر یاے زائدہ کا لانا

ثالث چنان و چنین

بسر رفت وہنوز ۔ چند مشکل حل شدست وچند مشکل مانده است ۔ مثال جمع کی انوری شعر خیز وازسعی
دخان بین ورنتا ثیر بخار ۔ باد وتن ہر دو کنون چند رسوم عجب ست ۔ نظامیؒ شعر ازپس چند چیزہای لطیف ۔
وادالغامہاے باتشریف ۔ کبھی تمیز کو بقرینۂ مقام حذف بھی کردیتے ہین نظامی رح شعر ہمان خورد کان
ناتراش دگر ۔ چنین چند راخاک خاریدسر ۔ اے چند کس را ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ چنین اسکی تمیز مقدم ہو
اور سنو کہ اسکی تمیز لفظ از کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے شعر چند چند از حکمت یونانیان ۔ حکمت ایمانیان
راہم بخوان ۔ بعض محققین نے رحمہ اللہ تعالےٰ گلستان کے اس شعر کو از تمیز یہ کا شاہد بنایا ہے شعر
مؤذن بانگ بے ہنگام برداشت ۔ نمے دانست چند از شب گزشت است ۔ میرے نزدیک یہ خطاے
فاحش ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شعر مین لفظ چند محذوف التمیز اور لفظ از تبعیضیہ واقع ہے یعنی چند
پاس از پاسہاے شب گزشت ست چنانچہ حضرت نظامی رح فرماتے ہین شعر مغنّی توئی مرغ ساعت شناس ۔
بگوتا ز شب چند رفتست پاس ۔ ورنہ شب سے لفظ از کو جو اظہار التمیز آیا ہے حذف کیجیئے تو مطلب خبط
ہو جائیگا ۔ اور اس لفظ چند پر یاے زائدہ کا لانا بھی مطلقا جائز ہے ۔ محمد قلی سلیم کا شعر ہے شعر
فزون تر ز بخل و فزون تر ز ہمت ۔ نشیب و فراز ش بچندین مراتب ۔ اور بمعنی مقدار کے جسکو اردو
مین گونہ کہتے ہین خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر نور او کز سپہر صد چندست ۔ نہ شگاف و سپہر پیوندست
اور اسپر جیسے یاے تنکیر و وحدت کی زیادت سے چندے کہتے ہین یکچند و یکچندے بھی کہا کرتے
ہین فردوسی علیہ الرحمۃ شہر بیداد پر رستم کی چڑہائی کرنے کی داستان مین لکھتے ہین شعر صـ ۱۹۲۲/۱۸
بہ نخچیر گور و بھی وست برد ۔ از ینگونہ یک چند خورد و شمرد ۔ مولوی معنوی قدس سرہ شعر صـ ۲۲۸ آمد الہامش
کہ یک چندے بدند ۔ کہ درین غم بر تو منکر میشدند ۔ اور بمعنی تا کے یعنی تعیین زمان کی طلب کے
لیئے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے عرفی کا شعر ہے شعر چند زین آتش خسپوش برانگیزی دود ۔
اے بخوش جوہری آئینۂ حسن تو مثل ۔ اور یہ لفظ جب اگر شرطیہ پر لاحق ہوتا ہے تو چہ کی طرح اسکو
وصلیہ بنا دیتا ہے ۔ نظامی رح کا شعر ہے شعر ازان مے کز و شادمانی کنم ۔ اگرچند مستم جوانی کنم ۔
ثالث چنان و چنین یہ الفاظ جیسے حدیث یعنی سخن سے کنایہ ہوتے ہین اسیطرح غیر حدیث سے بھی
کنایہ کیئے جاتے ہین اصل اسکی حرف تشبیہ چون اور اسماے اشارہ آن واین سے مرکب ہے
جیسے عرب کذا کہتے ہین ۔ مثال کنایہ از حدیث کی نظامی رح شعر چنین گفت با ہمن اسفندیار

اگر نشکنی بشکنی کارزار ﴿ ظہیر فاریابی شعر گرم سر ذوق گردانی بخدمت ﴿ چنان گفتم کہ گفتہ بود
واغل ﴿ نظامی رہ شعر چنان گفتم از ہر چہ دیدم شگفت ﴿ کہ دل راہ باور شدن برگرفت ﴿ مثال
غیر حدیث کی نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر وزیرے چنین شہریارے چنان ﴿ جہان چون
نگیرد قرارے چنان ﴿ ولہ شعر مبین سرورا در سر افگندگی ﴿ چنان شاہ را در چنین بندگی ﴿
اور وقت تکرار لفظ جیسے ویسے کے معنون مین بھی مستعمل ہے۔ نظامی رہ شعر گر آسودہ ور ناتوان
میزیم ﴿ چنان کا فریدی چنان میزیم ﴿ یعنے جیسا پیدا کیا ویسا جیتا ہون۔ مولوی معنوی
قدس سرہ فرماتے ہین صـ۳۰۲ شعر تو چنین خواہی خدا خواہد چنین ﴿ مید ہد حق آرزوے متقین ﴿
یعنی تو جیسا چاہتا ہے ویسا ہی اقتضاے مشیت ایزدی ہوتا ہے اور اونکے جواب مین کاف
بیانیہ کا ہونا واجب ہے تحقیقاً ہو یا تقدیراً۔ تحقیقاً جیسے امثلۂ مذکورہ سے ظاہر ہے اور تقدیراً
جیسے تاثیر کا شعر ہے شعر گل چنان بے ثمر ہاے چمن سے پوشد ﴿ آنچنان عیب ترا خلق
حسن مے پوشد ﴿ اے گل چنانکہ الخ۔ اور اگر دو شئے مجہول الحقیقت کا بیان منظور ہوتا ہے چنان
وچنین یہ ہر دو لفظ معاً بیان کیئے جاتے ہین شعر آگہ از خویشتن چو نیست چنین ﴿ چہ خبر دارد
از چنان وچنین ﴿ اگر ان کنایات توام پر حرف ندا لایا جاوے مفید تحقیر وتذلیل منادا ہوتا ہے
جیسے بزبان عوام ہند ایسی تیسی بجاے دشنام بولا جاتا ہے انوری کا شعر ہے شعر بانگ بر زد
مرا خرد کہ خموش ﴿ تو کہ باری اے چنان وچنین ﴿ اور چنان چون بجاے چنانچہ وچنانکہ مستعمل ہی
نظامی رہ شعر زمین را برافروخت از گرد خیل ﴿ چنان چون ادیم مین از سہیل ﴿ فردوسی رہ شعر
بہ خویش بر تخت بنشاختش ﴿ چنان چون سزا بود بنواختش۔ چوتھے اسماے اعداد ہین
کہ جنسے چندگی آحاد اشیا کی بیان ہوتی ہے یعنی اگر کسی سے لفظ چند کے ساتھ مثلاً
سوال کرین جیسے پوچھین درانجا چند کس بودند تو جواب مین جتنی اکائیان مسئول عنہ کی ہین
بیان ہو جائین۔ مثلاً جواب مین یک یا دو یا پنج کس بودند فرمادین معلوم ہو جائے گا کہ پانچ
اکائیان ہین۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک اور دو بھی اسماے اعداد سے ہین۔ گو کہ
بعض حُسّاب نے ان ہر دو کو اور بعض نے فقط ایک کو اعداد مین نہین گنا ہے یہ بات خلاف
تحقیق ہے حالانکہ دو اور ایک تو کیا صفر بھی عدد ہے بلکہ محققین کے نزدیک صفر درمیان

ان کنایات کا توام شئی مجہول الحقیقت کے لیئے استعمال

ان کنایات توام پر ندا کا لانا تذلیل وتحقیر کے معنی پیدا کرتا ہو

بیان اسماے عدد

اور اُن کے زعم کے موافق مہ آبادیون کی سلطنت صدزاد سال قائم رہی اور وہ بھی اسطرح کہ سال
اُنکا مطابق سال متعارف کے نہین بلکہ سال بارہ ماہ کا اور مہینا تیس روز کا اور روز ایک دورہ کامل
ستارہ بلند کوکب زحل کے زمانہ کا نام ہے اور وہ ایک دورہ تیس سال متعارف مین پورا ہوتا ہے
غرض سیارۂ بلند ایوان کیوان کے دورۂ سی سالہ کا ایک روز ہوا اور اس قسم کے تیس روز کا ایک ماہ
اور اس نوع کے دوازدہ ماہ کا ایک سال اور اس قسم کے صدزاد سال زمانۂ قیام سلطنت مہ آبادیان
بتلاتے ہین اسیطرح لفظ بیور پہلوی زبان کے اصول اعداد مین سے ہے جسکو دری زبان مین
دہ ہزار سے تعبیر کرتے ہین یعنی اُسکی اظہار نسبت دہ ہزار سے کیجاتی ہے سعدی رح فرماتے ہین **شعر**
ہنوزت سپاس اندکے گفتہ اند ٭ ز بیور ہزاران یکے گفتہ اند ٭ اور چونکہ ضحاک کے اصطبل مین
دس ہزار گھوڑا خاص بزین ولجام تیار دوام رہتا تھا اُسکا بیور اسپ لقب کرتے تھے ۔ فردوسی رح
آغاز داستان ضحاک مین لکھتے ہین **شعر** جہان جوے را نام ضحاک بود ٭ دلیر و سبک سار و ناپاک بود ٭
ہمان بیور اسپش ہمی خواندند ٭ چنین نام بر پہلوی راندند ٭ لیکن ان اصول اعداد نے شہرت
رواجی نہین پائی جس سے زبان استعمال پر نہین چڑہے ۔ چنانچہ خود فردوسی کو اُس زمانہ مین فارسی
زبانون کے لیئے شرح کرنی پڑی چنانچہ بعد اُس شعر کے خود کہتے ہین **شعر** کجا بیور از پہلوانی شمار ٭
بود در زبان دری دہ ہزار ٭ ز اسپان تازی بزرین ستام ٭ ورا بود بیور چو بردند نام ٭ اصول اعداد
کی تقریب پر بعض شارحین کاملین نکتۂ رسالہ عبد الواسع کی تحقیق یاد آگئی کہ انہون نے لک و کرور کو اصول
اعداد فارسی مین شمار کیا ہے حالانکہ ہندیان فارسی نگار نے اپنے معاملات روزمرہ مین حساب کتاب
کے وقت سہولت فہم کے لیئے اپنی ہی زبان کے الفاظ استعمال کر لیئے اور محمد قاسم فرشتہ نے
جو اپنی تاریخ مین اسی قسم کے الفاظ برتے ہین اور طغرائی مشہدی نے آشوبنامہ مین رودکی شاعر
کی مدح مین یہ جو لکھا ہے **نثر** تا آخر حرکات رقاص قلم صوت چندین لک شعر بر لب خوانندہا گذشت
یہ سب اسی پر محمول ہین گو کہ وہ اہل زبان تھے لیکن ہند کی بود و باش اور یہانکے رواج نے
اُن پر اس امر کا اقتضا کیا یہ جیسے اختلاط ترک و عرب سے الفاظ عربی و ترکی شامل ہوگئے ہندیون
کے اختلاط سے الفاظ ہندیہ داخل ہوگئے سنائی رحمہ اللہ تعالی **شعر** نہ دران دیدۂ قطرۂ پانی
عرفی کا شعر ہے **شعر** آن بادکہ در ہند گراید جگر آید ٭ سالک کا شعر ہے **شعر** سبز گشتم

لک و کرور کا اصول اعداد فارسی سے نہ ہونا

زکھچری ایام ٭ ہوس خوان سیم وزر نکنم ٭ ملا محسن تاثیر گو کہ وارد ہندوستان نہین ہوئے مگر یاران
ہم پیشہ کے اتباع سے اپنے اشعار مین الفاظ ہندیہ کا رنگ جماتے ہین **شعر** دگر از شیوہاے راگ
رنگش ٭ برقص آرد فلک راساز چنگش ٭ طغرا **شعر** ز پوشیدن آن نگار ختن ٭ شدہ پرنیان چیت مچلی
پتن ٭ اسے چھینٹ مچھلی پٹن۔ غرض مین نے اس تذکرہ کو بیان شرح نکتہ کے لیئے حسن تقریب پایا
اپنے احبہ کی فرمانبری مین جو بارہا خواہش کر چکے تھے قلم اُٹھایا منہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق ٭

نکتۂ اختیار بست و ہشت حرف در کلام عرب کہ استیفاے اقسام اعداد از مفردات و مرکبات امتزاجیہ وغیر امتزاجیہ باشد اقتضاے آن میکند کہ ہمگی سی حرف باشند لیکن عوض دو عقد حائل ضروری کہ بست و سی باشد دو را لم کردند

جاننا چاہیئے کہ **نکتہ** بالضم نکت بالفتح سے ماخوذ ہے اور وہ لکڑی یا اُنگلی سے زمین کریدنے کو کہتے
ہین چونکہ یہ فعل اکثر فکر و سوچ مین آدمی سے وقوع پاتا ہے کنایہ فکر سے ہو جاتا ہے جیسے کہتے ہین
یَنۡکُتُ فِی الۡاَرۡضِ اَیۡ مُتَفَکِّرًا فِیۡ اَمۡرِہٖ نکتہ بالضم اسیکا اثر و نشان ہے منتخب مین ہے نکتہ بالضم
نشانۂ سر انگشت یا سر چوب کہ بر زمین زنند چونکہ سخن باریک و کلام دقیق بھی اکثر فکر ہی کا اثر و نتیجہ ہوتا ہی
اُسکو نکتہ کہنے لگے اور یہان انہین معنی مصطلحہ مین مستعمل ہے اور یہ لفظ نکتہ کا اولی یہی ہے کہ مابعد سے
مضاف بنایا جاوے ورنہ درصورت عدم اضافت مثل باب و فصل مقطوعات کلام سے سمجھا جائیگا تو پھر
اور اسکے سر سے پر لفظ مقدمہ کا قطع کلام کے لیئے موجود ہے اور معنون کی راہ سے یہ خرابی جدی ہیگی
کہ جب اختیار خود مبتدا اور اقتضا اُسکی خبر ہوئی تو اٹھائیس کا اختیار کرنا تیس ۳۰ بننے کو مقتضی ہے
حاصل اس کلام کا ہوا سو یہ ظاہر البطلان ہے درصورت اضافت یہ خرابی نہو گی کسواسطے کہ اضافت
مین تقئید داخل اور قید خارج مانی گئی ہے غرض نکتۂ اختیار بست و ہشت حرف موصوف اور جملۂ فعلیہ
کہ استیفاے اقسام اعداد از مفردات و مرکبات امتزاجی وغیر امتزاجی باشد اُسکی صفت چونکہ صفت
جملۂ فعلیہ واقع ہے صفت کو اُسکی اصل پر لانے کے لیئے جو افراد ہے مصدر بکاف کیا پس موصوف صفت
ملکر مبتدا ہوا اقتضاے آن میکند کہ ہمگی سی حرف باشند اسکی خبر الحاصل مطلب یہ ہے کہ کلام عرب مین
اٹھائیس حرف اختیار کرنیکا نکتہ جو اسماۓ اعداد کی تمامی قسمون کو ملحوظ رکھکر ہوا ہے کل تیس حرف

وضع کیئے جانے کو مقتضی ہے اسواسطے کہ اسماء اعداد جو اس اختیار کے مقیس علیہ ہین ایک تو مفردات
کی قسم سے ہین یہ وہ اسم ہین کہ جنکے لفظ مین کوئی ترکیب نہو وہ کل اصول اعداد احد سے لیکر عشر تک اور مائۃ
والف جنکا مجموعہ بارہ ہے اور کل عقود ثمانیہ عشرون ثلثون اربعون خمسون ستون سبعون ثمانون تسعون
عربی مین کل یہ بیس اسم مفرد ہین باقی سب مرکبات سو وہ دو قسم کے ہین۔ امتزاجیہ کہ جنکی ترکیب کمال
خلط کی وجہ سے ایسے معرض خفا مین آگئی کہ وہ اسم مرکب ظاہر مین کلمۂ واحد معلوم ہونے لگا یہ نو اسم ہین
احد عشر اثنا عشر ثلثۃ عشر اربعۃ عشر خمسۃ عشر ستۃ عشر سبعۃ عشر ثمانیۃ عشر تسعۃ عشر۔ اور غیر امتزاجی
کہ جنکی ترکیب کھلی کھلی ہو کوئی آمیزش اُسکے اجزا مین ایسی نہو کہ ظاہر نظر اُسکو دریافت نکر سکے اور وہ
سوائے ان دو قسمون کے جنکا ذکر ہو چکا ہے انتہا ہین احد و عشرون اثنان و عشرون ثلثۃ و عشرون وغیرہ
پس اب استیفا اقسام کا اسطرحپر ہوا کہ دس تک کے مفردات اور احد عشر سے تسعۃ عشر تک امتزاجی
مرکبات اور احد و عشرون سے تسعۃ و عشرون تک غیر امتزاجی مرکبات چونکہ عشرون و ثلثون بھی اسی
سلسلہ مین پڑے ہوئے ہین انہین کے ساتھ شمار کر لیا اس مین اسمائے اعداد کی ہر قسم مفردات و مرکبات
امتزاجیہ و غیر امتزاجیہ کی موجود ہے استیعاب و استیفاے اقسام بخوبی متحقق ہے اور یہ دو عقد حائل
عشرون و ثلثون جنکی حیلولت سلسلۂ اعداد مین ضروری اور ناگزیر ہے سو بوجہ اشتراک اسمی اُن دو
عقدین حائلین کے جو دو نقطے تقاطع منطقۃ البروج کے ہین جنکو راس و ذنب اور جوزہرین بھی کہتے
ہین بوجہ اُنکے گوزہر ہونے کے شمار اعداد مطلوبہ سے گرا دئے گئے کسواسطے کہ منجمین کے نزدیک
حیلولت اُن دو عقدون کی منحوس ہے پس دو عقد یعنی عشرون و ثلثون کو ساقط کرنے کے بعد اٹھائیس
اسم باقی رہ گئے جس سے مقیس و مقیس علیہ مین باہم مطابقت تامہ حاصل ہوگئی اور سلسلہ حروف کو
اٹھائیس پر ٹھہرانا علے مذہب المحققین ہے جو ہمزہ اور الف کو اور حروف علت کیطرح متحرک و ساکن مانتے
ہین یعنی ہمزہ اور الف کو ایک ہی شئے جانتے ہین ورنہ سلسلہ حروف کا اُنتیس پر جا ٹھریگا۔ لیکن اس
لیکن پر دو شبہے ہین اول تو یہ کہ ہر دو عدد عشرون و ثلثون حائل نہین ہین اور حیلولت فقط ایک عدد
عشرون مین ہے اور عقد ثلثون منتہی پر واقع ہے اور اسکے مابعد کے باقی سلسلہ غیر امتزاجیہ کا اعتبار
جس سے ثلثون کو حیلولت حقیقیہ حاصل ہو خلاف مقصود ہے ساقط ہے ہان بات بنانے کے لیئے
اتنا جواب دے سکتے ہین کہ یہان حیلولت سے فقط اجتماع مراد ہے اور نکات شاعرانہ مین اسقدر

مناسبت اور اشتراک لفظی ومشارکت اسمی کافی ہوجاتی ہے دوسرا شبہ یہ ہے کہ جب عشرون وثلثون
کو عقود مین شمار کیا عشرہ کو جو وہ بھی مقام مناسب عقود مین واقع ہے اور اُسکی حقیقت بھی عقد بننے کو
پکار رہی ہے چنانچہ ابھی اُسکا بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور حیلولت بھی اُس مین متحقق ہے عقود مین
شمار نکیا یہان اسطرح عذر کرسکتے ہین کہ عشرہ خود مفرد ہونے اور حد سلسلۂ مفردات پر واقع ہونے سے
اُسکی عقدیت کے لحاظ کو مغلوب کردیا لیکن باوجود ان تمام معذرتون کے کلام ضعف سے خالی نہین کاش
مصنف محقق علیہ الرحمۃ اس طرح توجیہ فرماتے کہ کل بیس مفردات جو مجموعہ اصول اعداد ہین اور نو مرکبات
امتزاجیہ اور چونکہ غیر امتزاجی مرکبات نئے نہایت تھے اور احصاے لاتناہی محال تھا تو اُن مین سے
ایک کو جواد نے درجہ ہے لے لیا جنکا مجموعہ (بحساب ۲۰+۹+۱)= تیس ہوا سو کہا جاتا ہے کہ اعداد کی
کل قسمون کو نظر کرین جو مقیس علیہ حرف ہین تو حرف بھی تیس ہونے چاہئین لیکن دو عدد دس اور
بیس جو مفرد اور مرکب امتزاجی وغیر امتزاجی کے درمیان حائل ہین بمشابہت دو عقد حائل راس وذنب
جو باعتقاد نے بنیاد منجمین منحوس ہین الگ کردیا تو کل اٹھائیس رہ گئے اور عشرہ کا اپنی ذات مین شریک
مفردات رہنا اور ایک ضرورت کی وجہ سے بلا انقطاع سلسلۂ تعداد مفردات مین واقع ہونا اُسکے عقد
بننے کے لئے مانع نہین کسواسطے کہ حقیقت عقود کی اتنی ہے کہ جب آدمی نے ایک کے لئے ایک اُنگلی کا
اشارہ کیا اور دو کے لئے دو اُنگلیونکا جب دسون اُنگلیان پوری ہوگئین رُک گیا اب گیارہ کے لئے ایکمرتبہ
دسون اُنگلیان کھول کر دونون کھلے ہوئے پنجون سے اشارہ ایکبار کرکر پھر مٹھیان بند کرکے ایک اُنگلی
کھولے گا اسیطرح بیس کے لئے کھلے ہوئے دونون پنجون سے دومرتبہ اشارہ کرے گا اب ظاہر ہے
کہ دس ایکبار کل اُنگلیونکے اشارے کو ختم کرنے کا نام ہے اور بیس دوبار تیس تین بار تو بیس اور تیس کو
عقد کہین دس کو نہ کہین اسکی کوئی وجہ تشفی بخش نظر نہین آتی لیکن ان ہر دو صورتون مین اتنا شبہ قوی
رہیگا کہ اسامی اعداد از قبیل لفظ ہین جو مرکب حروف سے ہے معہذا ان اسمون کو مقیس علیہ حروف قرار
دیا عقل چکرمین مہرۂ تاویل ششدر مین ہے کہ اسامی اعداد بوجہ مقیس علیہ ہونے کے حروف مقیسہ سے
مقدم بالذات ہونے چاہئین اور اسامی اعداد لفظ ہونے اور لفظ کے مرکب از حرف ہونیکی وجہ سے تقدم
ذاتی وطبعی حروف کو مقتضی ہے درحقیقت یون ہی ہے کسواسطے کہ مرکب کا اپنے اجزا سے حیثیت
ترکیب مین موخر ہونا ضروری ہے پس اسمین دور اور تقدم الشئ علے نفسہ لازم آیا اسلیئے کہ حرف موقوف

مضمون سابق سے بطرز ربط اور جواب شبہ ثانی یعنی خالی ہونیکی توجیہ جلیلہ اولیٰ مسئلہ کی ابھی جانب سے

حقیقت عقود

اسامی اعداد کو مقیس علیہ حروف قرار دینے مین شبہ قوی

ہوئے اسمای اعداد پر اسمای اعداد بحیثیت لفظ موقوف ہوے حروف پر تو حروف کا توقف حروف پر
ہوا اور موقوف علیہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے تو حروف اپنے نفس پر مقدم ہوئے اس تقریر سے
خود حروف کے اسم و مسمیات پر وہی شبہہ کہ حرف اول مثلاً الف کے لیئے جب اسم وضع ہوا اور وہ
اسم بحیثیت لفظ اور حرف سے ترکیب پایا جو ابھی معرض وضع مین نہین آئے مہذا خود اُس حرف سے
مرکب ہے جسکے نام رکھنے کی ضرورت درپیش ہے تو یہان بھی دور اور تقدم الشی علے نفسہ لازم آیا
پیش نہین چلتا اسواسطے کہ ہمنے پہلے ہی دستورنامہ کے حروف کی تحقیق مین عرض کردیا ہے کہ جب
آواز مکیف بکیفیات اربع زیری بمی ہیجاک غنگی ہوئی تو اس عارض مع معروض کا نام حرف ہوا مثلاً اَحَد
کا الف قطع نظر جنبش فتحی وغیرہ سے اور کل کے کل حروف کی وضع اسدرجہ مین بسیط ہے اور بعد وضع
جمیع حروف مبسوطہ فہم و تفہیم کے تیسیر کے لیئے انکے نام رکھے۔ چونکہ یہ پہلا مرحلہ اور اول الاول سبق تھا
خیال اور یادداشت کے علاقہ پر اعتماد نہ کیا۔ ہر ایک اسم کا جزو اول عین مسمی کو رکھدیا تا منزل اول مین
کوئی وقت پیش نہ آئے اور یہ علاقہ محسوسہ سبب سہولت بنجائے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

اور وجہ قیاس بر اقسام اعداد یا تو یہ ہے کہ سلسلۂ حروف ہجا بھی مثل سلسلۂ اعداد کے زبان پر روان
ہوتے ہین جیسے احد و اثنان و ثلث و اربع و خمس و ست و سبع وغیرہ اور الف با تا ثا جیم حا خا دال ذال
وغیرہ یا یہ بات ہے کہ جیسے اسمای اعداد منقسم بسہ قسم ہین ویسے ہی اسمای حروف منقسم بسہ قسم ہین یعنی
مسروری و ملفوظی و مقلوبی اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ حروف کو جو ان تین قسمون پر منقسم
کرتے ہین من حیث الاسم کرتے ہین ورنہ اپنی ذات مین یعنی من حیث ہو ان سب توزیعات سے
مبرا ہین یا یہ بات ہے کہ حروف باعتبار اپنے مسمیات اور اسما کے منقسم بسہ قسم ہین فتامل انشاء اللہ
تعالے اسکا بیان عنقریب آوے گا۔

اسمای حروف کی وضع دور اور تقدم الشی علے نفسہ لازم نہین آتا

اسمای حروف مین حرف اول رکھے جانے کا نکتہ

وجہ قیاس حروف بر اقسام اسمای اعداد

وتنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد بجہت اشعارست برین کہ مسمیات این اسما از قسم اول ست و اسامی از قبیل ثانی و ثالث

نکتہ عبد الواسع کا دوسرا جملہ

تنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد مبتدا بجہت اشعارست برین الخ خبر یعنی استیفای اقسام اسمای اعداد
پر متنبہ کرنا اس بات کی خبر دینے کے لیئے ہے کہ مسمیات جو ذوات مبسوطۂ مفردہ ان اسمونکے ہین اسمای
اعداد کی پہلی قسم کی طرح یعنی مفردات ہین اور انکے اسمون کا حال اسمای اعداد مرکبات کا سا ہے

کہ جنکی ترکیب از قبیل امتزاج وغیر امتزاج واقع ہے جیسے سروری بوجہ بریدگی وحذف حرف ثالث
یعنی ہمزہ یا حرف وسطی یعنی الف وعامہ مشابہت احد عشر سے رکھتے ہین کسواسطے کہ یہان بھی عاطفہ
محذوف ہے اور باقی دونون قسم یعنی ملفوظی ومقلوبی غیر امتزاجی کے مشابہ ہین یا عطـ یہ کہ مقلوبی جیسے
میم ونون وواو بوجہ وحدت اول واخیر کے سرتاپا ایک ہوکر مرکب امتزاجی بنگیا باقی اسمای حروف
کی ترکیب غیر امتزاجی رہیگی یا عطـ یہ کہ دال ذال رازا واوا پنے باہمی انفصال تام کی وجہ سے امتزاج سے
دور غیر امتزاجی کے نام سے مشہور ہوئے باقی اسمون نے امتزاجی ترکیب پائی اگرچہ بعض اسمون کا
جزو اول یا اخیر منفصل رہگیا ہے لیکن باعتبار اکثر اجزا کے مرکب امتزاجی کہا جاتا ہے اور جزو وسطی کا کبھی
اول کے ساتھ وصل پانا جیسے صاد کبھی اخیر سے جیسے الف اور کبھی ہر دو سے جیسے جیم سین عین
اس اختلاف تعلق عاطفہ پر مشعر ہے یا عطـ یہ کہ کل مسمیات از قسم مفردات ہین اور اسامی حروف باعتبار
اپنی حقیقت کے مرکب ہین یعنی ہر ایک اسم دو جزو زبر وبینات سے مرکب ہے لیکن بعض اسمونمین زبر وبینات باہم متصل مثل شئے
واحد کے ہین جیسے با تا ثا جیم صاد اور بعض اسمون مین منفصل جیسے الف دال ذال تو اول کو مرکب امتزاجی
ثانی کو غیر امتزاجی کہنا مناسبت تمام رکھتا ہے۔ لیکن یہ تنبیہ قابل تنبیہ ہے کہ اقسام اعداد کا استیفا
حروف کے اسما ومسمیات پر مشعر ہو نہین سکتا کسواسطے کہ اقسام اعداد اگر قبل اسقاط عقدین مراد ہین
تو وہ باعتبار ضرورت مثبتہ کل تیس ہین یا باعتبار حقیقت بے انتہا ہین اور اگر بعد اسقاط عقدین مراد ہین
تو وہ اٹھائیس ہین اور کل حروف اٹھائیس اور اتنے ہی اُنکے اسم جنکا مجموعہ چھپن ہوا پس باوجود
اسقدر بھاری اختلاف کے یہ تنبیہ کیسی درست ہوگی فقط از قسم واز قبیل کے تقریبی وتخمینی الفاظ
اس رخنہ کو بند نہین کرسکتے۔ ہان اگر مصنف محقق رحمہ اللہ تعالی فقط ذوات حروف کو لیتے جو مقیس
اقسام اعداد ہین اور وجہ قیاس بھی اول الذکر پھر انہین عطـ ذوات حروف مین باعتبار اُنکی حقیقت کے
بحث کرتے اسواسطے کہ بعض ان مین مفرد محض ہین جیسے ہ جو فقط سینے سے ہوا کے اُکھڑنے
کی کیفیت کو بتلا رہا ہے اور بعض مرکب لیکن اس ترکیب مین بعض ایسی ہین جو فقط مخارج کے دو جزو
کے قرع وقلع سے پیدا ہوجاتے ہین جیسے ب ت مثلا اور بعض ایسے ہین جن مین مع قرع وقلع
کے شئے ثالث کو بھی گونہ دخل ہے جیسے م یہان وہی تصادم شفتین ہے جو ب مین تھا مگر مع اسکے
ہوای خیشوم کو غنّیت کے لیئے اس مین ایک جدا دخل ہے اسیواسطے میم کو نون اور بے کی

قوت مین سمجھتے ہین چنانچہ دُم اور ذنب دونون مستعمل ہین **شعر** بود ست خرے کہ دُم نبودش ٭ روزے
غم نے دمی فزودش ٭ سعدی رح **مصرعہ** میان ببند و چو مردان بگیر ذنب خرش ٭ پس اول کو مشابہ مرکب
امتزاجی اور ثانی کو از قبیل مرکب غیر امتزاجی سمجھین یا فقط (عطف) اسامی حروف مین باعتبار (عطف) جوڑ توڑ اُن اسامی کی تنبیہ کا
اجرا کرتے کیا معنی کہ کسیکو مفرد کسیکو مرکب امتزاجی کسیکو مرکب غیر امتزاجی قرار دیتے مثلاً با تا ثا جیم حا خا سین شین
طا ظا عین غین فا میم ہا یا کو جو ایک ذات اور ایک جوڑ ہے مفردات عددیہ احد اثنان ثلث
اربع کا مقیس بناتے اور جنکے دو جوڑ ہین خواہ اتصال اول سے ہو خواہ اخیر سے خواہ کسی سے
اتصال نہو جیسے الف را زا صاد ضاد قاف کاف لام نون کو مرکبات امتزاجیہ احد عشر اثنا عشر
ثلثہ عشر کا اور جنکے تین جزو الگ الگ ہین مثلاً دال ذال واو کو مرکبات غیر امتزاجیہ احد و عشرون
اثنان و عشرون کا مقیس بناتے یا باعتبار (عطف) حساب جمل کسیکو مفرد کسیکو مرکب امتزاجی کسیکو مرکب غیر امتزاجی
محسوب کرتے مثلاً با حا طا میم ہا باعتبار حساب جمل مفرد ہین اور واو یا مرکب مزجی اور جیم دال صاد
لام وغیرہ مرکبات غیر امتزاجیہ اور مطابقت مقیس و مقیس علیہ کی ہر سہ قسم کی تعداد الگ الگ کوئی ضروری
نہین اسیقدر مطابقت تعدادی کافی ہے کہ مجموعہ مقیس کا شمار مجموعہ مقیس علیہ کے شمار کی برابر
ہوجاے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب ٭

تمیز اعداد کا بیان

آمدم بر سر مطلب ان کمیتونکے متصل جو متکلم ہے یعنی معدود حقیقۃً یا حکماً مذکور ہو وہ اُنکی تمیز کہلاتی
ہے حقیقۃً (عطف) جیسے پنج مرد پانزدہ زن کیا معنی کہ عدد مبہم تھا معلوم نہین کہ پانچ اور پندرہ مرد ہین
یا عورتین آدمی ہین یا جانور درخت ہین یا پتھر وغیرہ تو بیان تمیز سے وہ ابہام رفع ہوجاتا ہے اور حکماً (عطف)
جیسے اگر کوئی پوچھے دران جا چند مرد بودند جواب مین فقط پنج کہدیا جاے بقرینہ سوالیہ حکم مین
ذکر کے ہوگا۔ اور یہان اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ مخاطب کو جس درجہ کا ابہام ہو جواب مین

تمیز اعداد مین عمومیت و خصوصیت باعتبار ابہام عدد ہونی چاہیے

اُسی درجہ کی تمیز بھی لانی چاہیئے یا اُس سے اخص اُس سے اعم کو تمیز ڈالنا بالکل باطل ہے کہ
تحصیل حاصل لاطائل ہے جیسے کسی نے کسی جگہ پانچ آدمیون کو دیکھا لیکن نہین معلوم کہ وہ مرد ہین
یا عورتین تو ایسے شخص کے جواب مین تمیز بھی اُسی درجہ کی بیان کرنی چاہیئے جیسے پنج مرد یہان
پنج کس کہنا جائز نہوگا اسیطرح سے اگر اُسکو اتنا علم ہے کہ کوئی جاندار شے ہین لیکن آدمی ہین یا اور جانور
تمیز نہین کرسکتا اُسکے جواب مین پنج کس کہسکتے ہین اور خاص چونکہ عام سے خالی نہین ہوتا اس سے

اخص کو بھی جواب مین بیان کر سکتے ہین جیسے اسی کے جواب مین بجاے پنج کس پنج مرد کہدیا جاے
تو خاص مین جس درجہ کی زیادتی اختصاص عام پر ہے مخاطب کو اُسی درجہ کی غیر مترقبہ تمیز حاصل ہوگی
اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ فارسی مین تمیز ان اعداد کی مفرد اور جمع ہر دو جائز ہے مفرد جیسی دوجہان
چہار یار پنج گنج شش جہت ہفت پیکر ہشت بہشت نہ کرسی دوازدہ امام نظامی رح **شعر** رفتی ز سراے
عرش والا ٭ ہفتاد ہزار پردہ بالا ٭ **ولہ** اے شش جہت از تو خیرہ ماندہ ٭ بر ہفت فلک براق راندہ ٭
ولہ در خانۂ دین بہ پنج بنیاد ٭ بستی در صد ہزار بیداد ٭ **ولہ** یک عہد کن این دو بیوفا را ٭ یک دست بکن
چہار پارا ٭ **ولہ** بنوشتہ بخط خوب خویشم ٭ دہ پانزدہ سطر نغز پیشم ٭ گلستان مین ہے چنانکہ میدانم درین شہر
دو صد زاہدست اور سند مجموع کی حسان عجم خاقانی شروانی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** این بام نگر بچشم ابدال ٭
بازیچۂ صد ہزار اطفال ٭ **ولہ** اندر برش از سر فضائل ٭ ہر چار کتب شدہ حمائل ٭ **ولہ** در دعوت انس ہفت
مردان ٭ برزاو بہاے کوہ لُبنان ٭ **ولہ** او شمس و حظیرہ مغرب پاک ٭ نہ حجرۂ خاک او نہ افلاک ٭۔ اور
اسکی تمیز اور عدد ہر دو کو بصیغۂ جمع لانا بھی جائز ہے مولوی معنوی کا شعر ہے **شعر** سالہا برم زپرّ و بالہا
سالہا چہ بود ہزاران سالہا ٭ اور تمیز کا اپنے اسمای اعداد سے مقدم ہونا بھی جائز ہے گلستان کے
باب اول کی چوتھی حکایت مین ہے **نثر** سال دو برین برآمد طائفہ اوباش محلت در وپیوستند ٭ فردوسی
علیہ الرحمہ کا ہجو مین مشہور شعر ہے **شعر** بسے رنج بردم درین سال سی ٭ عجم زندہ کردم بدین پارسی
اے سی سال چنانچہ اسی کے بعد پھر فرماتے ہین **شعر** چو سی سال بردم بشہنامہ رنج ٭ کہ شاہم ببخشد
بپاداش گنج ٭ اور جس طرح یک یا دو یا چار یا اسی طرحکے قلیل مقدار عددون سے قلت کے معنی حاصل
کرتے ہین اُن سے کوئی تحدید و تعیین عدد مذکور مطلوب نہین ہوتی جیسے نظامی رح **شعر** چہ بندی دل
خود بران ملک و مال ٭ کہ ہستش یکی رنج و بیشی وبال ٭ اے کمی آن رنج و زیادتی آن وبال ست
اسیطرح صد و ہفتاد و ہفتصد و ہفتاد وغیرہ مطلق کثرت کے لیے مستعمل ہوتے ہین بلا قصد تعیین عدد
نظامی رح **شعر** سکندر بدو گفت یک تیغ تیز ٭ کند چرم صد گاو را ریز ریز ٭ اے چرم بسیار گاوان **ولہ**
شعر جوابش چنان داد خاقان چین ٭ کہ اے در خور صد ہزار آفرین ٭ اے بسیار آفرین ۔
اور اسیطرح اس مشہور الحاقیہ شعر مین **شعر** ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ٭ ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام ٭
بعض مثبتین تناسخ نے اس شعر مین ہمپر حجت در بارہ تناسخ پیش کی ہے حالانکہ ہمارے اصول دین

بیان تمیز اعداد کی افراد و جمع کا

تمیز کا اسمای اعداد سے مقدم ہونا

مثنوی شریف کا یہ مشہور الحاقی شعر ہے جو تناسخ پر دلیل نہین ہو سکتا

مین جو قرآن مجید و سنت نبی حمید ہے صلے اللہ علیہ وسلم اسکا ابطال صاف ہے اب اگر کسی بزرگ کا
کلام بظاہر مخالف نظر آئے بتاویل شائستہ اصول دین پر منطبق کرنا انصاف ہے نہ اسکا عکس ابن ماجہ
مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ اَحَدُکُمْ
عُرِضَ عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَمِنْ اَھْلِ النَّارِ
یُقَالُ ھٰذَا مَقْعَدُہٗ حَتّٰی تُبْعَثَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ خصوصاً حَتّٰی تُبْعَثَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اس اعتقاد کا مبطل ہے
تو ضرور قائل کو اس قول کے ان الفاظ مستعارہ سے ایسے معانی ماؤلہ مقصود ہونگے جو ذرا بھی اپنے
اصول دین سے منحرف نہونگے کیا معنی کہ ہفصد و ہفتاد سے محض کثرت مراد ہے اور کثرت قالب
و بدن سے ایما ہے جانب تجدد امثال جسکے صوفیائے کرام قائل ہین یا اشارہ اس امر کا ہے کہ عالم
جمادات و عالم نباتات کے سیکڑون مرحلے طے کرتے نطفہ بنکر پشت آبا مین آئے پھر شکم امہات مین
اور یہان بھی بحکم ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظَامًا
فَکَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا اتنے رنگ دیکھے یا اُس جوگی کے قصہ کی جانب رمز ہے کہ کسی پر عاشق ہوکر
رضائے معشوق کی خاطر کتنے بھیس مین اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اگر یہ تاویل نہ کیجائے بلکہ قالب
سے یہی کالبد بدن لیا جائے پھر بھی تناسخ اس شعر مین نہین ثابت ہوتا کیا معنی کہ جب تغیر قالب مین
تاویل جائز نہین رکھی گئی تو ہفصد و ہفتاد مین بھی تاویل کرنی نہین چاہیئے بلکہ وہی عدد معین محدود
مقصود ہوگا اور یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ بحسب اصول قائلین تناسخ ہر ایک روح انادی ہے بوجہ اپنی
ازلیت و قدامت ذاتیہ کے خدائے عزوجل کی مخلوق ہونے سے اُسکو آزادی ہے تو یہ بات کیسی ظاہر البطلان
ہے کہ وہ اس ہفصد و ہفتاد کی تنگ قید مین پابجولان ہے کسواسطے کہ جو شے ازلی و قدیم ہوگی ہفصد
و ہفتاد مین کسطرح محدود و محصور ہوگی بلکہ ہر عدد خاص کے دائرہ تحدید و حصر سے غیر متناہی مقدار دور
ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واضح رہے کہ اسمای اعداد دو قسم پر ہین یک سے تا دہ اور کل عقود
صد تک اور صد اور ہزار اخیر تک باعتبار ہر دو سلسلۂ مذکورہ فرسنداجیان چھبیس یا انتیس اسم مفرد ہین
باقی مرکب۔ اور مرکب کی دو قسم ہین یازدہ سے بست تک مرکب امتزاجی کہلاتے ہین کسواسطے کہ انکے
اجزا مین ایسا اختلاط پیدا ہوگیا ہے کہ ظاہر بینون کو تمیز بین ہو نہین سکتی۔ اور باقی مرکب غیر امتزاجی
ایک تو وہ کہ بواسطہ حرف عطف ترکیب پائے جیسے بست و یک سی و دو وغیرہ اسکا ترکیب عطفی یا جمعی

اسمای اعداد کے اقسام

ترکیب تعدادی و ضربی کا بیان اور ان مین باہمی نسبت

نام ہے۔ دوسرے وہ کہ بدون واسطہ عاطفہ مرکب ہو جیسے سہ صد و صد ہزار و سہ صد ہزار اس قسم کا ترکیب تعدادی یا ضربی نام ہے۔ لیکن ترکیب تعدادی ضربی سے عام مطلق ہے کسواسطے کہ ترکیب ضربی فقط اعداد کی باہم تمیز ممیز واقع ہونے کی صورت مین ہوئی ہے جیسے امثلۂ مذکورہ سے ہویدا ہے اور ترکیب تعدادی اُنکے ماورا بھی صورت پذیر ہے جیسے پنج مرد ہزار اسپ یہان ترکیب تعدادی ہے ضربی نہین سہ صد مین ضربی و تعدادی ہر دو متحقق ہین اور واضح رہے کہ عربی مین فقط ایک حرف عطف کے فاصلے نہونے سے اسمائی اعداد کی امتزاجیہ ترکیب بنجاتی ہے لیکن عجمیون نے امتزاج مین اس پہ کفایت نہین کی کہین درمیان دونون جزون کے فقط ایک دعامہ جسکو پرکن کہنا چاہیئے الف و زا کو بڑہا دیا جیسے دوازدہ کہین حرف اصلی کو اُس مین سے گرا دیا جیسے ہفدہ کہین ان دونون تصرفون کو جمع کر دیا جیسے یازدہ کہین ان دونون قاعدون مین سے کسی ایک کے ساتھ حرف اصلی کی تبدیل بھی اول یعنی تبدیل مع زیادتی دعامہ جیسے نوازدہ ثانی یعنی تبدیل مع حذف جیسے ہژدہ کہ ہشدہ اُسکی اصل ہے بعد حذف تا شین کو ژاے فارسی سے بدلدیا اور ابدال ژا کا شین معجمہ سے رائج ہے جیسے دش دژ بالضم بمعنی زشت کہین صرف حروف دعامہ مین تعلیل کرتے ہین جیسے سیزدہ کے الف کو بجہت کسرہ ماقبل یا سے بدلدیتے ہین اور ہاے مختفی فقط اظہار حرکت اور اتمام کلمہ کے لیئے ہوتی ہے اسکا لحاظ نہین کرتے مثلاً کہ وچہ پر ہست لگائیئے تو الف کو بوجہ کسرۂ ماقبل یا سے بدلکر کیست و چیست کہیئے گا کہین تصرف دعامہ کے ساتھ قاعدہ حذف کو بھی شامل کر لیتے ہین جیسے پانزدہ شانزدہ اول[۱] سے نون اور جیم کو اور ثانی سے فقط شین کو حذف کرکے دعامہ کے بیچ مین ایک نون زیادہ کر دیا اور یہ نون اکثر زیادتیون مین مستعمل ہے جیسے زندمین جو مضارع ہے زدن کا بعض محققین کی راے مین خوابندہ کا نون بھی اسی قسم کا ہے نظامی رح شعر درین رہ چو من خوابندہ بسے ست ؎ نیارد کسے یاد کاینجا کسے ست ؎ اسکی تحقیق بسط کے ساتھ بیان مصدر مین کیجائیگی انشاء اللہ تعالیٰ کہین عربونکے قدم بقدم چلتے ہین جیسے چہاردہ اور یہ اسمای اعداد خواہی مفرد ہون خواہی مرکب ان پر میم ماقبل مضموم کا زیادہ کرنا تعیین محل پیدا کرتا ہے اور اُس مین معنی فاعلیت پیدا ہوجاتے ہین جیسے یکم دوم سوم چہارم و چہاردہم و بست و چہارم یعنی چیز یکہ قائم ست باوحدت و اثنینیت و ثلثیت وغیرہ لیکن بوجہ ثقالت توالی ضمات دُوُم کی میم فتح ماقبل کے ساتھ اکثر مستعمل ہے جیسے

ترکیب امتزاجی اسمای اعداد

[۱] اول سے یعنی پانزدہ کی اصل پنجدہ اور شانزدہ کی ششدہ ہے بقیاس سائر مرکبات امتزاجیہ دعامہ الف کی زیادتی سے پنجازدہ ششازدہ ہونا چاہیئے لیکن اول سے یعنی پنجازدہ سے دو حرف ن ج اور ثانی سے یک حرف ش حذف کردیا گیا اور ایک ن حروف دعامہ کے بیچ مین بڑھاکر پانزدہ و شانزدہ کہنے لگے واللہ اعلم ۱۲ منہ

غالب دہلوی کا شعر ہے **شعر** بالجملہ دگر باخودم از خویش حدیثےست ۞ کز صدق وصفا مایہ دہد صبح دُوَم را ۞ مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہین ص۲۲۸ **شعر** او گمان بردہ کہ این دم خفتہ ام ۞ نے خبر زان کوست درخواب دُوَم ۞ کبھی ماقبل مضموم بھی آتا ہے۔ شیخ آذری اسفراینی **شعر** اے خطت اول شب رازدہ بر صبح دُوُم ۞ ابروت چشم سیہ کردہ بخون مردم ۞ مولوی معنوی رح ص۲۸۶ **شعر** زیر آن باطن یکے بطن سُوُم ۞ کہ درو گردد خرد ہا جملہ گم ۞ کبھی اس میم کو حذف بھی کردیتے ہین ملا نیر بخاری کا شعر ہے **شعر** چون در ششش محرم نزاد آن شہ مکرم ۞ تاریخ مولدش ہم آمد ششش محرم ۞ اے در ششم محرم۔

جاننا چاہیئے کہ دو اور سہ مین واو اور ہا فقط اتمام حرکت و استقلالیت کلمہ کے لیئے لائی گئی ہے اصل ان دونون حرفون کی ان لفظون مین عدول و اختفا ہے مثل واو و ہاے چو و چہ کے جیسے ظاہر ہے اسیواسطے وقت لحوق کلمۂ آخر دوگونہ وسگانہ چگونہ کی طرح کہتے ہین مگر بعض وقت بضرورت ہر دو حرفون کو ظاہر و ثابت بھی کردیتے ہین نظامی رح کا شعر ہے **شعر** دو پیلان خرطوم درہم کشان ۞ زہر دو یکے بر دخواہد نشان ۞ فردوسی رح **شعر** نگوید کسے جز بہ بدنام من ۞ نباشد بہر دو سرا کام من ۞ ولہ نشینیم ہر دو پیادہ بہم ۞ نہ بے تازہ داریم روے دژم ۞ داستان تخت نشینی بہرام مین کہتے ہین ص۹۵ سوم **شعر** مے لعل پیش آور اے روزبہ ۞ چو شد سال گوینده بر شصت وسہ ۞ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نکرہ کا بیان یہان ختم ہوگیا سردست جو تحقیق اس بحث کے متعلق سمجھ مین آئی لکھدی اب معرفہ کا بیان شروع ہوتا ہے

هو الملهم بالصواب

المعرفہ

معرفہ ایک معین چیز کا نام ہے یہ منقسم ہے عَلَم اشارہ ضمیر اسماے موصولہ اور جو انکی جانب مضاف ہو اور منادا پر۔

اول عَلَم یہ کسی شخص یا جگہ یا چیز کی پہچان کے لیئے علامت ہے جیسے زید دہلی رخش اور اسامی کتب کو بعض نے اعلام اجناس مانا ہے۔ بعض دور اندیشون کے نزدیک اسمای اجناس ہین یہی قول محقق ہے خصوصاً زبان فارسی مین کہ یہان کوئی ضرورت لفظیہ داعی اس امر کی نہین کیا معنی کہ اعراب و بنا مختص بزبان عربی ہین تو ثبوت عدم انصراف اُسَامَہ کے لیئے خواہ مخواہ کی علمیت کی جانب یہ ضرورت لفظیہ داعی ہوئی واللہ تعالی اعلم بالصواب واضح رہے کہ اعلام کی

دُوم را شعر میں ۔۔۔ قافیہ میم ماقبل مفتوح ہے

اس میم کے حذف کا بیان

واو اور ہا دو و سہ میں اظہار و اختفا کا بیان

معرفہ کی تعریف اور اسکے اقسام

علم کا بیان

اسامی کتب علم جنس ہیں یا اسم جنس

اعلام کی تحقیق

تنکیر سے اُنکے اوصاف مشہورہ کا افادہ ہوتا ہے جیسے شعر قرنہا باید کہ تا از فضل حق پیدا شود ٭
با یزیدے در خراسان یا اویسے در قرن ٭

اسم اشارہ کی تعریف

دوسرا اسم اشارہ یہ حقیقت مین آنکھون کے سامنے نظر آتی ہوئی شے کو دور یا نزدیک سے دکھلا دینے کا نام ہے اور یہ محسوسیت اعم ہے اس سے کہ بالذات ہو یا بالعرض پھر یہ ہر دو اعم ہین اس سے کہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ۔ محسوس بالذات بلا واسطہ سے ہماری یہ مراد ہے کہ جب شے سامنے بصر کے ہو پھر اُسکی محسوسیت مین کوئی حالت منتظرہ باقی نرہی جیسے آفتاب کی دہوپ چراغ کی لوٗ

محسوسیت کی تحقیق اور اسکے اقسام
محسوس بالذات بلا واسطہ
محسوس بالذات بالواسطہ

اور محسوس بالذات بالواسطہ کو فقط سامنے بصر کے ہونا کفایت نکرے کسی اور واسطہ کی بھی ضرورت ہو جیسے الوان کہ مع سامنے بصر کے ہونے کے بوسیلۂ روشنی دیکھے جاتے ہین پس اس سے معلوم ہوگیا کہ ایسی شے جسکی محسوسیت مین اصلا واسطہ نہو نظر نہین آتی کیا معنی کہ محسوسیت ایک امر ممکن ہے اور ممکن کے لیئے کوئی علت چاہیئے قال بحر مقام العلوم العقلیۃ والنقلیۃ لفلک الکمال الشمس المنجلی مولانا عبد العلی قدس سرہ فی بعض حواشیہ فی اعتبارہ القسم الاول من المحسوس بالذات (اے مالا یکون فیہ الواسطۃ اصلا) نظر فان المحسوسیۃ امر ممکن فلا بد لثبوتہ لشئی من علۃ وھی الواسطۃ فی الثبوت فلا معنی لنفی الواسطۃ فی الثبوت کسواسطے کہ ضوء ہے مثلا جسکو سب محسوس بالذات بمعنی لا واسطہ فی محسوسیتہ اصلا[ف] مانتے ہین سو وہ بھی جب تک مشیر کی آنکھون کے سامنے نہو معہذا حس بصر مشیر یعنے بینائی اُسکی بھی جب تک صحیح نہو وہ ضوٗ جسکو محسوس بالذات جانتے ہین ہرگز محسوس نہوگی پس اس سے معلوم ہوگیا کہ کسی شے کا محسوس بلا واسطہ ہونا ممکن ہے۔ اور محسوس بالعرض وہ ہے کہ اُن پر حس بصر بالکل واقع نہین ہوتی چونکہ وہ خارج مین بالاستقلال بغیر کسیکے ضمن مین ہونے کے موجود ہے اور اُسکو محسوس بالذات کے ساتھ علاقہ قویہ اور تلبس خاص ہے اسیوجہ سے اہل عرف اسکو محسوس بالذات جانتے ہین جیسے اجسام کہ بواسطۂ الوان مُبصَر ہوتے ہین اشارہ ایسی شے کی جانب بھی حقیقی ہوتا ہے۔ اگر غور کیجیے تو انوار و اضوا کا بھی مطلقاً محسوس بالذات ہونا سمجھ مین نہین آتا بلکہ اضوا و غیر اضوا مین بدولت اضوا کے الوان ہی مبصر ہوتے ہین جیسے دہوپ کے وقت محض جوّین بغیر نظر ڈالنے در و دیوار آسمان و زمین کے ہمکو کوئی شے نہین

ف: اے لا واسطہ فی الثبوت لا واسطہ فی العروض

محسوس بالعرض

انوار و اضوا کی محسوسیت بالذات مین کلام ٭٭

دکھائی دیتی ایک خلا ہی خلا معلوم ہوتا ہے اور جو نظر آتا ہے وہ یہی درو دیوار عالم بخار کی رنگت ہے۔ مثلاً اسی زمین کا دن کی دھوپ مین زرد زرد اور شب کی چاندنی مین سفید سفید دکھائی دینا خصوصیت ان ستارونکے انوار کی ہے۔ قمر کی زمردی آفتاب کی زردی مریخ کی سرخی عطارد کی کبودی زحل کی سیاہی بھی اُسی خصوصیت اجرام پر دال ہے جیسے کسی نے کہا ہے **قطعہ** زحل سیاہ بود صندلی بود برجیس ٭ برنگ لعل بود سرخ گونۂ بہرام ٭ چو آفتاب بود زرد و زہرہ ہست سپید ٭ کبود رنگ عطارد قمر زمرد فام ٭ پس معلوم ہوا کہ یہ انوار خارجی انوار داخلی یعنی اَبصار کی طرح اِبصار مین سفیر محض ہین۔ جاننا چاہیئے کہ اشارۂ حسیہ امتداد مطلق موہوم کا نام ہے جو مُشیر سے نکلکر مشار الیہ تک پہونچے تخصیص اس امتداد کی خطی و سطحی و جسمی کے ساتھ باعتبار حالات مُشیر و مشار الیہ ہے جیسے اگر جانب مُشیر نقطہ مانا جاے اور مشار الیہ بھی نقطہ ہی ہو تو نقطۂ مُشیر حرکت اشاری سے امتداد خطی حاصل کرتا ہوا نقطۂ مشار الیہ پر منطبق ہوجائیگا اور اگر مشار الیہ خط ہے اور خط بھی جانب غیر ممتد تو نقطۂ مُشیر بوجہ تقابل خطی کشایش تدریجی طولی سے خط بنکر اپنی حرکت سے امتداد سطحی حاصل کرتا خط مشار الیہ کی جانب غیر ممتد منطبق ہوکر شکل مثلث کی پیدا کرے گا جسکا راس نقطۂ مُشیر اور قاعدہ خط مشار الیہ جانب غیر ممتد ہوگا اگر غیر ممتد جانب نہ لیجاوے بلکہ خط کی جانب ممتد مشار الیہ ہو تو وہی صورت ہوگی جو نقطہ سے نقطہ کی جانب اشارہ کرنے سے ہوئی تھی لیکن فرق اتنا رہیگا کہ امتداد خطی اس اشار کیطرف خط مشار الیہ مین نفوذ کرتی ہوئی دوسری طرف اُسی خط مشار الیہ کے پہونچے گی چونکہ نقطہ بُعد اور امتداد کسی جہت مین نہین رکھتا فقط انطباق پہ ختم ہوجاتا ہے اور اگر مشار الیہ سطح جانب غیر ممتد ہے تو نقطۂ مُشیر دونون عرضی و طولی کشایش تدریجی سے سطح اور حرکت اشاری سے جسم بنتا جانب غیر ممتد سطح مشار الیہ پر منطبق ہوکر شکل مخروطی حاصل کریگا جسکا راس نقطۂ مُشیر قاعدہ جانب غیر ممتد سطح مشار الیہ اور اگر سطح کی جانب ممتد مشار الیہ بنائی جاے تو بعینہ جانب ممتد خط کے مشار الیہ کی شکل پیدا ہوگی کسواسطے کہ سطح اپنی جانب ممتد مین سواے ایک بُعد کے نہین رکھتا البتہ فرق اسقدر ہوگا کہ خط مین بعد ثانی یعنی امتداد عرضی نہین ہے تو فقط انطباق پر اشارہ ختم ہوجائیگا یہان سطح مین بوجہ موجودگی امتداد عرضی سطح کی دوسری جانب تک نفوذ کریگا اور اگر مشار الیہ جسم ہے تو بھی ظاہر شکل اس امتداد کی ایسی ہی ہوگی جیسی جانب غیر ممتد سطح کو مشار الیہ بنانے سے ہوتی ہے

زمین وغیرہ کا دن مین زرد اور شب مین سفید نظر آنا بوجہ خصوصیت اجرام ستارگان ہے

اشارہ کے حالات

لیکن فرق یہی ہوگا کہ سطح چونکہ بعد ثالث یعنی استداد عمقی نہین رکھتا ہے فقط انطباق جانب غیر متحد
سطح سے اشارہ ختم ہوجائیگا اور جسم چونکہ ابعاد ثلثہ کو محتوی ہے اشارہ اس جسم مشار الیہ کے جزو جزو مین
نفوذ کرجائیگا غرض فقط مشار الیہ کے اختلاف حالات پر نظر کرنے سے یہ چھ احتمال پیدا ہوتے ہین اگر یہی
اختلافات ستہ جانب مشیر بھی لحاظ کیے جائین تو چھ چھکے (۶×۶=۳۶) چھتیس صورتین پیدا ہونگی۔

اشارہ حسیہ مین حس سے معنی آنکھ لیا گیا ہے

یہ بھی واضح رہے کہ یہان حس سے مخصوص حس بصر مراد ہے یعنی جس شئے کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے
اسکو چشم بینا کا دیکھنا ممکن ہو پس اب اگر اندھا کسی کی جانب فقط اسکی آواز کے پتہ پر اشارہ کرے اشارہ
حسیہ ہی کہلائیگا اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جس طرح حرکت اشاری سے امتداد پیدا ہوکر مشار الیہ محسوس پر

نظر کے منطبق ہونیکا بیان

منطبق ہوتا ہے یہی حال بعینہ امتداد نظری کا ہے کہ ساتھ ہی ساتھ بلکہ ایک قدم آگے آگے اشارے
سے چلکر منظور و مبصر پر منطبق ہوجاتا ہے لیکن نظر بجز شفاف جسمونکے نفوذ نہین کرتی اشارہ سب
جسمون مین نفوذ کرتا ہے اور مدارج محسوسیت کے مدارج انطباق کے موافق ہونگے یعنی منظور
کے جتنے حصہ پر اشعۂ نظر کا انطباق ہوگا اسیقدر محسوس ہوگا اسیوجہ سے اجسام کثیفہ کا سطح ظاہر
اسمین بھی جسقدر سامنے نگاہ کے ہو محسوس ہوتا ہے اندرونی اجزا اور پیچھے کی جانب محسوس نہین
ہوتی کسواسطے کہ انطباق حقیقی بالذات بلا واسطہ نور نظر کو ان اجزا کے ساتھ نہین ہے۔

ایک ہی چیز نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی کیون نظر آتی ہے

اور رہی یہ بات کہ ایک ہی مقدار اور ایک ہی طرح کی انطباق والی دو شئے کا نزدیک سے بڑی اور
دور سے چھوٹی نظر آنا زاویۂ نظر کے بڑے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہے چنانچہ مشاہد ہے مثلاً
ایک مقدار کے دو خط ب ج اور د س کو ایک نقطہ ہ سے نزدیک و دور مختلف مسافت پر محاذات
مین متوازی کھڑا کرکے ہر ایک خط کے ساتھ دو خط ہ ب اور ہ ج اور ہ د اور ہ س ایسے ملادین
کہ جس سے دو مثلث متساوی الساقین پیدا ہوجائین اور دونون خط متوازی متساوی المقدار انکے
قاعدہ بنجائین تو مثلث ہ ب ج جسکا قاعدہ خط بعید واقع ہے مثلث ہ د س کے جسکا
قاعدہ خط قریب ہی اندر آجائیگا تو زاویہ راس مثلث ہ ب ج بنسبت زاویہ راس مثلث ہ د س چھوٹا
ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

ھکذا

اسم اشارہ قریب اور اسم اشارہ بعید کا بیان ۱۲

اور موجود فے الذہن پر اشارہ کرنا جسکو اشارہ عقلیہ کہتے ہین جیسے مجردات کی جانب اشارہ کرنا مجازا ہوا کرتا ہے
غرض اگر مشار الیہ قریب ہو بوسیلہ لفظ این اگر بعید ہے بذریعہ لفظ آن کے اشارہ کیا جاتا ہے۔ فردوسی رح کا
شعر ہے صـ ۱۹۴ **شعر** یکے را برآری و شاہی دہی ✽ یکے را بدریا بماہی دہی ✽ نہ با آنت مہر و نہ با اینت کین ✽
کہ بہ دان توئی اے جہان آفرین ✽ بعض اساتذہ سے مسموع ہے کہ این و آن مین کوئی فرق نہین ایک کو
دوسرے کی جگہ جہان چاہین استعمال کرسکتے ہین جیسے **شعر** آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من ✽
وین منم کاندر میان خاک وخون بینی سرے ✽ یعنی اگر این نہ من باشم الخ و آن منم کاندر میان الخ کہدیا
جاے باعتبار معنی کوئی خرابی نہین انتہٰے حق یہ ہے کہ نکات معنوی اس راے پر معطل ہوئے جاتے
ہین کسواسطے کہ یہان اسماے اشارہ مین بعد و قرب کا لحاظ نکیا جاے تو اس بلبل گلستان فصاحت
کا چہچہہ بلاغت سے خالی رہجاتا ہے کیونکہ یہان آن نے بتلا دیا کہ روز جنگ پشت دکھلانی جو ایک
صفت مذمومہ ہے مجھ سے بہت بعید ہے اور این نے جتلا دیا کہ خاک وخون مین ملنا میدان سے
نہ ٹلنا مجھ سے قریب ہے کہ یہ نعت حمید ہے ثانی تفرقہ کے لیئے یون کہدینا مفید نہوگا کہ شعر مستشہد
بہ مین آن کو بجاے این اور این کو بجاے آن رکھدین اور اُن سے بعد تعظیمی و قرب تحقیری جنپر
اہل معانی کے نصوص دال ہین مراد رکھی جاے وہی خوبی وصف ثانی و اسارت اول حاصل ہوگی کیا معنی
کہ یہ بھی بر تقدیر لحاظ قرب و بعد اسماے اشارہ ہے نافی اسکا منکر ہے پھر یہ قول نافی کے مفید ہونا
محض وہم ہی جاننا چاہیئے کہ یہان قرب و بُعد امتداد فاصل بین المشیر والمشار الیہ کی کمی زیادتی کا نام ہے
اور یہ کمی و زیادتی امور اضافیہ مین سے ہے انشاء اللہ تعالےٰ اسکا حال ضمن مین بیان اِسم کے بیان
ہوگا اور اُسکی کوئی حد معین نہین جس سے ہم حکم لگادین کہ یہان تک اشارہ قریب ہے یہان سے
بعید۔ بعض وقت باوجود کمی امتداد و قرب فاصل عدم ظہور کی وجہ سے اشارہ بعید کیا جاتا ہے۔ بعض
وقت باوجود غایت بعد کمال ظہور کی وجہ سے آلۂ اشارۂ قریب پر حرف تصغیر بڑہا کر جو براے اشعار

اسم اشارہ قریب مصغر

صغر فاصل ہے اینک کہدیتے ہین سعدی رح **شعر** اگر شہ روز را گوید شب ست این ✽ ببابد گفت
اینک ماہ و پروین ✽ یعنی کہنا چاہیئے کہ یہ لو چاند اور تارے کیا معنی کہ چاند اور تارے ایسے کھل رہے
ہین کہ کوئی شے اُنکے دیکھنے مین حائل نہین ایسے قریب ہین کہ ہتیلی پر دھرے ہین۔ اور نیز یہ قرب

قرب و بعد سے معنی

و بعد امتداد مکانی و امتداد زمانی دونون مین ہوتا ہے مثلا ہمارے سامنے کچھہ نزدیک و دور فاصلے

سے دو کتابین الگ الگ رکھی ہوئی ہون ہمکو نزدیک کی کتاب منگوانی منظور ہے لانے والے نے
دور کی کتاب اُٹھائی تو کتاب کی جانب اشارہ کر کے کہینگے آنرا بگزار این رابیار یہ مثال قرب وبعد امتداد
مکانی کی ہے اسیطرح ہم واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام وحادثہ جناب سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی نسبت باہمی بیان کرین تو این حادثہ ازان واقعہ ازبس عظیم ست کہین گے یہ امتداد زمانی کی مثال
ہے اس عمومیت مین اینک مصغرہ بھی شریک ہے لیکن حرف تصغیر کے الحاق نے اُسکو ذکر مشار الیہ سے
بے نیاز کر دیا گویا بجاے مشار الیہ یہی کاف تصغیر ہے بس اتنی بات مین یہ مصغرہ اپنی اصل سے ممتاز
ہے مثال قرب مکانی کی جیسے وہی اینک ماہ وپروین مثال قرب زمانی کی۔ عرفی کہتے ہین **شعر**
اینک بزبان رساندم ازدل * تا داغ کنم دلِ سمارا * اسکا مخفف نِک بھی مستعمل ہے مولانا ے روم
ہدہد کی سلیمان علیہ السلام کو جواب دینے کے داستان مین فرماتے ہین **شعر** گر بہ بطلانست دعوے
کردنم * نک نہادم سر ببُرّ ازگردنم *۔ یاد رہے کہ اسماے اشارہ اپنے مشار الیہ کے ساتھ جمع ہو جایا
کرتے ہین بخلاف ضمائر کہ وہ اپنے مرجعون کے ساتھ نہین جمع ہوتے جیسے آن مرد واین زن کہسکتے
ہین او مرد نہین کہتے ہان تقدم ضمائر اپنے مرجعون پر خصوصاً فارسی مین مطلقا جائز ہے سعدی رح
کا شعر ہے **شعر** نہ عجب گر فرو رود نفسش * عندلیبے غراب ہم قفسش * اور تعاکس مصرعین مروی نہین
عرفی کا شعر ہے **شعر** شمائل تو نوید بنورسان چمن * زبان کلکش ازان گشت گلفشان نرگس *

اسماے اشارہ جب اپنے مشار الیہ کے ساتھ ہوتے ہین تو علامت جمع ان اسماء پر نہین آتی مشار الیہ
پر لاحق ہوتی ہے جیسے آن کسان واین کتابہا اسواسطے کہ جب اشارہ اور مشار الیہ ایک جگہ جمع
پڑتے ہین بسبب اتحاد کے بمنزلہ شئے واحد کے بنجاتے ہین اگر یہ اسماے اشارہ بغیر مشار الیہ کے
تنہا ہون علامت جمع انہین پر لائی جائیگی جیسے آنان وایشان اکثر ذوی العقول کے لیئے آنہا واینہا
اکثر غیر ذوی العقول کے لیئے **شعر** شراب لعل کش وروے مہ جبینان بین * خلاف مذہب آنان
جمالِ اینان بین *۔ اشارہ اور مشار الیہ کی ترکیب کو اتصافی کہنا عموماً میری پسند نہین کسواسطے کہ
صفت ذات کی عوارضات سے ہوتی ہے جیسے اسکی کوئی کیفیت یا خاصیت وغیرہ اور تراکیب
فارسیہ مین خصوصاً کیونکہ اس مین ایک فکّ علامتِ اتصاف کی قباحت اور بڑھکر ہے بس یہی بہتر
ہے کہ اس ترکیب کو بدل مبدل منہ کہا جاوے یا تمیز ممیز کسواسطے کہ اسماے اشارہ مبہمات

اسماے اشارہ اور ضمیر کے مابہ الامتیاز

اسماے اشارہ اور مشار الیہ پر اداۃ جمع لانے کا طریقہ اور اسکی وجہ

اسماے اشارہ اور مشار الیہ کی ترکیب نحوی

سے ہین واللہ تعالےٰ اعلم۔ نکات فارسی کے دانا بہار فرزانہ فرماتے ہین کہ اِم بالکسر اشارہ قریب کے لیئے موضوع ہے اسکا استعمال ماسوا ازمنۂ ثلثہ روز و شب و سال کے غیر مسموع میری سمجھ مین یہ بات نہین آئی کسی طرح دل کو نہین بھائی ہان یہ بات سمجھتا ہون کہ یہ مستقل ظرف ہی دی و پار و پریر کیطرح جیسے اُردو مین آج اور کل اور اب اور پرسون۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ دی پار پریر جائز الاتصال ہین اور لفظ اِم ازمنۂ ثلثہ سے ممتنع الانتقال اسیوجہ سے ضمائر متصلہ کیطرح تحقق مین غیر مستقل سمجھا جاتا ہے مولوی معنوی قدس سرہ شعر اے زنان با طفلکان میدان روید ٭ تا ز بخششہاے شہ شادان شوید ٭ آنچنانکہ پار مردان را رسید ٭ خلعت و ہر کس ازیشان زر کشید ٭ ولہ رح شعر بر دشاعر شعر سوی شہریار ٭ بر امید بخشش و احسان پار ٭ ولہ رح شعر جنگ میکردند حمالان پریر ٭ تو مکش تا من کشم حملش چو شیر ٭ شاید کسیکو اپنے اُردو ترجمہ سے یہ شبہ پڑے کہ امروز و امسال و امشب کو اس روز اس سال اس رات بھی کہتے ہین حالانکہ اُردو مین جیسے اس سال کہتے ہین ویسے ہی اُس سال بھی کہتے ہین ورنہ ترجمہ اُنکا آج کا دن آج کی رات اب کا برس ہے۔ پس آج اور اب مستقلہ ظروف ہین نہ اسم اشارہ دوسری خرابی یہ ہے کہ اشارات مین قرب و بعد اضافی ہوتا ہے نہ کہ این ابھی کے زمانہ کو آن سب اخیر کے زمانہ کو کہین بلکہ ہم حضرت آدم علے نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو آن کے ساتھ اشارہ کرین پھر حضرت نوح علے نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو بنسبت اُس زمانہ کے قریب جانکر این کے ساتھ اشارہ کر سکتے ہین یہ بات اِم مین متصور نہین خاص ایک معین وقت پر بولا جاتا ہے جیسے ظاہر ہے غرض مین نے بہ نیت تشحیذ اذہان مبتدیان مقتضاے قیاس کو ذکر کر دیا کہ اِم کا ان وجوہات سے اسم اشارۂ قریب ہونا سمجھ مین نہین آتا لیکن چونکہ قائل اس قول کا ایک بڑا وسیع النظر فاضل ہے اُسکی تصحیح قول مین ایک تاویل کرتا ہون وہ یہ ہے کہ بعض اساتذۂ قدیم کے کلام مین لفظ ایمہ بجاے این یعنی اسم اشارۂ قریب کی جگہ بولا گیا ہے۔ خاقانی شروانی فرماتے ہین شعر پس مگو کایمہ ہمہ آدمی اند ٭ آدمی نیست شیطان شیم ست ٭ یعنی پس مگو این ہمہ آدمی ہستند الخ ولہ شعر ایمہ مگو کہ آسمان اہل برون نمی دہد ٭ اہل چو نامد از عدم چیست گناہ آسمان ٭ یعنی این مگو کہ آسمان لایق و شایستہ کسان بیرون نمی آرد اے ہیدا نمی کند الخ پس اس لفظ مین جہان تک خیال کیا جاتا ہے یہ سمجھ مین آتا ہے کہ یہ لفظ مبدل و مزید علیہ لفظ این کا ہے یعنی بقاعدۂ تبدیل میم بانون این سی ایم بنا اور اُسپر

لفظ اِم کی تحقیق

دی پار و پریر اور اِم کا باہم الامتیاز

ایمہ بجاے این مستعمل ہے

لفظ ایمہ کی حقیقت کیا ہے

ہاے مختفی کی زیادتی سے اَیمہ کہنے لگے جیسے کام سے کامہ وغیرہ لیکن متاخرین نے دیکھا کہ یہ مبدل
یعنی ایمہ خلاف اصل ہے جہانتک ہوسکے اس مین تخفیف کرنی چاہیئے تو جیسے متقدمین نے اس مبدل کے
مزید علیہ کو اپنے کلام مین استعمال کیا انہون نے اُسی مبدل کے مخفف کو یعنی تخفیف حرف علت کے ساتھ
جو بجاے دعامہ زائدہ واقع ہے حذف کرکے اِم کو اپنے کلام مین برتا غرض اس مبدل کی دونون طرفین
رواج پاگئین مگر حالت توسطی یعنی اَیم تحتانی کے ساتھ متروک فریقین رہی اور نیز لفظ مین چونکہ تخفیف کیگئی
تھی معنی مین یہ تخفیف کی کہ استعمال لفظ ام کو ازمنۂ ثلثہ روز وشب وسال کے ساتھ مقصر رکھا اور حضرت
بیدل رحمہ اللہ نے شام وصبح پر بھی استعمال فرمایا ہے بعض وقت امشب کا اطلاق شب گذشتہ پر بھی
آتا ہے کس لیئے کہ شب گذشتہ آنے والے دن کی (جس مین اُسکی حکایت کرتا ہے) تابع ہوتی ہے نظیری
کا شعر ہے **شعر** تا روز مکیدم سر انگشت حلاوت ٭ زان قند کہ امشب زشکر خند شکستم ٭ امیر خسرو رح **شعر**
تو شبانہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب ٭ کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد ٭ جس طرح شب بقرینۂ مقالیہ
بمعنی دی شب آتا ہے۔ نظیری کا شعر ہے **شعر** آنکہ شب داد توبہ ام زشراب ٭ امشبم باز دید ست وخراب ٭
اے آنکہ دی الخ۔ بعض وقت مجازاً امروز کو بمعنی زمانۂ حال مستعمل کرتے ہین شاپور کا شعر ہے **شعر**
ہوا خوش ست چو طاؤس گلستان مست ست ٭ جہان ازوست کہ امروز در جہان مست ست ٭ عرفی **شعر**
دیوانگی محبت تو ٭ کامروز مسلم ست مارا ٭ چنانچہ فقط روز بمعنی مطلق زمانہ ووقت بولا جاتا ہے صائب
شعر شبے کہ جلوہ کند مے بجام ما صائب ٭ سیاہ روز نگردد چراغ ہستی ما ٭ سیاہ روز مین اگر روز
بمعنی مطلق وقت نہ لیا جاے بلکہ روز کو اپنے حقیقی معنون مین رکھین پھر چراغ کے ساتھ اور وہ بھی
شب مین کیا مناسبت ہوگی۔ اسیطرح آبروے متاخرین شیخ علی حزین کا شعر ہے **شعر** روزیکہ
حجت از خلق خواہند در قیامت ٭ روے تو حجت ماست اے قبلہ گاہ حاجت ٭ ورنہ قیامت کا تو ایک
ہی دن ہے پھر روزیکہ کہنا کیونکر درست ہوتا۔ اسی طرح نظامی رح فرماتے ہین **شعر** بروز جوانی و نوزادگی
٭ زدم لاف پیری و افتادگی ٭ فردوسی رح حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ مین فرماتے ہین **شعر**
ہمہ مردم مصر پیر و جوان ٭ ہمہ شان بدل در ہمین و گمان ٭ کہ اے کاش این بندہ بخریدمے ٭ شب و
روز ہر روز مے دیدمے ٭ اے ہر وقت دیدمے۔ واللہ تعالے شانہ اعلم بالصواب ٭۔
تیسرا ضمیر اور وہ ایک اسم ہے جو بحسب وضع متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرتا ہے اور نیز ایک اختصار

امشب کا اطلاق شب گذشتہ پر

امروز بمعنی زمانۂ حال

روز بمعنی مطلق وقت و زمانہ

ضمیر کا بیان اور اسکی تعریف اور قسمیں

کے ساتھ بطور راز اور بھید کے اپنے مرجع کو بتلاتا ہے بسبب اسی اختصار تکرار بیان کے وقت بجای
اُس مرجع ماتقدم کے اسیکو لاتے ہین جیسے نظامی رح **شعر** شہ از کار دار او بپیکار او ٭ سخن راند و پیچید
در کار او ٭ بعض وقت یہانتک اختصار مد نظر ہوتا ہے کہ اس ضمیر کو عبارت سے حذف بھی کر دیتے ہین
فقط اُسکے معنوی مراد ہونے پر کفایت کرتے ہین اور یہ عمل ضمائر مرفوع و منصوب و مجرور سب مین جاری
ہے اول جیسے سعدی رح فرماتے ہین **شعر** گفتم کہ گلے بچینم از باغ ٭ گل دیدم و مست شد بوی ٭
اے مست شدم۔ ثانی یعنی حذف ضمیر منصوب مولوی معنوی قدس سرہ صفحہ ۱۱۲ **شعر** وان یکے افشاند گرد از رخت او ٭
وان یکے بوسید دستش راو رو ٭ اے رویش را مثال مجرور کی جیسے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** دیدۂ سعدی و
دل ہمراہ تست ٭ تا نہ پنداری کہ تنہا مے روی ٭ یعنی دیدۂ سعدی و دل او۔ ہمنے بطریق راز اور بھید
اسلیئے کہا کہ تا فی الجملہ اس اسم کی وجہ تسمیہ معلوم ہو دراصل یہ امر درست ہے کسواسطے کہ من و تو گو کہ
اخص الخواص ہین لیکن بہ نسبت زید عمرو کے اُن مین ایک گونہ خفا ہے کیا معنی کہ ہر شخص من و تو بننے
کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ کوئی شخص آپ کو خط لکھے اور بجاے نام یہ لکھدیوے کہ اس خط کا لکھنے والا
مین ہون آپ اسکی طرز تحریر اور صورت خط سے آشنا نہوئے تو آپ کیونکر تعین کرینگے کہ فلان ہی
اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جابر رضی اللہ عنہ کا دروازہ پر سے بوقت دریافت انا کہنا
بوجہ ابہام جواب پسند شریف نہ آیا آپ نے صلے اللہ علیہ وسلم جواب مین انا انا فرمایا یعنی مین تو مین
بھی ہون اس سے کیونکر تشخیص کر سکتے ہین کہ تم فلان ہو بخلاف اعلام کہ وہ مشترک ہی کیون نہون
اسقدر ابہام اُن مین نہین ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یا اس تسمیہ کی یہ وجہ ہے کہ ضمائر اکثر اپنے
سابق الذکر مرجعون کی جانب ناظر ہوتے ہین یعنی منظور و مقصود ضمائر اُنکا مرجع ہے اور وہ اُنکے ابہام
مین ایسا سما گیا ہے جیسے جی مین راز تخم مین درخت پس اتنی مناسبت سے کہ وہ باہم علاقہ حال و محل
رکھتے ہین بطریق مجاز مرسل انہی کو ضمیر کہنے لگے ہان وہم جاتا ہے کہ ضمائر خطاب و تکلم پر اطلاق اس اسم
کا مجاز در مجاز ہو کسواسطے کہ لفظون مین اُنکا کوئی مرجع نہین ہوتا لیکن اگر غور سے دیکھا جاے تو اُنکے
کمال حضور و عینیت کے ظاہر کرنے کے لیئے مرجع کو ذکر نہین کرتے ورنہ باعتبار لفظ ابہام مین کوئی
فرق معلوم نہین ہوتا چنانچہ دیکھیئے زید میگفت کہ من با خالد موافقت کنم و او با من مخالفت میورزد
اور زید میگفت کہ او با خالد موافقت کند و خالد با دے مخالفت مے ورزد ضمیرین اور مرجع دونو جگہ

ضمائر مین بہ نسبت اسمائے ظاہر خفا و ابہام ہے

وجہ تسمیہ دوسری

موجود ہین مگر ایک جگہ لفظ غائب راجع کرتے ہین لیکن بغیر نظر مرجع جو زید ہے ابہام دونون مین برابر رہیگا واللہ تعالےٰ اعلم۔ واضح ہو کہ ضمائر مین سب سے اول متصل ضمیر ہے اُس مین بھی مرفوع اور اُسمین بھی واحد غائب کی ضمیر پھر اُس مین بھی فعل ماضی کی سب سے بدرجہا اول الاول ہے جب واضع نے ضمیر کا نام وضع کرنے سے پہلے ماضی کے صیغہ واحد غائب پر جو اول المشتقات ہے غور کیا تو دیکھا کہ یہ صیغہ جسوقت مبتدا کے ساتھ (جو دراصل اُس فعل کا مبدا و مصدر یا نائب مناب اُنکا ہے) ترکیب پاتا ہے ہم اُس فعل مین ایک شے کو پاتے ہین کہ وہ اُسی فعل کے مبدء واحد غائب کو بتلاتی ہے جسکے سبب سے یعنی بواسطہ اُس شے کے اُس فعل کو واحد اور غائب وغیرہ کے ساتھ متصف کردیتے ہین لیکن ظاہر مین اُسکا کوئی وجود معلوم نہین ہوتا صورت نظر نہین آتی باطن اور درونہ فعل مین ایسی سمائی ہوئی ہے جیسے دل سینہ مین بلکہ جیسے بھید دل مین پس چاہا کہ اسکا کوئی نام تجویز ہو مناسبت تامہ اس نام کی بلاغت ریز ہو نہ ارتجال خیز تو ضمیر کے لقب سے ممتاز فرمایا اور باقیماندہ جمع غائب و حاضر و متکلم اسیطرح کل منصوبات و مجرورات کی ضمیرین ہی کہلاتی ہین گو کہ اُس علت اور وجہ تسمیہ سے عاری ہین لیکن اسی کی اخوات ساری ہین نقل کے لیئے اتنی مناسبت کفایت کرتی ہے۔ ہان یہ شبہ ضرور ہوتا ہے کہ ضمائر منفصلہ ازروے استقلال و استغنا عن الاتصال مشابہ اسماے ظاہر کے ہین لہذا یہ مستحق اوّلیت ہونی چاہئیں مین عرض کرتا ہون کہ بیشک ظاہر نظر اسی بات کو مقتضی ہے لیکن بااین ہمہ بیان وجہ تسمیہ مین ضمیر مستتر کو اول قرار دینا ایک دقیق نظر پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ کے تینون نوع مین نوع اسم شرف اولویت و اولیت سے ممتاز ہے بعد ازان اقسام اسم مین اسم مظہر کو بوجہ عدم ابہام زیادہ شرف ہے اور ان مین بھی فواعل و مبادی افعال کا درجہ اول ہے اسی وجہ سے مرفوعات پہلے بیان کیئے جاتے ہین پس جبکہ ہمنے اس قسم خاص یعنی اسم مظہر کو مبدا کسی فعل کا بنایا اور اُسکے ساتھ اُسکے فعل کو اس ترتیب سے بیان کیا کہ مبدا کو اپنے فعل پر جو تقدم واقعی بوجہ علت و فاعل ہونیکے تھا لفظ مین بھی باقی رہے جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ مین پس ہمنے اسی اول مرحلہ مین فعل کے اندر ایک ضمیر مستتر غائب کو رابط و مظہر مبدا پایا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ فواعل چونکہ مبادی افعال و مصدر افعال ہین اپنے افعال پر اُنکا ذاتاً تقدم واجب ہے اسیطرح جب وہ باعتبار لفظ بھی مقدم ہوگئے ربط و تعلق کے لیئے ایک ضمیر ان افعال موخرہ مین ضرور لاتے ہین تا معلوم ہوجائے کہ یہ

شرح تسمیہ ضمیر کی اور فعلی ضمیر وجہ تسمیہ صیغہ واحد غائب کے مستتر ضمیر کی کا سبب تقدم

جواب شبہ کہ ضمائر منفصلہ بوجہ مشابہت باسمائے ظاہر تقدم اور اولیت کے مستحق ہین

فعل فلان فاعل سے صادر ہوا ہے یعنی فاعل مخاطب و متکلم و غائب مین سے کون اس فعل کا مبدا بنا ہے خصوصاً جب مبادی متقدمہ جنکو اہل عرف مبتدا کہتے ہین غائب ہون اُس ربط مضمر کو جو مظہر صنف فاعل تھا غیبوبت صیغہ کے سوا غائب عن الحواس یعنی مستتر لاتے ہین تا غیبوبت بدانجوبی متحقق ہوجاے کسواسطے کہ اسماے ظاہر غائب قرار دیئے گئے ہین اگر غور کیا جائے نہ وہ غائب ہین نہ حاضر نہ متکلم ایک درجہ اطلاق مین ہین البتہ وقت بیان انکا تحقق کسی نہ کسی فرد مین ہوگا اسیوجہ سے بندہ مے گویم کہنا بھی درست ہے اسی طرح جب وہ منادا واقع ہوتے ہین شرف خطاب مین ہوتے ہین چنانچہ جواب ندا کی خطابی ضمیرین اس امر کو مبرہن کرتی ہین لیکن استعمال انکا غائب کے ساتھ اس لیئے ہے کہ غائب فرد کامل ہے اور غائب کا فرد کامل ہونا ہمنے اپنے رسالہ زرہشت افشار مین مدلل کر دیا ہے اُن بیانات کی یہ مختصر گنجایش نہین رکہتا واللہ تعالے شانہ اعلم بالصواب - واضح ہو کہ ضمائر کا کوئی نہ کوئی مرجع و مآب ضرور ہوگا مثلاً ضمائر مرفوع فاعل یا مبتدا یا خبر کی جانب راجع ہونگے اور ضمائر منصوب مفعول کیطرف اور ضمائر مجرور عام ہین خواہ فاعل کی جانب انکا رجوع ہو خواہ مفعول کی جانب لیکن ترکیب مین مضاف الیہ یا مدخول حرف جار بنے رہتے ہین چنانچہ امثلۂ آتیہ سے انکا حال بخوبی منکشف ہوجائیگا - اور یہ بھی واضح رہے کہ مرجع کو راجع سے مقدم ہونا چاہیئے - لیکن فارسی مین تقدیم راجع و تاخیر مرجع جسکو اضمار قبل الذکر کہتے ہین عمدہ مین ہو یا فضلہ مین مطلقاً جائز رکھا گیا ہے اہل عرب فضلہ مین جائز نہین رکھتے - سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** چو بام بلندش بود خود پرست ٭ کند بول و خاشاک بر بام پست ٭ و لہ شکم تا بنا فش بریدند مشک ٭ قدح را بروچشم خونی پر اشک ٭ عرفی **شعر** نظر بہ بخت حسود ت کشاد زان او یافت ٭ سپیدی مژہ در بید و عنفوان نرگس نیز یہ امر فارسی کی خصوصیات سے ہے کہ ضمائر موصوف واقع ہوجاتے ہین اس باب مین تخصیص ضمیر واحد متکلم کی کوئی سمجھ مین نہین آتی **شعر** صلاح کار کجا و من خراب کجا ٭ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ٭ نظامی رہ **شعر** چو برہستی تو من سست رائے ٭ بلے حجت انگیختم دلکشاے ٭ کبھی علامت اتصاف کو بضرورت حذف بھی کر دیتے ہین - خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے **شعر** پادشاہا در بہار دولت من بینوا ٭ ہستم آن بلبل کہ چون عنقاست مثل من عدیم ٭ حیاتی گیلانی **شعر** چنانچہ بخشش دیوانہ ہست برجا ہش ٭ بخاک پایش من بندہ آرزومندم ٭ مثال ضمیر جمع کی عبدی اشتر خانی کا شعر ہے **شعر** عشق از گلشن

اسماے ظاہر غائب قرار دیئے گئے ہین درمل نہ غائب ہین نہ حاضر نہ متکلم

ضمیر راجع پر مقدم مرجع جائز ہے

ضمیر مطلقاً موصوف واقع ہوجاتی ہے تخصیص واحد متکلم کی کچھ نہین

رسوائی باید نامان ؎ یک گل داغ جنون برسر مجنون زده است ؎ مولوی معنوی قدس سرہ[ص ۱۶۳] **شعر** وزد درا
از بانگ تو بگزاشتم ؎ من تو خرراآدمی پنداشتم ؎ نظامی رح **شعر** چه باید رصد گاه دارا شدن ؎
بجزیه دہی آشکارا شدن ؎ شما زیرکان از سر یاوری ؎ چه گوئید چون باشد این داوری ؎ - اور
شاہنامہ مین جو او شوربخت آیا ہے اسی قبیل سے ہے فرہنگ نگار شاہنامہ نے ضمیر و مرجع کی ایک جگہ
جمع ہونے سے او بمعنی آن کہدیا یہ مسامحت ہے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ گرسیوز و افراسیاب کی
تجہیز و تکفین کے بیان مین لکھتے ہین[ص ۲۶۹] **شعر** بخواباندش پس برافراز تخت ؎ بگرید فراوان براو شوربخت ؎
اے برافراسیاب کہ شوربخت است - بعض وقت اس ضمیر جمع کی صفت کو مفرد بھی لاتے ہین یا تو
اس لیئے کہ مطابقت کا خیال نہین کرتے یا اس صیغہ صفت کو بمنزلہ اسم جنس کے قرار دیتے ہین
فیضی فیاضی کا شعر ہے **شعر** از کنہ کمال او چہ یابیم ؎ ما ہیچمدان آفرینش ؎ حیاتی گیلانی - **شعر**
یاد آن وقت کہ ما دلشدہ را یارے بود ؎ ہر کسے را بسر کوے کسے کارے بود ؎ اور یہ متصل و منفصل پر منقسم
ہوتی ہے - متصل وہ ہے کہ کبھی لفظ سے الگ ہو کر مستعمل نہوا سیوجہ سے اُسکو غیر مستقل کہتے ہین -
منفصل وہ ہے کہ علحدہ بھی مستعمل ہو کسواسطے کہ وہ مستقل بنفسہ ہوتی ہے ہر ایک ان مین سے تین
قسم پر ہے اسواسطے کہ ضمائر یا مسند الیہ اور مسند واقع ہوتے ہین یا مفعول یا کسی جار کے تحت مین
اگر اول ہے مرفوع کہلاتی ہے ثانی منصوب ثالث مجرور - واضح ہو کہ یہ نام مجوزۂ اہل عرب ہین اسلیئے
کہ اُن کے ہان مسند الیہ اور مسند کی علامت رفع مفعول کی علامت نصب مضاف الیہ کی علامت جر ہی

ضمیر موصوف کو اپنی صفت کے ساتھ افراد و جمع مین مطابقت شرط نہین

ضمیر متصل کی تعریف

ضمیر منفصل کی تعریف

جدول المضمرات المرفوعة المتصلة

جمع متکلم	واحد متکلم	جمع حاضر	واحد حاضر	جمع غائب
ی م	م	ی د	ی	ن د
گفتیم	گفتم	گفتید	گفتی	مثلاً گفتند

ضمیر واحد غائب کہین مستتر رہتی ہے جیسے ماضی کی بحث مین کہین بارز ہو جاتی ہے جیسے بحث مضارع
مین اور وہ دال ہے ماقبل مفتوح جیسے کند و گوید مین اُسکو اسلیئے مستتر کردیا کہ ماضی کا خاتمہ دال یا تا پر
ہونا واجب ہی پس اگر یہ دال ضمیر غائب بھی اُس پر لاتے دو متحد المخرج یا دو قریب المخرج کے اجتماع
کی وجہ سے جو ثقالت کہ پیدا ہوئی ہے عام ہو جاتی - جاننا چاہیئے کہ ہمنے ثقالت عامہ کو محذور

ضمیر واحد غائب مرفوع متصل کا استتار و بروز

ٹھہرایا ہے نہ ثقالت مطلقہ کو تا معترض شدن کے ماضی شد و گشتن کے مضارع گردد کو بطریق نقض پیش نکرے یعنی کوئی یون نہ کہے کہ اگر یہ ثقالت بری تھی تو ستدین جو ماضی شدن کی ہے اور گردد مین جو مضارع گشتن کا ہے کس لیئے اختیار کیگئی اسکی زیادہ تحقیق منظور ہو تو زرشت افشار کی بحث مطلق مین ملاحظہ کرین۔ اور جاننا چاہیئے کہ ان ضمیرون کو بقرینہ مقام مقدر بھی کردیتے ہین سعدی رح **شعر** گفتم کہ گلے بچینم از باغ ٭ گل دیدم و مست شد بوے ٭ نظامی رح **شعر** نیاوردم از خانہ چیزے نخست ٭ تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست ٭ **شعر** القصہ باز گشتم و آمد بخانہ زود ٭ در باز کرد و بازہ بہ بست از لبس استوار ٭ ہاتفی رح **شعر** اگر من ہراسان شدی از سخن ٭ نماندی مرا در جہان بیخ بن ٭ جامی رح **شعر** بجاے نیل من بودی چہ بودی ٭ زپا پوشش من آسودی چہ بودی ٭ اگر غور کیجیئے تو تسلیم حذف جزو معتد بہ سے بلا ضرورت کلام مین نقصان ماننا ہے حق یہ ہے کہ یہ تکلم سے جانب غیبت التفات ہے رہا بعض شراح گلستان کا غیبت اور التفات مین عاطفہ کو فارق رکھنا بالکل بے اصل ہے۔ اسیطرح ضمیر اور مرجع مین باعتبار افراد و جمع اختلاف بھی ہوتا ہے یعنی بعض وقت باہم مطابقت کمی کا لحاظ نہین کرتے۔ حزین کا شعر ہے **شعر** شکرت چہ گویم اے مژہا ہے دراز دست ٭ نگذاشتی بدست کسے اختیار من ٭ شفائی کہتے ہین **شعر** خوبان اصفہان چو شفائی پسند نیست ٭ خیزم ازین دیار بشہر دگر روم ٭ جامی قدس سرہ فرماتے ہین **شعر** پرستاران پرستاریش کردی ٭ ہوا داران ہوا داریش کردی ٭ نظامی رح **شعر**

ملوک طوائف الفرمان او ٭ کمر بستہ بر عہد و پیمان او

ضمائر مرفوعہ متصلہ کا بقرینہ مقام مقدر ہونا

بیان التفات

ضمیر و مرجع مین کبھی مطابقت کمی کا لحاظ نہین ہوتا

جدول ضمائر منصوب و مجرور متصل

جمع متکلم	واحد متکلم	جمع حاضر	واحد حاضر	جمع غائب	واحد غائب
مان	م	تان	ت	شان	ش

جاننا چاہیئے کہ ما قبل ان ضمائر متصلہ کا در صورت اتصال ہمیشہ مفتوح رہتا ہے پس کش وکت کو بکسور الاول پڑہنا جیسے اکثر ہندوستان مین مروج ہے قول مرجوح ہے راجح یہی ہے کہ فتح کے ساتھ پڑہین اسلیئے کش اور کت اصل مین کہ اَش اور کہ اَت بقیاس سائر ہمزات مضمرات جو بعد ہاے مختفی کے تحمل حرکت کے لیئے لائے جاتے ہین بفتح ہمزہ ہے پس بعد نقل حرکت بسوے کاف ہمزہ کو گرا کر اس ضمیری شن یاتا یا میم کو چہ وکہ کے ساتھ وصل کرین تو وہ ہاے مختفی جو بضرورت اتمام

ضمائر متصلہ کا ما قبل ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے

کلمہ مثل واو تو کے کلمہ پر لاحق ہوگئی تھی ساقط ہوجائیگی چش اور کش اور کت اور کم بالفتح رہجائیگا نظامیؒ
شعر بہ ہر چیش رسد سازگاری کند ٭ فلک بر ستیزندہ خواری کند ٭ خسرو رح **شعر** این قدرم عرصہ درین
ملک ہست ٭ کم نرود سوے دگر پایہ دست ٭ اے کہ نرود وستم - امیر خسرو رح **شعر** بلشتر از جنبش این دار وگیر ٭
باعثہ بود مرا در ضمیر ٭ کم نچہ رو دست بران درشود ٭ کین شرفم زود میسر شود ٭ اے درضمیر من کہ مرا زچہ
بران در رسیدن میسر آید - غالب **شعر** منم کم بود ورطراز کلام ٭ شہنشہ سپہر سپہبد امام - یہ تعلیل وتخفیف
بوجہ نقل حرکت موافق قیاس سبب اولویت ہے چنانچہ از پر بھی کاف اور نون نافیہ لایا جاتا ہے تو کز اور
نز بالفتح پڑہتے ہین - سعدی رح **شعر** عزیزے کہ ہر کز درش سر بتافت ٭ بہ ہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت
خسرو رح **شعر** گرسنہ زانی کہ درین تنگناے ٭ نان زملک مے طلبی نز خداے ٭ چنانچہ مخفف نیز اور
نافیہ مین ما بہ الامتیاز یہی فتح ماقبل وکسرۂ ماقبل ہے پھر کش اور کت اور کم مین کسرہ کی وجہ تشفی بخش نہین
نیز اولویت کا یہ بھی ایک سبب ہے کہ اور باقی مواضع مین جہان کہین یہ ضمیرین وصل پاتی ہین اُنکے
ماقبل کو حرکت ہوتی ہے تو فتح کی ہوتی ہے جیسے قلمش قلمت قلمم کتابش کتابت کتابم وغیرہا چنانچہ
بعض محققین نے شین مصدری اور شین ضمیری مین ما بہ الامتیاز کسرۂ ماقبل و فتح ماقبل شین کو رکھا ہے
دوسری یہ بات کہ حذف ہمزہ بغیر نقل حرکت جس سے کش وکت بالکسر حاصل ہوتا ہے خلاف قیاس
غیر اولی ہے لیکن کیت بالکسر اس قاعدہ سے خارج ہے اسواسطے کہ یہان سے کوئی ہمزۂ مفتوحہ حذف
نہین ہوا بعض وقت اُس ہمزہ کو بحال رکھکر بوجہ کسرۂ ماقبل یاے تحتانی سے بدلدیتے ہین جیسے چیست
وکیست مین لیکن حرکت ہمزہ کی بعض وقت اپنی حالت پر رہجاتی ہے اور بعض وقت کیست وچیست
کے ہمزہ کی طرح ساقط ہوجاتی ہے ہردو کی مثالین حضرت مولوی معنویؒ کے اشعار سے واضح ہے
شعر مادرش از خشم گفتش ہین خموش ٭ کیت افگند این شہادت را بگوش ٭ **ولہ** این کیت آموخت
اے طفل صغیر ٭ کہ زبانت گشت درطفلی جریر ٭ واللہ تعالی اعلم - امثلہ منصوبہ متصلہ ضمیر منکے مولانا جامیؒ
شعر بدہقانیش اگر داری مسلم ٭ بدان ماندکہ گوئی روح اعظم ٭ **ولہ** مدہ شان قرض وستان نیم حبہ ٭
فان القرض مقراض المحبہ ٭ **ولہ** مے عشقت دہد گرمی ومستی ٭ دگر افسردگی وخود پرستی ٭ فردوسی رح **شعر**
اگر راستیتان بود گفتگو ٭ بہ نزدیک مثتان بود آبرو ٭ وگر ہیچ کژی گمانے برم ٭ بزیر پے پیلتان بسپرم ٭
سعدی رح **شعر** دریغ آمدم زان ہمہ بوستان ٭ تہی دست رفتن سوے دوستان ٭ ای دریغ آمدمرا - ترکیب نحوی اس شعر

ضمائر متصلہ منصوبہ کی مثالین

کی یون ہے۔ آمد صیغہ واحد غائب ماضی مطلق آمدن کا جو منجملہ افعال ناقصہ ہے۔ رفتن مصدر معروف مضاف۔ اسکا مضاف الیہ محذوف یعنی رفتنم یہ ذو الحال۔ تہی دست۔ حال سوے دوستان مضاف ومضاف الیہ ملکر رفتن کا مفعول بہ زِ۔ جارہ رابط۔ آن۔ اسم اشارہ مبدل منہ۔ ہمہ بوستان مضاف ومضاف الیہ ملکر مشار الیہ بدل اسم اشارہ مع مشار الیہ یعنی بدل مع مبدل منہ کے زِ کے ساتھ مربوط ہوکر متعلق رفتن کا اور رفتنم اپنے حال اور مفعول بہ اور متعلق کے ساتھ ملکر اسم آمد کا۔ دریغ اسکی خبر۔ مَم۔ آمد کا مفعول بہ۔ آمدن کے فعل ناقص ہونے کے شواہد بہت ہین۔ گلستان مین ہے۔ "دشمنان اسیر آمدند" یعنی دشمن قید ہوگئے۔ دشمن اسم۔ اسیر۔ اُسکی خبر۔ مثال جمع کی فردوسی رح[۲۱] **شعر** بایران بمردان نخوانند مان ❊ زنان کمر بستہ دانند مان ❊ مثال مجرور متصل ضمیرون کی جیسے کتابش قلمت کاغذم۔ جاننا چاہیئے کہ کبھی ان جمع کی متصل ضمیرون کو جمع کی منفصل ضمیرون سے استعارہ کر لیتے ہین یعنی یہ متصل ضمیرین لفظاً ومعنی منفصل ضمیرون کے قائم مقام مستعمل ہوجاتے ہین۔ فردوسی رح سورۂ یوسف کی شان نزول مین لکھتے ہین **شعر** پیمبر چنین گفت کاین امتان ❊ کہ شان ہین شفیعم بر غیب دان ❊ اے اوشان رامن شفیعم۔ اور محتمل ہے کہ مضاف الیہ شفیع کا ہو اسی من شفیعشان ہستم۔ مولوی معنوی رح **شعر** از سو دوزخ بزنجیر گران ❊ میکشم تان تا بہشت جاودان ❊ ورنہ رسم الخط مین اپنے ماقبل سے منفصل لکھا جانا درست نہوگا کس کیطرح کشان من شفیعم الخ اور می کشمت کی طرح می کشمتان لکھنا چاہیے تھا غرض یہ امثلہ جمع ضمائر متصلہ منصوبہ کی تھین جو بجاے منفصلہ مستعمل ہوئین اور ضمائر مجرورہ متصلہ کی مثالین جو بجاے منفصلہ مستعمل ہوی ہین ہم آگے بیان کرینگے جیسے میان شان بدیدہ فرق اندک کیا معنی کہ انکے مضافون پر کسرہ اضافت کا لانا اتصال سے انفصال مین لیجانے یعنی متصلہ کو منفصلہ بنانے کی دلیل ہے بخلاف ضمائر مفردہ متصلہ کے اسلیئے کہ واحد کی متصل ضمیرین یک حرفی ہوتی ہین بلا استناد کسی کلمہ کے اُنکا تنہا آنا ممکن نہین اسقدر استقلال اُن مین پیدا ہونہین سکتا کہ وہ بجاے ضمائر منفصلہ اپنی جمعون کی طرح مستعمل ہون اسیواسطے درصورت اضافت اُن کے مضافون پر سے علامت اضافت وجوباً ابداً اُٹھا لیجاتی ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ جب کسی دوسرے کلمہ کے سہارے اور استناد کے بغیر اُنکا بروز وظہور نہین ہوتا تو یہ دوسری شئے کیلئے خود سہارا اور مستند کب بن سکتے ہین پس تُست اور تُش کو تو است اور تو اش کا مخفف سمجھنا چاہیئے

آمدن کے فعل ناقص ہونے کے شواہد

مجرور متصل ضمیرون کی مثالین

ضمائر جمع متصلہ کا بجاے منفصلہ استعمال

ضمائر مفردہ متصلہ بجاے منفصلہ کیون نہین مستعمل ہوتین

تست اور تش کو تو است اور تو اش کا مخفف سمجھو

جیسے ترا تورا کا اور مرا من را کا مخفف ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اسکا بیان ضمائر منفصلہ مین آئیگا۔ ورنہ غیر مستند کا مستند غیر مستقل کا مستقل ہونا لازم آئیگا مولانائے روم کا شعر ہے **شعر** لے خودی نامہ بخود تش خوانده ❊ اختیار از خود نشد تش خوانده۔ اے تو اورا خوانده۔ اور کبھی یہ شین ضمیر متصل منصوب زائد بھی لائی جاتی ہے جیسے فردوسی رح پیغام سلم و تور کا فریدون کے پاس پہونچانے کے داستان مین لکھتے ہین **شعر** بگفتش بدان شاہِ کشتہ پسر ❊ پیام دو فرزند بیدادگر ❊ اے بگفت بدان شاہ۔ **وله** چو اورا بدیدش جہان شہریار ❊ نشاندش بر خویشتن نامدار ❊ اے چو اورا بدید **وله** چو شاہ آنچنان دید بر پا بجست ❊ گرفتش سر دست رستم بدست ❊ ای گرفت سر دست رستم۔ اسی طرح ضمیر متکلم مع الغیر منفصل بھی زائد آتی ہے۔ اسکا بیان انشاء اللہ تعالےٰ اخیر مین آویگا۔ اور یہ ضمائر متصلہ منفردہ اپنے مضاف سے ایسی ملجاتی ہین کہ گویا جو ہر کلمہ مضاف بنجاتی ہین بخلاف ضمائر جمع کے کہ کبھی مفرد کی طرح اپنے اتصال اصلی پر رہتے ہین جیسے مولانا جامی کا شعر ہے **شعر** کنیزان را بہ پیش او بپا کرد ❊ بخدمت سرو بالاشان دوتا کرد **وله** ز شیرینی دہانشان در شکرخند ❊ ز لعل و زر ہمہ بر مو کمربند ❊ جنگ سکندر و فورین فردوسی رح فرماتے ہین **شعر** نوازش کنون من بافزون کنم ❊ ز دلتان غم و ترس بیرون کنم ❊ سنائی رح **شعر** از دست تو مشت بر دہانمان خوردن ❊ خوشتر کہ بدست خویشتن نان خوردن ❊ مولوی معنوی رح **شعر** آنش گوید ہر دو عالم آن تست ❊ جملہ جانہامان طفیل جان تست ❊ کبھی انکے مضاف پر علامت اضافت لے آتے ہین یعنی انکو بجائے منفصل استعمال کرتے ہین۔ مولانا جامی **شعر** میان شان چو دیده فرق اندک ❊ بعینہ ہر یکے چون آن دگر یک ❊ کبھی تنہا بلا استناد مستقلاً نائب مناب ضمیر مرفوع منفصل مستعمل ہوتے ہین۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** ز چینی بخوید کسے مردمی ❊ کہ جز صورتے نیست شان آدمی ❊ اے اوشان آدمی۔ امیر خسرو رح **شعر** دزد متاع من و با من بجوش ❊ شان بزبان آوری و من خموش ❊ اے اوشان بزبان آوری۔ غالب دہلوی **شعر** با من این خشم و کین دریغ دریغ ❊ من چنان تان چنین دریغ دریغ ❊ اے من چنان شما چنین۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔

جدول ضمائر مرفوع و مجرور منفصل

ف ضمائر متصلہ مجموع تنہا بلا استناد مستقلاً نائب مناب ضمائر منفصل کے مستعمل ہوتے ہین لیکن مولوی معنوی کے شعر (صد ہزاران دفتر اشعار بود ❊ پیش حرف امیش عار بود) مین امیش بجائے امی او باقتضائے ضرورت صنعت تجنیس ہے ۱۲ منہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
او ۔ وے	اوشان ۔ ایشان	تو	شما	من	ما

جیسے گفتٔ او یعنی گفت کے فعل ہونے کی صورت مین ضمیر مرفوع ہے ورنہ ضمیر مجرور ۔

جدول ضمائر منصوبہ منفصلہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
اورا ۔ ورا ۔ ویرا	اوشانرا ۔ ایشانرا	ترا	شمارا	مرا	مارا

جاننا چاہیئے کہ وے مرادف او ممکن ہے کہ ایک مستقل ضمیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اوٗی کا مخفف ہو اور اوٗی مین یاے تحتانی اُسی قسم کی ہے جو بعد مدّتین زائد ہوتی ہے جسکا بیان اضافت مین آئیگا فردوسی رح فرماتے ہین شعر ہر آنکس کہ از راہ یزدان بگشت ؂ ہمان عہد اوٗی وہمان باد دشت ؂ یعنے عہد او و باد دشت ہر دو برابرست ۔ ایضا در حمد سراید شعر از و شادمانی و زو مردمی ست ؂ ازویت فزونی و زویت کمی ست ؂ سعدی رح شعر چنوے خردمند فرخ نہاد ؂ ندارد جہان تا جہانست یاد ؂ اسواسطے کہ ازویت مرکب ہے از اوٗی اور تاے خطاب سے اسی طرح چنوے مخفف ہے چون اوے کا غرض اُسی اوٗے مین سے جب الف حذف کیا گیا واؤ ساکن رہگیا تو بوجہ تعذر سکون ابتدائی اُسپر حرکت فتح کی دیگیئی کیونکہ وہ اخف الحرکات ہے ۔ سعدی رح شعر بگفت انچہ دید از کرمہاے وَے ؂ شہنشہ ثنا گفت بر آل طَے ؂ اہل توران بہ نسبت او کے وَے کو زیادہ استعمال کرتے ہین اسیطرح جب ضمیر منصوب اوٗرا پر سے الف گرا دیا جاتا ہے وَرا بالفتح کہا جاتا ہے اسکو ویرا کا مخفف ماننا تعلیل در تعلیل تخفیف در تخفیف ہے رہا تُرا مین جو مخفف تورا ہے حرکت اصلی ہے نہ عارضی اور اوٗی مین جیسے الف حذف ہوکر وی رہگیا اسی اوٗی مین سے واو حذف ہوکر اِی بالکسر رہجاتا ہے لیکن الف کا ضمہ بمجاورت یاے تحتانی کسرہ سے بدلدیا گیا چنانچہ اُسکی جمع ایشان مستعمل ہے ۔ جامی قدس سرہ شعر نمیدانم کہ با ایشان چہ کین داشت ؂ کہ زیر خاکشان آسودہ نگذاشت ؂ یعنی ان دونون قسمون کے تخفیفی صیغون مین یون عدل کیا گیا کہ جس کا اول تخفیف مین آگیا ہے اُسکی عوض حالت اولی کے ساتھ جو افراد ہے وہ مختص ہو اور جسکا اخیر تخفیف مین آگیا حالت آخری کے ساتھ جو جمع ہے وہ مختص ہو یعنی اسکا نقصان جو تخفیف حرف اخیر سے ہوا ہے ادات جمع سے بھرا جاے اور اُسکا نقصان ۔

ضمیر واحد غائب وی کی تحقیق لفظی اور اسکو ضمیر جمع غائب ایشان کی تحقیق لفظی کی مہید سمجھنی چاہیے

ضمیر جمع غائب ایشان کا بیان

حرف اول کمالیت افراد سے غرض اول مین تکمیل معنوی ہوئی ہے اور ثانی مین تکمیل لفظی ہمنے
حذف واو کو حذف انیر اس لیئے قرار دیا کہ یہان یاے بعد مدہ در اصل زائد جو ہر کلمہ سے خارج ہے گو کہ
ان دونون تخفیفون مین بمنزلہ جوہر کلمہ اسکو وجوب عارض ہو گیا اور نیز اشتراک السنہ پر نظر کرین یہ
امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے جیسے عربی مین ھو اور ھی پس اُو اور اِی اُوسی ہُو وہیِ کا مبدل ہی
اور ہاے ہوز کا ہمزہ سے بدلنا معلوم ہے اسیطرح ہندی مین وہ اور یہ اوسی ہُو اور ہِی کا قلب
ہے ہان امر تانیث و تذکیر خصوصیات زبان سے ہے جو ہُو اور ہِی مین فرق ہے اور اُو اور اِی
مین اس قسم کا فرق نہین ۔ واللہ تعالے اعلم۔

ضمائر منصوبہ مفردہ مین سواے اُورا و وُیرا کے حاضر و متکلم مین صیغہاے مخففہ کا استعمال اکثر ہے
صیغہاے اصلی شاذ و نادر برتے جاتے ہین۔ سامعائی ہمدانی کا شعر ہے **شعر** بسکہ عادت دل من را
بمروت باشد ٭ نگزم گر ہمہ انگشت ندامت باشد ٭ آگاہ ہو جائین کہ ضمائر منفصلہ غائبہ بحسب اصل
ذوی العقول کی ضمیرین ہین۔ لیکن بعض وقت اُنکو غیر ذوی العقول کے لیئے استعارہ کر لیتے ہین
نظامی رح کا شعر ہے **شعر** مپ کو مرا رہ بمنزل برد ٭ ہمہ دل بر بند او غم دل برد ٭ لیکن میرے نزدیک
اس تخصیص کی کوئی وجہ نہین اساتذہ اہل زبان سے دونون موقعون پر ضمائر منفصلہ کا استعمال بکثرت
ثابت ہے معہذا قیاس بھی اسکو مقتضی ہے اسی طرح ضمائر جمع بھی نظامی رح **شعر** مہندس بسے جوید
از راز شان ٭ نداند کہ چون کردی آغاز شان ٭ مگر جب اُنپر کوئی رابط وغیرہ آجاتا ہے تو اُسکے اتصال
کی وجہ سے ضمائر متصلہ غیر مستقلہ کے مشابہ ہو جاتی ہین پس اُن متصل ضمیرون کی طرح ذوی العقول
و غیر ذوی العقول ہر دو مین بالاتفاق انکا استعمال جائز رکھتے ہین۔ سعدی رح **شعر** بتر سد خردمند
ازین بحر خون ٭ کز وکس نبر دست کشتی برون ٭ **ولہ** چو خرما بشیرینی اندودہ پوست ٭ چو بازش کنی
استخوانے درو ست ٭ مثال وسے کی **ولہ** در خرمی بر سراے بہ بند ٭ کہ بانگ زن از وے بر آید بلند ٭
واضح ہو کہ ضمائر خواہ متصلہ ہون یا منفصلہ اُن مواضع مین مستعمل ہوتے ہین کہ جہان زبان اردو مین
لفظ اپنا بولا جاتا ہے یہ اپنے محاورہ اور خصوصیت زبان کی بات ہے اون کو بمعنی خود کہنا
مین پسند نہین کرتا اس بطرح یہ کہ ضمائر متصلہ کو مخصوص کرتے ہین یہ خلاف تفحص ہے ظہوری **شعر**
نہد خور ہر طرف دامے ز تارش ٭ کز ان رو پر توی گرد د شکارش ٭ سعدی رح **شعر** ترا کے میسر شود این مقام ٭

کہ با دوستانت خلاف ست وجنگ ٭ سعدی رح **شعر** چو من نام مردم بزشتی برم ٭ نگویم بجز غیبت مادرم ٭
اسی معنی مین ضمائر منفصلہ بھی مستعمل ہوجاتی ہین ۔ نظامی فرماتے ہین **شعر** چو خاقان خبر یافت از کار او ٭
کہ آمد سکندر بہ پیکار او ٭ **ولہ** بدانست مانی کہ در راہ او ٭ بدان حوضۂ چینیان چاہ او ٭ خسرو علیہ الرحمہ
فرماتے ہین **شعر** چشم تو از عیب تو دیدن تہی ست ٭ از دگرے پرس کہ عیب تو چیست ٭ نظامی رح **شعر**
چنان گرم کن عزم را یم بتو ٭ کہ خرم دل آیم چو آیم بتو ٭ فردوسی رح بہرام کی بہن سے خاقان کی منگنی
کرنے کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** بہ از من ندیدم ترا کتخداے ٭ بیاراے این پردۂ مادر لے ٭
غرض اس معنی مین تخصیص ضمائر متصلہ کی بجا نہین کبھی بحکم ضرورت ضمائر منفصلہ پر ضمائر متصلہ لاتے ہین
مولوی معنوی قدس سرہ العزیز کا ارشاد ہے **شعر** گفت پیغمبر صباحے زید را ٭ کیف اصبحت اے
رفیق باصفا ٭ گفت عبدا مومنا باز اوش گفت ٭ کو نشان از باغ ایمان گر شگفت ٭ **ولہ** او گریزان و آنا
اندر پیش ٭ میدود چون بید ویرانی و یش ٭ **ولہ** روغن اندر دوغ پنہان میشود ٭ ہر چہ مے سازی
تو اش آن میشود ٭ **ولہ** کہ اگر حق ست او پیداش کن ٭ ورنباشد حق زبون ماش کن ٭ **ولہ** دیدۂ
عقلت بد و بیرون جہد ٭ طعن اوت اندر کف طاعون نہد ٭ سعدی رح **شعر** اگر یکہ شخصے سنت حقیر نمود ٭
تا درشتی ہنر نہ پنداری ٭ اور بعض مواضع مین لفظ خود پر ضمائر متصلہ بنظر تاکید مزید لاحق کرتے
ہین جیسے نظامی رح کا شعر ہے **شعر** سخن بر بدیہہ نباید صواب ٭ بوقت خودش دادہ باید جواب ٭
اسکا بیان بحث حرف مین آویگا ۔ انشاء اللہ تعالے شانہ ٭
ضمائر پر خواہ وہ متصلہ ہون یا منفصلہ الف زائد بھی لاتے ہین فردوسی رح بیژن کے بحیثیت مجرمانہ
افراسیاب کے روبرو ہونے کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** نہ بینی کہ این بدکنش ریمنا ٭ فزونی
سگالد ہمی بر منا ٭ اے برمن **ولہ** من از بادشاہیت آبادما ٭ بزرگان فرخندہ بنیاد ما ٭
اے آبادم اور ضمیر جمع متکلم درصورت مضاف الیہ زائد بھی لائی جاتی ہے ۔ فخر المتاخرین علی حزین
کا شعر ہے **شعر** صف مژگان تو گر سایہ بدریا فگند ٭ خار قلاب شود در بدن ماہی ما ٭ ای در بدن ماہی ۔
چوتھا **موصول** یہ وہ اسم ہے کہ اُسکے ساتھ جب تک کوئی جملہ وصل نپاے جس مین ایک ضمیر
اُسی موصول کیطرف راجع ہو کسی مرکب کا کامل جزو نہین بن سکتا یعنی فقط موصول کو نہ تو مبتدا
کہہ سکتے ہین نہ خبر نہ فاعل نہ مفعول نہ مضاف الیہ وغیرہ اور اُس جملہ کو جو اس اسم موصول کے ساتھ

ضمائر منفصلہ پر ضمائر متصلہ کا لانا بلا فصل جائز ہے ٭

لفظ خود پر ضمائر متصلہ کا بنظر تاکید لاحق ہونا

ضمائر پر الف زائد کا لاحق ہونا

بیان اسمای موصولہ

ملا ہوا ہے صلہ اور اُسکے اندر کی ضمیر کو جو اسم موصول کی جانب پھرتی ہے اور اس جملہ کا تعلق اُس اسم کے ساتھ پیدا کرتی ہے عائد اور رابط کہتے ہین۔ اسماے موصولہ کہ و چہ جیسے عربی مین مَنْ و ما سعدی رہ کا شعر ہے **شعر** اے کہ پنجاہ رفت و در خوابی ۞ مگر این پنج روز دریابی **ولہ** ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ۞ رفت و منزل بدیگرے پرداخت ۞ یہ بھی یاد رہے کہ آمد و ساخت پہلے مصرع مین مرکب فعل ہین لیکن انکے بیچ مین فاصلہ مفعول بہ کا واقع ہوگیا ہے اور انکے درمیان سے ایک حرف وصل کہیئے یا عاطفہ محذوف ہے اور وہ واو ہے یا ہاے مختفی اسیواسطے اصل اسکی ہر کہ آمد و ساخت یا ہر کہ آمدہ ساخت عمارت نو را ہے اسکی نظائر بہت سی ہین نظامی رحمہ اللہ تعالے معراج مین فرماتے ہین **شعر** تن او کہ صافی تر از جان ماست ۞ اگر شد بیک لحظہ آمد رواست ۞ اے بیک لحظہ شد و آمد یا شدہ آمد یہان فاصلہ ظرف کا ہے **ولہ** درفشان یکے تیغ چون چشم گور ۞ پلارک در و رفتہ چون پاے مور ۞ بر آہیخت آمد بران تند شیر ۞ نشاید شدن سوے شیران دلیر ۞ لیکن واو اور ہاے مختفی کے موضع استعمال مین فرق ہے درصورت واو دونون فعلون مین مطابقت شرط ہے یعنی اگر اول ماضی ہے دوسرا بھی ماضی مضارع ہے مضارع واحد ہے واحد جمع ہے دوسرا بھی جمع چاہیئے اسی طرح غیبت و خطاب و تکلم مین باہم موافق ہونے ضرور ہین اور ہاے مختفی اس قید مطابقت سے پاک ہے لیکن فعل ملحق بہ ہا کا ماضی ہونا اور فعل ثانی کے اول پر تفریع شرط ہے پس ان مین نسبت عموم من وجہ کی متحقق ہوگی ملا ضمیری کا شعر ہے **شعر** سینہ واکردہ بگلشن چو خرامان گزرد ۞ بلبل از جان گزرد گل زگریبان گزرد ۞ جیسے زید نزد من آمدہ نشست یعنی بیٹھنا آنے پر متفرع ہے اور اس قسم کے ترکیبی فعلونکے فاعلونکا اتحاد واجب ہے اگر فاعل مغائر ہونگے ترکیب باقی نرہے گی۔ اس قسم کی تقدیر اُردو مین بھی مع الفاصل و غیر فاصل دونون طرح مستعمل ہے جیسے کہتے ہین کھا چکا لے بھاگا لا دیا آ لگا یا یہ سب بلا فاصل کی مثالین ہین اور مع الفاصل نسیم لکھنوی کا شعر ہے **شعر** وہ آئی تو غافل اُسکو پایا ۞ آغوش مین آ گلے لگایا ۞ آمدم برسر مطلب ہر کا لفظ عموم افراد کے لیئے۔ وہ مضاف ہے جانب کہ موصولہ۔ آمد معطوف علیہ۔ عمارت نو ساخت کا مفعول بہ۔ ساخت معطوف بتقدیر حرف عطف معطوف اور معطوف علیہ ملکر صلہ۔ اور دونون فعلون مین جو ضمیر فاعلی مستتر ہے عائد و رابط۔ اور صلہ معہ موصول مضاف الیہ ہر کا اور مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدا۔ رفت فعل لازم۔ اُس مین ضمیر فاعلی

حرف وصل یا عاطفہ یعنی واو اور ہاے مختفی کو یا بہی حرف امتیازی بہی

عاطفہ کا مقدر رکھنا اُردو مین بھی مروج ہے اور عاطفہ اور واصل کے ساتھ بھی جیسے لا کر دیا جا کر لیا وغیرہ [illegible]

مستتر جانب مبتدا راجع وہ ذو الحال۔ واو حالیہ۔ منزل پرداخت کا مفعول بہ۔ بدیگرے متعلق پرداخت
اور پرداخت فعل متعدی اسکی ضمیر بھی جانب مبتدا راجع۔ اور پرداخت مع فاعل اور مفعول اور متعلق کے
ملکر حال۔ اور حال مع ذو الحال کے فاعل رفت کا۔ رفت مع اپنے فاعل کے خبر۔ اور مبتدا خبر کے
ساتھ ملکر جملۂ اسمیہ۔ پس ان معنون کی تقدیر پر جو بظاہر لفظ آمد زائد لایا گیا ہے ازروے لطائف بلاغت
فاعل کے تردد وسعی ومحنت کشی پر شعر ہے جیسے یہی نکتہ لفظ آورد کی زیادتی سے ناصر علی علیہ الرحمہ کے
شعر مین ملحوظ ہے **شعر** خیال بیکسی من وفا بیادش داد ٭ بجاے شمع دل آورد و بر مزارم سوخت ٭
ورنہ ہر کہ عمارت نو ساخت اور دل بر مزارم سوخت۔ اداے مطلب کو کافی تھا۔ ایک اور طرح
بھی اس جملہ کی ترکیب کر سکتے ہین۔ ہر کہ آمد موصول صلہ اور مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدا۔ عمارت
نو ساخت خبر۔ اور رفت و منزل الخ بدستور مذکور خبر بعد خبر۔ ایک اور طرح بھی ترکیب اس جملہ
کی ہو سکتی ہے۔ ہر کہ موصول متضمن معنے شرط۔ عمارت نو ساخت و رفت و منزل الخ معطوف ومعطوف علیہ
اسکی جزا۔ بعض میانجیون کا اس شعر پر اعتراض ہے کہ "بہت سے بچے پیدا ہوتے ہین مرجاتے
ہین پس عمارت نو ساخت کا مفاد بخوبی سمجھ مین نہین آتا" اس قسم کے اعتراض قابل التفات نہین
عمارت نو ساختن بمعنی نو آباد کرنا مراد اس آبادانی سے دنیا مین وجود نو کا پانا ہے۔ یعنی جو کوئی
دنیا مین آیا اپنے قدوم سے اس مین ایک نئی آبادی لایا جب وہ مرگیا اس منزل کو جو دنیا ہی اوروں کے
لیئے خالی کر دیا۔ ان معنون کی روسے لفظ ہر کی عمومیت پورے طور سے ثابت رہ سکتی ہے کیا
حیوان کیا نبات کیا جماد وغیرہ وغیرہ۔ ہان کہ موصولہ جو ذو العقول کے لیئے موضوع ہے تغلیباً
لشرافۃ العاقل بولا گیا اور یہ تکلف فقط ہر کی عمومیت سنبھالنے کی خاطر کیا گیا اور جو معنی ہم پہلے
بیان کر آئے ہین اُس مین کوئی تکلف نہین معہذا اگر لفظ ہر کا اندیشہ تھا تو اُسکو عمومیت حقیقیہ کے
لیئے لینا کیا ضرور ہے بلکہ عمومیت عرفیہ مراد ہو سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب اور بہت جاے عمومیت
حقیقیہ کے لیئے بھی آتا ہے فردوسی علیہ الرحمۃ جنگ رستم وخاقان مین زمزمہ سنج ہین **شعر**
جہان را بلندی و پستی توئی ٭ ندانم چہ ہر چہ ہستی توئی ٭ یہ بات بعض مورخین کے نزدیک
مشہور ہے کہ فردوسیؒ کا یہ شعر مقبول بارگاہ صمدیت ہوا جو موجب اُنکی نجات کا ہوا لیکن بنظر انصاف
دیکھا جاے نظامی علیہ الرحمۃ کا شعر ۵ پناہ بلندی و پستی توئی ٭ ہمہ نیستند ہر چہ ہستی توئی ٭

مین کس غضب کی بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہے چونکہ یہ شعر اپنے ماقبل و مابعد سے مربوط ہے
بغیر تشریح اشعار ماقبل و مابعد لطف حاصل نہوگا۔ مختصر عرض کرتا ہون ۵ خدایا جہان پادشائی تراست
زما خدمت آید خدائی تراست * خدایا صیغہ فاعل ترکیبی کا ہے ازروے لفظ مرکب ہے خود اور آ سے
جو امر ہے آمدن کا چونکہ کثرت استعمال تخفیف کو مقتضی ہے واو حذف ہوگیا اور یہ قاعدہ ہے کہ الف
اور واو مدہ کے بعد خاصکر افعال مین یاے تحتانی جوازاً بڑہا دیا کرتے ہین اور ترکیب کے وقت
تحمل حرکت کے لیئے وجوباً جیسے آی وگوی اور آو گو اور آید و گوید اور یہان بھی بوجہ ترکیب حرف ندا
زیادتی وجوبی ہے اور اسکے جزو ثانی صیغہ امر کی فعلیت سے حدوث کا شبہ محض وہم ہے۔ قابل
التفات نہین معہذا جب تک کہ اُسکے فعلیت کا لحاظ بلکہ لحاظ اُسکی ترکیب سے اُٹھا کر شے واحد نکردیا
جاے معنی فاعلیت ترکیبی کے پیدا نہین ہوتے اسیواسطے یہ ترکیبی صیغے صفات کے ساوی
سمجھے جاتے ہین اور اسماء صفات مین کوئی حدوث کا قائل نہین ورنہ واجب بھی اسم صفت ہے
واللہ تعالے اعلم بالصواب اور ندا کے لیئے فارسی مین ای بالکسر کثیر الاستعمال ہے تو ماسوا اور
حروف ندائیہ کے الف کا اختیار کرنا حدیث شریف کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فھو اقطع
کی امتثال مین جھپٹنا ہے اسواسطے کہ جو لفظ پہلے زبان سے نکلے وہ نام خداوند عظم شانہ نکلے بخلاف
اور حروف ندائیہ کے کہ اُن مین بوجہ تقاضاے صدارت یہ بات ممکن نہ تھی معہذا چونکہ شیطان
انسان کا عدو مبین ہے ہر طرح سے اُسکے اہلاک اور نجات کی راہ زنی کے درپے ہے تو سواے
اسکے کہ اُس خداوند غالب و قاہر جلّ و علاؔ کے حریم حمایت و حماے حضور مین ہو کر پناہ گزین ہون
دشمن سے امن پانے کی کوئی صورت نظر نہین آتی تو پہلے ہی بصیغۂ حاضر افتتاح کلام کیا اور
دعواے جہان بادشاہی کو بلباس خطاب جو جواب ندا ہے بیان کیا اور یہ مصداق تعوذ ہے
سبحان اللہ العظیم کس بلاغت سے ان ہر دو مضمون تعوذ و تسمیہ کو ایک عبارت مین بیان فرمایا۔ جہان
بالفتح بمعنے عالم و روزگار تحقیق اسکی صفت شبہ کے بیان مین آویگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پادشائی
بقاعدۂ تبدیل پادشاہی سے پادشائی کرلیا یا بقاعدہ حذف گیا و گیاہ گواہ و گوا جیسے سعدی رح شعر
پسران وزیر ناقص عقل * بگدائی بروستا رفتند * روستازادگان دانشمند * بوزیری پادشا رفتند *
فردوسی رح شعر چو دستور باشد مرا بادشا * ازیشان سوارے نمانم بجا۔ بعد حذف ہا وقت الحاق

[illegible]

ع واضح ہو کہ لفظ خدا کا استعمال باعتبار مفہوم ترکیبی بمعنے واجب الوجود مین حقیقی ہے جیسے نظامی رح کے اس شعر مین اور صاحب و حاکم کے معنی مین اسکا استعمال مجازی ہے اسی وجہ سے اس معنی ثانی مین بلا اضافت نہین لایا جاتا فردوسی رح شعر ابر دون بخت سہراب ... کابل خداے و پسرے خیبر ... زابل خداے و ... منتخب ۱۲ منہ

ف مگر بعض مواضع مین بحکم ضرورت بغیر یاے کے مستعمل ہوتا ہے جیسے پاش و روت بجاے پایش و رویت اور چہار بجاے چہارے بار ہماری تحقیق کے منافی نہین ۱۲ منہ

ف امیر خسرو رح شعر پادشاہان گرچہ روائی دہد سعی کا ہر بیت گدائی دہد ۱۲ منہ

یاے مصدری تحمل حرکت کے لیئے ہمزہ بڑہا دیا غرض یہ جملہ جہان پادشائی تراست دعوی ہے اور
لفظ تراست مین رابجاے لام جارہ کے تخصیص کا کلمہ ہے اب اس دعوی پر دلیل لاتے ہین چنانچہ
اخیر مین خود فرمایا ہے۔ چو شد حجتت بر خدائی درست ؛ زما جار مجرور متعلق آید کے اور تقدم ظرف کا
اپنے متعلق پر مفید حصر۔ آید فعل ناقص بمعنے ہونے کے یا فعل تام بمعنے مشہور۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ
"اس موقع مین اظہار خدمت جو عین عبادت ہے بیجا ہے معہذا علت یعنی اثبات دعواے جہان پادشائی
مین اسکو کیا دخل اور زما سے اکثر اپنے بنی نوع مراد ہوتے ہین کسلیئے کہ وہ قریب ہین تو حصر خدمت
یعنی عبادت در نوع انسان کب روا ہے جب ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون آیا ہی اگر شرکاے
جنس عالی مراد ہین تو بیشک کل مخلوقات کی خدمتگزاری ظاہر ہوگئی لیکن فقط سب مخلوق کی
خدمتگزاری دلیل بادشاہت نہین ہوتی" جواب ان باتو نکا یہ ہے کہ جب انسان سب سے اشرف ہوکر
خدمتگزار ہوا تو جمیع مخلوق اسکے ضمن مین تبعًا و قہرًا آگئی اور زما کا تقدم مقتضی حصر ہے اور حصر مطلق
یعنے حصر کلی وہی ہے جو لزوم مساوی کے درجہ مین ہو جیسے ہم خدمت کے ساتھ مقصور ہین ویسے
ہی خدمت ہمارے ساتھ مقصور ہے تو خلاصہ اس لزوم کا یہ نکلیگا کہ عبودیت ہمارا حصہ ہے اور
ہم عبودیت ہی کے لیئے ہین تو ظہور عبادت فعلی و قہری کا ہم مخلوقات ہی سے ہوگا۔ مولوی معنوی رح
شعر تاج ازان اوست و آن ما کمر ؛ واے او کز حد خود دارد گزر ؛ پس ظاہر ہے یہان مقصود اظہار
عبادت نہین بلکہ اظہار عبودیت ہے اور نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگرچہ یہ جملہ مستقل دلیل نہین لیکن
اس سے بالکل الگ خارج بھی نہین غرض یہان تک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ شرکاے جنس عالی یعنی مخلوقات
مین سے کوئی لایق پادشاہت و حکمرانی نہین۔ حکمرانی اور پادشاہت کے لایق ایسی ذات چاہیئے
کہ کسی کے احسان و منت کا وہ مرہون نہو سو سب سے پہلے اور سب احسانون کا کشکول اعطاے
وجود ہے اسواسطے کہ کل احسانات معادی اور معاشی اسیکے وسیلہ سے ہین تو بیشک وہی پادشاہ ہی
جو خود آیندہ[ع] ہے اپنے وجود باجود مین وہ کسیکا محتاج نہین لیکن اس ثبوت کو فقط خدائی تراست
پر اکتفا نکیا بلکہ اپنی خدمت کو بھی ساتھ لیا بلکہ مقدم اسیکو کیا کسواسطے کہ حکمرانی اور پادشاہت جانب
محکوم توجہ قوی رکھتی ہے اور دوسرا یہ کہ معرفت کی تجلیات مین جب سالک داخل ہوتا ہے تو آپکو
ان تجلیو نکے الوان مین ملون پاتا ہے جیسے رنگین آئنون کی قندیل کا عکس بحسب رنگ آئینہ ہوتا ہے

ع اس لفظ کا خود اور آینده سے مرکب ہونا اور اس سے اس معنی ترکیبی کا استفادہ کلام اساتذہ سے مستفاد ہوتا ہے حکیم شرف الدین شفائی کہتے ہیں شعر آمدہ نے در بہیچ کس وصف خود ہے تو جہاں ستہ و بس ؛ سکہ خود آیندہ الی سترست ؛ یکہ خود آیندہ ہین یکہ خداست ؛ نیز خود آیندہ کے معنی آمدہ ہین سے روایت ؛ منہ

یعنی جس شئے پر وہ عکس پڑیگا وہ بھی اسی رنگ مین نظر آویگا پس اپنی غفلت اور قصور ادراک سے
یقین کر بیٹھتا ہے کہ یہ اُسکا اصلی رنگ ہے یہ حال ارباب سلوک پر مشاہد ہے چنانچہ حضرت منصور
قدس سرہ کا انا الحق کہنا اسی قبیل سے ہے تو پہلے ہی اپنی غلامی کی سند حاصل کر لی تا ہر وقت
پیش نظر رہے لیکن اُس خداوند جل وعلا شانہ کا خود موجود ہونا اور وہ نکے وجود بخشش کو مستلزم نہین
تھا تو فرماتے ہین ع پناہ بلندی و پستی توئی * ہمہ نیستند ہر چہ ہستی توئی * پناہ سے یہان
مابہ القیام مراد ہے یعنی مابہ القیام پستی و بلندی تو ہی ہے کیا معنی کہ قیام پستی و بلندی کا تجھی سے
ہے اور بلندی و پستی سے وصف کلی مراد ہے اور وصف کلی سے اُنکے جمیع موصوفات مراد
ہوتے ہین یا یہ کہ دو متضاد کو ذکر کرکے جمیع افراد مراد لیتے ہین ۔ غرض ہر ایک کا مابہ القیام وہی ذات
پاک ہے اُسکا کوئی مابہ القیام نہین وہ خود بخود ہے کہ خدا ہے ۔ اور پناہ کے ظرف کو حذف کر دیا یعنی
کس امر مین وہ پناہ ہے نہین بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ ہر شے کے لیئے ہر امر وجود و بقا وغیرہما مین
وہی پناہ ہے یعنی ہر شئے کا ہر امر مین وہی مابہ القیام اور محتاج الیہ حقیقی ہے تو خود بخود آنیوالا بھی وہی
ہوگا اور سب اُسکے وجود باجود سے مستفیض ورنہ محتاج ہوگا نہ محتاج الیہ حقیقی پس جب ہر شئے ہر امر مین
اس درجہ کو اُسکی محتاج ہوئی تو پھر اُسکو ہست ہی کیا کہئیے حقیقت مین وہی ہست ہے تمام اُسکے
آگے نیست ہین اب ہمہ اوست کہئیے یا ہمہ از وست سب درست ہے یہ جادہ نہایت اسلم ہے بڑی
بات اسمین یہی ہے کہ اختلاف فریقین سے مبرا بدرجہ اتم ہے اور عموم افراد کے لیئے تخصیص بلندی
و پستی کی محض برعایت ہر دو مقام معبودیت و عبدیت یعنی خدائی و خدمت ادائی سابق الذکر ہے اور
ہستی ایک صیغہ نہین بلکہ ہست سے اور اُس یا سے مرکب ہے جو بجائے فعل ناقص مخاطب کے
مستعمل ہوتا ہے یعنی موجود ستی ۔ ممکن ہے کہ ہستی حاصل مصدر بمعنی وجود مبتدا ہو اور خبر اسکی محذوف
یعنی ہستی ست اور مبتدا خبر کے ساتھ ملکر صلہ موصول کا اور موصول و صلہ ملکر ہر دو تقدیر پر مبتدا
اور توئی اسکی خبر ہان اتنا شبہ باقی رہیگا کہ تقدیر اول پر صلہ اور خبر کے دونون عائد خطابی ہین
اور موصول غائب ہے تقدیر ثانی مین عائد خبر خطابی ہے اسکی نظائر بہت سی ہین ۔ اس قسم کے
طالب العلمانہ شبہات سے جو اُنکے زمانہ مین ہوئے "یاران شعر مرا در مدرسہ کہ برد" فرمایا لیکن اس
ثانی تقدیر پر ثبوت مطلب بطریق مذہب حکما ہوگا کیا معنی کہ یہ لوگ وجود باریتعالی کو عین ذات مانتے ہین

یعنی وہ جو عین وجود ہے تو ہی ہے چونکہ ثبوت مدعا الفاظ شعر سابق سے بصراحت نہ تھا تولف ونشر
معکوس کیطرح پہلے عموم تضادی کو اور پھر مفاد لفظ پناہ کو بصراحت بیان فرماتے ہین تاطبائع وقت پسند
وسہل طلب ہر دو لطف اندوز ہون ۔ ۵ ہمہ آفریدی زبالا وپست ؛ توئی آفرینندۂ ہر چہ ہست ؛ -
آفریدن کسی شئے کو عدم سے وجود مین لانیکا نام ہے پناہ کی تحقیق مین معلوم ہوچکا کہ ہر شے کا مابہ القیام
وہی ہے تو وجود وبقاکی پناہ بھی اسی سے ہے اور جو مابہ القیام وجود شے کا ہوگا وہی خالق شے ہوگا
تو اسکو ہمہ آفریدی کہنا درست ہوا لیکن فقط وجود کی پناہ پر کفایت کرنا اس وجہ سے ہے کہ خلق شئے اس
شئے کے اور حالات سے اقدم اور اصل اعظم ہے ۔ ز بالا وپست سے ہمہ کے بیان ڈالنے مین اسی
عموم تضادی پر تنبیہ ہے اور اس بات پر بھی متنبہ کرتے ہین کہ جیسے وہ اوصاف کو پیدا کرتا ہے انکے
موصوفات کو بھی پیدا کرتا ہے تو اسکو توئی آفرینندۂ ہر چہ ہست کہنا درست ہوا غرض نتیجہ یہ نکلا کہ اعراض
وجواہر سب کا جن جن پر ہست کا اطلاق آتا ہے تو ہی آفرینندہ ہے پس توئی آفرینندۂ ہر چہ ہست
خدائی تراست کے مساوی ہے اور ز بالا وپست مین زا کو ابتدائیہ بھی کہہ سکتے ہین اس صورت مین
ہمہ کی عمومیت بقرینۂ ز بالا وپست مقصر ماسوائے بالا وپست مین رہیگی اور بالا وپست سے آبائے
علوی وامہات سفلی مراد ہونگے اور ہمہ آفریدی سے تخلیق موالید ثلثہ کا ذکر ہوگا لیکن پھر کلام آفرینش
ابوین وعالم مجردات ومرکبات ناقصہ مین رہیگا کہ انکا آفرینندہ کون ہے سو کہدیا توئی آفرینندۂ ہر چہ
ہست اور یہ دلیل فقط زبانی جمع خرچ اور معقولی ڈھکوسلے نہ سمجھے جائین سو برعایت اسی بالا وپست
کے مشاہدات سے تمثیلاً ثابت کرتے ہین ۔ ۵ توئی برترین دانش آموزناک ؛ ز دانش قلم رانده
برلوح خاک ؛ برترین صیغہ تفضیل صفت دانش کی آموزناک مین لفظ ناک نسبت فاعلی کے لئے
بمعنی آموزگار لیکن محقق استاد یہ ہے کہ یہ کلمہ مبالغۂ فاعلیت کے لئے آتا ہے جیسے زار وستان
مبالغۂ ظرف کے لئے آتے ہین یعنی بہت دانش سکھلانیوالا ز دانش یا تو یون کہئے کہ بیان قلم ہے
یا بیان قلم راندن جو ضمن مین قلم رانده کے ہے ۔ دانش حاصل مصدر دانستن بمعنی علم بقرینہ آموز اور یہ
اشارہ ہے بجانب ارشاد خداوند جل وعلا شانہ عَلَّمَ آدَمَ الآیہ جو باعث برتری وتفوق بر ملک تھا
پس لفظ برترین کا پایا تو اسواسطے بیان کیا گیا کہ جو علم باعث برتری ہو وہ خود برتر ہے ۔ برترین مین
یا ونون مبالغۂ صفت کے لئے یعنی اس علم کا مادہ اور اصل برتری ہے جس سے وہ علم ہمہ تن

برتری ہوگیا اور پھر یہ برتری رتبہ کیفیت مین ہوگی جیسے ظاہر ہے یا کمیت وتعداد مین یا کیفیت
وکمیت ہردو مین یعنی اورون کو چند چیزون کا علم دیا گیا تھا اور حضرت آدم علےٰ نبینا وعلیہ السلام
کو بہت سی چیزون کا اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے قبل اسکے جاہل محض نہ تھے ورنہ قبل از
خلقت حضرت آدم علیہ السلام خطاب آلہی سے کیونکر شرفیاب ہوتے معلوم ہوا کہ علم تھا مگر جیسا اور
جتنا کہ حضرت آدم علےٰ نبینا وعلیہ السلام کو علم حقائق ومعرفت ذوات وخواص واسماے اشیاء
واصول علم وقوانین صناعات وکیفیت آلات القا کیا گیا تھا نتھا کیا معنی کہ منظور انکو اپنا خلیفہ بنانا تھا
تو ہر چیز کی معرفت وعلم دیا گیا تا کار خلافت سرانجام پاوے بلکہ تعالےٰ شانہ نے اپنے دست قدرت
سے اُس کالبد خاکی کے ایسے قواے متبائنہ واجزاے مختلفہ رکھے کہ جو مستعد الادراک معقولات
ومحسوسات ومتخیلات وموہومات کا ہوا یہان تک کہ ہنوز روح پائین بدن مین نہین پہونچی تھی
کہ بمجرد عطسہ شکر آلہی مین الحمد للہ فرمایا اور علم آموزی سے علم آموزی حضرت آدم علےٰ نبینا وعلیہ السلام
لینا بقرینۂ لوح خاک ہے غرض مولانا نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہین تو ہی حضرت آدم علیہ السلام کا آموزگار
علم عالی ہے اور تو نے ہی لوح خاک پر حرف علم کے لکھے اس سے وہی اجزا وقوی متبائنہ
ومختلفۂ مستعدۃ الادراک مراد ہین یا یہ کہ علم آموزی ولوح خاک مین تخصیص حضرت آدم علیہ السلام
کی نکرین بلکہ بوسیلہ آپ ہی کے مطلق ذات انسان کے لیئے یہ حکم ثابت کردین۔ واللہ تعالےٰ اعلم
بالصواب غرض اُس ذات پاک کے خود بخود ہونے پر جو جزو دلیل خدائی تراست کا مفاد ہے
حجت پوری ہوگئی تو دلیل پوری ہوگئی پس دعوی اُسی کے ساتھ پادشاہی جہان کے اختصاص
کا ثابت ہوگیا تو کہتے ہین ؎ چو شد حجت بر خدائی درست ❊ خرد داد بر تو گواہی نخست ❊ یعنی
جب حجت تیری خدائی پر پوری ہوگئی تو عقل نے تسلیم کرلیا پہلے تیری گواہی دی کہ بیشک
پادشاہی جہان تجھی کو سزاوار ہے۔ تخصیص خرد اسواسطے کہ وہ مدرک کلیات وجزئیات ہے
تطبیق دلیل وتصدیق دعوی اُسیکا منصب ہے گواہی صفات وذات خداوندی کی عین ایمان
ہے موجب سعادت دوجہان ہے اور یہ دولت سرمدی جسکو حاصل ہو وہ بےشک قابل شاباش
وآفرین ہے دوسرا ساتھ ہی اسکے یہ شبہ گزرتا ہے کہ خرد کوئی خود بخود اور مستقل مستعد بنفسہ
شئے ہے جو دلائل وحجج پر نظر کرکے اُسکی گواہی دینے کی قابلیت اپنے آپ رکھتی ہے کیا ضرور ہے

کہ وہ قابلیت بھی عطا کردہٴ لم یزلی ہو تو کس خوبی سے دونون مضمون کو ایک عبارت مین ادا کرتے
ہین ٥ خرد را تو روشن بصر کردہٴ ٭ چراغ ہدایت تو برکردہٴ ٭ یعنی ایک تو خرد کی مدح روشن بصر
کے ساتھ۔ دوسرا روشن کنندہ بصرِ خرد اُسی خداوند پاک کا ہونا۔ را۔ یا تو اضافی یا مفعولی درصورت
اولی بصر مضاف خرد مضاف الیہ۔ مضاف مع مضاف الیہ مفعول اول کردہٴ اور جب کہ خرد کو قابل
مدح پایا اُسپر توجہ تام کی صدر نشین بیت اُسکو بنایا لیکن فقط روشنی بصر کوئی کام نہین دیتی۔
جب تک چراغ ہدایت کی روشنی آگے نہو بڑے بڑے حکیم شہادت سے محروم مرگئے گمراہی
کی اندھیری مین سفہا سے بدتر گزر گئے۔ چراغ ہدایت باضافت بیانیہ ہدایت کے ہر دو معنی
مشہور یعنی راہِ مطلوب نمودن یا بمطلوب رسانیدن یہان ممکن۔ برکردن بمعنی بلند کرنے کے
مجازاً اُسکو مطلق روشن کرنا کہدیتے ہین اسواسطے کہ جو چیز جسقدر بلندی پر روشن ہوگی
اُسیقدر دور دور تک پرتو افگن ہوگی اِسی واسطے بجلی کی چمک تمام عالم پر نہین ہوتی ستارون
کی دمک بشرط محاذات تمام عالم پر ہوتی ہے یعنی چراغ راہ نمائی کو تونے ہی اوپر سُلگا دیا کہ
مثل آفتاب کے عالمتاب ہے چاہے کوئی شپر چشم اُسکو نہ دیکھے اب یہ معنی ہوئے کہ خرد کو تونے
روشنی بصر دی اور چراغ راہ نمائی بھی آگے کر دیا تو وہ راہ یاب ہوئی ۔۔ یا بر بمعنی نزدیک بتقدیر مضاف الیہ
یعنی برش کردہٴ یا براو کردہٴ۔ یا برکردن بغیر تاویل مطابقۃً روشن کرنے اور چراغ سُلگانے کے معنی جسکا
ترجمہ مطابقی ہندی مین بالنا ہے۔ چنانچہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ چراغ کی پہیلی مین فرماتے ہین ٥
جب بالا تھا سب کو بھایا ٭ جب بڑا ہوا کام نہ آیا ٭۔ غرض قطع نظر نکات معنویہ و بلاغت ادبیہ کے
شہادت توحید مین جو عین ایمانی اعتقاد ہے حکم تیقنی ضروری ہے ایسے موقع مین نداىٔم چہٴ
بمقابلہٴ ہمہ ہستند جیسا کچھ ہے وہ ظاہر ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی شَانُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ٥
جاننا چاہیئے کہ لفظ ہر کو موصولیت مین کچھ دخل نہین محض تعمیم کے لیئے آتا ہے یہ بات شیخ شیرازی کی
شعر سے صاف ظاہر ہے **شعر** دگر کشور آباد بیند بخواب ٭ کہ دارد دل اہل کشور خراب ٭ **ولہ**
حرامش بود نعمتِ پادشاہ ٭ کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ ٭ اور جس موصول پر کہ ہر داخل ہوتا ہے
اُسکے عائد کا مفرد اور جمع لانا دونون جائز ہے۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** ہمہ آفریدی
زبالا و پست ٭ توئی آفرینندہٴ ہرچہ ہست ٭ **ولہ** اے کارکشائے ہرچہ ہستند ٭ نام تو کلید ہرچہ بستند ٭

یعنی جملۂ موصول پر لفظ ہر آتا ہے تو صلہ ہونے عائد کا مفرد و مجموع لانا جائز ہے

عائد کے صیغۂ جمع ہونے سے لفظ ہر کو کل مجموعی نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ یہ صیغۂ جمع کا خود افرادی ہے
اور جمع افرادی مین ہر ہر فرد جدا جدا مراد ہوتا ہے۔ بعض وقت یہ لفظ ہر محض تنکیر کا فائدہ دیتا ہے فردوسی رح
جنگ افراسیاب و کیخسرو کے بیان مین پشنگ کی ستایش کرتے ہین شعر[۴۴۸] بلشکر چنو نامدارے نبود ٭
بہر جاے چون او سوارے نبود ٭ اے درہیچ جا ۔ اور یہی کہ وچہ استفہام کے لیئے بھی آتے ہین جیسے
عربی مین مَن و ما استفہامیہ قرار پاتے ہین انوری کا شعر ہے شعر کہ برفروزد ہر بامداد مطلع صبح ٭
کہ برفرازد ہر شب بقصد صبح شفق ٭ اور لفظ چہ کبھی استخبار کے لیئے بھی آتا ہے اور یہ استخبار کبھی کثرت کے
لئے ہوتا ہے۔ نظامی علیہ الرحمۃ سکندر نامہ بحری کے سبب نظم کتاب مین فرماتے ہین شعر ز یک
قافیہ چند زائد سخن ٭ چہ خرما کشاید ز یک نخل بن ٭ اسیوجہ سے لفظ چند جو حقیقت مین چہ و اند سے مرکب ہے
استخبار کے لیئے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے کنایات کی بحث مین مذکور ہوا۔ لیکن کہ کا ذوالعقول کے
لیئے اور چہ کا غیر ذوالعقول کے لیئے استعمال کرنا باعتبار حقیقت ہے بعض وقت مجازا اسکا خلاف بھی
آجاتا ہے۔ امام سخن سعدی علیہ الرحمہ کا نیک بخت کیست و بدبخت چیست فرمانا اسی بنا پر کسی نکتہ کے
لئے مجازا استعمل ہے یعنی بدبختون کو لا العقل شمار کیا نہایت ذلیل و خوار کیا گیا معنی کہ وہ کم عقل اپنے
اندوختہ مال و متاع سے بغیر نفع اٹھائے خست کے ساتھ گزر گئے بے سمجھی سے چھوڑ کر مر گئے۔

اور نیز چیست حقیقت شے کے سوال کے لیئے بھی آتا ہے خواہ وہ حقیقت ادعائی ہو خواہ حقیقی
اول جیسے یہ شعر چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے ٭ حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے ٭
اسواسطے کہ مصفا جوہر ہونا بادہ کی حقیقت واقعیہ نہین اُسکی ادعائی ماہیت ہے۔ ثانی یعنی ماہیت
حقیقی جیسے انسان چیست زندہ گویا اور اصل اس یاے تحتانی کی جو چیست و کیست مین ہے ہمزہ مفتوحہ
ہے اور ہائے مختفی جو انتہائی حرکت و اتمام کلمہ کے لیئے لائی گئی تھی بوجہ عدم ضرورت حذف کر دی گئی
اور کبھی بحکم ضرورت حرکت فتحی ہمزہ کی اُس یاے مبدلہ پر بحال رکھتے ہین۔ مولانائے روم قدس سرہ
فرماتے ہین[۳۹۹] شعر این دران حیران شدہ کان بر چیست ٭ ہر چہ شد آن دگر را نافی ست ٭ ولہ[۴۴۹] رب
اعلی گر ونیست اندر جلوس ٭ بہر یک کرمی چیست این چاپلوس ٭ اور چہ ہست بھی یہان بن سکتا ہے
لیکن یہ مروی نہین۔ اور یہی کہ وچہ اسماے اشارہ کے ساتھ بھی ہوتے ہین۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ کا
شعر ہے پناہ بلندی و پستی توئی ٭ ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی ٭ بمعنی ذلک الذے

اور بعض محققین کی یہ راے ہے کہ یاے مجہول بھی اسماے موصولہ سے ہے بمعنی الذی لیکن اسکے
ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستقل آنا متصور نہین یہ شرط ظاہر البطلان
ہے اور نیز اسکے صلہ مین دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک تو ضمیر دوسرا کاف - اور بعض صہباکش خمخانۂ
تحقیق کی راے جہان آراے اُس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اُس یا کا اتصال
ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نرہا بلکہ جس پر وہ یا اور کاف آئیگا وہی اسم موصول نام
پائیگا چنانچہ انہون نے مثال وہی ہے کسیکہ عاقل ست سخن ما گوش کند اس مین لفظ کس موصول ہوا
اور بنام خداے کہ جان آفرید مین لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق بہ یا ہوگا موصول بنجائیگا پھر
موصولات کا مبہم ہونا بھی باطل اور لغو ہوجائیگا - میرے نزدیک حق پوچھو تو موصول نہ وہ یاے ملحقہ
ہے نہ وہ اسم ملحق بہ یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہین اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر
صفت اُس اسم کی جسکو انہون نے موصول مانا ہے - نظامی رح **شعر** کرا باز گو نہ بود پیرہن ٭ نہ حاجت
بود باز گشتن بہ تن ٭ کرا بمعنی لمن - اور یہی کاف بمعنی اسم کے آکر تنکیر کا کام دیتا ہے سعدی علیہ الرحمۃ
کا شعر ہے ع کرا جاودان ماندن امید نیست ٭ کہ گیتی ہمین جاے جاوید نیست ٭ یہان دو بات
یاد رکھنے کے لایق ہین ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر عاقل کے لیئے بھی مستعمل ہونا جیسے نظامی علیہ الرحمہ
فرماتے ہین **شعر** شمعے کہ نماز تو نور گیرد ٭ از باد بروت خود بمیرد ٭ دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا
ضروری نہونا - نظامی قدس سرہ کا شعر ہے **شعر** دوران کہ فرس نہادۂ تست ٭ با ہفت فرس پیادۂ تست
ولہ دولت کہ نشانۂ مراد ست ٭ در حق تو صاحب اعتقاد ست ٭ **ولہ** سر رشتۂ غیب ناپدید ست
بس قفل کہ بنگری کلید ست ٭ خصوصاً لفظ ہر اور اسماے اشارہ کے بعد ملّا طاہر غنی رح کا شعر ہے
ع ہر کس کہ گشت عریان در پیرہن بگنجد ٭ نظامی قدہ **شعر** آن مے کہ چو اشک من زلال ست ٭
در مذہب عاشقان حلال ست ٭ لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہین جیسے بعض نے اُسکے عدم کو واجب
کہدیا ہے - نظامی رح کا شعر ہے ع ہر نیک و بدے کہ در شمار ست ٭ چون در نگری صلاح کار ست ٭
ولہ بر ہر زرہ کہ نیزہ راند ٭ یک حلقہ دران زرہ نماند ٭ جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ع بآن
موئے کہ میگوئی میانش ٭ بآن سرّ یکہ مے خوانی دہانش ٭ بآن نور یکہ تابد از جبینت ٭ کہ دارد ماہ را سر
بر زمینت ٭ بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت مین اس یا کے ساتھ جمع ہوجاتے ہین - کسی اُستاد کا

شعر ہے ؎ ہر آن کسے کہ کند پیروی اہل خرد ؛ بہ ہیچ وجہ ملالے بحال او نرسد ؛ اسی طرح ہمہ کے مدخول پر یا لاتے ہین اسوقت اُس ہمہ کو کل افرادی کے معنون مین سمجھنا چاہیئے سعدیؒ فرماتے ہین شعر چو دست از ہمہ حیلتے درگسست ؛ حلال ست بردن بہ شمشیر دست ؛ جسطرح ہر کبھی کل مجموعی کے معنون مین بولا جاتا ہے سعدیؒ فرماتے ہین شعر وقتے افتادفتنہ درشام ؛ ہر کس از گوشۂ فرا رفتند ؛ ولہ ہمہ کس بمیدان کوشش درانند ؛ ولے گوے بخشش نہ ہر کس برند ؛ اور ہر کو موکد ہمہ کے ساتھ بھی کرتے ہین امیر خسروؒ شعر عالم برحق نہ بتعلیم کس ؛ ہر ہمہ زو یافتہ تعلیم و بس ؛ ولہ تخت پدر کز پئے پاے منست ؛ ہر ہمہ دانند کہ جاے منست ؛ نظامیؒ شعر بجز مرگ ہر مشکلاتے کہ ہست ؛ بچارہ گرے چارہ آید بدست ؛ کبھی اظہار کلیت افرادی کے لیئے ہر کے مضاف کو مکرر بھی لاتے ہین۔ فردوسیؒ شعر ز ہر گونہ گونہ درخشان درفش ؛ جہانے شدہ سرخ و زرد و بنفش ؛ البتہ بعد ضمائر کے ابداً یا نہین لاتے۔ نظامیؒ کا شعر ہے شعر توکہ جوہرئہ نداری جاے ؛ چون رسد در تو وہم شیفتہ راے ؛ شعر منکہ طرف کلاہ بشکستم ؛ حیدریم قلندرم مستم ؛ نظامیؒ شعر ماکہ جزوے زشمع گردونیم ؛ باتو از ہفت پردہ بیرونیم ؛ ہمارے اس دعوے کو کہ موصول یہی کاف ہے اُردو کا لفظ جو قوی کرتا ہے چنانچہ خمخانہ کش مصطبۂ تحقیق آرائی سیہ مست بادۂ دقیقہ کشائی مولانا صہبائی علیہ الرحمۃ نے اپنے اُردو قواعد مین لفظ جو کو اسماے موصولہ مین شمار کیا ہے یہ بعینہ ترجمہ کہ کا ہے۔ اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ یہ سب توصیفی جملے ہین چونکہ اوصاف مین اصل افراد ہے یہ کاف جملہ وصفیہ کے سرے پر اسیواسطے لایا گیا ہے تاکہ وہ جملہ قوت مین مفرد کے ہو جاے اور درمیان خبر اور وصف کے ممیز بنجاے۔ اگر صفت خود مفرد ہو اس کاف کی کوئی ضرورت نہین پڑتی۔ اور اس کاف کو موصولہ کہیئے یا موصوفہ اسکا حذف بھی کلام اساتذہ مین آیا ہے مگر بہت کم چنانچہ اس شعر مین شعر ما بلبلان بلند نہ سازیم خانہ را ؛ خوش کردہ ایم خانۂ یک آشیانہ را ؛ اے ما بلبلان کہ بلند الخ۔ سراج المحققین آرزوؒ نے جملہ نعتیہ کو بدون کاف کے اوپرا سمجھا اسکو بیان قرار دیا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ ما بلبلان مبتدا۔ بلند نسازیم خبر ہو اور مصرع ثانی یعنی خوش کردہ ایم خبر بعد خبر۔ عاطفہ بوجہ صدارت حذف ہو گیا۔ اور اسیوجہ سے صاحب مجالس النفایس نے ریاضی کے اس شعر کو شعر ستارہ است در گوش آن ہلال ابرو ؛ زروے

ہر کا کل مجموعی کے معنون مین استعمال

ضمائر کے بعد ابداً یا ی توصیف نہین لاتے

۵

کبھی اس کاف کو حذف بھی کرتے ہین۔

حسن بخورشید مے زند پہلو ✤ ناپسند ٹھہرایا اسطرح اصلاح دی ۵ ز روے حسن ڈرگوش
آن ہلال آبرو ✤ ستارہ است کہ باماہ میزند پہلو ✤ مین عرض کرتا ہون کہ جب اساتذہ کے
کلام مین اس قسم کا حذف موجود ہے پھر تاویلات و تسویلات کی کیا ضرورت ہے۔ فردوسی رح
فریدون کے محل کی تعریف بزبان قاصد سلم و تور فرماتے ہین ۲۲ شعر چو رفتم بنزدیک ایوان فراز ✤
سرش باستارہ ہمی گفت راز ✤ اے ایوان کہ سرش الخ اور ان اشعار مذیلہ مین امام فن تحقیق
صاحب قول فیصل کی یہی راے ہے حزین شعر زہر بلبل صداے برنخیزد صید زاغ اولی ✤
ہماے کو نہ بخشند دولتے از روے مگس بہتر ✤ اے از ہر بلبل کہ الخ صائب شعر ہر کس فشاند بر مین
پر شور پشت دست ✤ از جہل زد بخانۂ زنبور پشت دست ✤ اے ہر کس کہ فشاند الخ مولوی معنوی قدس سرہ
شعر از جنون مے کشت ہر جا بد جنین ✤ از جہل آن کورچشم دوربین ✤ اے ہر جا کہ بد الخ۔ ثان
جب کہ اس کاف کو موصولہ نہ کہین بلکہ اَن مصدری کی طرح جملہ وصفیہ کا مأوّل تسلیم کرلیا
جائے دہ اشعار مستشہدہ مذکورہ متاوّل یعنے محذوف الموصوفات سمجھے جائین گے جیسے
شعر اے کہ پنجاہ رفت ہین مناد امحذوف اور یہ صفت مصدرہ بکاف اُسکے قائم مقام اسیطرح شعر
کہ دارد دل اہل کشور خراب مین بادشاہی کہ دارد الخ اسیطرح شعر کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ مین
ندیے کہ ہنگام فرصت الخ اسی طرح شعر ہر کہ آمد عمارت نو ساخت۔ مین ہر کس کہ آمد الخ محذوف ماننا
پڑے گا۔ اور علے الخصوص اوپر کے دونون شعرون کے کافون کو تعلیلیہ قرار دینا اور ارجاع
ضمیر فاعل کو سیاق و سباق کے حوالے کردینا یعنی یہ معنے کرنے کہ ملک کو آباد نہ دیکھنے کی وجہ
رعیت کا دل دکھانا اور نعمت شاہ کے حرام ہونے کی علت موقع و محل کا نہ دیکھنا از قبیل تاویل
مالا یرضی بہ القائل ہے اور نیز یہ شبہ کہ درصورت موصولیت کاف ہر کس کہ گشت عریان الخ اور
دوران کہ فرس نہادہ الخ اور اسی کی امثال مین درمیان موصوف و صفت کے باعتبار تنکیر
و تعریف باہم مطابقت نرہے گی سو یہ کچھ نہین کسواسطے کہ یہ امور اور یہ دقایق خصوصیات کلام
عرب سے ہین اور درصورت موصوفیت کاف یعنی یہ کاف محض جملہ وصفیہ کو مأوّل بمفرد بنانے
کے لیئے مانا جائے اور موصول نہ سمجھا جاے تو کوئی یہ شبہ کرے کہ مثلاً شعر اے کہ پنجاہ رفت و
در خوابی۔ مین منادی موصوف بوجہ ندا کے معرفہ بن گیا اور اُسکی صفت مین جملہ جو قوت مین

۵ فردوسی رح جنگ رستم و خاقان مین فرماتے ہین شعر بینداخت آن تاب دادہ کمند سران سواران ہمی کرد بند ۵ اے آن تاب دادہ کمند کہ سران سواران باو مے بست ۱۲ منہ

کاف ہر کرا و ہر غیر موصولہ ماننے کی تقدیر پر اشعار مثالیہ مین تاویل

کاف کے موصول ماننے کی صورت مین اعتراض عدم مطابقت موصوف و صفت من حیث التعریف والتنکیر

نکرہ کی ہے کسطرح درست ہوسکتا ہے اسکا بھی وہی جواب ہے جو درصورت موصولیت کاف بیان
ہوا معہذا یہان سرے سے وہ شبہ ہی نہین پڑتا کسواسطے کہ ورود ندا بعد لحوق وصفیت ہے یعنی
موصوف مع الصفت منادا کیا معنے کہ اُس شخص سے خطاب ہے جو موصوف بصفت غفلت ہے
یعنی کہتے ہین اے غافل مغفل غفلت کو چھوڑ شاید ان باقی پانچ دن کی تجکو مہلت ملجاے وَاللّٰہُ
تَعَالیٰ اَعلَمُ بِالصَّوَاب۔

وجہ اسماے موصول و اسماے اشارات کے مبہم ہونے کی

یاد رہے کہ اسماے اشارات اور اسماے موصولہ اس لیئے مبہمات کہلاتے ہین کہ جب تک
انکا مشارالیہ اور صلہ بیان نہوگا سامع پر صاف طور سے عیان نہوگا۔

معرفہ کی پانچوین قسم

پانچوان وہ اسم ہے کہ جسکی اضافت ان چارون معرفون مین کسی ایک کی طرف ہو اور افادۂ تعریف
کا مضاف الیہ سے مضاف مین بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ اول جیسے غلام زید و غلام او و غلام آن مرد
اور ثانی یعنی بواسطہ جیسے غلام کسے کہ باما دوش گفتگوے داشت۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے
شعر تو ئی آفرینندۂ ہرچہ ہست ٭ **ولہ** اے کارکشاے ہرچہ ہستند ٭ نام تو کلید ہرچہ بستند ٭
جب اضافت کا نام درمیان آگیا اور نیز میرے اُستاد اطہر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہدایت بنیاد تھا
کہ کچھ اضافت کا بیان قلمی کرون سو اسوقت امتثالاً لامر الاستاد علیہ الرحمۃ جو امر اپنے نزدیک
محقق ہے مختصر سا یہان لکھدیا جاتا ہے۔ ٭

الاضافۃ المعنویۃ

معنوی اضافت کا بیان

جاننا چاہیئے کہ کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ نسبت کرنے کا نام اضافت ہے اور جس چیز کی نسبت
کی گئی ہے وہ مضاف کہلاتا ہے اور جس کی جانب کی گئی ہے وہ مضاف الیہ نام پاتا ہے لیکن
اس اضافت اور نسبت سے دو جدے جدے اجنبی کلمون کو متعین اور کسیقدر متحد کرنا اور حکم یگانگی
کا لگانا منظور ہوتا ہے اسیواسطے معنون مین بھی تخصیص اور اتحاد کا کچھ اعتبار کرلیا اور احکام لفظی
مین بھی امتزاج کو شمار کرلیا معنوی اتحاد مثلاً اضافت معنوی مین مضاف الیہ اگر معرفہ ہے
مضاف مین بھی اُسی درجہ کی معرفت حاصل ہوگی ورنہ تخصیص اور توضیح کا فائدہ کہین نہین گیا
ہمارے اتنے کہنے سے اشارۃً یہ بات سمجھ مین آگئی ہوگی کہ ترکیب اضافی کے وضع کرنے سے
مقصود تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف ہے پس اگر ان تینون باتون مین سے ایک بات بھی

ثابت نہوگی تو وہان اضافت بھی جائز نہوگی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مضاف یا تو مضاف الیہ پر بالمواطات محمول ہوگا یا نہوگا اگر محمول نہ ہو ہر دو مین نسبت تباین کی متحقق ہوگی پھر یہ دو حال سے خالی نہین۔ مضاف الیہ یا تو مضاف کے لیئے ظرف ہوگا یا نہوگا۔ اگر ظرف ہے تو اُس اضافت کا اضافت بمعنی بر و در نام ہے جیسے سوارِ اسپ وآبِ کوزہ و سخن امروز و وعدۂ فردا اور اگر باہم ظرف ومظروف کا علاقہ نہین ہے تو اضافت بمعنی برائے و مر ہے۔ اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین یا تو مضاف اور مضاف الیہ مشبہ بہ و مشبہ ہونگے یا نہونگے۔ اگر اول ہین یعنی باہم علاقہ تشبیہ کا رکھتے ہین تو چاہیئے مضاف مشبہ بہ ہو اور مضاف الیہ مشبہ نہ اسکا عکس اسکو عرف مین اضافت بیانیہ کہتے ہین۔ بہتر یہ ہے کہ اضافت تشبیہی نام رکھا جاے جیسے گلِ رخسار چشم نرگس۔ مثال اول مین جزو انسانی مشبہ ہے ثانی مین مشبہ بہ اور نقارچی رعد مین انسان بتمامہ مشبہ بہ ہے لیکن یہ بات اس مین اور زیادہ ہے کہ رعد خود نقارہ اور خود نقارچی اور یہان اضافت تشبیہی مین اضافت جمع کی جانب مفرد من حیث المفرد اور مفرد کی جانب جمع من حیث الجمع ممتنع ہے لیکن اُستادون کے کلام بلاغت نظام مین جو وارد ہے جیسے ملا ظہوری کہتے ہین **نثر** گلِ ترانہاے تر بر شاخسار صوت وصدا دامینده۔ بلبل شیراز گلستان مین چہکتی ہے **نثر** کلاہ شگوفہ بر سر اطفالِ شاخ نہادہ“ سو وہ مفرد یعنے گل اور شاخ ان امثلہ مین اسم جنس ہین اُنکی یہ شان ہے کہ واحد اور کثیر سب پر بولے جاتے ہین اور یہی تاویل ایک جنس کے دو اسمون کی اضافت مین کیجاتی ہے جب کہ وہ افراد و جمع مین اختلاف رکھین جیسے مردان مرد و جان جانان و بانو بانوان صورت اولی مین مضاف الیہ اور ثانی مین مضاف اسم جنس ہے یعنی مردانِ مردان و جانانِ جانان فردوسی علیہ الرحمہ کا شعر ہی **شعر** بگردان لشکر ش آواز کرد ٭ کہ اے نامداران و مردانِ مرد ٭ افراسیاب کا غار مین چھپے ہوئے زاری کرنا بیان کرتے ہین **شعر** کجا آن دلیران و مردان مرد ٭ بہ پیشت ستادہ بروز نبرد ٭ فریبرز کے ساتھ نکاح کرنے پر فرنگیس کو راضی کرنے کے داستان مین لکھتے ہین **شعر** وزان پس گو پیلتن پہلوان چنین گفت کاے بانوے بانوان ٭ معنی باعتبار اس تاویل کے ظاہر ہین کہ یہ لوگ اپنی شیری اور دلیری کی وجہ سے مردون کے مرد بنگئے۔ یعنی اور مرد اُنکی گرمی شجاعت کے آگے بمنزلہ عورتون کے سرد بنگئے جیسے فحل آفاق کہتے ہین۔ نظامی **شعر** عروسی چنین شاہ را بندہ باد ٭ بران فحل آفاق فرخندہ باد ٭

اضافت بمعنی بر و در

اضافت بیانیہ تشبیہی

اضافت تشبیہی مین من حیث الجمع والافراد مطابقت شرط ہے

ایک جنس کے دو اسمون کی اضافت مین تاویل

اسی طرح اور جانین بہ نسبت ان جانون کے کثیف ہین تو یہ جانین باعتبار اُن جانون کے جان اور وہ جانین ان کی جسم کے مرتبہ مین ہوگئین ایسے ہی بانوے بانوان لیکن ایک شخص اکیلے پر لفظ جمع کا اطلاق ایسا ہے جیسے قرآن مجید مین سیدنا حضرت ابراہیم علیہ وعلے نبینا الصلوۃ والسلام کی ذات واحد پر امۃ کا اطلاق آیا۔ نظامی رح سکندر کے دعوائے پیغمبری کے سفر کے بیان مین فرماتے ہین شعر

گزین کردہ ہر مردے از کشورے ٭ بمردانگی ہر یکے لشکرے ٭ اور ایکطرح بھی تاویل کرسکتے ہین کہ مضاف مفرد جمع کے معنون مین نہ لیا جائے بلکہ مضاف الیہ جمع کے تعدد سے سمٹکر شئے واحد بنجائے پھر اب اس مین دو احتمال ہین ایک تو یہ کہ تمام جانین اپنی نوعیت کے درجہ مین آکر شخص واحد بنگئین۔ اور یہ اُس شخص واحد کے لیئے بمشابہ جان کے ہے چنانچہ اس معنی کو شعر مولوی معنوی قدس سرہ کا وضح کرتا ہے[۳۴] شعر عقل عقل وجان جان اے جان توئی ٭ عقل وجان خلق را سلطان توئی ٭ گویا یہان اضافت مجازی ہے ٭ دوسرا احتمال اضافت بیانیہ کے طریقہ پر گویا یہ ایک جان تمام جانون سے بنی ہے پس معلوم ہوگیا کہ باعتبار معنی ان مین حمل بالمواطات درست نہوگا گوکہ باعتبار صورت حمل مواطاتی توکیا عین عینیت ہے خصوصاً جانِ جان مین ورنہ جب کہ اضافت درصورت مساوات بوجہ تحصیل حاصل کے درست نہین درصورت عینیت کب درست ہوگی اور ان ہر دو ترکیبون مین موصوف صفت ہونے کا احتمال بھی ہے پس اس صورت مین ایراد موصوف سے جو وصف مُہتم اور محط نظر قائل کے ہوتا ہے یہ صفت اُسی کی تاکید کردیتی ہے جیسے مردان مرد یعنی فقط صورت کے مرد نہین واقعی مردی رکھنے والے مردان اسی طرح جان جان وغیرہ یہان ان باتون سے کچھ بحث نہین اور اضافت حقیقی مین یہ تکلفات نامنظور ہین اُسکی ترکیبین ایسی تاویلات سے دور ہین جیسے غلامانِ زید وفلکِ ثوابت بلا تاویل درست ترکیب انکی دلچسپ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ اگر مضاف مضاف الیہ باہم مشبہ مشبہ بہ نہون بلکہ مناسبات مشبہ بہ کی اضافت جانب استعارہ بالکنایہ کے ہو جیسے پائے فکر ناخن اجل یہان فکر کو جی ہی جی مین حیوان کے ساتھ تشبیہ دیکر مناسبات حیوانیہ مثلاً پاؤن اُسکے لیئے ثابت کیا اور اجل کو درندہ کے ساتھ دل ہی دل مین تشبیہ دے کر اُسکے لیئے ناخن ثابت کیا اور ان مناسبات کے ثابت کرنے کو استعارۂ تخلیلیہ کہتے ہین اس اضافت کا نام اضافت مجازی ہے۔ یا ایسے دو متبائن اسمون مین

اضافت مجازی

اضافت تملیکی۔

اضافت ابنی۔

اضافت واقع ہو۔ جن مین تشبیہ اور استعارہ کا علاقہ نہو اُسکو اضافت بمعنی مرو برائے کہتے ہین
یہ کئی قسم پر ہین۔ اوّل تملیکی یہ بھی یا تو اضافت ملک کی مالک کی طرف ہو گی یا مالک کی ملک کی جانب جیسے
غلام زید و خداوند خانہ و خداے جہان یعنی غلام مر زید را و خداوند مر خانہ را۔ دوسری اضافت ابنی سعدیؒ
کا شعر ہے **شعر** علے الخصوص کہ دیباچۂ ہمایونش ٭ بنام سعدِ ابو بکرِ سعد بن زنگیست ٭ اے سعد
بن ابو بکر بن سعد بن زنگیست۔ فردوسیؒ **شعر** از ایران بیامد کہ گو پیلتن ٭ فریبرزِ کاؤس وآن انجمن ٭
نظامیؒ **شعر** نو آئین ترین شاہ آفاق بود ٭ نبیا زادۂ عیصِ اسحاق بود ٭ اے عیص بن اسحاق
بود۔ اس سے کوئی یون نہ سمجھ جاے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان سے لفظ ابن کا
محذوف یا مقدر ہے بلکہ اضافت کی تخصیصات مین سے یہ بھی ایک نوع کی تخصیص ہے
کہ مضاف کو مضاف الیہ سے ابن ہونے کی خصوصیت ہے اور یہ اضافت بمعنی مرو برائے
اضافت حقیقی کے لقب سے اسواسطے ملقب ہوئی کہ یہ سب مین اعلےٰ درجہ کی اور اصل اضافت
ہے اور جو مقصود کہ اضافت سے ہے وہ اس مین پورا پورا حاصل ہے۔ یہ بھی سُن رکھو کہ غلام زید
مین مثلاً غلام زید کے اندر پوری پوری تعریف اُسیوقت ہو گی کہ جب متکلم اور مخاطب مین وہ غلام
معہود ہو فقط اپنے مضاف الیہ یعنی زید کے معرفہ ہونے سے کام نہین چلتا کسواسطے کہ ممکن ہے
زید کے ہزار غلام ہون پھر بغیر معہودیت فقط غلام زید کہنے سے کیونکر تخصیص و تعیین کر سکتے
ہین کہ فلان غلام ہے۔

اگر مضاف مضاف الیہ مین باہم حمل درست ہو گا تو ان دونون مین چار نسبتین متحقق ہونگی اول
مساوات خواہ مرادفت مین جیسے مردمِ آدمی و زرِ طلا و طلاے زر۔ خواہ صدق مین جیسے مردم گویا
و دریاے آب و پستانِ شیر۔ دوسری اضافت خاص کی عام مطلق کیطرف جیسے شنبۂ روز چونکہ
امر مہتم اور مقصود اہم اضافت کا یہ ہے کہ مضاف الیہ سے تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف مین
پیدا کرین اور درصورت مساوات یہ امر ممکن نہین۔ بصریئین اضافت کی ان دونون قسمون کو ممتنع
جانتے ہین لیکن یہ شعر سعدی علیہ الرحمہ کا **شعر** وجود مردم دانا مثال زرِ طلاست ٭ کہ ہر کجا کہ رود
قدر و قیمتش دانند ٭ نظامیؒ **شعر** بفرمان او زر گر چیرہ دست ٭ طلاہاے زر بر سر نقرہ بست ٭
ولہ بھر جان زپیروزہ بنشاند گرد ٭ طلاے زر انگند بر لاجورد ٭ اور یہ شعر فردوسیؒ کا **شعر**

پس آگاہی آمد بافراسیاب ۰ کہ آتش برآمد ز دریاے آب ۰ ولہ چنان دیدم اے سرو سیمین بخواب

کہ بودی یکے بیکران رود آب ۰ نظامی رح **شعر** چنان پشت راجنگ عقاب ۰ کم از قطرہ دان پیش

دریاے آب ۰ فردوسی کیخسرو کی داستان مین دنیا کی بیوفائی بیان کرتے ہین **شعر** چنین ست

کردار این چرخ پیر ۰ ستاند ز فرزند پستان شیر ۰ متاوّل ہے اور وہ تاویل یہی ہے کہ زر طلا و طلاے زر

سے یا تو زر و طلاے خالص مراد ہے اسواسطے کہ بہ نسبت جمیع فلزّات کے سونا قیمتی شئے ہے اور سونا

بھی باعتبار بانگی اور عیار کے مختلف ہوتا ہے تو اس زر یا طلا مین جو مضاف واقع ہے اور اُس زر یا طلا

مین جو مضاف الیہ ہے ایسی نسبت مانی گئی ہے کہ جو مطلق زر کو سیم و مس و آہن کے ساتھ ہوتی ہے

تو خلاصہ اس تفوق اضافی کا یہ ہوگا کہ یہ زر خالص ہے یا زر طلا سے درصورت اضافت زر جانب

طلا سکۂ طلا مراد ہے چنانچہ زر سیاہ پول و فلوس کو کہتے ہین۔ محمد قلی سلیم کا شعر ہے **شعر** کردند داغ

کہنہ و نو جمع در دلم ۰ ہمچو زر قمار سفید و سیاہ و سُرخ ۰ اور طلاے زر درصورت اضافت طلا

جانب زر سونے کے ورق مراد ہین۔ چنانچہ یہ معنی کتب لغت مین مصرح ہین اور اسی طرح دریا اور رود

کبھی خشک بھی ہوتے ہین کبھی جاری بھی رہتے ہین یہان مضاف الیہ کی ملابست سے اُس

بات کا جتلا دینا ہے کہ وہ دریا و رود کہ جن مین آب موجود ہے اسیطرح پستان کبھی دودھ سے

پر ہوتی ہین کبھی دودھ اُن مین نہین ہوتا چنانچہ شیخ علی حزین خرابات مین قحط کا حال بیان

کرتے ہین **شعر** بطِے چو پستان نے شیر شد ۰ ز خشکی چو پیکان گلوگیر شد ۰ تو حسرت کے قابل

اُنہین پستانون کا چھنجانا ہے جن مین بچہ کے لیئے دودھ موجود ہے حق یہ ہے کہ یہان دعوٰے

مساوات ہی سرے سے ٹھیک نہین جسکی تاویل کیجائے ہان اس شعر کی تقریب پر ایک بات

یاد آگئی کہ صاحب حیات سعدی جناب حالی نے جہان آبروے متاخرین حزین کی خرابات اور حضرت

سعدی علیہ الرحمۃ کی بوستان سے ایک ایک حکایت ایک ہی مضمون قحط کی لیکر محاکمہ کیا ہے کہ

حزین نے باوجود اس کے کہ خرابات جو چند اوراق سے زیادہ نہین ہے بوستان سے پانسو

برس بعد لکھی ہے اور جیسا کہ اُس کے بیان سے مترشح ہوتا ہے اپنی پوری طاقت شیخ کے

تتبّع مین صرف کی ہے کوئی کرشمہ اُسکی مثنوی مین ایسا نہین پایا جاتا جسکو دیکھکر جی پھڑک اُٹھے

پہلا **شعر** ؎ شنیدم کہ در عہد بہرام گور ۰ نمود از قضا قحط سالی ظہور ۰ ہموار اور صاف ہے اُس مین

اضافتان آن و ار اس مضمون اضافت اور ہین جو مصداق ہین بساوی صدق ہین تتبع سے زیب ہین زر طلا و طلاے زر و دریاے آب وغیرہ متناول ہین

صاحب حیات سعدی کے محاکمہ پر جو دربارہ بوستان و خرابات کیا گیا ہے مولف کتاب کی راے۔

کوئی خوبی قابل ذکر نہین - دوسرے شعر (چو صحراے محشر زمین تف گرفت ٭ بہ دریوزۂ آسمان کف گرفت) مین زمین تفتہ کو صحراے محشر سے تشبیہ دینا تعریف الشئے بالمجہول کے قبیل سے ہے یعنی ایک ایسی تمثیل ہے جو اہل دنیا کی نظر مین قحط کی تصویر کھینچنے سے قاصر ہے صحراے محشر اور تمام اعتقادیات خود تمثیل کے محتاج ہین اُن پر قیاس کرنے سے کسی شے کی حقیقت نہین کھل سکتی۔ تیسرا شعر (سحاب سیہ دل نشد مہربان ٭ بحالِ لب تشنۂ خاکیان) بوستان کے اُس شعر سے ماخوذ ہے جو ذوالنون مصری اور مصر کے قحط کے بیان مین شیخ نے لکھا ہے اور وہ یہ ہے **شعر**

خبر شد بمدین پس از روز بیست ٭ کہ ابر سیہ دل برایشان گریست ٭ مگر اتنا فرق ہے کہ شیخ نے ابر کے برسنے کو رونے سے تعبیر کیا ہے جس سے ترحم اور برسنا دونون باتین ٹپکتی ہین اور حزین نے برسنے کو مہربان ہونے سے تعبیر کیا ہے جس سے دونون معنی ویسے صاف نہین نکلتے۔ چوتھا شعر (بخیلی نمود ابر بر کائنات ٭ بمہد زمین سوخت طفل نبات) شیخ کے اُس شعر سے ماخوذ ہے ؎

چنان آسمان بر زمین شد بخیل ٭ کہ لب تر نکردند زرع و نخیل ٭ مگر شیخ کے بیان مین اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا زیادہ حسرت ناک ہے بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی جل جاے۔ پانچوین شعر (ز خشکی در اندام خاک دو توہ ٭ عروق شجر شد چو رگہاے کوہ) کا دوسرا مصرعہ بہت عمدہ مگر پہلا مصرعہ تکلف سے خالی نہین شعر کا مطلب صرف اسقدر ہی کہ زمین کی خشکی کے سبب درختون کی رگین پہاڑ کی رگون کی طرح سوکھ گئین تھین پس اندام اور دوتوہ کے لفظ کو افادۂ معنی مین کچھ دخل نہین ہے۔ چھٹی شعر (ز تاب فروزندہ مہر بلند ٭ زمین مجمر و دانہ بودش سپند ٭) مین صرف یہ بیان ہے کہ آفتاب کی گرمی سے زمین انگیٹھی کیطرح جلتی تھی اور تخم جو اُسپر ڈالا جاتا تھا وہ سپند کا حکم رکھتا تھا پس فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہین گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہوجاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتین لانی بلاغت کے خلاف ہین - ساتوین شعر (بطِ مے چو پستان دے شیر شد ٭ ز خشکی چو پیکان گلوگیر شد) کا مضمون بالکل خلاف عادت اور خلاف مقتضاے مقام ہے۔ نہ قحط کا یہ خاصہ ہے کہ شراب کی صراحی کو خشک کردے اور نہ صراحی کا خشک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے"۔ انتہے۔

میرے نزدیک نہ خرابات کے ان اشعار مین غور و تامل کی نظر ڈالی گئی نہ اس محاکمہ مین انصاف کیا گیا۔ بعض وقت انسان کو اپنی زبان پر چڑھا ہوا یا بار بار کا گوش زدہ کلام بہ نسبت اجنبی اور کبھی ایک آدھ وقت کے سُنے ہوے سخن کے دل پر بھی چڑھجاتا ہے پسندیدہ اور ابلغ نظر مین آتا ہے اس مین شک نہین کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونون کتابون کی مقبولیت یعنی گلستان بوستان کی عام برگزیدگی کسی کتاب کو جو انکے مقابلہ مین تصنیف ہوئین ہرگز نصیب نہین ہوئی اسکی وجہ یہ نہین ہے کہ کسیکا کلام مایۂ بلاغت و پایۂ فصاحت مین اس حد کو نہین پہونچا بلکہ باوجود ان تمام خوبیون کے شیخ علیہ الرحمۃ کا خلق اللہ کی نصیحت اور خیر خواہی مین بلا رُو رعایت نہ کسیکی خوشامد کی تمنا نہ لوم لائم کا خوف اور نہ کسی سے مقابلہ۔ نہ سبقت لیجانے کی آرزو۔ محض صدق عزم و خلوص نیت کو اپنا پیش نہاد خاطر رکھنا بہت بڑا سبب ہے یہان تک کہ خوشامدی شاعرون کی طرح اپنے پادشاہ کی مدح مین مبالغہ کرنا پسند نہین کیا اور صاف کہدیا **شعر** مراطبع زین نوع خواہان نبود ٭ سر مدحت پادشاہان نبود ٭ پس ایسے شخص کے لئے قبولیت عالم بالا کی استقبال کرتی ہے ستارہ اسکی پزیرائی اور برگزیدگی کا فلک اعلیٰ سے تمام عالم پر چمکتا ہے اسکی تاثیری کشش سے کسیکا دل سرتابی نہین کرسکتا اسکے یہ معنی نہین ہین کہ جو کلام اُسکے مقابلہ مین ہے وہ بحیثیت کلامی قبیح اور معیوب ہے۔ اب ہم خرابات کے ان سات شعرونکی نسبت یہی کہین گے کہ بغیر امعان نظر محاکمہ کردیا گیا چنانچہ ہمنے اوپر حیات سعدی کے صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ سے بلفظہ اُس محاکمہ کی نقل کردی ہے اگر ذرا تامل اور انصاف سے دیکھا جاے ضرور یہ کہنا پڑیگا کہ پہلا شعر ایسا ہی ہموار اور صاف ہے جیسے شیخ علیہ الرحمۃ کی اکثر حکایتونکے آغاز مین ہے **شعر** شنیدم کہ در وقت نزع روان ٭ بہ ہرمز چنین گفت نوشیروان ٭ دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب زمین صحراے محشر کیطرح تپنے لگی سب نباتات جو اُسپر تھی جلکر خاک سیاہ ہوگئی زمین ہتھیلی کی طرح (جو بال سے خالی[5] ہوتی ہے) صاف پٹ میدان ہوگئی زمین کی اس حالت سے یون معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ آسمان کے آگے ہتھیلی پسار رہی ہے اور زمین تفتہ کو صحراے محشر سے تشبیہ دینے پر وہی شخص اعتراض کرسکتا ہے جسکے دل مین حشر و نشر کا اعتقاد و ہنگامۂ رستخیز کی دہشت راسخ نہین قیامت کے شدائد سنتے سنتے ایسا خیال پک گیا ہے کہ برأے العین مشاہدہ ہی

[5] بلکہ استعداد انبات اُگ سے مفقود ہوجاتی ہے ۱۲

عوام تک بے ساختہ اپنے روزمرہ مین کہتے ہین قیامت کی گرمی پڑرہی ہے یہانتک کہ بمعنی شدت
وبمعنی امر غریب یہ لفظ کنایہ ہوگیا ہے خود شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہین **شعر** دی زمانی بتکلف برسعدی بنشست
؛ فتنہ بنشست چو برخاست قیامت برخاست ؛ کسی استاد کا شعر ہے **شعر** آفتاب از آتشم انگارۂ ؛
صبح محشر از گریبان پارۂ ؛ اسی قبیل سے ہے یہ مطلع ناسخ کا **شعر** مراسینہ ہے مشرق آفتاب داغ
ہجران کا ؛ طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا ؛ پھر اس تشبیہ کو ویسی تعریف الشئے بالمجہول
قرار دینا غضب ہے قیامت ہے ۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب ۔ تیسرے شعر کا یہ مطلب ہے کہ
جب گدا اگر کسی کے آگے ہاتھ پسارے وہ شخص اگر سخی کریم ہے مہربان ہوگا اُسپر رحم کھائے گا
یہی مہربانی اور ترحم سبب عطاو بخشش کا ہوتا ہے اور مسلمات سے ہے کہ مسبب سبب کا تابع ہوتا ہے
اور جہان سبب کا وجود ہی متحقق نہو وہان مسبب کا وجود کیونکر ہوگا پس اس مین بڑی بلاغت ہے
کہ سرے سے سبب ہی کی نفی کردی خصوصاً سائل فقیر کے ہاتھ پسارنے پر رحم تک نہ کرنیکو بتلانا
بہت دل دکھاتا ہے زیادہ افسوس مین ڈالتا ہے یہان یہی مناسب ہے نہ گریہ وعطا کی نفی اور
کلام شیخ رحمۃ اللہ علیہ مین جہان فرمایا ہے "ابر سیہ دل برایشان گریست" گریستن وعطا کا ثبوت
انسب ہے کیا معنی کہ یہان شہر دین کے قحط زدون پر بارش برسنے کا بیان ہے تو سیاہ دل
سخت جانون کا مصیبت زدگان قحط کی تباہی کو نہ دیکھ سکھکر رو دینے کے ساتھ اُس برسنے کو تعبیر
کرنا بڑا بلیغ ہے معہذا اس قبیل کے گریہ اور بخشش کی علت ترحم ہے تو مقام نفی مین سرے سے
علت شئے کی نفی کردینی جیسے حزین کہتے ہین ابلغ ہے بہ نسبت گریہ اعطائی کے یعنی اگر گریہ اور عطا
کی نفی کرتے نفی ترحم کی بخوبی سمجھ مین نہ آتی کیا معنی کہ ممکن ہے کہ اُسکو رحم آیا ہو مگر ناداری یا اور کسی
وجہ سے عطا نکیا ۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کا کلام مقام موجب و اثبات مین ہے وہان اگر فقط ثبوت علت
یعنی بیان ترحم پر کفایت کرتے بے شک اتنا بلیغ نہوتا ۔ چوتھے شعر کا محاکمہ تو غضب ہے یعنی یہ
فرمانا کہ شیخ کے بیان مین اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا زیادہ حسرتناک ہے
بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی جلجائے "مسلم مگر کس لفظ سے تخم کا زمین کے اندر جلجانا مستفاد
ہوتا ہے وہ شعر تو یہ ہے" بہمہ زمین سوخت طفل نبات " نبات تخم کو نہین کہتے جس لغت مین
چاہین دیکھ لین ہر درخت اور ہریاول کو جو زمین پر جم آوے نبات کہتے ہین تو کھڑی کھیتی پر بھی

اطلاق نبات کا ہوسکتا ہے لیکن طفل کے لفظ نے بتلادیا کہ ناتمام نارسیدہ درخت اور کھیتیان
مراد ہین گویا اُسی نے بے رحمی اور نامہربانی کا ثبوت دیتے ہین کہ باوجود سائل کے ہاتھ پھیلانے کے
ایسی سیہ دلی کہ ذرا رحم نکیا یہانتک کہ ننھے ننھے واجب الرحم بچے جنپر ہر کوئی ترس کھاتا ہے افسوس
ہے کہ گہوارے مین جلکر خاک سیاہ ہوگئے۔ہان البتہ تخم کا زمین مین جلجانا چھٹے شعر سے مستفاد ہے
جہان کہا ہے "زمین مجمر و دانہ بودش سپند" انشاء اللہ تعالےٰ اُس موقع پر عرض کیا جائیگا۔اور اُسکا پہلا
مصرعہ "بخیلی نمود ابر بر کائنات" اسکے ماقبل کے شعر کی توضیح اور بیان ہے کیا معنی کہ سحاب کی سیہ دلی
اور نامہربانی کا ظہور کس رنگ مین اور کس صورت مین ہوا نا معلوم تھا یا اسقدر برسے کہ گاؤن بہہ جائین
کھیتیان گل سڑ جائین یا اس درجہ بارش بند ہو جاے کہ تخم زمین مین جلجائے جمے ہوے پودے
جلکر خاک ہو جائین اگرچہ اس امر کی جانب لفظ لب تشنہ اور بیان واقعہ خشک سالی سے بخوبی ایما
ہوسکتا ہے مگر پھر بھی توضیح کردی کہ وہ نامہربانی بخل کی زتّی مین نمودار ہوئی ہان شیخ علیہ الرحمۃ
نے بخیلی کو خوب نبھایا کہ ابر بخیل نے زرع و نخیل کو ایک گھونٹ پانی نہ دیا جس سے لب یا حلق انکا
تر ہوتا۔اور حزین کا سوخت طفل نبات فرمانا اگرچہ سوختِ لازم ع لازمِ تشنگی ہی کیون نہو بخیلی کے
ضلع کو نبھانے مین قاصر ہے ایسے قصور تو سب مین موجود ہین۔پانچوین شعر کا یہ مضمون ہے کہ جب
ابر نے اس درجہ بخیلی کی کہ نازک نازک نورس پودھے اور ہریاول جلکر خاک ہوگئے کوئی یہ خیال نکرے
کہ بڑے بڑے درخت بوجہ اپنی پختگی اور زمین کے اندر دور دور تک کی ریشہ دوانی کی وجہ سے
خشک نہوئے ہون اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ تھوڑے بہت پانی کے کھنچ جانے سے بڑے درخت
سوکھا نہین کرتے تو اس خیال کی بھی نفی کردی اور کہدیا "ز خشکی در اندام خاک دو توہ ؛ عروق شجر
شد چو رگہاے کوہ" یہان عرق سے اصل اور بیخ اور جڑ مراد ہے رگین اور پتون کی نسین مراد نہین چنانچہ
اس معنی مین اسکا استعمال کثیر ہے جیسے عرق السوس اصل السوس کو کہتے ہین عروق الصفر بھی اسطرح
عروق الاصفر۔بیخ کبر عروق الطیب زرنباد جو ایک قسم کی خوشبودار جڑین ہین اور لفظی ترجمہ بھی
اُسکا بیخ خوشبو ہے عروق بعض بوزیدان کو کہتے ہین وہ بھی سفید سفید جڑین ہین اور لفظی ترجمہ
بھی اُسکا بیخ سفید ہے۔اور رگ کوہ وہ پہاڑ و نکی جڑین کہیے یا رگین جو زمین کے اندر اندر
پھیلتی ہین بعض جگہون پر کنوان وغیرہ کھودنے کے وقت اندر سے نمودار ہوتی ہین جیسے

ع یعنی فعل لازم یا لازم تشنگی سوختہ

رگ ابر پارۂ ابر کو کہتے ہین جو بادل سے مستطیل اور دراز نکلے ہوئے ہون - اندام جسم کو کہتے ہین
جو ذی جرم کثیف ہو اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اثر ایک شئے کا جسطرح کثیف اور گاڑھے جسمونمین
دیرپا ہوتا ہے اجسام لطیف مین نہین ہوتا بوجہ لطافت اجزا کے بہت جلد مستحیل ہو جاتا ہے چنانچہ عطریت
کسی شے کی جسطرح موم کی شرکت سے دیر تک ٹھہرتی ہے روغن مین شریک کرنے سے اُس
مدت تک نہین ٹھہرتی اور روغن کی شرکت سے جس مدت تک ٹھہرتی ہے اُسقدر پانی کی
شرکت سے نہین ٹھہرتی اسیطرح ادویہ کی تاثیر بہ نسبت شہد اور قوام شربت کے متفاوت
ہے اسیطرح پانی کی رطوبت کا طول مکث جسطرح خاک کی آمیزش سے ہوگا ہوا وغیرہ مین
رکھدینے سے نہوگا مثلاً پان کو ہم گیلے کپڑے مین رکھتے ہین تاخشک نہو اگر زیادہ دنون تک
رکھنا ہو رہتے کو پانی مین ترکرکے پانون کو اُس مین دبا دیتے ہین پس لفظ اندام سے اسی امر پر
تنبیہ ہے اور اسی امر کی تاکید لفظ دوتوہ سے بھی مقصود ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ گیلے کپڑے
باریک کی ایک تاہ جسقدر دیر ایک شے کو تر رکھے گی دوہرا کپڑا یا دوتاہ ریت سے زیادہ دیر تک
وہ شے تر رہے گی تو اس شعر مین بھی خشک سالی کی شدت اور سختی بیان کرتے ہین کہ درختون
کی جڑین جرم زمین کے اندر جو تہ در تہ پہونچ گئی تھین جنکے خشک ہونے کا احتمال بھی نہ تھا
پہاڑ کی رگون کیطرح خشک اور ہمرنگ خاک ہوگئی تھین اب انصاف کرنا چاہیئے کہ اندام
اور دوتوہ کے لفظ کو افادہ معنی مین کیونکر کہا جاے کہ دخل نہین غرض بڑے بڑے درختون
کی جڑون کا جو زمین کی تہ در تہ مین ہین سوکھکر سخت پتھر بنجانا فقط بارش کے بند ہو جانے
سے نہین دہوپ کی تیزی آفتاب کا نے نقاب زمین کو انگیٹھی کی طرح تپانا اُسپر اور غضب کر دیا اور
بارش کی امید پر جو تخم زمین مین ڈالا جاتا تھا وہ سپند کی طرح جل بھُن جاتا تھا تو چھٹے شعر کا یہی
مطلب ہے مگر اس شعر کے محاکمہ مین یہ فرمانا کہ "فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت
ہوتا ہے تو ہم کہین گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہو جاتا ہے اور ایسی
دو متضاد صفتین لانی بلاغت کے خلافت ہین" حیرت مین ڈالتا ہے کیا معنی کہ جیسے فروزندہ
کہنے سے گرمی کا ثبوت ہوتا ہے اسیطرح بلکہ اور زیادہ اسکے لئے بلندی اور اوج گرائی
ثابت کرنے سے کیا معنی کہ اوج گرا اور بلند ہونا آفتاب کا اُسکی سمت الراس اور جانب نصف النہار

آنے کو کہتے ہین۔ اور جب آفتاب عین دائرہ نصف النہار پر پہونچ گیا یہ وقت عین دوپہر کا ہوتا ہے بہ نسبت دن کے حصون کے اس وقت زیادہ گرمی ہوتی ہے اسکو سب لوگ جانتے ہین اور اوج گرائی اس معنی مین پیچھے کی معمولہ متداولہ کتب مین موجود ہے بلکہ اہل اُردو بھی اپنے روزمرّہ مین دن چڑھ گیا آفتاب بلند ہوگیا کہتے ہین کیون نہ کہین علم ہیأت مین دائرہ نصف النہار کی تعریف مین غایۃ ارتفاع الشمس ان وصولہا الیہا مصرح موجود ہے۔ ہان اگر مطلقاً ہر بلندی کو دوری لازم ہوتی اس خیال کی کچھ گنجایش بھی تھی حالانکہ بلندی کو ابعدیت لازم نہین طول مسافت اور شے ہے ارتفاع اور شے یہ امر برہان اور دلیل کا محتاج نہین اور تخم کا سپند کیطرح جل بُھن جانا اس امر پر دال ہے کہ بالکل بارش نہوئی اور بہت عرصہ سے نہوئی پس جسقدر بارش سے بُعد ہوگا قحط بھی اُسیقدر شدت کا ہوگا اس شدت کی خشکسالی کو تخم کا زمین مین جلجانا خوب بتلا رہا ہے۔ اور یہ وہ امور ہین کہ شدت خشکسالی مین کم و بیش پیش آتے ہین اگرچہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا دولت حاصل شدہ کا زوال ہے جو زیادہ حسرتناک ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کو بند ہوئے ایسا بڑا زمانہ نہین گزرا یا بارش اس درجہ کو بند نہ ہوئی دیکھیئے زمین پر تخم جم آئے اور بالیدہ بھی ہوئے جس پر زرع کا اطلاق درست ہوا خصوصاً ساتوین شعر کا محاکمہ سراسر تحکم ہے اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ نشہ کے عادی اور خوگر ہوجاتے ہین اُنکو نشہ کا چھوڑنا ایک موت ہے جیسے یارون کا ترک عشق کرنا سخت دشوار اور مشکل ہے تو کہتے ہین کہ ایسا قحط پڑا کہ کسی قسم کی پیداواری نہ ہوئی نہ اناج پیدا ہوا نہ میوہ اب شراب کس چیز کی بنتی لہذا وہ چمڑے کی صراحیان جو بسبب تخلخل و تسدد اجزہ کے بہت جلد جوش زن ہوتی تھین خالی پڑی رہین چونکہ چمڑے کی تھین سوکھ سوکھ کر بوڑھی عورتون کی سوکھی ہوئی پستانون کی طرح جابجا سے سکڑ گئین گلے اُنکے تنگ ہوگئے غرض ایسا قحط پڑا کہ نشہ باز نشہ تک بھول گئے جیسے عاشق مزاج عشق بھول گئے۔ اگر یہ بات خلاف مقتضے سمجھی جاے تو شیخ علیہ الرحمۃ کے شعر (یاران فراموش کردند عشق) کو بھی خلاف مقتضے سمجھنا چاہیئے کسواسطے کہ یہان بھی یون کہہ سکتے ہین کہ یارون کا ترک عشق کرنا اس بات کی دلیل نہین ہوسکتی کہ قحط کی شدت ہورہی ہے ہان جب تک کہ اس مقدمہ کو یہان مسلم نہ کرلین کہ یہ عشق

کھانے پینے کی مستی ہے جیسے مشہور ہے "این خمار از خوردن گندم بود" جب خشک سالی کی وجہ سے اناج پیدا نہ ہوا غذا جو سبب مادی اُس عشق کا تھا شکم کو نہ ملی مادۂ عشق فنا ہوگیا اب صورت عشق کا فیضان باطل ہوگیا یہ امر علوم حکمیہ مین ثابت ہے کہ فیضان صورت کا بغیر مادہ کے ممکن نہین۔ اور یہان عشق سے عشق حقیقی مراد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اُسکو قحط زائل نہین کرسکتا اُسکا مادہ تجلیات ذو الجلال و الجمال عز اسمہ ہین جو قلب بشر مین چمک جاتی ہین باقتضاے کشش جمالیہ وجذب جلالیہ اس شخص کو ایسا محو یعنی از خود رفتہ بلکہ از ماسوا گسستہ با جمیل جلیل پیوستہ کردیتی ہین کہ سواے محبوب حقیقی کے سب سے غافل ہوجاتا ہے پس وہی وہ اُسکی نظر و نین سماجاتا ہے ہمہ اوست کہنا اُسکے لیئے درست آتا ہے پس خشک سالی تو کیا ہے قیامت بھی اُسکے مادہ کو فنا نہین کرسکتی چنانچہ مسلم ہے **شعر** عشق آن باشد کہ کم نگردد ؂ تا باشد ازان قدم نگردد؂ عشقے کہ نہ عشق جاودانیست ؂ بازیچہ شہوت جوانی ست ؂ معہذا الشیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین یاران فراموش کروند عشق۔ یعنی ہم جیسے لوگ عشق بھول گئے۔ گو کہ آپ فے الحقیقت مکمّل تھے مگر مکمّل اپنے آپ کو اپنی زبان سے مکمّل نہین کہتا بلکہ رند اور ہرزہ کار ہی سمجھتا ہے غرض جیسے وہان ترک عشق کا موجب گمشدگی غلہ پیداواری کا نہونا ہے یہان خشکی صراحی کا سبب میوہ اور اناج سب کا گم ہوجانا ہے پس علت ہر دو کی ایک ہے لطف ادا و طرز بیان دو وَاللّٰہُ تَعَالٰی شَانُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ؂ کجا بود مطلب کجا تاختم ؂ مین اپنے مقصود سے کسقدر دور جا پڑا اور یہی بیان تھا کہ اضافت اُن دو اسمون مین جنمین باہم نسبت مساوات کی متحقق ہو یا مضاف الیہ بہ نسبت مضاف کے عام مطلق ہو بصریئین کے نزدیک ممتنع ہے اور مین یہ عرض کرتا ہون کہ اضافت اُسجگہ ممتنع ہے کہ جہان مقصود اضافت کا حاصل نہو اب ظاہر ہے کہ جہان مضاف مضاف الیہ سے خاص مطلق ہوگا نہ تو مضاف کو تعریف حاصل ہوگی نہ تخصیص نہ توضیح بلکہ اُلٹا تخصیص سے تعمیم کیجانب جانا تحصیل حاصل تو کیا حاصل شدہ کا کھو لینا ہے یہ قلب موضوع ہے پھر اس صورت مین تصحیح اضافت کی کیا تدبیر ہوسکتی ہے رہا دو مساویون مین اضافت کا امتناع اس مین مجکو کلام ہے اسواسطے کہ جب تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہ ہوا نہ ہوا سہی فقط توضیح کا حاصل ہوجانا صحت اضافت کیلیئے

کافی ہے ہان جہان کہین یہ توضیح بھی نہ ہوگی اضافت بے شک وشبہ ممتنع ہے اسواسطے کہ تعریف
وتخصیص وتوضیح مین جو صحت اضافت کے شروط ہین عطف منع خلو کے لیئے مانا گیا ہے - تیسری
عام کی اضافت خاص کی طرف اور یہ دو حال سے خالی نہین یا تو اضافت موصوف کی صفت کیطرف
ہوگی جیسے روز جمعہ علمِ فقہ - کتابِ گلستان پیلِ محمود[۵] جانبِ غربی - نظامی رح **شعر** ہرا پیل بار از تو
مقصود نیست ؛ کہ پیل تو چون پیل محمود نیست ؛ یہ اضافت بھی بمعنی مر و براے ہے لیکن عرف
مین اسکو اضافت بیانیہ بھی کہتے ہین اور بعضے توضیحی وتخصیصی اضافت بھی اسکا نام رکھتے ہین ہین
عرض کرتا ہون کہ یہ موشگافیان زبان عرب کا حصہ ہین - چونکہ عربی مین موصوف وصفت کے درمیان
باعتبار تعریف وتنکیر مطابقت شرط ہے اور یوم الجمعۃ وعلم الفقہ وجانب الغربی مین مثلا وہ مطابقت
مفقود ہے تو اس ترکیب کی تصحیح کے لیئے یہ نکتہ تراشا لیکن فارسی مین ترکیب اتصافی و اضافی
کی ایک ہی شکل اور ایک ہی صورت ہے جیسے کنارۂ غربی روز جمعہ پھر ضرورت ہی کیا پڑی ہے
کہ بنی بنائی اتصافی ترکیب کو چھوڑ کر خواہ مخواہ بتکلف ترکیب اضافی بنائین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
یا اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہوگی جیسے خردان اطفال - سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے
شعر بزرگی وعفو وکرم پیشہ کن ؛ ز خردان اطفالش اندیشہ کن ؛ چوتھی مضاف مضاف الیہ
مین باہم نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو اس صورت مین یا تو ایک دوسرے کے لیئے اصل اور
مادہ ہوگا یا نہ ہوگا - اگر ایک دوسرے کے لیئے اصل اور مادہ ہے تو دو حال سے خالی نہین یا تو مضاف
الیہ مادہ مضاف کا ہوگا یا مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہوگا درصورت اول یعنی اگر مضاف الیہ
مادہ مضاف کا ہے تو یہ اضافت بھی بمعنی از ہوگی جیسے خنجر فولاد انگشتر زر اس قسم کی اضافت
کا اضافت بیانیہ نام ہے اسی طرح دیو مردم یعنی دیو یکہ از مردم خیزد - نظامی رح کا شعر ہے **شعر**
زمانہ زندران ناید الا دو چیز ؛ یکے دیو مردم دگر دیو نیز ؛ **ولہ** ازین دیو مردم کہ دام و دد اند ؛ نہان
شو کہ ہمصحبتانت بدند ؛ چنانچہ عربی مین شیاطین الانس کہتے ہین جیسے اس آیۂ وافی ہدایہ مین
وکذلک جعلنا لکل نبی عدوًّا شیاطین الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض زخرف
القول غرورا - اگر مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہے جیسے زرِ انگشتر و فولادِ خنجر و سنگِ صنم اضافت
حقیقی بمعنی براے و مر ہوگی حزین کا شعر ہے **شعر** از بتکدہ تا کعبہ رہے نیست برہمن ؛ سدّرہِ خود

اضافت موصوف جانب صفت

۵ پیل یکے است کہ محمود نام داشت سردار پیلان بود و ابرہہ اراده خراب ساختن کعبہ بر او سوار بوده بود سکندر نامہ از شرح

اضافت صفت جانب موصوف

اضافت بیانیہ بمعنی از

بیان اس اضافت کا جس مین مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہے

بغیر تعلق مادہ اضافت بمعنی از

ساختۂ سنگِ صنم را ✤ اور بعض وقت بغیر اس علاقہ کے کہ مضاف الیہ مادۂ مضاف ہو اضافت بمعنی از آجاتی ہے۔ طغرای مشہدی شعر دل آزاری بود کردارِ ناصح ✤ نباشم از چہ رو بیزارِ ناصح ٭ اے بیزار از ناصح۔ مین عرض کرتا ہون کہ یہ توزیع اقسام اضافت کی جو بمعنی مر و بر و در واز کی گئی ہے باعتبار اُنکے مفہوم محلّل کے ہے ورنہ سبکو ایک قسم یعنی اضافت بمعنی مر بنا دے سکتے ہین اسواسطے کہ صحت اضافت کے لئے ادنے ملابست کفایت کرتی ہے جیسے دستِ دریغ و بلیناسِ ثانی و شبستانِ خر اضافت بادنی ملابست ہے سعدی رح شعر بہ تندی سبک دست بردن بہ تیغ ✤ بدندان برد پشت دست دریغ ✤ نظامی رح شعر بلیناسِ ثانی نیز گنجے تمام ✤ ہم از مشک پختہ ہم از مشک خام ✤ بنزد جہان داور خویش برد ✤ جہان داوری بین کہ چون پیش برد ✤ وصیت سکندر وقت وفات کے بیان مین ہے شعر ہوائے کز و سنگ خارا گداخت ✤ چو نیروی تن بود با ما بساخت ✤ کنون در شبستان خر و پرند ✤ چو نیرو نماندہ شدم دردمند ✤ غرض ظروف کو اپنی ظرف اور انگشتر کو اُسکے زر کے ساتھ مثلاً جو ایک اختصاص ہے صحت اضافت کیلئے کافی ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ اگر ایکدوسری کے لیئے اصل اور مادہ نہین ہے اور باہم نسبت من وجہ متحقق ہے تو یہان بھی یا صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہوگی جیسے ویژگانِ سپاہ و ہندیِ تیغ و تقویمِ خرد۔ نظامی رح شعر چو ہندوے بازیگر گرم خیز ✤ معلّق زنان ہندی تیغ تیز ✤ فردوسی رح بہرام کی اسیابان کی لڑکیون سے شادی کرنے کے بیان مین لکھتے ہین شعر دگر ہفتہ آمد بہ نخچیرگاہ ✤ خود و موبد و ویژگانِ سپاہ ✤ جامی رح شعر ز تقویم خرد بہروزیم بخش ✤ بر اقلیم سخن فیروزیم بخش ✤ استشہاد اس شعر کے ساتھ اُسوقت ہو سکتا ہے کہ ز تقویم کی زا کو بیانیہ قرار دین اور مصدر کو بمعنی مفعول لے کر مع اُسکے مضاف الیہ کے بہروزی کا بیان بنائین یعنی خرد مقوّم واو کی تشدید اور فتح کے ساتھ۔ اور اس مصدر مضاف کو بمعنی مفعول لینے سے یہ اضافت اضافت لفظی نہین بنجاتی اسواسطے کہ اول تو اضافت لفظی کے لیئے صیغۂ صفت کا مضارع کے معنون مین ہونا شرط ہے اور جو اسم فاعل و اسم مفعول کہ مصدر کی صورت مین آتا ہے وہ ضرور دوامی و استمراری معنی پاتا ہے دوسرا ہر اسم فاعل و اسم مفعول مضارع کے معنون مین نہین ہوتا اسیواسطے اس قسم کی ترکیب کو کلیۃً اضافت لفظی کا حکم نہین لگا سکتے یا موصوف

بیان اضافت بادنی ملابست

بیان اضافت صفت جانب موصوف

بمعنی مر ۱۲

اضافت موصوف کی جانب صفت
اس امر مین اپنی تحقیق

کی اضافت صفت کی طرف جیسے نماز پیشین بسجد جامع - آسمان دنیا -
مگر یہان بھی میری وہی گذارش ہے کہ ان مثالون مین باوجود تحقق معنی مرکب توصیفی اضافت
کا قائل ہونا اور پھر بتکلف متاوّل کرنا فقط اس مرکب کا اسم اول مجرد عن اللام اور ثانی مجرور و
محلی باللام ہونے یعنی عدم مطابقت در اعراب و تعریف و تنکیر کی وجہ سے ہے جو زبان عرب مین
یہ امر خصوصیات ترکیب اضافی سے ہے جیسے مسجد الجامع صلوۃ الاولے سماء الدنیا غرض فقدان
مطابقت نے جو شرط ترکیب وصفی ہے نحاۃ عرب کو مرکب اضافی قرار دینے اور متاول کرنے پر
مجبور کردیا یعنی باعتبار صورت ظاہر لفظ مرکب اضافی قرار دیا اور باعتبار معنی متاوّل یعنی درمیان سے
ایک اسم کو جو واقع مین مضاف الیہ اس مضاف کا ہے محذوف مانا جیسے صلوۃ الساعۃ الاولی مسجد الوقت
الجامع اور جانب الغربی اس آیہ وافی الہدایہ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ مین جانب الجبل یعنے
الطور الغربی - پس غور کرنا چاہیئے کہ زبان فارسی ان خصوصیات اور ان شروط سے معرّا ہے اس
زبان مین ترکیب اضافی اور اتصافی کی ایک ہی صورت ہے فارق و فاصل فقط ایک امر معنوی
ہے کیا معنی صرف لحاظِ معنی ایک دوسرے کے لیئے جُدا شناس بنا ہوا ہے پھر ضرورت داعیہ
اور کون سی ہے جو سیدھی سیدھی ترکیب اتصافی کو چھوڑکر اضافت کے قائل ہونے پر مجبور کرے
حالانکہ خود کلام عرب مین جب بعینہ اسی مرکب کا اسم اول محلّی باللام ہوتا ہے تو اُسکو بغیر تاویل مرکب
توصیفی مانتے ہین چنانچہ لفظ دنیا بروزن فُعلی مؤنث ادنیٰ جو دنوّ بمعنی نزدیک شدن سے مشتق ہے
دونون طرح کلام عرب مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو اپنے معنی حقیقی وصفی مین استعمال کیا جاتا ہے
جیسے الحیوۃ الدنیا والعدوۃ الدنیا والجمرۃ الدنیا والسماء الدنیا دوسرا بمقابلہ آخرت کے
اس جہان فانی کا نام رکھ لیا اسوقت اُسکی وصفیت کا لحاظ مغلوب ہوجائیگا اگرچہ یہ نام بھی بنظر
قرب ہی رکھا گیا ہے مگر غلبہ اسمیت کو ہوگا جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ۔ وَاكْتُبْ لَنَا فِي
هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ مین اور اسی غلبۂ اسمیت کی وجہ سے اسکی جانب اضافت بھی
بلاتاویل درست ہوجاتی ہے جیسے ثواب الدنیا وحرث الدنیا وسماء الدنیاء مجمع البحار مین ہے
الجمرۃ الدنیا ای القریبۃ الی منا فُعلیٰ من الدنو وھی اسم لھذہ الحیوۃ لبعد الاخرۃ عنہا والسماء
الدنیا لقربہا من ساکنی الارض ویقال سماء الدنیا بالاضافۃ - منتہی الارب مین ہے والسماء الدنیا

این آسمان لقربہا من ساکنی الارض وکذا اسماء الدنیا بالاضافۃ اسی طرح ومکر السئی ولا
یحیق المکر السئی - اوّل اضافت کے ساتھ بتاویل مکر العمل السئی دوسرا اتصاف کے ساتھ آیا ہے
غرض جب زبان فارسی مین ترکیب توصیفی کے لیئے کوئی جدی شرط نہین بلا تامل ان مرکبونکو موصوف
صفت کہنا چاہیئے اور بلا ضرورت داعیہ صرف اتباع زبان عرب سے تکلف مین پڑنا صواب نہین
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب - بعض وقت اہل فارس نے دنیا کو مطلق عالم کے معنون مین استعمال
کیا ہے نظیری کا شعر ہے **شعر** ہر کہ از معشوق غافل گشت لذت در نیافت ٭ دیدۂ نے معرفت
را در دو دنیا نور نیست ٭ اے در دو عالم - یہ بھی سن رکھو کہ جسوقت ترکیب اتصافی اور اضافی ایک جگہ
جمع پڑتی ہین - اہل عرب ترکیب اضافی کے جوڑ کو نہین توڑتے بلکہ صفت کو موصوف مضاف سے
منفصل کر کے بعد مضاف الیہ کے ملحق کرتے ہین اور اہل فارس اکثر اتصال توصیفی کو قائم رکھتے
ہین جیسے نامِ فرخِ نوشیروان سعدیؒ **شعر** زندہ است نامِ فرخ نوشیروان بعدل ٭ کز ہستیش
بروے زمین یک نشان نماند ٭ اور کبھی تابع عرب کے ہو جاتے ہین سعدیؒ **شعر** پسران وزیرِ
ناقص عقل ٭ بگدائی بروستا رفتند ٭ روستازادگان دانشمند ٭ بوزیری پادشا رفتند ٭ اے
پسران ناقص عقل وزیر - اور کبھی موصوف سے صفت کو مقدم کر دیتے ہین تا اتصال مضاف
کا مضاف الیہ کے ساتھ اسی طرح باقی رہے - فردوسیؒ جلد دوم شاہنامہ کے اخیر مین بیان
کرتے ہین صفحہ ۲۸۵ **شعر** کہ این نامۂ شہریاران پیش ٭ بپیوندم از خوب گفتار خویش ٭ یعنی از گفتار خوب
خویش - سوا اس ضرورت اجتماع کے بھی فاصلہ صفت موصوف اور مضاف مضاف الیہ کے
بیچ مین جائز ہے - اول یعنی فاصلہ درمیان موصوف صفت کے جیسے نظامیؒ کے اس شعر مین
شعر سپیدہ برد رومی از چشم درد ٭ برد تیغ من سرخی از روے زرد ٭ اے سپیدۂ رومی - ان
مواضع مین صاحب موہبت عظمیٰ حضرت آرزو عطف بیان کے قائل ہین - میرے نزدیک یہ تکلف ہے
دوسرا یعنی فاصلہ درمیان مضاف مضاف الیہ کے اور اس فصل کے بارہ مین کوئی خصوصیت
است رابطہ کی نہین است رابطہ کے سوا دوسرے الفاظ بھی فاصل بنجاتے ہین - فردوسیؒ پشنگ اور
افراسیاب کی گفتگو کے بیان مین لکھتے ہین صفحہ ۲۴۸ دوم **شعر** چو دستور باشد مرا بادشا ٭ از ایشان سوارے نمانم بجا
اے دستور بادشاہ مرا باشد - سعدیؒ **شعر** برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ٭ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

دنیا بمعنے مطلق عالم

ترکیب اضافی و اتصافی ایک جگہ جمع ہو جائین تو بہ اتصال کسکو ہوتا ہے

اے دفتر معرفت۔ وحید شعر اے وحید از مژہ چون ابر بہ ہنگام وصال ؛ گل بہار آمدہ وقت ست
مے آشامیہا ؛ اے وقت مے آشامیہا۔ اور یہ بھی سُن رکھو کہ کبھی مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ
کو باقی رکھتے ہین جیسے سعدی کے اس شعر مین شعر سنگ بد گوہر اگر کاسۂ زرین شکند ؛ قیمتِ سنگ بیفزاید
زر کم نشود ؛ اے قیمت زر۔ نظامی رح شعر مبین رنگ طاؤس و پر وازِ او ؛ کہ چون گریہ زشت آمد آوازِ او ؛
اے چون آواز گریہ۔ کبھی بقرینۂ مقام مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو باقی رکھتے ہین جیسے شعر دیدۂ
سعدی و دل ہمراہِ تست ؛ تا نپنداری کہ تنہا میروی ؛ اے دلِ سعدی۔ اسی طرح مضاف الیہ پر مضاف
کی تقدیم بھی جائز ہے جیسے گیہان خدیو جہان بادشاہی شہنشاہ سراپردہ۔ یہ امر سماعی ہے اس مین
قیاس کو دخل نہین یعنی جس مضاف الیہ کو چاہے اُسکے مضاف سے مقدم کر دینا امر فصاحت مین
مخل ہوگا اور اس تقدیم خلاف موضوع کو ضرورت شعری پر مبنی کرنا کلام فُصحا مین عیب اور عجز کا
قائل ہونا ہے یہ خطا ہے استادونکے نثر کلام مین یہ ترکیب موجود ہے اسی طرح صفت کی موصوف
پر تقدیم ضرورت شعری پر مبنی نہین جیسے کوتاہ خردمند گلستان کی تیسری حکایت مین مشہور ہے
نثر گفت اے پدر کوتاہ خردمند بہ کہ نادان بلند۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصّواب۔
احکام لفظیہ مین امتزاج کا شمار کرنا یہ ہے کہ فارسی مین کل کلمات مبنی علے السکون ہین اور یہ بھی
ظاہر ہے کہ مضاف و مضاف الیہ قبل تعلق اضافت دو مستقل جدے جدے اسم تھے سکون پر
مبنی تھے اگر بعد تعلق اضافت بھی مبنی علے السکون رکھے جائین لفظون مین امتزاج ہی کیا حاصل ہو
جس طرح قبل اضافت بیگانگی اور علیحدگی تھی اسیطرح اب بھی رہتی تو بنائے سکون مضاف کو
جو علامت کلمہ کی تمامیت کی تھی اُٹھا کر بجائے اُسکے جنبش کسری رکھدی جسکو علامت اضافت
کہتے ہین تا بمقابلہ معنوی اتحاد کے کسیقدر لفظی اتحاد بھی ہو جائے جیسے عربی مین حذف تنوین اور
نون کا اس امتزاج کے لیئے کیا جاتا ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ مین تصریح کر دی ہے
فَلَمَّا اَرَادُوْا اَنْ یَّمْزِجُوا الْکَلِمَتَیْنِ مَزْجًا یَکْتَسِبُ بِہٖ الْاُوْلیٰ مِنَ الثَّانِیَۃِ التَّعْرِیْفَ وَالتَّخْصِیْصَ
حَذَفُوْا مِنَ الْاُوْلیٰ عَلَامَۃَ تَمَامِ الْکَلِمَۃِ گویا اسوقت مضاف کے اول حرف سے لیکر مضاف الیہ
کے اخیر حرف تک ایک کلمہ بنگیا۔ لیکن بعض مواضع بوجہ شذوذ مستثنےٰ ہین اور ان مین بھی دو طرح
کے ہین ایک تو وہ کہ جنکے مضاف پر علامت اضافت نہین لائی جاتی جیسے چون وجز و سر و ہمہ سعدیؒ

بیان حذف مضاف

بیان حذف مضاف الیہ

مضاف الیہ کی مضاف پر تقدیم

اسیطرح صفت کی موصوف پر تقدیم

اسیطرح کبھی یائے معروف بمعنی از جانب مقطوع الاضافت مستعمل ہے جیسے معزی شعر خوارزم شہ آمد از لب جیحون وزی درگہ تو بحشمت و تمکین ؛ خاقانی شعر مائیم نظارگان غمناک وزی حقۂ سبزہ مہرۂ خاک ۱۲ منہ

بیان ان مضافون کا جن پر علامت اضافت نہین لائی جاتی

کاشعر ہے **شعر** مکن تکیہ بر ملک دنیا وپشت ✤ کہ بسیار کس چون تو پرورد وکشت ✤ **ولہ** ہر کہ شاہ آن کند کہ او گوید ✤ حیف باشد کہ جز نکو گوید ✤ لیکن یہ شعر اسداللہ خان غالب کا **شعر** ساز از دم نائیست چون نے زمزمۂ ما ✤ اے ماہمہ ہیچ تو واے تو ہمۂ ما ✤ متاوّل ہے۔ اور اُن مضافون پر بھی علامت اضافت نہین لائی جاتی جنکے مضاف الیہ مین فصل واقع ہو گیا ہو جیسے دستور باشد مرا بادشاہ وقتست می آشامیہا ودفتر بیت معرفت وغیرہ مین اور یہی حال موصوف وصفت کے فاصلہ اور حذف علامت اتصاف کے بارہ مین سمجھنا چاہیئے جیسے سپیدہ بر درومی مین۔ دوسرے وہ مضاف ہین کہ جنکو اکثر بغیر علامت اضافت کے استعمال کرتے ہین یہ امر کبھی مضاف کی خصوصیات سے ہوتا ہے جیسے لفظ صاحب[ے] اور سر اور ابن اور نبیرہ اور پسر اور میر اور عاشق اور نیم اور پس اور ولی سعدیؒ **شعر** مگر صاحبدلے روزے ز رحمت ✤ کند در کار درویشان دعائے ✤ **ولہ** زبان در دہان خردمند چیست ✤ کلیدِ درِ گنج صاحب ہنر ✤ **ولہ** ز صاحب غرض تا سخن نشنوی ✤ اگر کار بندی پشیمان شوی ✤ امثلہ سر کے جیسے سرمایہ۔ سرچشمہ۔ سرحلقہ بمعنی سردارِ جماعت سرداستان بمعنی عنوانِ داستان سردفتر سرسورہ سرطوق اُس حلقۂ کلان کو کہتے ہین جو سرے پر زنجیر کے ہوتا ہے اور کلس کو بھی کہتے ہین جو ملمع کرکے گنبدون پر نصب کرتے ہین۔ کلیم کا شعر ہے **شعر** گر حلقۂ دام ست وگر حلقۂ زنجیر ✤ سرحلقہ کدام ست بغیر از منِ دیوانہ ✤ میرزا رضی دانش **شعر** تا ہست حرف زلف تو سرداستان ما ✤ پیچیدگی برون نرود از زبان ما ✤ میر محمد افضل ثابت **شعر** بخون رقمزدہ طغراے خطّ پیشانی ✤ برنگ سرخیِ سرسورہاے قرآنی ✤۔ سعید اشرف دریا کی تعریف مین لکھتے ہین **شعر** خروشان موجہایش چرخ تسخیر ✤ درو گرداب چون سرطوق زنجیر ✤ طاہر وحید مسجد کے گنبد کی تعریف مین کہتے ہین ✤ **شعر** ز سرطوق گنبد بگردون رسید ✤ چو پیرے کہ او را پر اند مرید ✤ لفظ ابن کا جیسے **شعر** علے الخصوص کہ دیباچۂ ہمایونش ✤ بنام سعد ابوبکر سعد بن زنگیست۔ **شعر** خدیوِ عرصۂ عالم محمد شاہ بن تغلق ✤ کہ در بزم جہانداری سکندر زیبدش چاکر ✤ اور لفظ نبیرہ فردوسی علیہ الرحمہ کے اشعار مین **شعر** نبیرہ فریدون شبان پرورد ✤ ز رلاے بلند این کے اندر خورد۔ **شعر** نبیرہ فریدونِ پیوند شاہ ✤ کہ ہم تاج دارند وہم جایگاہ۔ **شعر** نبیرہ سماعیل پیغمبرست ✤ کہ پور براہیم نیک اخترست ✤ **شعر** نبیرہ پشنگے فریدون نژاد ✤ نباید کہ پیچے تو سر راز داد ✤ اور لفظ پسر جیسے پسر عم وپسر ہمشیرہ وغیرہ

بیان ان مضافون کا جنکے ساتھ اکثر علامت اضافت نہین لاتے

یہ امر کبھی مضاف کی خصوصیات سے ہوتا ہے

[ے] صاحب سریر۔ نظامی رح **شعر** گرد بیش خواند صاحب سریرے ولایت ستان بیک آفاق گیر ۱۲ منہ

ملک شرفی **شعر** دیرینہ ہمدمے کہ دلم زخمدار اوست ✤ مارا برادرست تراگر پسر عم ست ✤ کسی اُستاد کا شعر ہے **شعر** آن پسر ہمشیرۂ سید عماد خوشنویس ✤ آن برادرزادۂ شمس الحق شیرین ادا ✤ میر معز فطرت **شعر** دلم بردہ زلف بازان پسرنے رحم بزازے ✤ متاع آرزو ارزان کنے مطلب گران سازے ✤ اور لفظ میر جیسے میر آب میر آتش میر آخر میر انجمن میر بار میر چوپان میر دہ میر دیوان میر سامان میر سپاہ میر سلاح میر شب میر شکار میر عدل میر عرض میر عمارت میر قافلہ میر کاروان میر لشکر میر مجلس میر منزل میر میدان اساتذہ کے کلام مین مستعل ہین چونکہ یہ لفظ موقوف الآخر ہے اور موقوف اور متحرک مین بحیثیت وزن عروضی کچھ فرق نہین تو ان الفاظ مین فک و ثبت علامت اضافت کا ثبوت فقط اہل لسان کے لہجہ سے ہوگا یا مضاف الیہ مصدر بہ الف ہو تو الف کے گرجانے سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوسکتا ہے جیسے میر آب بمعنی داروغہ آب یعنی میر بحر کلیم کا شعر ہے **شعر** خضر نتواند بآب زندگی از ما خرید ✤ منصب میرابی سرچشمۂ آئینہ را ✤ اسی طرح میر آتش داروغہ توپخانہ۔ آرزو کا شعر ہے۔ **شعر** لشکر اہل سخن را خرم ✤ آرزو میر آتشم شیخ آذر نیست ✤ اسی طرح میر آخر داروغہ اصطبل۔ محمد سعید اشرف۔ **شعر** بسکہ در اصطبلش آمد باخت اسپ خویش را ✤ در تلاش خدمت میر آخرے سام سوار۔ امیر خسرو **شعر** رفت امیر آخرو آورد زود ✤ ہرچہ در اطراف جہان باد بود ✤ اسی طرح میر آش بمعنی خوان سالار۔ اسی طرح میر انجمن۔ اور لفظ عاشق کا جیسے عاشق آفت عاشق بادہ عاشق بناگوش عاشق پلاؤ عاشق جماع عاشق سخن عاشق صحبت عاشق فغان عاشق گناہ عاشق نالہ عاشق نغمہ عاشق نیام ابوطالب کلیم **شعر** میرساند خوشہ اش خود را بہ ابر از شوق برق ✤ مزرع امید ما از بسکہ عاشق آفت است۔ صائب اصفہانی **شعر** چون سبو تا ہست نم از زندگی در پیکرت ✤ دستگیری کن مے آشامان عاشق بادہ را ✤ **ولہ** ندارد صفحۂ دوران چو من عاشق بناگوشے ✤ ندارد حسن خط چون من غلامے حلقہ در گوشے ✤ فوقی یزدی **شعر** بود این خسیسان عاشق پلاؤ ✤ زخر پہلوے شان ہمہ حرص گاؤ۔ **ولہ** چو من عاشق جماعے کو دران روز ✤ کہ برفرہادو میرد دو صد گوز۔ ظہوری **شعر** درین انجمن کیست عاشق سخن ✤ کہ عشقے نورزید با شعر من ✤ صائب **شعر** سرنمی پیچد بترک سر زتیغ آبدار ✤ اینقدر کس چون قلم عاشق سخن باشد چرا۔ **ولہ** عالم روشن بچشمش زود میگردد سیاہ ✤ ہر کہ چون پروانہ بیدرد عاشق صحبت ست ✤ ظہوری **شعر** بناز ک دلیہاے خواری کشان ✤ بلبہاے خاموش عاشق فغان ✤ **ولہ** بعصیان عشقبازیہاے ما چیست ✤

چرا عفوت چنین عاشق گناہ است ٭ شفائی شعر گلبنِ مہر و وفا را مرغ عاشق نالہ ام ٭ لب نہ بندم زافغان تا گلے بر شاخ ہست ٭ صائب شعر جوش گل را گوش عاشق نغمۂ ما تازہ کرد ٭ نالۂ بلبل کجا تنہا بفریادم رسد ٭ کلیم شعر ز دستش آنچہ ناید انتقام ست ٭ کہ تیغ کینہ اش عاشق نیام ست ٭ اور لفظ نیم کا جب مضاف ہوتا ہے ہمیشہ کے لیئے مقطوع الاضافت دیکھا گیا اور یہان بھی میر کی طرح لفظ نیم کا موقوف الآخر ہے لہجہ اہل زبان سے اسکی فک علامت اضافت کا حال دریافت ہوگا جیسے نیمروز نیمشب نیمقطرہ نیمنان نیمرخ۔ سعدی رح شعر ظالمے را خفتہ دیدم نیمروز ٭ گفتم این فتنہ است خوابش بُردہ بہ ٭ نظامی رح شعر چو در نیمشب از تو جویم پناہ ٭ بمہتاب فضلم برافروز راہ ٭ عرفی شعر بہ نیم قطرہ شرابے کہ باز میماند ٭ پس از پیالہ کشیدن بساغر از لبِ یار ٭ سعدی رح شعر نیم نانے گر خورد مرد خداے ٭ بذل درویشان کند نیمے دگر ٭ اور لفظ اول کا ہر دو طرح مستعمل ہے جیسے اول شب یعنی پاس اول شب۔ نظامی رح شعر چو اول شب آہنگ خواب آورم ٭ بہ تسبیح نامت شتاب آورم ٭ حاجی محمد جان قدسی شعر چون سر زلفش بدستم افتد از خود میروم ٭ ہمچو طفلان اول شب خواب مے آید مرا ٭ اور لفظ پس جیسے پس خوردہ پس فردا۔ میر حسن دہلوی شعر حسن آخر چرا اندیشی امروز ٭ ازان فردا کہ پس فردا اندارد ٭ اسی قبیل سے ہین پدر زن برادر زن شاہجہان۔ ولی نعمت ولی دولت کافر نعمت ولی عہد مالک رقاب۔ نظامی رح شعر زیار تگہ اصل داران پاک ٭ ولی نعمت فرع خواران خاک ٭ **وله** دگر بارہ دولت در آمد بکار ٭ ولے دولتے با سخن گشت یار ٭ میر صبحی مازندرانی شعر تو کافر نعمتے صبحی وگرنہ ٭ بخونِ دل تنعم مے توان کرد ٭ صائب شعر اگر بر زخم کافر نعمتان باشد گران پیکان ٭ زبان شکر گردد زخم ما را در دہان پیکان ٭ نظامی رح شعر بزرگان لشکر نمودند جہد ٭ کہ با آن ولی عہد بندند عہد ٭ جلال الدین دوانی شعر خسرو مالک رقاب دین پناہ ٭ آفتاب مکرمت ظل آلہ ٭۔

یہان تک وہ امر بیان ہوا کہ فک علامت اضافت جو خصوصیت مضاف سے ہوتا ہے اب ادن مضاف الیہوں کا بیان ہے جنکی خصوصیت سے کسرۂ اضافت تخفیف مین آجاتا ہے جیسے لفظ ایزد اور آب یہ دو لفظ جب مضاف الیہ واقع ہون انکے مضاف پر سے اکثر کسرۂ اضافت کو گرا دیتے ہین۔ جامی رح شعر بنامیزد چہ زیبا صورتے بود ٭ کہ صورت کاست اندر معنی افزود ٭ نظامی رح شعر چو ایزد بمن نعمتے

درفزود * سپاس ایزدم چون نباید نمود * اور لفظ آب * سیلاب تالاب آسیاب دولاب وغیرہ مین
دُول بالضم کوزۂ آب کو کہتے ہین کمال اسمٰعیل **شعر** چہ دُول این یکے ریسمان در گلو * چو چرخ آن
یکے کندہ برہر دو پا * - اور یہ بھی جان لینا ضرور ہے کہ بعض وقت اس مرکب سے ایک شے کا نام
رکھدیا جاتا ہے تو لحاظ معنی ترکیبی کا اُسوقت مغلوب ہوجاتا ہے اسمیت غالب ہوجاتی ہے اس حال
مین اسکا مقطوع الاضافۃ ہونا ضروری سمجھا جائیگا جیسے سرمایہ میزاب سیلاب تالاب اور جامہ غوک
جامہ خواب شب خون جو مقابل روز خون کا ہے یہ سب اسی قبیل سے ہین کمال اسمٰعیل **شعر** خنک کسیکہ
ازین بادہ مست وبیخبر بش * بغل گرفتہ زمجلس بجامہ خواب کشید * ابوالبرکات منیر **شعر** شب چو دل سر
میکند حرفے زدرد ہجر دوست * گریہ شبخون میزند افسانہ درخون میرود - ملاشانی تکلو **شعر** رائے تو
رائیتے ست کہ گیسوے پرخمش * شبخون روشنی بشب تار میزند * اگر بحیثیت اسمی نہ بیان ہون اُسوقت
علامت اضافت ظاہر کردیجاتی ہے فردوسیؒ سکندر اور فور کی جنگ کے بیان مین لکھتے ہین **شعر**
خروش آمد از دشت کاے دوستان * سرمایۂ مرز ہندوستان * باقر کاشی **شعر** در دول ماشنیدنی
نیست * مکشا سر داستان مارا * قلی میلی **شعر** دوران بکلید مہ نوشا مگہ عید * بکشاد سر طوق اسیران و
رہا کرد * امیر خسروؒ **شعر** میلے بحسرت نشداے آب زندگی * با آنکہ سیل آب جز اندر نشیب نیست *
طغرا **شعر** بہ پہلوے مسجد یکے تال آب * بود پاک چون چشمۂ آفتاب * سعدی **شعر** نگویند از سر
بازیچہ حرفے * کزان پندے نگیرد صاحب ہوش * حافظؒ **شعر** اے صاحب کرامت شکرانۂ سلامت *
روزی تفقدی کن درویش بینوارا * بابا فغانی **شعر** چہ عیش از مستی یکساعت شب تیرہ روزان را *
کہ آتش از غم فردا بود در جامۂ خوابش * سعدیؒ **شعر** پسر نوح بابدان بنشست * خاندان نبوتش گم
شد * نظامیؒ **شعر** ازان پیش کار دشب خون شتاب * چو دراج در دہ صلاے کباب * اسکا مقابل
روز خون بھی آتا ہے - حکیم نزاری قہستانی **شعر** کنم اینک خبر دارت کہ چونست * شب خون مصلحت یا روز
خون ست * ان امثلہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض موقعون مین ان الفاظ مین اثبات کسرہ اضافت کا
ہوتا ہے مگر کم اسیواسطے ہم نے پہلے کہدیا ہے کہ فک علامت اضافت کے ساتھ یہ الفاظ اکثر استعمال
کیئے جاتے ہین اسیطرح جب ضمیر متصل کیسکے مضاف الیہ واقع ہو جیسے کتابش کتابت کتابم کتابشان
کتابتان کتابمان اسکی تحقیق ضمیر کے بیان مین گزر چکی - اب سنو جب یہ الفاظ بشرط وقوع طرف

مرکب اضافی بحسب خصوصیت فک علامت اضافت کے ساتھ اکثر مستعمل ہوتے ہین تو یہی کثرت استعمال اسکی اولویت کا سبب ہوگی اور اسکا خلاف خلاف اولے۔ اور جن مضافونکے اخیر مین نون بعد مدّہ ہو جیسے شبان کمان یا ہاے مختفی یا یاے معروف ہو کبھی کبھی فک علامت اضافت کے ساتھ بھی مستعمل ہوجاتے ہین مگر اکثر نہین بہت کم تو یہان بوجہ قلت استعمال اولویت اثبات علامت اضافت مین ہوگی۔ خاقانی **شعر** ضمیر من امیر آب حیوان ٭ زبان من شبان وادی ایمن۔ بدرچاچ **شعر** روے زمین چو تیر شد راست زنوک کلک تو ٭ جز کجی کہ در کمانِ ابروطاق دلبرست۔ سعدیؒ **شعر** بماند سالہا این نظم و ترتیب ٭ زما ہر ذرہ خاک اُفتادہ جاے ٭ اے ذرہ خاک۔ نظامیؒ **شعر** گرفتم ہمہ آہن آری زروم ٭ در آتشکدہ ماچہ آہن چہ موم ٭ اے آتشکدہ ما۔ خاقانیؒ **شعر** جملہ بدین وادری بردر عنقا شدند ٭ کوست خلیفہ طیور داور مالک رقاب ٭ اے خلیفہ طیور۔ مولوی معنوی قدس سرہ **شعر** گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنہ پاکان برد۔ اے پردہ کس۔ سعدیؒ **شعر** اے کہ شخصے منت حقیر نمود ٭ تا درشتی ہنر نہ پنداری۔ اے درشتی ہنر۔ مولوی معنوی ؒ **شعر** پیر پیر عقل باشد اے پسر ٭ نے سفیدی موے اندر ریش و سر ٭ اے سفیدی موے نظامیؒ **شعر** ہی چہرہ باغ چندان بود ٭ کہ شمشاد بالالہ خندان بود ٭ یہ بھی سن رکھو کہ اگر مضاف کا اخیر حرف الف مدہ ہو اس پر کسرہ اضافت کا ثقیل سمجھا جاتا ہے لہذا ایک یاے تحتانی تحمل کسرہ کے لیئے زیادہ کیجاتی ہے جیسے داناے راز۔ اس بارہ مین الف مقصورہ اور ممدودہ ایک حکم مین ہین۔ عرفی **شعر** مصر ویران کرد رود در وادی ایمن نہاد ٭ رود نیل شوق یعنی گریہ موساے من ٭ **شعر** بخدا کہ جرعہ دہ تو بحافظ سحرخیز کہ دعاے صبحگاہے اثرے کند شمارا ٭ مگر جسوقت جانب ضمیر متصل اضافت اسکی کیجاتی ہے تو پھر الحاق یاے تحتانی کا واجب نہین رہتا جیسے عصاش دعاش مصرعہ حسن زیباش خیل عشق آورد ٭ امیرخسروؒ **شعر** مورکہ بر سقف دود بے قیاس ٭ پاش بلغزد چو در افتد بطاس ٭ درصورت زیادتی یا یا کو حرکت فتح دیجائیگی اور باوجود جانب ضمیر متصلہ اضافت ہونے کے بغیر یا کے استعمال کرنا جیسے ظہیر فاریابی کے اس شعر مین **شعر** نثار مجلست از چرخ گوہرے بادا ٭ کہ در حساب نیاید بہا چنان گوہر۔ بحکم ضرورت ہی نیاید آمدن سے نہ کہ یافتن سے۔ اور اگر حرف اخیر مضاف کا واؤ مدہ کلمہ ثنائی کے اخیر مین واقع ہو جیسے بو خو رو مو وغیرہ یا متوالی الحرکات کے جیسے رفو سبو گلو نکو وغیرہ تو یہان بھی الف والے

مضافون کی طرح جنکا بیان ابھی اوپر گذرا تحمل کسرۂ اضافی کے لیئے یاے تحتانی کا الحاق واجب ہوگا جیسے بوے گل۔ روے زمین۔ موے سر۔ اور سبوے آب۔ گلوے صراحی وغیرہ۔ اور جب ضمیر متصل کیجانب انکی اضافت کیجاتی ہے یاکے ساتھ اور بغیر یاکے یہ دونون امر جائز ہوجاتے ہین۔ جیسے بوش روش بویش رویش اور سبوت گلوت سبویت گلویت۔ حافظؒ شعر لطف باشد گرنپوشی ازگدا ہاروت را ٭ تابکام دل ببیند دیدۂ ماروت را ٭ اے روے ترا۔ اگر کلمۂ غیر ثنائی متوالی الحرکات نہو جیسے ابرو۔ بازو۔ پہلو۔ گیسو۔ ہندو وغیرہ تو الحاق یا کا واجب نہوگا خواہ سائر مضافات کی طرح کسرۂ اضافی پر کفایت کرین جیسے رفیع کے اس شعر مین شعر توان بمعنی وحدت زحسن یار رسید ٭ ہلال ابرو او مطلعیست در توحید۔ مصرعہ در پہلوِ من نشست آن شوخ ٭ شاہی سبز واری شعر دو روزہ مہلت باقی بعیش دہ ساقی ٭ چو عمر بالب ساغر گزشت وگیسو چنگ ٭ خواہ کلمۂ ثنائی اور متوالی الحرکات کی واؤ کی طرح یا تو صرف یاے تحتانی ملحق کرین جیسے خواجہ کرمانی کے شعر مین شعر برآرندۂ تیغ صبح از نیام ٭ کشایندۂ چین زابروے شام ٭ حکیم زلالی شب کی تعریف مین لکھتے ہین شعر زتنگی آن چنان پیچیدہ درہم ٭ کہ موئیدہ برو گیسوے ماتم ٭ یا بعد الحاق یاے تحتانی بوجہ عدم تعذر ثقالت توالی ماقبل یا کو اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالکَسْرِ و بمناسبت یا کسرہ دیتے ہین پس یہ کسرہ کسرۂ اضافی اور یا یاے اشباعی نہ ہوگی جیسے امیر خسرو علیہ الرحمہ کے اس شعر مین شعر طلب کرد خاقان آفاق را ٭ گرہ باز کرد ابروے طاق را ٭ نظامیؒ شعر ورم پہلوے پہلوانان بہ تیغ ٭ خورم گردۂ گردنان بیدریغ ٭ صائب شعر بید مجنون گیسوئے ماتم پریشان کردہ است ٭ ناکرا قسمت شہید سنگ طفلان کردہ است۔ اور جب ضمیر متصل کیجانب انکی اضافت ہوتی ہے بزیادتی یاے تحتانی و بغیر یا دونون طرح مستعمل ہے لیکن سائر ضمائر متصلہ کے ماقبل کیطرح اسکو بھی حرکت فتح دیجائیگی جیسے ابرَوش ابرُوت پہلوش۔ پہلوت ابرویش پہلویش۔ ابرویت۔ پہلویت۔ اور یہ امر بھی جائز ہے کہ خود واؤ کو اجتماع ساکنین کی ثقالت دفع کرنے کے لیئے اخف الحرکات یعنی حرکت فتح دیجاے جیسے پہلُوَش ہندُوَش۔ حافظؒ شعر اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا ٭ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را ٭ غرض یہ واؤ واؤ مدہ ثنائیہ و متوالیہ سے احکام لفظی مین ممتاز ہے مگر لفظ سو بحکم شذوذ جمیع احکام مین شریک واؤ متوالی الحرکات

ہے جیسے **مصرعہ**۔ زمان زمان سوے من کن بعین لطف نگاہ ⁂ نظامی رح **شعر** سوے مخزن آوردم اول بسیج ⁂ کہ سستی نکردم دران کار ہیچ ⁂ **ولہ** تو اے پہلوان کا مدی سوے من ⁂ نگہدار پہلو ز پہلوی من واللہ تعالے شانہ اعلم بالصواب۔ اور اگر حرف اخیر یاے تحتانی مدہ ہو بوجہ عدم تعذر ثقالت کسرۂ اضافی پر کفایت کرنا اور نظر براخوت الف وواؤ مدتین یاے تحتانی کا بڑھانا یہ دونون امر جائز ہین اول جیسے حافظ رح کے اس شعر مین **شعر** ساقی بہ بے نیازیِ یزدان کہ مے بیار ⁂ تا بشنوی ز صوت مغنی ہوالغنی ⁂ طالب آملی۔ **شعر** آہم مکن اے شرم بہ نزدیکیِ آن کو ⁂ شاید بغلط یار زمن دست بشوید ⁂ دوسرا امر یعنی یاے تحتانی کا زیادہ کرنا اس مین پھر دو باتین ہین ایک تو بوجہ اجتماع ساکنین یاے اول کو بموافقت یاے مابعد حرکت کسرہ دیکر یاے ثانی کو اُسکے اصلی سکون پر چھوڑ دیتے ہین نظامی رح **شعر** کسے را کہ قہرے تو از سر فگند ⁂ بہ پا مردیِ کس نگرود بلند ⁂ اسکو اشباع نہ سمجھین۔ دوسرا یہ کہ یاے اول کو اُسی حالت سکون مین رکھکر یاے ثانی کو بحکم اذا حرک حرک بالکسر کسرہ دیتے ہین اور اور پھر چونکہ اسمین قاعدہ ادغام کا پایا جاتا ہے ادغام کردیتے ہین۔ حافظ رح **شعر** خنگ چوگانیِ چرخت رام شد در زیرِ زین ⁂ شہسوارا خوش بمیدان آمدی گوے بزن ⁂ اور یہ بھی یاد رکھو جب کوئی اسم اس قسم کی یاے نسبت والا جانب ضمیر متصل مضاف ہوتا ہے تو ماقبل اُس ضمیر کا متحرک بحرکت فتح رکھا جاتا ہے جس طرح اُن ضمائر کے سائر مضافات کا حال ہے لیکن بعض وقت بحکم ضرورت اُس یاے ماقبل ضمیر کو ساکن بھی کردیتے ہین مولوی معنوی[۱۴۵] رح **شعر** صد گمانت بود در پیغمبریم ⁂ باچنین برہان و این خلق کریم ⁂ مگر یہ کم آتا ہے۔ اور اگر اخیر حرف مضاف کا ہاے مختفی ہے تو چونکہ اُس مین صلاحیت کسرہ قبول کرنے کی نہین ہے تحمل کسرہ اضافت کے لیے ایک ہمزہ زیادہ کردیا جاتا ہے جیسے بندۂ خدا مجھسے پوچھیئے تو وہ یاے تحتانی بصورت ہمزہ ہے جیسے ہمزہ یا کی صورت پاتا ہے یا بھی ہمزہ کی شکل[۱۴۶] مین آتی ہے اسیوجہ سے ہمزہ قافیہ یاے تحتانی کا واقع ہوجاتا ہے۔ مولوی معنوی کا شعر[۱۴۷] ہی **شعر** لیک سیگویم حدیثِ خوش نہی[۱۴۸] ⁂ بر امید آنکہ تو کنعان نۂ ⁂ ہستی دبیر **شعر** بار وے چو نو بہار و با خوے دئی ⁂ باما چو خمار و باد گرکس چو مئی ⁂ بخت بدماہی کند سست ہئی ⁂ ورنہ تو چنین سخت کمان نیز نۂ ایک لطیفہ ذرا غور کرنیکے قابل اور حظ لینے کے لایق عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمائین کہ واضع حروف وصور حروف حکیم مطلق جلّت حکمتہ نے معنیِ لفظ کو حروف لفظ کے ساتھ اتنی مناسبت تو یہ

اخیر حرف مضاف کا یا تحتانی ہو تو علامت اضافت کیا ہوتی ہے

تحقیق ہمزہ جو ہاے مختفی پر لایا جاتا ہے

[۱۴۸] نہی بضمیر اول کہ ... معروف معنی ... در بعض ... فارسی قرآن ... تیستی ... ہم خواندہ اند

رکھدی جسطرح تمہید مین اس رسالہ کی مبرہن ہو چکا ہے پھر شکل حروف مین کیونکر اہمال تناسب
کرتا پھر ہر ایک حرف اپنی زبان حال سے پوچھتا کہ ہمین یہ شکل کیون ملی وہ کیون نہ ملی اور حکم آیۂ
وافی الہدایہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ سے یہ نہ سمجھنا کہ مالک مختار نے جس طرح چاہا بمناسبت و بلامناسبت
وضع کردیا بلکہ اُسکا ہر کام عین حکمت ہے مگر ہمکو اپنی ناسمجھی سے مناسبت پر پتے نہ لیجا کر خواہ مخواہ
اعتراض مین مُنہ نہین کھولنا چاہیئے پس اُن حروف کی یہ خاص خاص شکلین اور صورتین بھی ضرور
خاص خاص مناسبتون کی وجہ سے ہونگی گو کہ ان دقائق غامضہ پر ہماری نظر نہ پہونچے مثلاً اس شکل
(ئ) ہمزہ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے یہ بعینہ نصف بالائی حصہ یا کا ہے بلکہ کامل یا ہے صرف
ایک دامنہ جو روانی قلم مین نکلتا ہے رہ گیا ہے اور اگر اسکے بالائی سرے کو نکالدیجیئے دیکھئے
(ء) کامل واو ہے۔ اور جو اسکے انحنا کو لحاظ نکرین ایک مرتعش کے ہاتھ کا لکھا ہوا الف ہی چنانچہ
غالب فرماتے ہین مصرعہ الف منحنی بود ہمزہ غرض جبکہ اس مین کیفیت ان تینون حروف علت کی
بالقوۃ موجود ہے تو حالت فتحی مین الف کی صورت پاتا ہے حالت ضمی مین واو کی شکل لیتا ہے
حالت کسری مین یا بنجاتا ہے جیسے مامون مومن ایمان۔ آدم برسر مطلب اور وہ گرہ کی سی شکل
جسکو ہاے مختفی کہتے ہین میرے نزدیک کوئی حرف جوہر کلمہ کا نہین بلکہ علامت کلمات متحرک الآخر
کی ہے۔ اور یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ بعض قواعد نگارون نے کلمات فارسی مین ماقبل
ہاے مختفی کو بھی مکسور رکھا ہے اور میانجیون نے مکتبون مین اسکو رواج دیا ہے یہ خطا ہے
چنانچہ کلام اساتذہ اُسکے فتح پر دال ہے۔ میرزا غالب کا شعر ہے **شعر** شورش آمادہ رفتہ اندہمہ ٭
ہم برین جادہ رفتہ اندہمہ ٭ درنورد گزارش زدہ ہا ٭ کردہ انداز نشاط عربدہ ہا ٭ لیک در بعض جا
نہ در ہمہ اش ٭ لفظ ماری ہوی ست ترجمہ اش ٭ دیکھیئے قافیہ آمادہ اور زدہ اور ہمہ کا جادہ اور عربدہ
اور ترجمہ کو ڈالا ہے۔ یہ الفاظ عربی کے ہین انکا ماقبل اخیر مفتوح ہے اور یہان اختلاف روی کا
قائل ہونا تحکم ہے۔ ہان ہاے ظاہر کا ماقبل البتہ مکسور بکسرۂ اصلی رہتا ہے لیکن اس ہا کے اور
حرف ماقبل کے درمیان سے کوئی حرف علت حذف نہ ہوا ہو جیسے رَہ بمعنی طریق بفتح ماقبل وکُہ
بمعنی جبل بضم ماقبل و دِہ بمعنی قریہ بکسر ماقبل عارضی اسواسطے کہ اول سے الف ثانی سے واو ثالث
سے یاے تحتانی محذوف ہے اصل انکی راہ و کوہ و دیہ ہے۔ راہ و کوہ معروف ہین مگر دیہ امیر خسرو

کے اس شعر مین **شعر** قدرے چون برین نمط بشتافت ٭ راہ اندر سواد دیہے یافت ٭ میرحسن دہلوی
شعر سلامت از دل ویرانِ حسن چہ میپرسی ٭ نہ دیہ ماندہ نہ دہقان چہ واجب ست خراج ٭ غرض جہان
حرف علت حذف نہوگا ضرور ماقبل اُس ہا کا مکسور بکسرہ اصلی ہوگا مثلاً بِہ وکِہ ومِہ وگِرہ وفرِبہ وزِہ ۔
سعدی رح کا شعر ہے **شعر** چو از قومے یکے بیدانشی کرد ٭ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را ٭ نمے بینی کہ گاوے
در علف زار ٭ بیالاید ہمہ گاوان دہ را ٭ **ولہ** آن شنیدی کہ لاغرے دانا ٭ گفت روزے بابلہٖ فربہ ٭
اسپ تازی اگر ضعیف بود ٭ ہمچنان از طویلۂ خر بہ ٭ فردوسی رح اشکبوس پر رستم کے تیر چلانے کی تعریف
کرتے ہین **شعر** قضا گفت گیر وقدر گفت دہ ٭ فلک گفت احسن ملک گفت زہ ٭ اور لفظ زہ بفتح زاے
معجمہ جیسے مولوی معنوی قدس سرہ کے ان اشعار مین ۱۵۶ **شعر** تا نگیرد مادران را درد زہ ٭ طفل در زادن
نیابد ہیچ رہ ٭ ۲۰۰ **ولہ** پیش مے آمد سپش میرفت شہ ٭ جملۂ شب ہمچو حامل وقت زہ ٭ اصل اس ہا کی الف
ہے یعنی یہ زہیدن کا حاصل مصدر ہے اور زہیدن زادن سے مجعول ہے معنی مین اسی زادن
کے ہے جیسے شرط اس جعل کی ہے بحث مصدر مین اسکی تحقیق آجائیگی انشاءاللہ تعالےٰ مولوی
معنوی قدس سرہ فرماتے ہین **شعر** رزقہا را رزقہا او مید ہد ٭ ورنہ گندم نے غذاے کے زہد ٭
اسے کے زاید۔ اور زہ بمعنی زادہ یعنی بچہ کے معنون مین بھی مستعمل ہے جیسے آفرینش حاصلمصدر
بمعنے آفریدہ یعنی مخلوق مستعمل ہوتا ہے اور اسی سے زہدان بچہ دان یعنی رحم کو کہتے ہین ۔ رہا لفظ
دَہ کا جو عدد معروف ہے سو دہ لفظ ہندی دس کا مفرس ہے جیسے ماس سے ماہ بمعنی قمر اسی پر
ہمزہ نفی کا لگا کر اماس کہتے ہین اور ہمزہ نفی کے لیئے جیسے ہندی زبان مین آتا ہے فارسی زبان
مین بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ اکثر جگہ دساتیر مین لفظ اخواستی بمعنی غیر ارادی واجنبان بمعنی
غیر متحرک آیا ہے اسیطرح امیر بمعنی نامیرندہ یعنی حیّ غرض اماس وہ شب جس مین چاند بالکل
نہین نکلتا بلکہ اس لفظ دہ کو مفرس ہی کیا کہیئے توافق واشتراک دو زبانون کا سمجھنا چاہیئے ۔ رہا
مبادلہ سین کا ہاے ہوز کے ساتھ اکثر ہے جیسے راہ بمعنی طریق اس معنی مین لفظ راس جسکا مزید علیہ
راستہ ژند پاژند یعنی لغت باستانی فارسی مین مستعمل ہے اور آماس وآماہ بمعنی ورم اور جُستن ورُستن
بالفتح بحث مضارع مین جہ ورہ ہوجاتے ہین ۔ شرف شفروہ کا شعر ہے **شعر** خصمت ار فربہی یافت
زبعون غرور ٭ چہ شود فربہی طبل ز آماہ بود ٭ مگر خَہ اور خُہ اور پَہ پَہ یہ بعض الفاظ ایسے ہین کہ انکا

مثال دیہ کی یاے مثناۃ کے ساتھ

لفظ زہ بفتح زاے معجمہ کی تحقیق

لفظ دہ کی تحقیق جو عدد معروف ہے

حرف نفی کیلئے فارسی زبان مین بھی آتا ہے

سے جیسے اچھوتا ۱۲

ماقبل اخیر مفتوح ہے۔ حکیم زلالی ایاز محمود مین لکھتے ہین شعر صراحی بر قدح چون کبک قہقہہ ✤
زدو گفتش کہ اے گلدستہ خہ خہ ✤ اور یہ یہ وہ وہ کا ہم معنی لفظ ہے یعنی ایک حیرت کے ساتھ واہ وا
کرنے مین استعمال کیا جاتا ہے جیسے شعر بوحدت فرد نادری ہیچگہ سر ✤ چو حلوا
خوری زود گوئی کہ یہ یہ ✤ شعر چہ میگفتم و در چہ پرداختم ✤ کجا بود اشہب کجا تاختم ✤ آمدم برسر مطلب چونکہ
ہائے مختفی ہائے ظاہر کی ہمشکل ہے تو بطور ایک مستقل حرف کے ملحوظ ہوتی ہے۔ کیا آپ نہین دیکھتے
علم ہیأت مین جب دوائر وقسی کی پیمائش کرتے ہین ساٹھ پر آکر سہ لکھدیتے ہین حالانکہ باعتبار حساب
جمل فقط اس کے ساٹھ ہوتے ہین اگر یہ شکل واقع مین مستقل حرف سمجھی جاتی پینسٹھ بنجاتے لیکن مادۂ
تاریخ مین اسکا اعتبار اسوجہ سے ہے کہ مدار اس صنعت کا فقط صورت وشکل مکتوبی پر ہے اصلیت
اور واقعیت ملحوظ نہین ہوتی جیسے مشدد جو کہ اصل مین دو حرف ہین یہان ایک ہی اعتبار کیا جاتا ہے
اسی بناء پر تاء عربی جو کہ گول گرہ کی سی شکل مین لکھی جاتی ہے اور حالت وقفی مین ہا بنجاتی ہے اسکے
اعداد مین فضلاے مورخین کا اختلاف ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر وہ ترکیب عربی مین اس
طور پر واقع ہو کہ تلفظ مین بھی تا ہی پڑھی جاے اسوقت اسکے عدد چارسو ہی لیئے جائینگے اور وہ جملۂ
تاریخی خواہ عربی کی عبارت ہو یا نہو مگر وہ کلمہ جس مین یہ تا واقع ہے ترکیب عربی رکھتا ہو۔ جیسے
رحمۃً للعالمین مولانا جامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر نہ آخر رحمۃً للعالمینی ✤ زمحرومان چرا غافل
نشینی ✤ اسیطرح جنۃ النعیم وکعبۃ اللہ وغیرہ۔ اور اس مین کچھ شک نہین کہ اس صنعت مین فقط مکتوبی
کا اعتبار ہوا کرتا ہے ملفوظ کا کچھ بھی اعتبار نہین ہوتا۔ اسیوجہ سے خدائی پادشائی مین اگرچہ ایک
ہمزہ اور ایک یا ہے مگر بلحاظ صورت مکتوبی دو یا شمار کیجاتی ہین اور انکے عدد بیس لیئے جاتے ہین
اور عبد الرب عبد الرحمن مین الف لام اگرچہ ملفوظ نہین مگر بلحاظ مکتوب انکے عدد اکتیس لیئے جاتے
ہین راے مشدد ایک ہی شمار کیجاتی ہے فقط دوسو اسکے عدد لیئے جاتے ہین اگرچہ بولنے مین
دو رے بولی جاتی ہین۔ لیکن یہ قرار دینا کہ یہ گرہ کی سی شکل عربی وغیر عربی مین ہا کے لیئے مختص ہے
میری سمجھ مین نہین آتا البتہ غیر عربی کے لیئے یہ اختصاص ثابت کرلو بجا ہے مگر عربی مین یہ شکل تا اور
ہا دونون مین مشترک ہے لیکن مابہ الامتیاز اور جداشناس اوپر کے دو نقطون کا وجود اور عدم ہے جیسے
حا اور رخا راہ اور زنا شکل مین مشترک نقطہ سے ممتاز ہین ہان اتنی بات ہے کہ یہی تا حالت وقفی مین ہا

خدائی پادشاہی کی ہمزہ کی عدد یا لینی چاہیئے۔

بنجاتی ہے تو اسوقت اُسپر نقطے بھی دیے نہ جائینگے اور عدد بھی پانچ ہی لیئے جائینگے جیسے علیہ الرحمہ ورب الکعبہ۔ اور آیات کریمہ قرآنی مین جو باوجود وقف نقطے دیے جاتے ہین باعتبار ما کان حالت اصلی کے لیئے ہے تا نو آموزون کو تہجی کے وقت دقّت نہ پڑے غرض نظم الفاظِ تاریخ عبارتِ عربی ہو یا غیر عربی مگروہ کلمہ جس مین یہ تاے مدور واقع ہے عربی ترکیب پر ہو پس مرزا قطب الدین کی تاریخ وفات جو یگانہ عصر محمد عاکف رحمہ اللہ نے جعل الجنۃ مثواہٗ سے نکالی ہے اور اس تاے جنت کے چارسو عدد لیئے ہین بہت درست ہے اور اُسپر غلام علی آزاد جیسے بے بدل ادیب بلند اندیشہ فاضل نے جو طعن کیا ہے بجز اسکے اور کیا کہا جاے کہ سخت ہٹ دھرمی کی ہے رہا بعض غیر منقوطہ صنعت کی عبارتون مین جیسے فیضی کی موارد الکلم اور خطبہ غیر منقوطہ علامہ حریری ہے اس قسم کی تا کا لانا اور اسکو مہملہ سمجھنا بوجہ تنگی مقام وضرورت صنعت کلام ہے۔ اگر یہی کلمہ ترکیب غیر عربی مین واقع ہو تو حسب املاے عجمی دراز بھی لکھا جائیگا اور عدد بھی بالاتفاق چارسو لیئے جائینگے جیسے صاحب مخبر الواصلین حضرت شیخ الشیوخ عقد سلسلۃ الاولیا رحلۃ العلماء والفقراء صاحب النسبۃ العلیا الشیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی تاریخ وفات مین لکھتے ہین **شعر** آنکہ شیخ الشیوخ عالم بود ٭ زبدۂ اولیاے اعظم بود ٭ عمدۂ واصلین شہاب الدین ٭ قدوۂ کاملین شہاب الدین ٭ سال نقلش بگفت ارض وسما ٭ ساکن اوج جنت والا ٭ ملا حیدر ذہنی اپنے والد بزرگوار کی تاریخ وفات مین لکھتے ہین **شعر** تاریخ وفات فایضاے مرحوم ٭ کردند رقم کہ شد بجنت واصل ٭ اور اگر حرف قوی حرکت کے لیئے جو بہ نسبت حرف کے ضعیف ہے علامت بننے کو کوئی ممتنع سمجھے تو عربی کا نون اعرابی جو مضارع پر آتا ہے حروف کے علامت حرکات ہونے کے امتناع کو اُٹھاتا ہے۔ میرا یہ قول گو کہ اجنبی معلوم دیتا ہے لیکن اور بلند اندیشہ قواعد نگارون کے کلام سے بھی اشارۃً یہی سمجھا جاتا ہے جیسے ٹیکچند بہار مصنف جواہر الحروف ست کے استعمال کے بیان مین تحقیق کرتے ہین کہ است الف کے ساتھ اُس جگہ پر آتا ہے کہ جہان کلمہ متحرک الآخر ہو اب اگر ہاے مختفی بھی کوئی حرف مستقل جو ہر کلمہ سے مان لیا جاے پھر کلمہ متحرک الآخر ہی کہان رہا۔ فارسی کے اُستاد فخر المتاخرین نواب اسد اللہ خان غالب دہلوی درفش کاویانی مین ضمیر خطاب تُ کے بیان مین لکھتے ہین جسکا حاصل یہ ہے کہ ہمزہ ضمائر پر اُس جگہ وصل پاتا ہے جہان کلمہ ہاے غیر اصلی مختفی پر ختم ہو جو محض اظہار حرکت ماقبل کے لیئے لایا گیا ہے "تا پدید آید کہ ہای اِنہای حرکت را وجود

حرف حرکت کیلیے علامت بن سکتا ہے

اعتباری ست نہ وجود حقیقی لاجرم جز بوساطت ہمزہ بحرف دیگر نمیتوانند پیوست" اور ہفت قلزم کی ساتوین جلد مین مصادر جعلی کے بیان مین لکھتے ہین "از اندیشہ اندیشیدن و ہاے مظہر حرکت را حذف کردند" اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہا مظہر حرکت و علامت کلمات متحرک الآخر ہے غرض میری پریشان تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جس کلمہ کے ساتھ ہاے مختفی قائم ہے وہ متحرک الآخر دائم ہے اور اضافت کا تقاضا ہے کہ اُسپر کسرہ اضافی ضرور ہو تو ہم اُسکی حرکت لازمی کو چھیڑ نہین سکتے مگر حروف لازم الحرکت پر ایک الف متحرک زیادہ کرتے ہین جو کہ حروف علت مین سے ہی جنسے ہمیشہ دعامون اور زیادتیون مین کام لیا جاتا ہے وہ پہلا حرف ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر ماقبل اس ہا کا مفتوح ہوتا ہے اور فتح کے بعد بہ نسبت اور حروف علت کے الف کا زیادہ کرنا انسب ہے پھر اُس الف زائدہ پر کسرۂ اضافت لایا جاتا ہے اور اس قسم کے الف متحرک کو عرف مین ہمزہ کہتے ہین اور اگر یاے وحدت یا تنکیر یا تعظیم یا خطاب کی اُس پر لائی جاتی ہے تو رسم الخط مین کوئی صورت اُسکے لیئے الگ نہین ہوتی یہی ہمزہ اُسکے ادا کی خاطر کفایت کرجاتا ہے جیسے لفظ بندۂ کا سعدیؒ کے اس شعر مین **شعر** حکمت محض ست اگر لطف جہان آفرینؒ خاص کند بندۂ مصلحت عام را ۞ یعنی کسی ایک بندہ کو خاص کرے۔ اور یہ وہی یاے مجہول ہے جو اور اسمون پران معنون کے لیئے داخل ہوتی ہے لیکن ہمزۂ ماقبل یا صرف تحمل کسرہ کے لیئے واجب کی گئی اور نیز صیغہ واحد حاضر سے اس فعل کے جس کو ماضی قریب نام دے رکھا ہے اسکا پتہ لگتا ہے اسواسطے کہ کردۂ مثلاً واحد حاضر کا صیغہ ہے اور واحد حاضر کی ضمیر یاے معروف ہے اور است والی گردان مین ایک الف متحرک قائم مقام فعل ناقص کے چلا آتا ہے تو یہان بھی ایک الف متحرک اور یاے ساکن صورت ہمزہ کے لیئے ہوئے ہین۔ اور عربی کی تاءات جو حالت وقفی مین ہا ربنگئی ہین گو اس قسم کی علامت حرکت نہین ہین لیکن عمومیت احکام کے لیئے اُنہین کے تابع کردیا جیسے روضۂ رضوان ترجمۂ قرآن اور ان چار حرفون یعنی الف اور واؤ اور یاے مدہ اور ہاے مختفی کے سوا سب جگہ مضاف پر کسرہ واجب ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔

الحمد للہ والمنۃ اضافت معنوی کا مختصر سا بیان لکھ چکا اب اضافت لفظی کا کچھ تھوڑا سا پتہ بتلا دیتا ہون ملاحظہ فرمائیگا۔ کیا کیا جاے خاطر کی تشویش اور طبیعت کی کاہلی یہ دونون امر ایسے ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے ہین کہ کسی کام مین دل نہین لگتا۔ اللہ تعالےٰ میرے حال پر رحم فرماوے ۞

الف اور یاے کی مجموعی حالت کا ہمزہ مین موجود ہونا ثبوت ہے۔ اکثر اسلیئے کہا کہ ماقبل اس ہا کا کسرہ بھی آتا ہے جیسے چہ، چرہ، لیکن ہمزہ کی تفہیم سے لیئے یہان بھی تحمل حرکت کیلئے ہمزہ زیادہ کیا جاتا ہے کسرہ عارضی اضافی کا کسرہ اصلی مین تداخل نہین ہوتا یعنی اسکے اصلی کسرہ پر کفایت نہین کرتے ۱۲

الاضافۃ اللفظیۃ

صیغہاے صفت کو اُنکے معمولون کی طرف نسبت کرنے کا نام اضافت لفظی ہے اور ان صفات کا مضارع کے معنون مین ہونا شرط ہے جیسے نویسندۂ نامہ وکشتۂ غم اور غیر معمول کیطرف نسبت کرنے سے اضافت لفظی نہین بنتی جیسے خواہندۂ مغرب و دانا ے طوس سعدی رح فرماتے ہین **نثر** خواہندۂ مغرب درصف بزّازان حلب مے گفت۔ یعنی ایک سائل ملک مغرب کا رہنے والا الخ بعض نسخون مین یاے نسبت کے ساتھ خواہندۂ مغربی آیا ہے اب ترکیب اتصافی ہوگی اور جو لوگ کہ مغربی بمعنی زر مغربی کے لیتے ہین اسوقت البتہ اضافت لفظی ہوگی مگر یہ معنی لینا مجاز بے قرینہ ہوگا سو یہ قبیح ہے۔ اسی طرح جب وہ صیغہاے صفت معنی مضارع کے نہ رکھین بلکہ دوام و استمرار اُنکے معنون مین پایا جاے بحکم اذا فات الشرط فات المشروط اضافت لفظی نہ بنیگی گو کہ اُنکی اضافت اپنے معمولونکی طرف ہو جیسے۔ **مصرعہ** آفرینندۂ ہر چہ ہست۔ غرض ان دونون صورتون مین اضافت معنوی ہوگی ہمنے یہان اضافت لفظی مین اس امر سے بحث نہین کی کہ اُسکے وضع سے کوئی معنوی مفاد بھی ہے یا صرف لفظ ہی مین تخفیف ہے اسواسطے کہ زبان فارسی مین معرفہ اور نکرہ کے احکام بخوبی نہین کھلتے یہ تمام وسعت زبان عربی مین خدا داد ہے جیسے رَجُلٌ اور الرجل مین تعریف وتنکیر کا فرق ہوگیا بخلاف فارسی کے اس مین ایسا کوئی تفرقہ اور حد اشناس نہین اور ہمنے فقط اپنی تحقیقات مین یمن و برکت حاصل کرنے کی نیت سے اتباع زبان عرب کا کیا معنوی اور لفظی پر اضافت کی توزیع کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

معرفون مین سے چھٹا وہ اسم ہے کہ جس پر کلمہ ندا کا داخل ہو جیسے دوست کا لفظ اس شعر مین **شعر**
اے دوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم ✤ از جان چہ عزیزست بگو آن بتو بخشم ✤۔ لفظ دوست نکرہ غیر معین تھا بعد ندا کے متعین ہوگیا فلان دوست ہے کسواسطے کہ دانا بینا جسوقت ندا کرتا ہے تو اُسے کسی خاص شخص کی توجہ مطلوب ہوتی ہے ہان اگر کوئی اندھا ندا کرے اور کہے اے جانیوالے میرا ہاتھ پکڑلے یا کوئی مصیبت کا مارا کسی حصار مین گھرا ہوا یا کنوئین مین گرا ہوا بغیر دیکھے یا پہچانے کسی کی آہٹ پر آواز دیوے کہ اے شخص میری مدد کو پہنچیو تو نکرہ کا نکرہ ہی رہیگا کسواسطے کہ یہان کسی کی تعیین نہین۔ اب سنو کلمات ندا کے معاملہ مین جنکا بیان بحث حرف مین آئیگا مین ابو علی کا تابع ہون اُنکے حرف ہونے مین مجھے کلام ہے میرے نزدیک اُنکا اسماے افعال ہونا تحقیق مقام ہے

ص
بیگم اسم فاعل و اسم مفعول و صفات مشبہ و اسم تفضیل ۱۲

لا علی التعیین ندا کرنا منادا کو معرفہ نہین بناتا

کلمۂ ندا کی تعریف

اور اس کے معنی اقبل یعنی متوجہ شو کے ہین۔ رہی یہ بات کہ انکا فاعل انہین اسماے منادا کو
مانین یا کوئی ضمیر اسمای افعال مین مستتر سو میرے نزدیک انہین اسمای منادا کو اسمای افعال
کا فاعل کہنا بہتر ہے۔ باقی استتار ضمائر وغیرہ تکلف سراسر ہے۔ اب کلمۂ ندا کو بجوانم کے قائم مقام
کرنے کی ضرورت رہی نہ اُسکے مفعول کہنے کی احتیاج۔ گو کہ نحویون مین اسیکا رواج ہے۔ کسواسطے
کہ نحات عرب نے جب دیکھا کہ منادا کو رفع بھی ہوتا ہے نصب بھی ہوتا ہے تو اُنکو کہین فاعل اور
کہین مفعول کھینچ تان کر بنانا ضرور پڑا۔ زبان فارسی مین نہ تو نصب ہے نہ رفع پھر یہ تکلف بھی
اُن سے دور پڑا۔ واضح رہے کہ جب کسی غائب کو ندا کرتے ہین تو منظور یہ ہوتا ہے کہ اُن غائبون کو
غائب حقیقی
مخاطب بنالین اپنی جانب متوجہ کرلین اور وہ منادا خواہ غائب حقیقی ہو خواہ مجازی۔ غائب حقیقی ظاہر
ہے جیسے کوئی شخص دور ہو یا بسبب کسی حجاب کے نظرون سے مستور ہو یا مُنہ پھیر کر بیٹھا ہو لیکن
غائب مجازی
آواز ندا کرنے والے کی اُس تک پہونچتی ہو تو اُسکو تعیین کے ساتھ آواز دین۔ غائب مجازی وہ ہے
جیسے کوئی سامنے روبرو اپنے بیٹھا ہو اور وہ مخاطب ہی کیون نہو یہان خوب ہوشیاری اور توجہ
دلی کے ساتھ اُسکو متوجہ کرنا منظور ہوتا ہے اس جگہ غیبوبت سے عدم اقبال مراد ہے۔ یہی حال
ندا حقیقی۔ ندا مجازی
ندا کا ہے یعنی حقیقۃً ندا اُسکی طرف ہوتی ہے جو صلاحیت ندا کی رکھے یعنی اُسکی پکار کو سُنے اور
جواب دے جیسے اے زید اور جو صلاحیت ندا کی نہ رکھے اُسکو پکارنا مجازاً ہوتا ہے جامیؒ فرماتے ہین
شعر دریغا اے فلک بامن چہ کردی ٭ رساندی آفتابم را بزردی ٭ اس سے معلوم ہوگیا
کہ کوئی شخص اتنے فاصلہ پر ہو کہ ندا کو سُن نہین سکتا اُسکی جانب بھی ندا مجازی ہوگی مثلاً اپنے گھر
بیٹھے ہوئے اپنے شوق مین مطلوب کو ندا کرتے ہین گویا اُس تصویر و خیال حاضر در دل کیجانب
ندا ہوتی ہے شوق و عشق مین منادا ے حقیقی کو اپنی ندا کا سُنانا کچھ مقصود بھی نہین ہوتا فقط اُس
تصور اور خیال کے ساتھ دل پردازی کیجاتی ہے جو ہمیشہ ذہن عاشق مین حاضر رہتی ہے اسیطرح
ندا تحقیقی و تقدیری کا بیان
مُنہ مُنہ مین پکار لینا کہ اُسکی آواز مخاطب کے کان تک نہ پہونچے ندا مجازی ہی ہوگی۔ اور اگر آلہ
ندا کا لفظون مین مذکور ہو ندا تحقیقی کہلاتی ہے جیسے یا زید۔ اگر مذکور نہ ہو ندا ے تقدیری کہتے ہین
جیسے **شعر** نظامی بصاحب آوازۂ ٭ کہن گشتی و ہمچنان تازۂ ٭ یعنی اے نظامی الخ اسیطرح
کبھی منادا مذکور ہوتا ہے کبھی اُسکو ذکر نہین کرتے ذکر کرنا تو اُسکی اصلی حالت ہے لیکن کبھی کوئی

ذکر مین منادا کے نکتہ

نکتہ اُسکے ذکر سے مقصود بھی ہوتا ہے مثلاً اُسکے ذکر سے جان کو لذت حاصل ہوتی ہو جیسے **شعر**
اے دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم ست * یارب بہ بینم آنرا در گردنت حمائل * کبھی جل بھنکر
اپنے خشم و غضب کا مورد بنانے کے لیئے جیسے کہتے ہین **شعر** شاہد معنی عیان و ما بصورت
ملتفت * اے درون جہل خون اے روے نادانی سیاہ * یعنی دانت پیسکر جہل اور نادانی
پر غصہ اُتارتا ہے اور کہتا ہے اے جہل تیرا دل خون ہوجاے اے نادانی تیرا کالا منہ۔ کبھی

آلۂ ندا کے مقدر کرنے مین نکتہ

اس غصّہ اور ملال مین ایسا مضطر اور عجول ہوجاتا ہے کہ آلۂ نداکے ذکر کیئے تک صبر نہین ہوتا
خان آرزو کا شعر ہے **شعر** گلہ آہ از تو دارم کہ چہ کردۂ تو بامن * بفلک ترا رساندم کہ گہے اثر نکردی

کبھی نکتہ کی غرض سے منادا کا عدم ذکر

اور جب تحقیر یا تعظیم یا تعمیم منادا منظور ہوتی ہے تو بھی منادا کو ذکر نہین کرتے اسکی جگہ اُسکی صفت کو قائم مقام
کرتے ہین تا وہ وجہ تحقیر یا تعظیم بھی سامع کو معلوم ہوجاے اور عذر ترک منادا بھی مسموع صائب کا
شعر ہے **شعر** چہ محو نا خدا گردیدۂ اے از خدا غافل * چونکہ یہ صفت جملہ نہین مصدر بکاف رابط
نہین سعدی رح **شعر** اے پسندیدہ حیف بر درویش * از براے قبول منصب خویش * تا دل بادشہ
بدست آری * حیف باشد کہ حق بیازاری * یعنی اپنے نفع کے لیئے غریب مسکینون پر ظلم کرنا پادشاہ
کی خوشامد مین حق جل وعلا کو ناراض کرنا بے شک تذلیل و تحقیر کے مستوجب ہے پھر مخاطبہ اور مکالمہ
مین ایسے نالائق کا کیا نام لین اور کسیکی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے بفحواے نامش بزبان گفتنم از
بیخردیست منادا کو ذکر نکرنا جیسے سیاؤش اپنے قتل کے وقت خداے عزوجل سے التجا کرتا ہے۔[اول ۱۲۸]
شعر سیاؤش بنالید بر کردگار * کہ اے برتر از گردش روزگار * اے وہ خداوند کہ گردش زمانہ کا برا
یا بھلا اثر تیری ذات پاک تک نہین پہونچتا تیری ذات پاک اُس سے برتر ہے۔ بجاے منادا اس
خاص صفت کے ایراد سے بطریق براعت ایما کرتا ہے کہ وہ گردش زمانہ کا مارا ہوا ہے۔ اسیطرح
تعجب و تحسر و تمنا کی محویت مین منادا کا ذکر کرنا بھولجاتا ہے انکے امثلہ آگے آتے ہین غرض اس قسم کے
نکات معنوی بیان کیئے جائین یہ دستور نامہ کا ہیکو رہیگا بستان خیال بنجائیگا فقط آپکی لطف اندوزی
کے خیال سے بطریق نمونہ کچھ بیان کردیا حاصل کلام یہ ہے کہ ندا سے غائب معرض خطاب مین آتا
ہے اسیواسطے بعد نداکے یعنی جواب ندا مین وجوباً صیغہ خطاب کا استعمال پاتا ہے جیسے ظاہر ہی
لیکن یہ نکتہ ذرا یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عین حالت ندا مین وہ اسم جسکو ندا کر رہے ہین بزرخ یعنی

یعنی حالت ندا مین وہ اسم جسکو منادا کہتے ہین گویا بہ اعتبار حقیقت حضور و غیبت کے بین بین ہے
بہ اعتبار لفظ کے غائب اور باعتبار معنی کے حاضر ہے

بین بین حاضر و غائب کے رہتا ہے نہ تو اُسکو پوری طرح غائب ہی کہیئے نہ حاضر اسیواسطے اس حالت
توسطی مین استعمال ہر دو صیغون کا غائب ہو یا حاضر جائز ہے یہ امر اُسوقت بخوبی مبرہن ہوتا ہے
کہ موصول یا موصوف پر جسکی صفت جملہ ہو ندا واقع ہو لیکن عربی مین صیغہاے غائب کا استعمال اکثر
ہے حاضر کا کمتر اسواسطے کہ جسکو ہم پکارتے ہین وہ غیبوبت حقیقی یا مجازی مین ہوگا اگر یہ بات

وجہ اول غیبوبت منادا

نہوتی ندا کرنے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی پس اُسکو ندا کرنا غیبوبت سے نکال کر خطاب مین داخل
کرنے کے لیئے ہوتا ہے تو جب تک ندا پوری نہوگی وہ غیبوبت سے شرف خطاب مین نہین آسکتا
یعنی عین حالت ندا مین وہ پورے طور سے مخاطب نہین بنا جیسے وہ پورے طور سے غائب بھی نرہا

وجہ ثانی غیبوبت منادا

لیکن فقط اس مخاطب نہ بننے کو لحاظ کرکے احکام غائب کے اُسپر جاری کئے جاتے ہین یا یہ کہ منادا
اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسماے ظاہر ہمیشہ غائب ہوتے ہین تو یہان بھی لفظ کے اعتبار سے منادا

وجہ ثالث غیبوبت منادا

غائب ہوا پھر اب غائب کیطرف ضمیر خطاب کا پھیرنا مکروہ جان کر استعمالا حالت ندا مین غائب ہی رکھتے
ہین۔ یا یہ وجہ ہے کہ جب منادا حالت ندا مین نہ غائب رہا نہ مخاطب بنا گویا ایک اطلاق کے درجہ مین
آگیا تو اُسکے لیئے کوئی صیغہ بھی مطلق ہونا چاہیئے اور خارج مین مطلق کا کوئی وجود نہین تو ناچار اُسکو
فرد کامل کی زدّی مین لایا اور غائب کا فرد کامل ہونا رسالہ زرہشت افشار مین ہمنے مبرہن کردیا ہے
یہ مختصر ان توطیہ اور تمہیدون کی گنجایش نہین رکھتا جیسے ارشاد ہدایت بنیاد ہوتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ
آمَنُوْا آمِنُوْا متنبّی کا شعر ہے **شعر** یَامَنْ تَحَکَّمَ فِیْ نَفْسِیْ فَعَذَّبَنِیْ ٭ وَمِنْ فُؤَادِیْ عَلَی قَتْلِیْ
یُضَافِرُهٗ ۔ اور وجہ استعمال حاضر ظاہر ہے کہ وجوہات اولی کی عکس ہے یعنی استعمال صیغہٗ غائب

وجہ استعمال حاضر منادا

کی وجہ یہ تھی کہ وہ غیبوبت سے حیز خطاب مین کامل طور سے نہین داخل ہوا تو گویا ابتک غائب
ہی رہا پس استعمال صیغہ حاضر کی یہ وجہ ہے کہ وہ غیبوبت سے جانب خطاب چل پڑا ہے تو اب وہ
پورا غائب نرہا گویا مخاطب بنگیا اور یہ کلام عرب مین بہت کم ہے شاعر کہتا ہے **شعر** مِنْ اَجْلِكِ
یَا الَّتِیْ تَیَمَّتِ قَلْبِیْ ٭ وَاَنْتِ بَخِیْلَةٌ بِالْوَصْلِ عَنِّیْ ٭ مگر فارسی مین صیغہ حاضر ہی کا بیشتر مستعمل
ہے جیسے **شعر** اے کریمے کہ از خزانہٗ غیب ٭ گبر و ترسا وظیفہ خور داری ٭ مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
شعر گوش نہ اے تو طلبگار صواب ٭ بشنو این اشکال و شبہت را جواب ٭ اور غائب بھی مستعمل ہے
مگر کمتر جیسے نظامی رح حمد مین فرماتے ہین **شعر** اے جہان راز ہیچ سازندہ ٭ ہم نوا بخش و ہم نوازندہ ٭

اور نیز اس مین یہ بات بھی ہے کہ عربون نے لفظ اور معنی دونون کی رعایت کی معنون کی رعایت یہ ہے کہ پہلے سے اُسکو غیبوبت حاصل ہے لیکن اس خطاب کی وجہ سے وہ پورا غائب نہ رہا غیبوبت اُسکی ناقصہ رہ گئی تو اُسکو ابھی سے بہ نسبت حاضر کہنے کے غائب کا اطلاق امر حقیقی ہوگا اور رعایت لفظی یہی ہے کہ منادا اکثر اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسم ظاہر غائب تو اس غائب صوری کی جانب ضمیر خطاب کا پھیرنا مکروہ سا ہے۔ یا یہ کہ عربون نے ماکان کا اعتبار کیا فارسیون نے مایئول کا واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔ کلمات ندائیہ یا و آیا و اِیْ بالکسر و اَرے یہ سب صدارت کو مقتضی ہین جیسے یارب۔ اہل فارس اس مرکب کو ایک کلمہ قرار دیکر بمعنی ہاے واے کے لیتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ درد و مصیبت کے وقت ہر پہلو ہر آن یارب یارب کرتا رہتا ہے تو اُسکو معنون مین ہاے و واے کے کرلیا اسی بنا پر صائب اصفہانی نے اپنے شعر مین اسکی جمع یاربہا تراشی ہے **شعر** چہ محو ناخدا گردیدۂ اے از خدا غافل ٭ ندارد این سفر بادمرادی غیر یاربہا ٭ (اے ہواے موافق یعنے باد شرطہ) اور یاے تنکیر کا اسیوجہ سے اسپر لانا جائز سمجھا گیا مولوی معنوی رح فرماتے ہین **شعر** نیز روزے باخدا زاری نکرد ٭ یاربے نامد از و روزے بدرد ٭ سعدیؒ **شعر** نترسی کہ پاک اندرونی شبے ٭ برآرد ز سوز جگر یاربے ٭ مثال اَیا کی فردوسیؒ کا شعر ہے **شعر** ایا شاہ محمود کشورکشاے ٭ گر از من نترسی بترس از خداے ٭ اور اَے بھی بوجہ توافق لسانین عرب و عجم مین مشترک ہے لیکن عرب بالفتح بولتے ہین اور عجم بالکسر جیسے اِۓ کریم اور اَرے تحقیر کے موقع مین مستعمل ہوتا ہے شرف شفائی کا شعر ہے **شعر** ارے گیدی تو کجا شعر کجا درک کجا ٭ لاف چیزے کہ ندانی چہ زنی پیش کسان اور الف ندائیہ منادا کے اخیر مین لاحق ہوتا ہے جیسے **شعر** کریما ببخشاے برحال ما ٭ کہ ہستم اسیر کمند ہوا ٭ اَب سنو کلمات ندا کو ایک سے زیادہ ایک منادا پر لانا بعلت حصول استغنا ممنوع سمجھا گیا ہے چنانچہ زوزنی نحاۃ عرب کا قول نقل کرتے ہین الممنوع اجتماع آلتی التعریف لاستغناء حاصل باحدھما لیکن بعض وقت استماع مدح کے موقع مین زیادہ توجہ دلانے کے قصد سے یا کمال تضرع یا زیادہ آرزو و حسرت و افسوس جتلانے کے لیئے جو ندا پر ندا کیجاتی ہے متاوّل ہے یعنی یہان یہ نہین ہوتا کہ ایک ہی منادا پر ادات ندا دوبار لاے جاتے ہون بلکہ جسطرح کلمہ ندا مکرر ہے تکرار منادا بھی مقدر ہے فردوسی رح جنگ بیژن و ہومان مین لکھتے ہین **شعر** بدادار گفت اے جہان داورا ٭ سزد گر بدین خستہ دل بنگرا ٭ یعنی اے دادار اے جہان داور۔ بیژن کا محل شاہی مین منیزہ کے ساتھ داخل ہوکر گھیرا جانا بیان کرتے ہین **شعر** چنین گفت

وجہ رابع غیبوبت منادا

سے مکروہ اسیلئے کہ یہ خ التفاتات مین مراجع اور ضمائر کا اختلاف تو ہوتا ہی اگر وہان بھی جائز ہوتا ممتنع ہوتا

وجہ خامس غیبوبت منادا و وجود آلۂ خطاب سے ہوا۔

کلمات ندا کا بیان

منادا پر کلمات ندائیہ کا مکرر لانا

اس قول سے صرف تائید اس امر کی مقصود ہے کہ استغنا وجہ امتناع ہے قطع نظر اسکے کہ ایک منادا پر دو دو ادات ندا لائے جاوین یا نہین ۱۲

کاے کردگار امرا ٭ رہائی نخواہد بدن ایدرا ٭ یعنی اے خدا اے کردگار۔ چنانچہ کلمہ ندا اے کا جو صدارت کو مقتضی ہے منادا با حرف ندا سے موخر واقع ہونا اس امر کو محقق کرتا ہے جیسے عرفی کے اس شعر مین **شعر**
داورا اے نہ سزاے تو ہمین تعریف ست ٭ کہ عدیم ست عدیلت چو خداوند علیم ٭ یعنی اے داور اے شاہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اشعار سابق مین الف کو جو منادا کے اخیر مین ملحق ہے ندا کا حرف نہ کہین بلکہ ایک زائد محض سمجھین جسطرح مصرعہ دوم خستہ دل بنگرا مین ہے یا اُس قسم کا زائد سمجھا جاے جو ندبہ اور استغاثہ کی خصوصیات سے مخصوص کے لیئے لایا جاتا ہے یا جسطرح عرب یا غلامی کی یاے متکلم کو الف سے بدل کر یا غلاما کہتے ہین اور فارسی مین بھی بعض محققین نے ملاذا معاذا کے الف کو متکلم کا مانا ہے اگر فارسی مین الف متکلم کا ثابت ہو جاے یہان منادا پر الف متکلم کا خاصہ کہسکتے ہین یعنی اے کردگارا اے کردگار من۔ پس بہرحال مصنف شاہنامہ فردوسی علیہ الرحمۃ پر دربارۂ تکرار کلمہ ندا صاحب صولت فاروقی کا اعتراض بے اعتنائی کی وجہ سے ہے اور یہی حکم ہے تعجب و تہدید و استغاثہ و ندبہ کا دربارۂ استعمال آلات ندا خصوص استغاثہ و ندبہ کے لیئے وا بھی لاتے ہین میر مغیث ہمدانی محوی کا شعر ہے **شعر**
وا فریاد از عشق وا فریادا ٭ کارم بیکے شوخ نگار افتادا ٭ گرداد من شکستہ وادادادا ٭ ورنہ من و عشق ہرچہ بادا بادا۔ اور ندبہ کے وقت یعنی کسی نعمت کے زوال و فوت پر یا کسی مصیبت کے پہونچنے پر ان ندائیہ حروف کے ساتھ رویا جاتا ہے جیسے شاہنامہ[129] مین سیاوش کی خبر موت سنکر پیران ویسہ کا زاری کرنا **شعر** ہمیگفت زار اے سزاوار تاج ٭ کہ چون تو نہ بیند دگر تخت عاج ٭ مقتل مین سیاوش کو موے کشان لیجاتے ہوئے دیکھکر فرنگیس ندبہ کرتی ہے[125] **شعر** بگفت این ور سیاوش بدید ٭ دو رخ را بکند و فغان برکشید ٭ کہ شاہا دلیرا گوا سرورا ٭ سرافراز شیر اوکند آورا ٭ با یران بر و بوم بگزاشتی ٭ سپہدار را باب پنداشتی ٭ کنون دست بستہ پیادہ کشان ٭ کجا افسر و گاہ و گردن کشان ٭ رستم کا مرگ سیاوش پر زاری کرنا[131] **شعر** ہمی گفت رستم ایا نامدار ٭ ندیدست دوران چو تو شہریار ٭
اسیطرح اظہار تعجب و حسرت و آرزو و استغاثہ و تہدید کے لیئے بھی ندا کرتے ہین جیسے قتل سیاوش کے بیان مین فردوسیؒ کہتے ہین[125] **شعر** بزد دست و ریش شہنشہ گرفت ٭ بخواری کشیدش بخاک ای شگفت نظامیؒ **شعر** شہ ار ملک عالم گرفت اے شگفت ٭ من آنرا گرفتم کہ عالم گرفت ٭ حسرت مین جیسے **مصرعہ** اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ٭ تمنا اور آرزو مین جیسے **شعر** مرا اے کاشکے مادر نزادے ٭

تعجب حسرت آرزو استغاثہ کیلئے ندا ۱۴

اگر زادے کسے شیر مہ نداد سے ۶ درحقیقت خصوص ان مواقع مین منادا محذوف ہوتا ہے تا معلوم ہوجاے کہ متکلم اپنے تعجب وتحسر وتمنا مین ایسا محو ہے کہ اُسکو منادا یعنی اپنے مخاطب کابھی دہیان نہین رہا۔ اور بعد کلمہ ندا کے جو مذکور ہے وہ جواب ندا ہے مثلاً اے شگفت یعنی اے مخاطب تعجب ست رہا قواعد عربیہ مین ان پر لام وغیرہ کا لانا اور استغاثہ کی بحث مین درج کرنا اُس زبان کی ترکیبونکی خصوصیت ہے اور استغاثہ جیسے **شعر** بدادار گفت اے جہان داورا ۶ سزد گر بدین خستہ دل بنگرا۔ اور تہدید جیسے **شعر** ایا شاہ محمود کشور کشاے ۶ گر از من نترسی بترس از خداے ۶

المصدر

مصدر ایک اسم ہے جو حدث کے لیئے وضع کیا گیا ہے اور حدث ایک معنی قائم بالغیر بشرط الحدوث والتجدد کا نام ہے اور اسی شرط کا اعتبار وعدم اعتبار مصدر وحاصلمصدر کا جدا شناس بنا ہوا ہے خواہ وہ معنی اُس غیر سے صادر ہون جیسے رفتن وزدن یا صادر نہون بلکہ اُس غیر کے ساتھ محض اتصاف وقیام کا علاقہ رکھتے ہون جیسے زیستن ومردن وبودن وشدن پس معلوم ہوا کہ مصدر کو اس اعتبار سے مصدر نہین کہتے کہ معنی قائم بالغیر اُس غیر سے صادر ہوتے ہین بلکہ باین اعتبار کہ افعال اور صیغہاے صفات اُس سے نکلتے ہین۔ جاننا چاہیئے کہ بحث مصدر اور حاصل بالمصدر دقیق اور بڑے غور سے سمجھنے کا مقام ہے۔ مین اپنے اکثر خیالات کو اس مقام مین بعض فضلاء کے خلاف پاتا ہون جو امر اپنے نزدیک محقق ہے وہی معرض عرض مین لاتا ہون۔ ذرا نظر غور سے دیکھا جاے معلوم ہوتا ہے کہ مصدر مین تین درجے ہین ایک مطلق مصدر جو درجہ مین لابشرط شی کے ہے یعنی اُس مین نہ اعتبار وجود ساذجیت حدث کا ہے نہ اُسکے عدم کا۔ دوسرا مصدر مطلق جو بشرط لا شے کے درجہ مین ہے یعنی اُس مین از روے وضع حدث ساذج معتبر ہے یعنی اُس مین نسبت جانب فاعل تا کا عدم لحاظ معتبر ہے کیا معنی کہ نسبت جانب فاعل مفہوم مصدر مین ماخوذ نہین بخلاف فعل کے اسیوجہ سے فعل کو از روے عمل اصل قرار دیتے ہین اور مصدر کو فرع ہان از روے اشتقاق اُسکا عکس یعنی مصدر اصل ہے۔ تیسرا درجہ وہ ہے جس مین نسبت فاعل تا ملحوظ ہے یعنی وہ مقید ہے بقید معروف ومجہول یہ درجہ بشرط شئے کا ہے لیکن ہم جس مصدر کو مقسم بنایا چاہتے ہین وہ مصدر مطلق ہے جس مین از روے وضع حدث ساذج معتبر ہے چونکہ مطلق خارج مین اپنا ذاتی اور اصلی وجود

مصدر تین درجے

فعل از روے عمل کے اصل مصدر از روے اشتقاق فعل کے لیئے اصل

نہین رکھتا تو ضرور مصدر مقید کے ضمن مین ہوگا جیسے آراستن زید و ستودہ شدن بکر۔ اور اگر وہ کسی سے بنا ہوا نہ ہو تو اصلی اور وضعی ہے۔ اگر بنا ہوا ہو جعلی و غیر وضعی لیکن مصادر جعلی ہون یا اصلی اُن سے اشتقاق افعال کا تحقیقاً ہو یا تقدیراً ضروری امر ہے۔ اور پھر یہ اشتقاق جمیع افعال و صفات کا ہو تو کامل التصریف کہلاتا ہے جیسے گفتن و کردن جنسے گفت گفتہ گوید گوئی گوینده اور کرد کرده کند کن کننده مشتق ہین

مصادر ناقص التصریف

ورنہ ناقص التصریف و مقتضب کہلاتا ہے جیسے آختن و سختن اسکی بحث مضارع مسموع نہین

مصادر معدوم الاشتقاق

مگر فارسی مین کوئی ایسا مصدر کہ جس سے کوئی فعل مشتق نہ ہو نہین دیکھا گیا البتہ عربی مین موجود ہے جیسے أَفْكَلُ أَحْمَدُ کے وزن پر کانپ اُٹھنا اُسکے معنی ہین جیسے کہتے ہین أَخَذَهُ أُفْكَلُ إِذَا إِذْ تَعَدَّمِنْ بَرَدٍ أَوْ خَوْفٍ اسی لیئے تعریف مصدر مین اشتقاق افعال کو جو ضروری مانا گیا ہے تحقیقی و تقدیری ان دونون مین عام رکھا گیا ہے تا اس نوع مصدر معدوم المشتقات کو بھی شامل رہے یہ

فارسی مین علامت مصدر

امور سماعی ہین قیاس کو اس مین دخل نہین۔ مصدر کی علامت فارسی مین نون ہے بعد تا کے یا دال کے بشرط حصول صیغۂ ماضی بعد ازالۂ نون جیسے گفتن و کردن اس سے واضح ہو گیا کہ گردن بوزن کردن و آبستن بوزن دانستن و خویشتن بوزن رشتن (بمعنے رنگ کردن و آمیختن ۱۲) مصادر نہین گو کہ ان کے اخیر مین نون بعد تا یا دال ہے مگر شرط (حصول صیغۂ ماضی بعد حذف نون) نہین پائی جاتی تو بحکم اذا فات الشرط فات المشروط یہ اسم مصدریت سے خارج ہو گئے۔ اور مصدر کے تین حال ہین لازم یا متعدی یا مشترک

مصادر کے تین حال لازم متعدی مشترک

لازم جیسے آمدن و رفتن متعدی جیسے کردن و گفتن مشترک جیسے سوختن و کشادن شعر آخر دیدم کہ در وفا و مہرت ؛ گر دل سوزم (متعدی ۱۲) نسوزدت (لازم ۱۲) دامانے ؛ اے دل را سوزم شعر در خم زلفش دل دیوانہ دار د پیچ و تاب ؛ چون کشاید زلف (متعدی ۱۲) بکشاید (لازم ۱۲) گرہ از کار ما ؛ اے کشاید زلف را۔ اور متعدی کی دو قسم ہین۔ معروف و مجہول۔

مصادر معروف۔

معروف وہ ہے کہ جس مین فاعل کی جانب اسناد کرنے کی صلاحیت ہو جیسے کردن و گفتن صلاحیت مذکورہ کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہین کردن زید کار را و گفتن او سخن را۔

مصادر مجہول

مجہول وہ ہے کہ صلاحیت اسناد مفعول کی رکھے جیسے ترکیب مشہور کردہ شدن و گفتہ شدن جس صلاحیت کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہین کردہ شدن کار و گفتہ شدن سخن۔

فارسی مین عربی کی طرح معروف و مجہول کے لیے ایک ہی صورت۔

یہان یہ بات بھی مدنظر رکھین کہ اہل فارس کبھی ایک ہی صورت کو معروف و مجہول کے لیئے استعمال کرنے مین اہل عرب کے ہمقدم بھی ہو جاتے ہین جیسے نظامی رح دارا کے مارے جانے کے داستان مین لکھتے ہین شعر چو در نسل ما کشتن آمد نخست ؛ کشندہ نسب کرد بر ما درست ؛

سعدی رح شعر اگر عاشقی خواہی آموختن ٭ زکشتن فرح یابی وز سوختن ٭ اے کشتہ شدن ۔ نظامی رح
شعر بخود گم شوم خلق را رہنماے ٭ ہمایون زکم ویدن آمد ہماے ٭ اے کم دیدہ شدن ۔ اسی طرح لفظ
ویدن کا اس مشہور شعر مین شعر می خواہم از خدا ونمی خواہم از خدا ٭ دیدن حبیب را وندیدن رقیب را ٭
لیکن یہ سند اسوقت واضح تر سمجھ مین آئیگی کہ معنی شعر کے بطور لف ونشر غیر مرتب لیئے جائین یعنے شاعر
کہتاہے کہ مین خدا سے چاہتا ہون کہ رقیب کو ندیکھون اور خدا سے مین نہین چاہتا دیکھے جانے حبیب کو
یعنی یہ نہین چاہتا کہ کوئی شخص اُس کو دیکھے اس شعر کے معنون مین اور بھی احتمالات ہین چونکہ وہ اکثر
بطریق طبع آزمائی پوچھے بھی جاتے ہین اسوقت جو کچھ میری سمجھ مین آئے لکھدیتا ہون اگرچہ بعض معنی
مفید استناد نہون غرض شاعر کہتاہے کہ مین خدا سے چاہتا ہون کہ حبیب کو مین دیکھون یا حبیب
مجکو دیکھے (اس صورت ثانی مین را اضافی ہوگا یا بمعنی براے) اور رقیب کو مین نہ دیکھون یا رقیب مجکو
نہ دیکھے یا حبیب رقیب کو ندیکھے یا رقیب حبیب کو نہ دیکھے (ان اخیر کی دونون صورتون مین را اضافی
یا بمعنی براے ہوگا) اور یہ کل معنی دونون مصدرون کو معروف قرار دینے کی تقدیر پر ہین اگر دونون
مصدر مبنی للمفعول یعنی مجہول بنائے جائین یہ معنی ہونگے کہ مین خدا سے چاہتا ہون دیکھے جانے
حبیب کو یعنی مین اُسکو دیکھون اور رقیب کے نہ دیکھے جانے کو یعنی رقیب کو مین نہ دیکھون یا حبیب
نہ دیکھے اور خدا سے نہین چاہتا دیکھے جانے حبیب کو یعنی رقیب کا یا کسی غیر کا حبیب کو دیکھنا اور
نہ دیکھنا رقیب کو کسی غیر کا یا رقیب کا کسی غیر کو اسوقت بھی را اضافی یا بمعنی براے ہوگی یا نہ دیکھے
جانے رقیب کو یعنی کوئی غیر شخص اُسکو نہ دیکھے یعنی ہمین کوئی غرض نہین کہ کوئی غیر شخص رقیب کو
دیکھے یا رقیب اس غیر کو یا نہ دیکھے ۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہین کہ مصرعہ ثانی میخواہم کے متعلق کردیا جاے
اور نمیخواہم کا مفعول مقدر مانا جاے یعنی نمیخواہم غیر ازین چیزے دیگر ۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہین کہ
خواہم ونخواہم کے دو متضاد صیغون سے جو تعمیم مفہوم ہوتی ہے اُس سے یا تو اپنی تمام آرزو اور
کل خواہش یعنی مقصود حصر مضمون مصرع ثانی کو ٹھہرالین تقریر اسکی اسطرح کیجاے کہ مین چاہتا ہون
جب اور نہین چاہتا ہون جب مطلوب یہی ہے کہ یار کا دیدار ہو اور غیر سے بیر ۔ اسکے سوا خدا سے کچھ
نہین چاہتا ۔ یا اس تعمیم سے استغاثہ کا حصر مطلوب ہے یعنی یہ کہتاہے کہ اپنی مراد جو مصرع ثانی
مین مذکور ہے چاہون تو اپنے خدا سے اور نہ چاہون تو اپنے خدا سے یعنی سوا خدا کے کسی سے

معنی شعر مشہور میخواہم از خدا ونمیخواہم از خدا

نہین چاہتا۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ یہ کل معنی لف ونشر مرتب وغیر مرتب وغیرہ اس جدول
مذیلہ سے بوضاحت مفہوم ہوتے ہین ملاحظہ فرمائین۔

مے خواہم
و
نے خواہم
از خدا

تعریف مصدر اصلی و وضعی
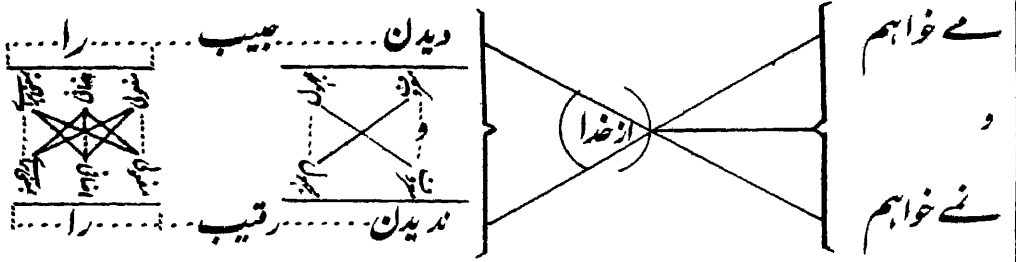
پھر مصدر معروف اصلی اور جعلی پر منقسم ہوتا ہے اصلی وہ ہے کہ بذات خود مصدر ہی وضع کیا
گیا ہو یعنے وہ اپنی وضع اوّلی مین مصدر ہو اسی سبب سے اُسکو وضعی بھی کہتے ہین جیسے

تعریف مصدر جعلی

کردن و رفتن وغیرہ۔ جعلی وہ ہے کہ وضع اوّلی مین بذات خود مصدر نہین وضع ہوا بلکہ کسی ترکیب سے
وضع ثانوی مین جاکر وہ مصدر بنگیا ہو اسی وجہ سے اُسکو غیر وضعی بھی کہتے ہین اور وہ ترکیب بحسب استقرا
اسم پر علامت مصدر دن کی لگانی اور اُنکے بیچ مین ایک دعامہ یعنی پرکن یاے تحتانی داخل
کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور وہ اسم عام ہین اس سے کہ جامد ہون یا مصدر ہون یا مشتق۔

مصدر جعلی کے اعلام سے ترکیب

اور اسماے جامد بھی عربی کے ہون خواہ فارسی کے پھر اُس مین بھی اعلام لیکن ہندی کے اسم
جامد سے ترکیب مسموع نہین اگرچہ قیاس اسکو بھی مقتضی ہے اوّل جیسے مکیدن و مدنیدن و ابابکریدن
و عمریدن یعنی انکی زیارت قدس امارت سے شرفیاب ہونا ملاطرزی کا شعر ہے **شعر** مدنیدیم پس از
مکیدن ٭ نہ بکس حیلہ و نہ مکریدن ٭ مرقد پاک نبی طوفیدیم ٭ عمریدیم و ابابکریدیم ٭ ثانی یعنی فارسی

مصدر جعلی کی اسماے جامد فارسی سے ترکیب

کے اسماے جامد سے مصدر بنالینا جیسے جنگ سے جنگیدن دیر سے دیریدن دیر کرنا۔ پرہیز سے
پرہیزیدن خواب سے خوابیدن شکوہ سے شکوہیدن۔ نظامی رح **شعر** شکوہید دارا زنزلی چنان ٭
حسد را برو تیز ترشد عنان ٭ ایسے ہی گمان سے گمانیدن فردوسی رح **شعر** سپاہی کہ سکسار خوانند شان
٭ پلنگان جنگی گمانند شان ٭ اسیطرح چراغ سے چراغیدن یعنی چراغ روشن کرنا بلکہ ترنگ سے
جو آواز شمشیر و تیر و کمان وغیرہ ہے ترنگیدن بنالیتے ہین اثیر الدین اومانی کا شعر ہے **شعر** زکوب
گرز و ترنگیدن حسام بود ٭ فضاے معرکہ ہمچون دکان آہنگر ٭ اور مصادر بھی خواہ عربی کے ہون۔ خواہ

مصادر عربیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب

فارسی کے خواہ ہندی کے اوّل جیسے طلبیدن و فہمیدن و طلوعیدن و سیریدن میر یحیی شیرازی کا
شعر ہے **شعر** شد موے سپید و خبرم نیست زغفلت ٭ چون خفتہ کہ غافل ز طلوعیدن صبح ست ٭ ملاشانی تکلو

شعر جہان در سایۂ خرشید من معمور و من محروم ؛ بکام غیر مے سیر و عجب سیارۂ وارم ؛ ثانی یعنی ترکیب مصادر فارسی سے لیکن وہ مصادر صورت مین امر حاضر کی آتے ہین جیسے روئیدن و کوبیدن وخیسیدن وکاویدن وگسلیدن وکاہیدن وآوریدن ورہیدن وآگنیدن ۔ نظامی رح شعر چو ماشورۂ ہندوانی برنگ ؛ میان آگنیدہ بہ تیر خدنگ ۔ ظہوری شعر نکاہیدۂ یک جو از بود خویش ؛ زخلوت نشینی بگو سود خویش ؛ جامی رح شعر بکوہ قاف رفتن پا برہنہ ؛ وزانجا سنگ صد من آوریدن سعدی رح شعر بگوشش فرو گفت کاے ہوشمند ؛ بدانگے زجانے رہیدم زبند ؛ ثالث یعنی مصدر ہندی کے ساتھ ترکیب یہان بھی وہی مصادر جو بصورت امر حاضر ہون جیسے ماریدن وچلیدن ۔ اُستاد عنصری کا شعر ہے شعر اگر مارے وکژدمے ہست طبعش ؛ بصحرا اش چون مار وکژدم بمارے ؛ خسرو شعر از چل چل تو پاے من زار شد کچل ؛ من خود نمی چلم تو اگر مے چلی بچل ؛ میر نجات صاحب گل کشتی کا شعر ہے شعر عالمے را بکشی گر بجفا مے چلدت ؛ ہر چہ خواہی بکن اے شوخ بما مے چلدت لیکن الفاظ ہندیہ کی ترکیب اکثر مطائبہ مین مستعمل ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ الفاظ ہندی الاصل نہ ہون بلکہ توافق واشتراک لسانین کی وجہ سے فارسی مین بھی مستعمل ہو گئے ہون مثلاً چل چال کا مخفف ہو جسکا حاصل مصدر چالش آتا ہے سعدی رح شعر بیا تا درین شیوہ چالش کنیم ؛ سر خصم را سنگ بالش کنیم ؛ جسطرح فعل رابطہ ہے ہیند[ے] زبان دری اور ہندی مین مشترک ہے حافظ رح کا شعر ہے شعر ساقی اگرت ہواے ماہئے ؛ جز بادہ میار ہیش ما شئے ؛ مولانا ے روم قدس سرہ القیوم فرماتے ہین[۳۱۸] شعر گفت یارب گر ترا خاصان ہیند ؛ کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند ؛ اور یہ مصادر فارسی کے ہون خواہ ہندی کے جو بصورت امر حاضر جزو مصدر جعلی ہین اگرچہ جداگانہ مستقل افرادی حالت مین کل کے کل بمعنی مصدر مستعمل ہوتے نہین دیکھے گئے مگر بعض مصادر جیسے کوبیدن بمعنی مصدری مولوی معنوی کے شعر مین شعر بر جہید و سنگ پران کرد و چوب ؛ جملگان بگریختند از بیم کوب ؛ اسیطرح لفظ ہندی کی ترکیب مین جیسے ماریدن مین مار چنانچہ کہا جاتا ہے خدا کی مار سخت ہے ۔ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ جب پہلے ہی سے ان مین معنی مصدری موجود حاصل تھے پھر اس تکلف سے اُس معنی مصدری کا حاصل کرنا تحصیل حاصل ہے سو یہ محال باطل ہے مین عرض کرتا ہون کہ وہ مصدر جو جزو اس مرکب کا ہے بہر نوع صلاحیت اشتقاق نہین رکھتا اب اس ترکیب خاص

مصادر فارسی سے مصدر جعلی کی ترکیب

مصادر ہندیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب

بیان ان مصادر کا جو ہندی اور فارسی مین مشترک ہین

[۵] اسکا مخفف [illegible] شعر [illegible]

کی بدولت اس نوع کا مصدر بنجاتا ہے جس مین صلاحیت اشتقاق موجود ہوتی ہے پس یہ تحصیل
امر جدید ہوئی نہ تحصیل حاصل اس صورت مین کہ یہ خود مصادر امر صورت سے مجعول ہین تو انکو مصادر
مضارعی کہنا خوب نہین ۔ اسماے مشتق کے جعل مین سواے مشتقات فارسی مسموع نہین انمین
بھی صیغہ حالیہ کے ساتھ لیکن نگہداشتن وکشتہ شدن میرے نزدیک اس نوع ترکیب سے خارج ہین
اگرچہ ہمنے اس جعل کو مؤلف مانا ہے مگر اسکی تعریف بہ نسبت اصلی کے ہے ورنہ دراصل یہ بھی مفرد ہی ہے
کیا معنی کہ یہ دعامہ اور علامت مصدر یعنی ی د ن اگر نظر استقلال سے دیکھے جائین کوئی معنی دار لفظ
نہین بنتا فقط اس جعل خاص کی علامت ہے ۔ بخلاف نگہداشتن وکشتہ شدن کے کہ نگاہ اور کشتہ
یہ دونون اسم مصادر ناقصہ جزو مرکب کی خبر ہین فافہم ولا تغفل ۔ غرض صیغہ حالیہ کی ترکیب جیسے
خورانیدن گریانیدن خندانیدن خوابانیدن ۔ لیکن اس جعل خاص کو تعدیہ لازم ہے یعنی اگر وہ مشتق
مصدر لازم کا ہے تو اس جعل سے تعدیت ایک مفعول کی حاصل ہوگی ۔ سعدی رح **شعر** بہ نرمی و
آہستگی کردہ چیر * طعامش خورانید درویش سیر * اور مشہور شعر ہے ع بخندانم بگریانم جہان را *
صائب **شعر** بہ بیداری چہ خواہد کرد یارب بانظر بازان * کہ خوابانیدن تیغست خوابانیدن چشمت *
اور اس مین تخفیف منظور ہوتی ہے تو کبھی یاے دعامہ کو حذف کر دیتے ہین جیسے روانیدن سے رواندن
جسکا مخفف راندن مستعمل ہے ونشاندن ورماندن وغیرہ چونکہ اس تخفیف مین دعامہ جو ایک حرف زائد
ہے محذوف ہوا ہے اکثر یہی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی الف ماقبل نون کو حذف کر دیتے ہین ۔ جیسے
خوابانیدن سے خوابنیدن اور اُس سے خوابنید وخوابنیدہ وغیرہ مشتق ہے ۔ فردوسی رح رودابہ
دختر مہراب اور زال زر کے تعشق کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** سیہ مژہ بر نرگسان دژم * فرو خوابنید
نزد ہیچ دم * اے فرو خوابانید نظامی رح **شعر** درین رہ چو من خوابنیدہ بسے ست * ندارد کسے یاد
کاینجا کسے ست * لیکن خاص اس مصدر مین جعل پر جعل واقع ہوا ہے یعنی خوابیدن خود اسم جامد
خواب سے مجعول ہے اور پھر اسکی مشتق صیغہ حالیہ پر دوسرا جعل واقع ہوا ۔ واضح ہو کہ لفظ خواب مین
دو اعتبار ہین ایک اعتبار سے وہ اسم جامد ہے جسکا ترجمہ نیند ہے اور اسی اعتبار سے اصل اور مادہ
خوابیدن کا ہے اور ایک اعتبار سے حاصل مصدر بصورت امر بھی ہے اور خود امر بھی اس اعتبار سے
فرع خوابیدن کی ہے یہ فرعیت و اصلیت باعتبار لفظی اشتقاق کی ہے ورنہ حاصل بالمصدر کی

صیغہ حالیہ سے ترکیب مصدر جعلی کی

اس جعل خاص کے لیے جو حالیہ سے حاصل ہو تعدیت جدید شرط ہے

بحث مین یہ امر ثابت کیا جائیگا کہ حاصل بالمصدر اصل اور منشاے مصدر ہے یعنی باعتبار معنی۔
صہباکش مصطبۂ نازک خیالی دریانوش خمستان نکتہ سرائی حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خوابیندہ کے نون کو نازنین کے نون کیطرح زائد مانا ہے۔ آپ غور کرین یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جب جعل خاص اور تعدیت باہم لزوم مساوی رکھتے ہین یعنی اس تالیف کو تعدیت جعلی عارضی لازم اور تعدیت جعلی عارضی کے لیئے یہ ترکیب لازم کیا معنی کہ باقی مصادر جعلیہ مین عدم تعدیت جدید شرط ہے مصدر کی حالت جو تعدیت ولزوم کے باب مین پہلے سے تھی بعد جعل کے بھی وہی ہونی چاہیئے پس اگر یہ نون خوابیدن کا زائد مانا جائے تو بمعنی ولفظ عین خوابیدن ہوا جسکا جعل جامد اسم سے ہے تو خوابیدن کو کہین متعدی مستعمل ہوتے نہ سنا نہ دیکھا۔ اگر بحسب راے بعض مقننین اسکو خفتن کے امر سے مجعول کرین تو بھی اسمین بقاے حالت اصلی مشروط تھی تو اس تعدیت جدید کا حصول مبطل شرط ہوگا اذا فات الشرط فات المشروط خوابنیدن وخوابیدن کا ایک جعل نہوگا ایسے نازک خیال نغز اندیشہ محقق کو بجز اس شعر کے (درین رہ چو من خوابیندہ بسے ست) کوئی اور مثال جس مین اس مصدر کا کوئی فعل مستعمل ہو شاید نہین ملی جس سے امر تعدیت ولزوم بخوبی اُنپر واضح ہوتا خوابنیدہ اسم مفعول ہے اور صیغہ مفعول کا چونکہ اصل اور مادہ مجہول کا ہے اور مجہول قوت مین لازم کے ہوتا ہے یہ امر تعدیت ظاہر نہوا الحمد للہ والمنۃ مین نے اس امر کے ایضاح کے لیئے شعر فردوسی رح کا ﴿ سیہ مُژہ بر نرگسان دژم ٭ فرو خوابنید و نزد ہیچ دم ٭ پیشکش نظر تحقیق جویان کردیا ہے۔ اور یہ بھی سُن لو کہ مصدرون پر باے زائد بہت کم شاذ و نادر آتا ہی افعال پر کثرت سے استعمال پاتا ہے لیکن اس قلت استعمال کی وجہ سے حکم غیر فصیح کا لگانا سخت گستاخی ہے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** تبے چون برآرد دہمات کس ٭ کہ نتواند از خود براندن مگس۔ **ولہ** چہ خواہی از طارم افراشتن ٭ ہمینت بس از بہر بگذاشتن ٭ فردوسی کتاب یوسف زلیخا کے دیباچہ مین لکھتے ہین **شعر** کنون چارۂ بایدم ساختن ٭ دل از کار گیتی بپرداختن ٭ ہان شاہنامہ مین کاوس کو سودابہ کے فریب دینے کے داستان مین جو بسودن کا لفظ آیا ہے اُس مین با جوہر کلمہ ہے اور وہ مخفف ہی بپسودن کا بمعنی چھونا **شعر** ندیدار سیاوش چنان نیز بوے ٭ نشان بسودن ندید اندروے۔ دوسری جگہ اسکا مشتق بھی مستعمل ہے **شعر** بتان رابشاہ نو آئین نمود ٭ کہ بودند چون گوہر نابسود۔ (اَن چھوا ۱۲) اور بپسودن میر معزی کے شعر مین **شعر** سینۂ نرمش چو بپسودم بزیر پرنیان ٭ گفتم این سینہ بنرمی پرنیانی دیگرست ٭ اسکی تحقیق اس اخیر حصہ مین

حضرت صہبائی رح نے خوابیندہ کے نون کو نازنین وہمگنان کے نون کیطرح زائد محض مانا ہے یہ ٹھیک نہین۔

مصدر پر باے زائد جس کلام مین آئے غیر فصیح نہین ہے لا حق ہوتی ہے

بسودن مین با جوہر کلمہ کی ہے زائد نہین

جو بیان مصادر کے لیئے خاص ہوگا بخوبی کیجائیگی انشاءاللہ تعالے اور یہ بھی سن لو جیسے افعال مین الف زائد لاحق ہوتا ہے مصدر کے بھی اخیر مین الف زائد لایا جاتا ہے مثلاً رفتنا و کشتنا۔ فردوسیؒ بیژن و گرگین کی داستان مین لکھتے ہین شعر ہ گرگین چنین گفت پس بیژنا ٭ کہ من پیشتر سازم این رفتنا ٭ ولہ چہ باشد مراگفت ازین کشتنا ٭ مگر کام بد گوہر اہریمنا ٭

مصادر کے اخیر مین الف زائدہ بھی حسن کلام کے لئے لایا جاتا ہے

الحاصل بالمصدر

بیان حاصل بالمصدر

واضح ہو کہ مصادر مثلاً زدن زید و کوفتن بکر مین معنی مصدری یعنی اتصاف زید و بکر کا حالت زدو کوب کے ساتھ امر انتزاعی اور وصف اعتباری ہے جسکا منشاء انتزاع وہی حالت ہے جو زید و بکر کے ساتھ قائم ہے اسی حالت کو جو منشاء انتزاع معنی مصدری ہے ہم حاصل بالمصدر کہتے ہین اور یہ حالت دوسری شے یعنی زدہ و کوفتہ کے ساتھ تعلق وقوعی پائے تو اس امر آخر کے ساتھ متعلق ہونیکا نام مصدر مجہول ہے جیسے زدہ شدن و کوفتہ شدن پھر اگر معنی مشتق یعنی ذات اور نسبت مصدر معلوم کے ساتھ اعتبار کر لیئے جائین یعنی زنندہ و کوبندہ کے ساتھ حالت زدو کوب کے قیام پر نظر کر کے اُس زنندہ و کوبندہ کی ذات متصف بآن حالت ہونے کو عقل انتزاع کرے اسکو مصدر مبنی للفاعل کہتے ہین جیسے زنندگی و کوبندگی۔ مولوی معنوی رح شعر او بفرمود ست مان این بندگی ٭ نیست مارا ازخود این کوبندگی ٭ اور کبھی وہ مشتق مصدر مجہول کے ساتھ اعتبار کر لیا جاتا ہے یعنی تعلق وقوعی زدوکوب کو زدہ و کوفتہ پر نظر کر کے اُسکی ذات کے محل وقوع زدوکوب ہونے کو عقل انتزاع کرے تو مصدر مبنی للمفعول کہلاتا ہے جیسے زدگی و کوفتگی لیکن درصورت اضافت مصدر معلوم بسوے فاعل و مصدر مجہول بسوے مفعول عین مصدر مبنی للفاعل و مصدر مبنی للمفعول بنجاتا ہے پس زدن زید و کوفتہ شدن بکر اور زنندگی و کوفتگی کا (چونکہ اضافت مین قید خارج اور تقیید داخل ہوتی ہے) ایک مفاد ہے غرض ان مین فرق اعتباری ہے اگر اضافت کا اعتبار کرین باہم اتحاد ہے اگر اعتبار نکرین تغائر ہے۔ غرض حاصل بالمصدر مین بھی دو اعتبار معروف و مجہول کے کیئے گئے ہین معروف جیسے گفتِ عالم و آفرینشِ خدا و جنبشِ افلاک و رفتارِ اسپ اور مجہول جیسے دوخت جامہ و تراش قمیص یعنی بعد تیار ہونے کے یون کہا جائے دوخت جامہ و تراش قمیص زیباست تو دوخت و تراش کو جامہ اور قمیص کے ساتھ تعلق وقوعی ہے کیا معنی

بیان مصدر معروف و مجہول

حاصل بالمصدر مین معروف و مجہول کا اعتبار

کہ دوزندہ اور تراشندہ تو درزی ہے جامہ اور قمیص دوختہ اور تراشیدہ ہین تو دوختگی و تراشیدگی
اُسکا مستفاد ہوا یہ حاصل مصدر مجہول ہے اور یہ بات محض مسامحت ہے کہ جس لفظ پر علامت مصدر دن یا
تن نہ ہو اور پھر وہ معنی مصدری دیوے اُسکا نام حاصل بالمصدر رکھین حالانکہ حاصل بالمصدر ایک معنی ہین
جسکو ہم حالت کہہ آئے ہین اور وہ منشاے انتزاع معنی مصدری ہے پس یہ معنی جس صورت مین پائے جائین
وہی حاصل بالمصدر ہے اور وہ صورت مین مصدر حقیقی اصلی ہی کی کیون نہو ہان اُس حالت کے لیئے اُس مرتبہ
مین تعلق ایقاعی و وقوعی کا وجود و عدم غیر ملحوظ ہے البتہ تحقق کسی نہ کسی فرد مین ہونا ضرور ہے۔ اول یعنی
تعلق ایقاعی حاصل بالمصدر کا زینت مصدر حقیقی مین ظہوری کے اس شعر مین **شعر** زخطش سرمہ پرور چشم دیدن
٭ زسازش حلقہ در گوش شنیدن ٭ یعنی چشم دیدن ناظر کی سرمہ پرور یعنی منور ہوتی ہین۔ ثانی یعنی تعلق
وقوعی حاصل بالمصدر کا زینت مصدر حقیقی مین جیسے نظامیؒ کے اس شعر مین **شعر** نشست از بر بارہ کوہ وش ٭ بدیدن
ہمایون برفتار خوش ٭ یعنی دیدار بارہ منظور کا ہمایون یعنے از روے دیدار ہمایون اور از روے رفتار خوش۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ خیر یہ سب سہی مگر اُس حالت قائمہ کا نام حاصل بالمصدر رکھنا ظاہر نظر مین ہماری
تحقیق کے خلاف ہوگا کیا معنی کہ حاصل بالمصدر مین سے توسل اور آلہ متبادر ہوتا ہے اور وہ اس امر کا مشعر
ہے کہ وجود مصدر کا اُس حاصل سے پہلے ہو بلکہ علت اُس حاصل کی ہو حالانکہ وہ حالت قائمہ یعنی حاصل
بالمصدر منشاء انتزاع معنی مصدری یعنی علت او سبب مصدر ہے تو وہ محصّل مصدر ہوا نہ حاصل بالمصدر
بنابران فرزانہ فاضل سیالکوٹی رحمہ اللہ نے شرح جامی کے حاشیہ مین لکھدیا ہے والحاصل بالمصدر
الهيئة القارة المترتبة عليه اى على المصدر انتہی۔ اول تو حاصل بالمصدر کا
مصدر پر مترتب ہونا ناصواب ہے چنانچہ ہمنے عنوان بیان مین اتباعاً لصدر الشریعۃ
و بحر العلوم بیان کردیا ہے کہ حاصل بالمصدر منشاے انتزاع مصدر ہے اور اسکا قارّہ ہونا بھی
باطل ہے اور بعض فضلاء نے اُسکو ایک کیفیت بتلائی ہے یعنی مقولہ کیف مین داخل کیا ہے وہ بھی
باطل ہے۔ کسواسطے کہ بعض حالات مین سے حالت جنبش بھی ایک حاصل بالمصدر ہے جسکو عربی مین
حرکۃ کہتے ہین سو علوم حکمیہ مین مبرہن ہے کہ نہ وہ قارہ ہے نہ کیف پھر صحت تسمیہ کی وجہ بھی یہی
سمجھ مین آتی ہے کہ حاصل بالمصدر مین با تعدیہ کی قرار دیجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
واضح ہو کہ حاصل بالمصدر کئی ہیأت اور کئی ترکیبون مین رونما ہوتا ہے کبھی مصدر حقیقی کی ہیأت

حاصل بالمصدر کی وجہ تسمیہ

ہیئات مین جیسے فردوسی نبرد سہراب و رستم کی داستان مین لکھتے ہین شعر میا ئید یک تن
بہ آوردگاہ ؛ مسازید جستن سوے رزم راہ ؛ ظہوری شعر بہ ادایش ادا رسید نہا ؛ عاشق گفتنش
شنید نہا ؛ اور اس صورت مین حاصل بالمصدر یعنی جو مصدر حقیقی کی زنی مین آتا ہے بمعنی مفعول بھی
مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر مذکور مین گفتنش کا لفظ بمعنی گفتارش اے سخن او ۔ نظامی شعر ہمہ خون
خاست نوشیدنم ؛ ہمہ چرم خاست پوشیدنم ؛ اے چیزیکہ فعل نوشیدن من برا و واقع ست
آن خون خاست و لباس من چرم خام ست ۔ دوسرا صورت مین مطلق ماضی کی اور یہ یا تو تنہا ایک
مفرد صیغہ ہو یا دو صیغے ماضی کے مختلف اللفظ متجانس المعنی بترکیب عطفی ہون ۔ اول جیسے نظامیؒ
حمد مین فرماتے ہین شعر بحکم آشکارا الحکمت نہفت ؛ شناسندہ حیران از و وقت گفت ؛ امیر خسروؒ شعر
آنکہ بہ بد گفت گرفتست خو ؛ نیک نگویید کہ نیاید ازو ؛ سعدیؒ شعر گفت عالم بگوش جان بشنو ؛ ورنہ ماند
بگفتنش کردار ؛ یہ حاصل بالمصدر بمعنی مفعول کے ہے یعنی گفتۂ عالم اے سخن عالم اور نیز یہان ہاے
مفعولی کی تخفیفا حذف ہو جانے کا احتمال بھی ہے جیسے ماندن کی اسم فاعل ماندہ پر سے ہاے
فاعلی کو تخفیفا حذف کر کے مانند کہتے ہین اور بعض وقت ہاے فاعلی کو ثابت بھی رکھتے ہین
فردوسی فریدون کی داستان مین لکھتے ہین شعر بہ بالا چو سرو و برخ چون بہار ؛ بہر چیز ماندۂ
شہریار ؛ مثال مذکور مین اضافت مصدر کی جانب فاعل تھی اور جانب مفعول بھی حاصل بالمصدر کی
اضافت کر سکتے ہین ۔ فردوسیؒ شعر زشب نیمۂ گفتِ سہراب بود ؛ دگر نیمہ آرامش و خواب بود یعنی
بزم رستم مین آدھی رات تک سہراب کا ذکر رہا ۔ اسیطرح حاصل بالمصدر خورد اُس معنی مین مستعمل
ہوتا ہے جسپر خورندہ کا فعل واقع ہوتا ہے یعنی طعام ۔ نظامیؒ شعر بفرمود کارند خوانہاے خورد ؛
ہمین نقل دانہاے نادیدہ گرد ؛ اے خوانہاے طعام حق یہ ہے کہ یہان خورد حاصل بالمصدر اپنے
معنون مین ہے اور اضافت کے لیئے ادنے ملابست کفایت کرجاتی ہے ۔ ثانی یعنی دو صیغے جو
بصورت ماضی مرکب بترکیب عطفی ہین جیسے سعدیؒ فرماتے ہین شعر انگشت تعجبی جہانے ؛
از گفت و شنود ما بدندان ؛ ایسا ہی آمد و رفت یا رفت و آمد ۔ نظیری شعر جز رفت و آمد نفسے نیست
بود ما ؛ جاوید زیست ہر کہ ازین یک دو دم گزشت ؛ اور نیز ان دونون ماضیون مین فصل روابط
کا بھی جائز ہے ۔ نعمت خان عالی شعر حالی تو از کدام طرف حرف مے زدی ؛ روزے کہ دادو

حاصل بالمصدر مطلق ماضی کی زنی مین بمعنی حرکا اور اسکے مستعمل ہونا مفعول بمعنی مفعول اسکے جانب اور اضافت

حاصل بالمصدر دو صیغونکی صورت مین

حاصل بالمصدر فصل رابطے کے ساتھ

بستند نازو نیاز بود ۰ **شعر** زوسخن برلب نظیری خوش ۰ عشق در گفت و در شنود آمد ۰ تیسرا امر واحد
حاضر کی صورت مین اور اسکا حال بھی افراد و ترکیب کے بارہ مین بالکل اُن مصادر کا سا ہے جو بصورت
صیغۂ ماضی آتے ہین اول یعنی افراد جیسے نظامیؒ فرماتے ہین **شعر** گریزندگان را دران رستخیز ۰ نہ روے
رہائی نہ راہِ گریز ۰ سعدیؒ **شعر** اگر گنجے کنی بر عامیان بخش ۰ رسد ہر کتخدائے را برنجے ۰ یہان مصدر
بمعنی مفعول ہونے کا احتمال بھی ہے جیسے آفرین بمعنی آفریدہ یعنی مخلوق. نظامیؒ در بیان مناظرۂ
علماء ہند باسکندر فرماتے ہین **شعر** دو پرکار بر زد جہان آفرین ۰ درین آفرینش و دران آفرین ۰
اے درین آفریدہ و دران آفریدہ اے دو جہان اسی طرح گزین بمعنی گزیدہ اسے مقبول و مختار و
بُرین بالضم بمعنی بریدہ یعنی قماش خربزہ وغیرہ کو قیاس فرمایئے سعدیؒ **شعر** تواضع کند ہوشمندِ
گزین ۰ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین ۰ مولوی معنویؒ **شعر** چون بریداو داد اور ایک بُرین ۰ ہمچو
شکر خوردش وچون انگبین ۰ لیکن یہ امر سند طلب ہے کہ بریدن کی بحث امر بقیاس گزیدن بالضم
و آفریدن بُرین آتی ہے یا نہین سو عرض کرتا ہون کہ اسکے امر مین بُرو بُرین دونون قاعدے
جاری ہین۔ انشاء اللہ تعالےٰ اسکا بیان بحث فعل مین آجائیگا لیکن اول کثیر الاستعمال ہے جس سے
بُرش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ طاہر وحید قماش فروش کی تعریف مین لکھتے ہین۔ **شعر**
مرا نیست غیر از غم تو خورش ۰ ز دنیا مرا بس بود یک بُرش ۰ اے یک قماش اور ثانی کم مستعمل ہے
جس سے بُرین و برینش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ نظامیؒ **شعر** ولے باید اندیشہ را تیز و تند
برینش نباید ز شمشیر کند ۰ اے برندگی نباید الخ اسیطرح آگین حاصل بالمصدر بمعنی مفعول مصدر
آگندن بمعنی پُر کردن سے۔ فردوسی داستان دفن سہراب مین لکھتے ہین صفحہ ۱۰۱ **شعر** ہمیگفت اگر دخمہ
زرین کنم ۰ ز مشک سیہ گردش آگین کنم ۰ ثانی مرکب بترکیب عطفی عالم نشین کشور نظم فرماتے ہین
شعر اے مجلسیان سوز دل حافظ مسکین ۰ از شمع بپرسید کہ در سوز و گداز ست ۰ اسی طرح
در سوز و در گداز فصل رابطہ کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے۔ چوتھا ماضی اور امر کی صورت مین جامیؒ
شعر بظاہر با ہمہ گفت و شنود اشت ۰ ولے دل جاے دیگر در گرو داشت ۰ یہان شنود کا مخفف
مرخم کہہ نہین سکتے۔ کسواسطے کہ قافیہ گرو کا واقع ہوا ہے جس کا واؤ مفتوح الماقبل ہے ایسا ہی
گفتگو یہان بوجہ کثرت استعمال واو فاصل حذف کر دیا گیا اور ایسے ہی نشست وشو بخت وپز

حاصل بالمصدر امر حاضر کی نفی مین

حاصل بالمصدر بصورت امر حاضر مفعول کے معنون مین

بُرین بمعنی قطع کا امر بُرین بھی آتا ہے

حاصل بالمصدر ماضی اور امر کی صورت مین

اور بعض وقت اسکا عکس یعنے امر اور ماضی کی صورت مین مولوی معنوی کا شعر اندرین اندیشہ تشویشش فزود * کہ جزاو دانیست اینجا باش و بود * پانچوان صیغہ ماضی کے اخیر مین الف ورا کا لحوق جیسے رفت سے رفتار گرفت سے گرفتار۔ کبھی اس ترکیب مین مصدر مبنی للمفعول بھی آجاتا ہے جیسے غزالی مشہدی کے اس شعر کے مصرعہ ثانیہ مین شعر کس بخوبان پرتو چہر گرفتار مباد * ہیچکس را بچنین قوم گرفتار مباد * اے گرفتہ شدن مباد۔ اور محتمل ہے کہ الف ورا نسبت کے لیئے لایا گیا ہو اور صیغہ ملحق بہا حاصل بالمصدر ہو اور وہ حاصل بالمصدر کبھی تو مبنی للفاعل آتا ہے کبھی مبنی للمفعول یہ دونون امر لفظ دیدار مین مثلاً بخوبی متحقق ہین اور جب اس نسبت کو مصدر مجہول پر مانیئے دیدار سے منظورات مراد ہونگی جیسے چہرہ وغیرہ جسکو طلعت کا ترجمہ سمجھیئے مثلاً ماہ طلعت ماہ دیدار منیزہ و بیژن کی عاشقی کی داستان مین فردوسیؒ کا شعر ہے شعر فرستاد مر دایہ را چون نوند * کہ رو زیر آن شاخ سرو بلند * نگہ کن کہ آن ماہ دیدار کیست * سیاوش مگر زندہ شد یا پریست * اور جب اس نسبت کو مصدر معروف پر مانیئے تو دیدار سے ناظر مراد ہونگے جیسے چشم وغیرہ۔ فردوسیؒ پیران کے قتل کی داستان مین لکھتے ہین شعر بدید ندکشتہ بدیدار خویش * سپہبد برادر جہاندار خویش * (اے بچشم خویش ۱۲)

اور اس لفظ گرفتار سے جو غزالی مشہدی کے شعر مین مذکور ہوا ہے شبہ مین نہ پڑ جائین کہ اس مین الف اور را نسبت کا نہین کسواسطے کہ وہ لفظ متاوّل ہے کیا معنی کہ وہان مصرعہ ثانیہ مین لفظ گرفتار مرخم واقع ہے یعنی اُسکے اخیر سے یاے مصدری محذوف ہوگئی ہے جیسے ناداان و نادار سے الف فاعلی حذف ہوکر مرخم ہی اکثر مستعمل ہوتے ہین بعض وقت بلا ترخیم الف بھی آتے ہین اسکا بیان مشتقات مین بالتفصیل کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ اُسکی نظائر بلا ترخیم یاے مصدری خریداری وغیرہ موجود اور خود لفظ گرفتاری بھی مستعمل ہے اور یہ کل ترکیبین سماعی ہین قیاس کو اس مین دخل نہین اور اسماے جامد پر اکثر اس کلمہ نسبت مین سے بہ نظر تخفیف فقط را ملحق ہوتا ہے جیسے انگشتر و زیور۔ اور زیور مین واؤ باے موحدہ کا مبدل ہے جیسے سیب سے سیو۔ بعض محققین نے زیب اور کلمہ نسبت ور کے ساتھ مرکب مانا ہے جیسے ہنرور مگر بوجہ قرب مخرج بقاعدہ بستر باے موحدہ حذف ہوگئی۔ میرے خیال مین یہ بات آتی ہے کہ ہنرور مین ور کوئی نسبت کا کلمہ نہین بلکہ ور مخفف آور کا ہے جو امر ہے آوردن کا

حاصل بالمصدر امر حاضر اور ماضی مطلق کی صورتین بعکس بھی بالمصدر صورت میں الف و را کے لحوق سے بنتی ہے

الف ورا کا الحاق حاصل بالمصدر پھر مبنی للفاعل بھی مبنی للمفعول بھی ہوتا ہے

پس ہنرور سرورو آور صیغۂ فاعل مرکب از اسم وامر ہے یعنی ہنرآور واد آور سرآور چنانچہ سر برآوردہ
بھی کہتے ہین اسکی مثال بلا تخفیف دل آور اور دلاور موجود ہے وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔
چھٹا صیغۂ ماضی کے اخیر مین یاے معروف کالحوق جیسے کاستی وپند اشتی۔ پیشواے سخنوران شیواے
طوس فرماتے ہین شعر ولیکن نہ ہنگام پند اشتی ست ٭ کہ ہنگام مہر وگہ آشتی ست ٭ **ولہ** توشاہی
کنی کے بود راستی ٭ پدید آید از ہر سو کاستی ٭ اسی قبیل سے ہے کشادی بمعنی کشادگی مرشد یزد
جروی قلعہ کی تعریف مین کہتے ہین شعر کرو تسخیر قلعہ دردلی ٭ کاسمان ہست ازو یکے منظر ٭ دربلندی
چودست شاہ جہان ٭ در کشادی چو دست این چاکر ٭ ساتوان امر کے اخیر مین الف کا بڑھانا
جیسے رہ بالکسر سے رہا بمعنی رستگاری۔ فردوسی جنگ سفید دیو کی داستان مین لکھتے ہین شعر
گرایدونکہ از جنگ این اژدہا ٭ بریدہ پے وپوست یابم رہا ٭ [۳۱۵] **ولہ** اگر یابم از جنگ این اژدہا ٭ بدین
روزگار جوانی رہا ٭ آٹھوان امر کے اخیر مین شین معجمہ ماقبل مکسور کے لگانے سے جیسے دانش و
وکنش وآفرینش۔ کنش بمعنی کردار کردن کا حاصل بالمصدر ہے نہ لغت مستقل جیسے بعض فضلانے
[۲۳۹] فرمادیا۔ فردوسی رح گودرز کے ہاتھ سے پیران ویسہ کے قتل ہونے کی داستان مین فرماتے ہین شعر
سرش راہمی خواست از تن برید ٭ چنان بدکنش خویشتن راندید ٭ اور آفرینش نظامی رح کا شعر ہے
شعر ہراندیشۂ کان بود درضمیر ٭ خیالے بود آفرینش پزیر ٭ اے خلقت پزیر۔ اس ترکیب کا
حاصل بالمصدر بمعنی اسم مفعول بھی آتا ہے جیسے یہی آفرینش بمعنی آفریدہ اے مخلوقات۔ سنائی رح
شعر آفرینش نثار فرق توشد ٭ برمچین چون خسان زراہ نثار ٭ یہان آفرینش بمعنی آفریدہ مراد
اس سے دنیا ہے اور سعدی رح کے اس شعر مین شعر وگرنغز وپاکیزہ دارد خورش ٭ شکم بندہ خواند د
تن پرورش ٭ صرف خور حاصل بالمصدر بصورت امر حاضر ہے اور شین ضمیر مجرور مضاف الیہ یعنی
خوراک خود اگر نغز وپاکیزہ دارد اور اچنان وچنین خواند اب تن پرورش کا قافیہ بلاتکلف درست
بنجاتا ہے اس سے میری یہ غرض نہین کہ خورش بمعنی حاصل بالمصدر نہین آتا یا شین مصدری
شین ماقبل مفتوح کا قافیہ نہین بنتی بلکہ غرض یہ ہے کہ جب بلاتکلف معنی لفظ کے بن سکے
پھر تکلف مین کیون پڑیئے اور خورش اس معنی مین بھی آتا ہے جس پر فعل خورندہ کا واقع ہوتا ہے
یعنی ماکول وطعام نظامی رح شعر بشہ گفت نوشابہ بکشاے دست ٭ بخور این خورشہا کہ در پیش ہست

حاصل بالمصدر صیغۂ ماضی مطلق کے اخیر مین یاے معروف کے الحاق سے

حاصل بالمصدر امر حاضر کے اخیر مین الف کے الحاق سے

امر حاضر کے اخیر مین شین ماقبل مکسور کا الحاق

شین معجمہ ماقبل مکسور والے حاصل بالمصدر اسم مفعول کے معنی مین بھی آتے ہین

شین ضمیری کا شین مصدری کے ساتھ قافیہ واقع ہونا

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شین ضمیری سے شین مصدری کے رفع التباس کے لیئے یہ کسرہ ماقبل شین مابہ الامتیاز جداشناس علامت یا شرط بنا دیا گیا ہے پس جب یہ کسرہ ماقبل شین کا شرط اور علامت اور لازمۂ ذات حاصل بالمصدر قرار دیا گیا پھر بغیر وجود اس کسرہ کے جو شرط یا علامت یا لازمہ ذات حاصل بالمصدر ہے حاصل بالمصدر جو اُسکا مشروط و ملزوم ہے ہرگز متحقق نہ ہوگا۔

استادان سخن کے شعر مین متحرک ساکن اور ساکن متحرک کرنیکے مجاز ہین

مگر اُستادان قادر کلام سخنوران بلاغت نظام بحکم ضرورت اس قبیل کے تصرفات کے مجاز مانے گئے سچ ہے ؎ کفر گیرد کاملے ملت شود ٭ جیسے طغرائی مشہدی نے اپنے شعر مین مثلاً لفظ دریچہ ساکن الاوسط کو متحرک باندھا ہے جہان کہا ہے **شعر** روز و شب دریچۂ مشرق و مغرب بازست ٭ ورنہ از تنگیٔ این خانہ نفس میگیرد ٭ اور نظامی رح نے صُحُف متحرک الاوسط کو اپنے اشعار مین ساکن باندھا ہے جہان فرمایا ہے **شعر** گہ از لوح ناخواندہ عبرت پذیر ٭ گہ از صحف پیشینیان درس گیر ٭ اور میر معزی نے نصر بمعنی یاری کردن کو جو ساکن الاوسط ہے اپنے اس شعر مین متحرک باندھا ہے **شعر** تاکہ بگیتی مددست از طرب ٭ تاکہ بجالم نصرست از ظفر ٭ از طرب آباد مدد بر مدد ٭ وز ظفر آبا نصر بر نصرؔ ٭ ایسے ہی قہرمان ملک سخن رانی قافلۂ بلاغت بیانی خاقانی رح اور دیگر اساتذۂ کلام نے شین مصدری مکسور الماقبل کو اپنے اشعار مین مفتوح باندھا ہے۔ خاقانی رح **شعر** حاتم کرم و نظام بخشش ٭ بل ہر دور کا بدار رخشش ٭ نظامی رح **شعر** سنان کش یکے نیزۂ سی ارش ٭ بہ آب جگر یافتہ پرورش ٭ لیکن یہ امر کہ کسرۂ شین مصدری تابع فتح شین ضمیری کے ہوگیا ہے یا فتح ش ضمیری تابع کسرۂ شین مصدری کے ہوگیا ہے اہل زبان کے لہجہ سے واضح ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک ترجیح اسیکو ہے کہ حرکت مصدری مین تصرف کیا جائے اس لیئے کہ ایک اور موقع مین بھی اسی حرکت مصدری مین تصرف کیا گیا ہے یعنی بعض اساتذۂ سخن نے اپنے اشعار مین بحکم ضرورت شین ضمیری مکسور الماقبل کو ساکن باندھا ہے جیسے لفظ روش شیوائے طوس فردوسی رح کے اس شعر مین **شعر** تو این را دروغ و فسانہ مخوان ٭ بیک سان تو روش زمانہ مدان ٭ یا سرے سے یہ بحث عیوب قوافی کے حوالہ کر دیجائے مگر اس مین اتنا نقص ہے کہ اُستادونکے کلام مین عیب کا تسلیم کر لینا گویا عیب لگانا ہے بہرحال اس عیب خاص کو جو بسبب اختلاف فتح روی کے پیدا ہوتا ہے اصراف کہتے ہین چنانچہ نورالدین احمد عروضی نے مثال اصراف کی

شین مصدری اور شین ضمیری کو ایک جگہ کرکے دکھلایا ہے اسی قبیل سے ہے قافیہ باللہ کا بہ ساتھ خلاق معانی خاقانی کے اس شعر مین **شعر** در صفت خراس نیست باللہ ۔ روغن گری از زبان من بہ اور عالمے مفتوح اللام کو ظالمے کا قافیہ بنانا اسی قبیل سے ہے بوستان کا شعر ہے **شعر** چو خواہد کہ ویران کند عالمے ۔ نہد ملک در پنجۂ ظالمے ۔ اور اس عیب خاص کا نام سناد اشباع ہے ۔ مگر یہان بھی میری وہی غرض ہے کہ یہ لفظ ظالم جو ظلم سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اسکے لام کے کسرہ کو فتحہ سے بدلکر مفرس کرلیا گیا جیسے کافر و ساغر وغیرہ کلام اساتذہ مین برابر مفتوح العین کے قافیہ واقع ہین اور تفریس کے لیئے یہ ضرور نہین کہ حروف ہی کی تبدیل ہوا کرے تغیر حرکت و تبدیل لہجہ بھی کفایت کرتا ہے پس اس قول کے بموجب اساتذہ کے کلام بلاغت نظام پر عیب بھی نہین لگتا اور بات بھی بنی رہتی ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوجائیگی کہ یک فنی در ہر فن صاحب غوامض سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ "یہ شین ماقبل مکسور زائد بھی آتی ہے اور ان دو شعرون کو شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے فردوسی **شعر** برفتند شادان دل و خوش منش ۔ پُر از آفرین لب زنیکی دہش **ولہ** زدادار نیکی دہش یاد کرد ۔ بدم پوستہا را پر از باد کرد ۔ دہش کا منش کے ساتھ جسکی شین مکسور الماقبل ہے قافیہ واقع ہونا دھوکے مین ڈالتا ہے اگر غور کیجیئے دھوکے کی کوئی بات نہین چنانچہ ہم نے اوپر ثابت کردیا ہے کہ شین مفتوح الماقبل کا شین مکسور الماقبل کے ساتھ واقع ہونا درست ہے تو یہان بھی برعایت لفظ منش دہش کے شین کو مکسور الماقبل پڑھنا نہ چاہیئے بلکہ یہ شین ضمیر غائب مفتوح الماقبل ہے جسکو قواعد نگارون نے بمعنی خود کہا ہے جسکا اُردو ترجمہ اپنا ہے پس ترجمہ شعر کا یہ ہوا کہ اپنے نیکی دینے والے خداوند کی تعریف مین تر زبان تھی ۔ جب اس قافیہ کی رعایت سے نیکی دہش کی شین زائد سمجھی گئی اس لیئے کہ شین ضمیر غائب کی مکسور الماقبل نہین ہوتی اور مصدری معنی بھی یہان درست نہین بیٹھتے تو دوسرے شعر کو اگرچہ وہ ایسے موقع مین نہین ہے کہ خواہی نخواہی اُس شین کا ماقبل مکسور رہنا واجب سمجھا جائے جس سے شین مصدری کا دھوکا ہو مگر چونکہ اداے مطلب مین اُس شین کے نہ ہونے سے بظاہر کوئی مطلب فوت نہین ہوتا اُسی پر قیاس کرکے زائد فرمادیا اگر بغور ملاحظہ فرمایئے گا تو اپنے مالک اپنے خداوند تعالےٰ شانہ کے ساتھ ہر بار ہر ذکر مین اپنا انتساب کیئے جانا بندہ کے لیئے موجب غایت سعادت و سبب نہایت فخر و عزت ہے اور

تغیر حرکت و تبدیل لہجہ بھی تفریس کے لیئے کفایت کرتا ہے

حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض موقع پر شین مصدری مکسور الماقبل کو زائد بھی مانا ہے

۵۷ سراج اللغۃ مین آرزو اپنے رسالہ موہبت عظمیٰ مین فرق غلط عام و غلط عوام کو کسی محقق سے نقل کرتے ہین کہ پیش از متاخرین منصب بالفتح بکسر گفتہ بپسندید و اُنکہ ہیولانی بالفتح گفتند غلط العام و غلط العوام فصیح است فرق درمیان انتہی اور الغلط العام فصیح ہے یہی معنی ہین لیکن اثبات تفریس سے بے تکلف تصحیح عیب بخوبی ہوجاتا ہے جس طرح ہمنے متن مین عرض کیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فخروعزت ہر نفس کو عزیز و لذیذ ہے اگرچہ یہان متکلم اپنی ذات کو منتسب نہین کرتا جسکی حکایت کرتا ہے
اُسکا انتساب کرتا ہے چونکہ یہ بھی خواجہ تاش ہے اسکی جان بھی لذت سعادت وسعادت لذت حاصل
کرتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ نوان اسم اور صیغۂ ماضی واحد غائب کی صورت مین نظامی رح شعر
بجان برو خود ہر کسے گشت شاد ٭ کس از کشتن کس نیاورد باد ٭ دسوان اسم اور امر حاضر کی شکل مین نظامیؒ
شعر بخون ریز من لشکرے ساختی ٭ بشبخون کنان سوے من تاختی ٭ گیارہوان جو اسم جامد کہ معنی وصفی کہتا
ہو اُسپر الف کا بڑہانا جیسے پہن سے پہنا فراخ سے فراخا۔ ظہوری شعر در کمالات اے خرد پہنا بین ٭
کم زرشحہ بیش او دریا بین ٭ بارہوان اسمای جامد وغیر جامد کے بعد یاے معروف کا الحاق۔
لیکن اگر وہ اسم ملحق مصدر عربی ہے تو اُسکو صفت کے معنون مین لیکر پھر یاے مصدری لاحق
کرتے ہین جیسے صفا وسلامت خود مصدر تھی اُنکو بمعنی صاف و سالم کے لے کر بزیادتی یا صفائی
وسلامتی کہتے ہین اور مصدر عربی کو صفت کے معنون مین لینا اہل عجم کا تصرف ہے جیسے صفا
بمعنی صاف صائب کا شعر ہے شعر بصد خون جگر دل را صفا کردم ندانستم ٭ کہ چون آئینہ روشن شد
بروے سنگرے ماند ٭ اسیطرح سلامت بمعنی سالم دانش کا شعر ہے شعر بزم ما نور ز عکس مے روشن دارد
شمع اگر در سر شیشہ سلامت باشد ٭ اے سالم باشد اسکو از قبیل زیدٌ عدلٌ سمجھنا چاہیئے۔
اسواسطے کہ یہان عدل اپنے حقیقی مصدری معنون مین ہے مگر اسکی نسبت مجازی ہے غرض
اس قسم کے مصدر کو صفت کے معنون مین لیکر اُسپر یاے مصدر لے آتے ہین۔ سعدی رح شعر
تاَمل در آئینۂ دل کنی ٭ صفائی بتدریج حاصل کنی ٭ امیر خسروؒ شعر دو لپ تا نش دو لیمون پر ز نوبت
٭ بسختی وصفائی چون بلورست ٭ ملا شانی تکلو شعر چہ فراغ بالی آنرا کہ تو سر رہی ز بندش ٭ چہ سلامتی
کسے را کہ تو نشنوی سلامش ٭ اسیطرح خلاص بمعنی رستگار۔ محمد قلی سلیم کا شعر ہے۔ شعر عقل نگذارد
مرا یکدم ز دردسر خلاص ٭ رہزنی کو تا مرا سازد ازین رہبر خلاص ٭ در قیامت کن خدا وندا سلیم خستہ را ٭
ز آتش دوزخ بآب روے پیغمبر خلاص ٭ پھر اس صیغۂ صفت پر یاے مصدری کے الحاق سے
معنی مصدری حاصل کرتے ہین۔ علی خراسانی کا شعر ہے شعر ز فرط مرحمت شاہ دین عجب نبود ٭
کہ در خلاصی ما کرد صد و فا زنجیر ٭ ولی دشت بیاضی شعر راضی بخلاصیم نشد مرگ ٭ مرویم دلے
نیازمندیم ٭ صائب شعر نیست نے سرگشتگی ممکن خلاصی زین محیط ٭ تا بساحل از دو صد گرداب

حاصل بالمصدر اسم ماضی مطلق کی شکل مین

حاصل بالمصدر اسم جامد متضمن معنی وصفی پر الف کا الحاق

حاصل بالمصدر اسمای جامد وغیر جامد پر یاے معروف کے الحاق سے

اہل عجم مصدر عربی کو صفت کے معنون مین لیتے ہین

مے باید گزشت ٭ اگرچہ یہ صیغے عربی کے مصادر ہین اور استعمال انکا عربی مین معنی مصدری مین
ہی ہوتا ہے مگر باعتبار استعمال عجم معنی صفت کے اُس سے لیئے گئے ہین اب اُسپر یاے مصدری کا
الحاق محصل امر جدید ہوگا برخلاف اُن مصادر عربیہ کے جو فارسی مین بمعنی صفت نہین مستعمل ہوئے اُن پر
یاے مصدری کے الحاق سے معنی مصدری لینا جیسے انتظاری ۔ حضوری ۔ زیادتی ۔ غلطی ۔ فضولی
نقصانی وغیرہ ہین اگرچہ ظاہر نظر بوجہ تحصیل حاصل اُسکو باطل سمجھتی ہے ۔ چونکہ کلام فصحاے عجم کا
اس قسم کے تصرفات سے مملو ہے باطل نہ کہنا چاہیئے متاول سمجھنا چاہیئے ۔ ظہوری **شعر** در انتظاری
اشک حنائی بودم ٭ رسید وقت ز شوق نگارے گریم ٭ **شعر** حضوری گرہمی خواہی ازو غائب مشو
حافظ ٭ متی ما تلق من تهوی دع الدنیا و اهملها ٭ صائب **شعر** بر خاک غنی را بدم درویش ٭
اگر زیادتی ہست حسرتے تا چند ٭ **ولہ** بر جسم آن قدر کہ فزودیم ہمچو شمع ٭ شد مایۂ زیادتی اشک و آہ ما ٭
حافظ **شعر** مژہ سیاہت ار کرد بر خون ما اشارت ٭ ز فریب او میندیش غلطی مکن نگارا ٭ **شعر** از فضولیہاے
خود صائب خجالت مے کشم ٭ منکہ باشم تا کنم تلقین کہ رحمت کن مرا ٭ نظامی **شعر** گہر خر چہار اندو
گوہر چہار ٭ فروشندہ را با فضولی چہ کار ٭ خاقانی **شعر** بہر ناسازی در سازو دل برناخوشی خوش کن
٭ کہ آبت زیر کاہست و کمالت زیر نقصانی ٭ درویش والہ ہروی **شعر** ز تنگ عرصگی فکر جز بمدحت تو ٭
نپیر سخن ز تنگناے نقصانی ٭ پس بنظر ظاہر عرفی کے اس شعر پر ؎ بعہد جلوۂ حسن کلام من اندوخت ٭
قبول شاہد نظم کمال نقصانی ٭ ملا ابو البرکات کا اعتراض محض عدم اعتنا نہین تو اور کیا کہا جاے
محقق فرزانہ بہار نے اس خرابی کے مٹانے کے لیئے اس یاکو نورہانی ارمغانی فلانی بہمانی زبانی
کی یاکی طرح زائد محض بھی مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اہل ایران کے لہجہ مین معروف و مجہول کا
امتیاز نہین رہا یعنی یہ یاے مجہول زائد ہے جس کو بتغیر لہجہ معروف پڑھا کرتے ہین مگر میرے نزدیک
یہ متاول ہے یعنی یہ مصدری یا ہے لیکن اسکا مدخول جب مصدر عربی ہوتا ہے تو کبھی اُس مصدر کو
صفت کے معنون مین لے کر یاے مصدری اُس پر داخل کرتے ہین جیسے خلاصی وغیرہ مین اور کبھی
اُس مصدر سے معنی مصدری کی تجرید کرلیجاتی ہے جیسے زیادتی و نقصانی وغیرہ مین اسکی نظیرین
موجود ہین جیسے حور خود حورا کی جمع ہے تو معنی جمع سے مجرد کرکے بطریق فارسی الف و نون
جمع کا اُسپر لاحق کرتے ہین جیسے **شعر** حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف الخ فصحاے عجم اس قسم کے

تصرفات کے مجاز سمجھے گئے ہین وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اگر وہ اسم مصدر نہو تو اُسکے وصف مشہور کی وجہ سے اُس کو بمنزلہ صیغۂ صفت قرار دے کر یاے مصدری اُسپر لاحق کرتے ہین جیسے خر و بوم کا مشہور وصف حماقت و نحوست ہے تو اِن لفظ بوم و خر سے احمق و منحوس مراد رکھکر خری و بومی سے احمقی و منحوسی کے معنے لیئے جاتے ہین مولوی معنوی رح **شعر** نم نہ بارد ابر از شومی او ✤ شہر شد ویرانہ از بومی او ✤ اسیطرح جسوقت یہ یاے معروف اعلام پر لائی جاتی ہے تو پہلے اُن سے معنی علمیت کا انسلاخ کیا جاتا ہے فقط اُنکا وصف مشہور مراد لیا جاتا ہے جیسے حاتم سے حاتمی بمعنی سخاوت۔ رستم سے رستمی بمعنی جوانمردی زلیخا سے زلیخائی بمعنے معشوقی۔ جامی رح **شعر** زلیخا از زلیخائی رمیدہ ✤ وزان صورت بمعنی آرمیدہ ✤ اور اعلام سے جب معنی وصفی مراد ہوتے ہین اُنکی دلالت عام ہوجاتی ہے وہ نکرہ بنجاتے ہین غرض اعتبار معنی وصفی سے اعلام ہون یا غیر اعلام اُن مین عمومیت جدیدہ حاصل ہوتی ہے مثلاً خر و شیر دو مخصوص نوع حیوانی تھے جب اُنکے اوصاف مشہورہ حماقت و دلیری مراد ہوئے تو یہ اسم اب منحصر اُسی نوع مین نرہا بلکہ جن مین یہ اوصاف متحقق ہونگے اُن پر اس اسم کا اطلاق بے غائلہ درست ہوگا اور اعلام کی تنکیر مین بھی یہی سر ہے جیسے **شعر** چونکہ بے رنگی اسیر رنگ شد ✤ موسیئے با موسیئے در جنگ شد ✤ **شعر** قرنہا باید کہ تا از فضل حق پیدا شود ✤ بایزیدے در خراسان یا اویسے در قرن ✤ اگر وہ خود صیغۂ صفت کا ہے تو پھر کسی تکلف کی حاجت ہی نہین جیسے شکستہ و بستہ سے شکستگی و بستگی اور یہ کاف عجمی ہاے مختفی کا بدل ہے۔ واضح ہو کہ استاذ الاساتذہ اذکی الجہابذہ امام فن نکتہ سرائی حضرت صہبائی رح اور صاحب قوانین دستگیری نے اس نوع کے کاف کو بدون انقلاب از ہاے مختفی جیسے دلسوزگی و خروگی و فرزندگان و قمریگان وغیرہ مین زائد محض بھی مانا ہے اپنی تحقیق پر ان اشعار سے شاہد گزرانا ہے فردوسی رح **شعر** مرا بویہ بود کم بود خواست ✤ بدل سوزگی جان ہمی رفت خواست ✤ انوری **شعر** انوری گر خردگیہا میکند ✤ تو بزرگی کن بر و خردہ مگیر ✤ سعدی رح **شعر** برو تا زخوانت نصیبے دہند ✤ کہ فرزندگانت نظر در رہند ✤ میر معزی **شعر** اندر وہن قمریگان ساختہ بربط ✤ و اندر گلوے فاختگان دوختہ طنبور ✤ یہ امر پسند نظر تحقیق نہین کیا معنی کہ دلسوزگی دلسوزہ اور یاے مصدری سے مرکب ہے ہماری اس تحقیق پر کلام کمال اسمٰعیل کا گواہ عادل ہے **شعر** مجمر آسا سزد ار پاے کشند در دامن ✤ زانکہ دلسوزۂ خلق ست صد چون مجمر ✤ پس کاف عجمی اسی ہاے مختفی

رخ اعلام و غیر اعلام
رخ اعلام معنی وصفی
سے جب معنی لیے جاتے ہین
مراد لیے جاتے ہین اُن کی دلالت
عام ہو جاتی ہے

بعض اساتذۂ تحقیق نے
دلسوزگی و خروگی
و فرزندگان و قمریگان
کے کاف کو بغیر انقلاب
از ہاے مختفی زائد محض مانا ہے

کا بدل ہے اور دلسوزہ دراصل دلسوز یعنی اسم اور امر کی صورت مین آیا ہوا صفت کا صیغہ تھا چونکہ
عمومیت خاصۂ صیغۂ صفت ہے اُس پر ہاے تسمیہ لگا کر معنون مین یک گونہ خصوصیت حاصل کرلی پس
دلسوز انسان اور غیر انسان کی صفت واقع ہوسکتا ہے مگر دلسوزہ خاص اُس شخص کو کہین گے جو
اورون کے حال پر رحم کھاوے ۔غیرونکی مصائب پر اپنا دل جلاوے جسطرح خود مراد سے خودمرادہ
امیر خسروؒ دہلوی **شعر** فرمان نبرند زانکہ ہستند ٭ از غایت ناز خودمرادہ ٭ اسیطرح خردگی مین کاف
فارسی ہاے مختفی کا بدل ہے کیا معنی کہ خردہ بمعنے ریزۂ ہر چیز و اسباب فرومایہ وعیب ان سب
معنون مین مستعمل ہے معنی اول جیسے خردۂ قلم اے ریشۂ قلم خردۂ مینا اے ریزۂ مینا سے شکستہ اور
معنی ثانی جیسے خردہ فروش آئینہ کنگھی سرمہ دانی ازاربند وغیرہ کم بہا چیزونکے بیچنے والے کو کہتے
ہین اور معنی ثالث یعنی عیب اُس شعر کے مصرعہ ثانی مین خردہ مگیر موجود ہے اور انتساب شئے
کے لیئے ادنے مناسبت بھی کفایت کرتی ہے جس طرح اضافت مین مذکور ہوا پس باعتبار معنی
اول اپنے انکسار کی راہ سے جیسے ذرۂ بمیقدار وغیرہ کہا جاتا ہے اسپر پاے نسبت کے لگانیسے
یہ معنی ہوئے کہ انوری حقارت کے کام کرتا ہے آپ بزرگی کو کام فرمائین اُسکے عیب سے درگزرین
باعتبار معنی ثانی یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ فرومائگی اور کمینہ پن کرتا ہے آپ بزرگی کرین او باعتبار
معنی ثالث یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ وہ کام کرتا ہے جو منتسب بہ عیب ہین یعنی معیوب ہین
آپ بزرگی کرین اور عیب گیری نکرین غرض خاصہ طور پر خردگی مین کاف فارسی خردہ کی ہاء مختفی
کا بدل ہے شاید لفظ بزرگی کے تقابل سے شبہ پڑا ہو کیا معنی کہ خرد و بزرگ آتا ہے نہ خردہ و بزرگ
اگر غور کیجیئے تو یہ شبہ کوئی وقعت اور توجہ کے قابل نہین یہان بزرگی عمر کی نہین باعتبار خلق کے
ہے اسکے لیئے تقابل خرد کا ضروری نہین۔ امیر خسروؒ **شعر** خردہ نگیرند بزرگی کنند ٭ ونیہ چنان
نیست کہ گرگی کنند ٭ شیخ شیراز علیہ الرحمۃ نے اُسی مضمون کو ان الفاظ مین ادا کیا ہے **شعر** اگر من
ناجوانمردم بکردار ٭ تو برمن چون جوانمردان گزرکن ٭ اور فرزندگان مین کاف عجمی نہین کاف عربی
تصغیر و ترحم کے لیئے لایا گیا ہے یعنی بقیاس طفلک فرزندک مصغر پر الف و نون جمع کا لگا کر طفلکان
کی طرح فرزندکان کہدیا۔ صاحب درفش کاویانی مرزا غالب دہلوی ریدک وکودک کے کاف کو
بھی اسی قسم کا تصغیری فرماتے ہین فقط رید وکود کو ترجمہ طفل کا بتلاتے ہین چنانچہ لکھتے ہین

ریدک وکودک مین کاف تصغیر کا نہین

کاف تازی بپارسی در آخر اسما معنی تصغیر دہد چون مردک مردمک وکودک وریدک ہمانا کود و رید ترجمۂ
طفلست انتہیٰ۔ مگر فقط رید و کود بمعنی طفل کسی اُستاد کے کلام مین نظر نہین آیا البتہ رید وکود پاخانہ اور گھات
کے معنون مین آئے ہین چونکہ بچے اکثر گوہ موت مین آلودہ رہتے ہین ریدک وکودک اُنکا نام ہوگیا پس
اس کاف کو چوشک وتیرک کے کاف کیطرح نسبت کا کاف سمجھنا چاہیئے اب اگرچہ وجہ تسمیہ سے قطع نظر
کرلی گئی امردون اور نابالغ لڑکون کو بولنے لگے ہین۔ منوچہری کا شعر ہے **شعر** شاد باش و می ستان از
ساقیان وریدکان ؛ ساقیان سیم ساعد ریدکان سیم ساق ؛ غرض فرزندکان مین کاف تازی تصغیری
ہے کاف عجمی زائد نہین۔ بہار باغ تحقیق باغ وبہار تدقیق صاحب جواہر الحروف اپنے رسالہ مین تحقیق
فرماتے ہین واگر قرینۂ دالہ باشد در غیر کلمۂ ذات الہا نیز ہمین عمل کنند چنانچہ درین بیت میر معزی **فرد**
اندر دہن قمریگان ساختہ بربط ؛ واندر گلوے فاختگان ساختہ طنبور ؛ اے مہیا وموجود شدہ است بربط و
طنبور۔۔ واحتمال بودن کاف تازی برقیاس طفلکان خطاست وہذا غایۃ التحقیق فی ہذا المقام
ولا مزید علیہ" انتہی کلامہ خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ قمریگان مین کاف فارسی زائد محض ہے غیر مبدل
بہا اور اس مقام مین اسی کو انتہا درجہ کی تحقیق قرار دیتے ہین مین عرض کرتا ہون کہ قمریگان قمریہ
بالہا کی بطریق فارسی جمع ہے صاحب حیواۃ الحیوان نے اسکی بڑی تحقیق کی ہے اور فرماتے ہین
قمری طائر مشہور کنیتہ ابو زکری وابو طلحۃ وہو حسن الصوت والانثیٰ قمریۃ الخ منتہی الارب مین
ہے **قُمْرِیَّۃ** بالضم والیا مشددۃ مرغیست از جنس فاختہ **قَمَارِی** و **قُمْر** بالضم جمع یا مادہ **قُمْرِیّہ**
است و نر ساق حر انتہی پس معلوم ہوگیا کہ قمریگان مین کاف فارسی زائد نہین بلکہ بعوض الہا ہے اور تخفیف
یا فارسیون کا تصرف ہے جو تمامی نسبتی یا ؤنمین جائز رکھتے ہین اب کیون کر مان لیا جاے کہ صاحب
جواہر الحروف کا قول غایۃ التحقیق لا مزید علیہ ہے فقط حسن ظن نے یکے بعد دیگرے آنکھ بند کیئے
اتباع کرنے پر مجبور کردیا۔ اور یہان یہ بات بھی سُن رکھیئے کہ اہل عجم بغیر ارادہ تسمیہ وتانیث ہا مختفی
زیادہ کرتے ہین جیسے کام کامہ معشوق معشوقہ میرزا محمد قلی سلیم طہرانی۔ **شعر** مفلس چو شدیم رو بہ و آوردیم ؛
معشوقۂ روزنے نوائیست خدا ؛ نظامی رح **شعر** کامۂ دل گرچہ زجان خوشترست ؛ عاقبت اندیشی ازان
خوشترست ؛ سعدی رح **شعر** بکامۂ دل دشمن نشیند آن مغرور ؛ کہ بشنود سخن دشمنان دوست نماے ؛

وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

معنی حاصل بالمصدر بعض اسمای جامد غیر مرکب سے بھی مستفاد ہوتے ہین

تیرہوان بعض اسمار جامد بغیر کسی ترکیب وغیرہ کے مفید معنی مصدری ہوتے ہین جیسے شرمسار وہ
مہمان ـ مرزا رفیع واعظ **شعر** زلف اور از بردن دل غیرہ ٭ مو بمو شرمسار بایستی ٭ اے شرمندگی محتمل ہے کہ
یہ مرخم ہو اسواسطے کہ شرمساری بھی مستعمل ہے ـ شاہی سبزواری **شعر** مے کشد سرو پیش بالایت ٭ شرمساری
زقد کوتہ خویش ٭ لفظ مہمان فارسی اور ہندی مین مشترک ہے ہندی مین بمعنی ضیافت آتا ہے اسواسطے
کہ اسکے اصلی معنی ہندی مین تعظیم وتکریم کے ہین اور ضیافت مین بھی ضیف کی تعظیم وتوقیر ہی منظور
ہوتی ہے اور فارسی مین ضیف اور ضیافت دونون معنون مین آتا ہے ـ اول یعنی بمعنی ضیف مشہور ہے
ثانی یعنی بمعنی ضیافت جیسے سعدیؒ کے اس شعر مین **شعر** کہ باشند مشتے گدایان خیل ٭ بمہمان
دار السلام از طفیل ٭ نظامیؒ **شعر** بمہمان شہ بود خاقان چین ٭ دو خرشید بایکدگر ہم نشین ٭
امیر خسرو **شعر** دل رفت در مہمان او گفت آن او یم آن او ٭ گر ہست این دل آن او آخر از آن من
کجا ٭ اور یہ لفظ جب ضیف کے معنون مین ہوتا ہے اسپر یاے مصدری بھی لے آتے ہین ـ نظامی
شعر کہ شہ را دہد پاے مزدی شگرف ٭ بمہمانی شہ کند گنج صرف ٭ ملوکانہ مہمانیے سازدش ٭ جہان
در رسم مرکب اندازدش ٭ وَاللہُ تعالیٰ شانہ اعلم ـ

المشتق

بیان مشتق

مراد ہماری یہان مشتق سے اسم مشتق ہے اور وہ مصدر سے نکلا ہوا اسم ہے اور اپنے مصدر
کے معنی حدثی پر تضمناً اسکی دلالت بھی ہوتی ہے جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ
اور حالیہ ـ

بیان اسم فاعل

اسم فاعل وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اس شئے کے لئے وضع کیا جاتا ہے
جسکے ساتھ وہ فعل یعنی معنی مصدری حدثی قائم ہوتے ہین جیسے کنندہ ـ اور کبھی یہ معنی بعض خاص خاص
ترکیبون سے بھی حاصل کرتے ہین ـ ایک تو اسم کو امر واحد حاضر کے ساتھ ترکیب دینے سے جیسے
جان آفرین ـ اور اس اسم و امر کے درمیان کبھی کوئی فاصل بھی آجاتا ہے اور وہ فاصل یا اس اسم کا
مضاف الیہ ہوگا جیسے سعدیؒ فرماتے ہین ع نہ بینی کہ چون بار مردم کش است ٭ یا اسکی صفت جیسے
ع اصم بہ کہ گفتار باطل نیوش ٭ یا ظرف جیسے ع حکیم سخن بر زبان آفرین ٭ وزور در پنجۂ شیر شکن ٭
اور بعض اساتذہ کے کلام مین اس ترکیبی اسم فاعل کے جزو اول یعنی اسم پر یاے مجہول اور جزو
ثانی امر پر لفظ ہی بھی زیادہ کیا جاتا ہے یعنی فاصلہ ان دو لفظون کا مابین اسم و امر اسم فاعل ترکیبی

جایز رکھا گیا ہے سید حسن اشرفی کا شعر ہے **شعر** من غزلے مے سرائے سوے گلے مے نگر ٭ او طربے مے فزائے شاخ گلے مے شکن ٭ بعض قواعد نگارون نے اس امر کا لحاظ نہ کیا صرف صیغہ امر کو اسم فاعل کے معنون مین فرمادیا۔ اور بعضون نے مطلق فاصلہ کو جائز مانا ہے اور ہر دو فریق نے شعر حکیم سخن برزبان آفرین کو شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے۔ اسی طرح اسم او رنہی کی ترکیب بھی مفید معنی فاعلیت پیدا ہوتی ہے جیسے ہیچمدان و ہیچمنگار و ہیچمیرز۔ واضح ہو کہ اس ترکیب کا جزو اول یعنی اسم اکثر جزو ثانی کا جب وہ افعال متعدیہ سے ہو مفعول بہ ہوا کرتا ہے جیسے جہان آفرین و کارکن اور کبھی جزو اول آلہ ہوتا ہے جیسے تیغ زن اور کبھی ظرف جیسے شب چرا اے آنکہ چریدن او در شب ست ایسے ہی شب دزد رات مین چوری کرنے والے کو اور شب گز رات مین کاٹنے والے یعنی کھٹمل کو کہتے ہین اور کبھی جزو ثانی کے معنی مصدری کی صفت بھی واقع ہوتا ہے جیسے بسیار بخش کسیکہ بخشیدن او بسیار است و سخت کوش اے کوشیدن او سخت ست اگر جزو ثانی فعل لازم ہے تو جزو اول جزو ثانی کا فاعل ہوگا جیسے خدائے یا صفت ہوگا مگر اسکا صفت واقع ہونا یا بلا واسطہ ہوگا جیسے تیزرو اے کسیکہ سیر او سریعست - و زود خیز و نظامی رح **شعر** وشاقان موکب رو و زود خیز ٭ بدیدار تازہ برفتار تیز ٭ یا بواسطہ جیسے بیمار خیز اے کسیکہ خاستن او مثل بیمار ست۔ نظامی رح **شعر** فریبندہ چشمے جفا جوے تیز ٭ دوا بخش بیمار و بیمار خیز ٭ یا ظرف واقع ہوگا خواہ مکانی ہو جیسے مسندنشین و تارک نشین و خانہ خیز اے جاے نشستن او مسند و تارک است و جاے خاستن او خانہ است۔ نظامی رح **شعر** زمین را منم تاج تارک نشین ٭ ملرزان مرا تا نلرزد زمین ٭ ولہ گہے با چنان گوہر خانہ خیز ٭ چو بوطالبے راکنی سنگریز ٭ خواہی زمانی جیسے شب افروز و صبح خیز اے زمانۂ روشن شدن او شب ست و وقت خاستن او صبح ست نظامی رح **شعر** شب افروز کرمیکہ تابد ز دور ٭ ز بے نوری شب زند لاف نور ٭ دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے جیسے ہم نشست سعدی رح **شعر** بشوا اے خردمند زان دوست دست ٭ کہ با دشمنانت بود ہم نشست

تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر مین الف زیادہ کرنے سے جیسے دان سے دانا بین سے بینا دار سے دارا مخلص کاشی **شعر** دلا بصرفہ قدم نہ کہ در طریق معاش ٭ سکندری خورد از فاقہ ہر کہ دارا نیست ٭ چوتھا صیغہ ماضی مطلق کے اخیر الف و را زیادہ کرنے سے جیسے خرید سے خریدار خواست سے خواستار بمعنی طلبگار اور چونکہ شفاعت مین بھی مجرم کو حاکم سے مانگ لینا ہوتا ہے۔ اس لفظ کو شفیع کے

چوتھا ماضی مطلق کے اخیر مین الف و را زیادہ کرنے سے

معنون مین کنایہ کرتے ہین۔ فردوسیؒ کیکاؤس کے قتل سیاؤش پر مطلع ہونے کے داستان مین لکھتے
ہین شعر بریدند از تن سر شاہوار * نہ فریادرس بود و نہ خواستار * اے نہ کس فریادرس بود و نہ کسے
شفیع۔ یہان یہ بھی احتمال ہے کہ الف ورا نسبت کے لیئے ہو۔ چنانچہ بیان حاصل مصدر مین محقق
ہو چکا ہے۔ یہان سے اُن اسماے غیر مشتقہ کا بیان ہے جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی فاعلیت پیدا کرتے
ہین گو کہ وہ ما نحن فیہ سے نہین ہین اسواسطے کہ ہمکو مشتقات کا بیان منظور ہے لیکن تبعاً اُنکا ذکر بھی
ضرور ہے تا بینندہ کو فی الجملہ بصیرت ہو جائے۔ ایک تو وہ کہ تنہا اسم خواہی جامد ہو خواہ مصدر عربی
معنی مین فاعل کے آتا ہے جیسے جادو بمعنی جادوگر۔ نظامیؒ شعر نگر جادوان از من آموختند * کہ از
موم خود خواب را دوختند * اور مصادر عربی جیسے رضا و کرم و ضمان بمعنی رضی و کریم و ضامن حیاتی گیلانی
شعر عطیہ فیض رسانست و جرم عفو پذیر * بہ ہر چہ ہست رضائیم غم چرا داریم * سعدیؒ شعر بگریست گیاہ و
گفت خاموش * صحبت نکند کرم فراموش * احتمال ہے کہ یہ از قبیل مجاز فی النسبت ہو خصوصاً مثال
ثانی مین یہ بھی احتمال ہے کہ نسبت نفی کی حقیقۃً جانب کرم ہی ہو اسواسطے کہ اہل کرم بھی اگر حق
صحبت ملحوظ رکھتے ہین تو اُسی کرم کا اقتضا ہے گو کہ وہ وصف ذی شعور نہین مگر نسبت کے لیئے اسقدر
اصلیت کافی ہے۔ لفظ ضمان شعر دو شم نوید داد و بشارت کہ حافظا * باز آ کہ من بعفو گناہت ضمان
شدم * اے ضامن شدم اسی طرح خبر بمعنی خبیر۔ ہاتفیؒ شعر خبر شد ازان قصہ والی مصر * کہ آمد خلل
در حوالی مصر * استاذی قلندر حسین اطہر رحمہ اللہ الاکبر اپنے مرشد واعظ مولوی عبد الحی صاحب مرحوم کی
تعریف مین لکھتے ہین شعر واعظ نہ سحر گر کہ اینست * در علم خبر خبر کہ اینست * دوسرا اسم پر یاے تحتانی
زیادہ کرنے سے خواہ وہ اسم فارسی مین جامد ہو جیسے شکار سے شکاری یا عربی مین صفت کا صیغہ ہو
جیسے نظارہ سے نظارگی۔ نظامیؒ شعر عجب ماند زان کار نظارگی * بعبرت فرو ماند یکبارگی * کسواسطے کہ
فقط نظارہ بھی بدون یاے تحتانی بمعنی فاعل مستعمل ہے۔ فردوسی جنگ کیخسرو اور افراسیاب کی داستان
مین لکھتے ہین شعر سپہر اندران جنگ نظارہ بود * ستارہ بشم سخت بیچارہ بود * ہمارے نزدیک یہ یاے
تحتانی نسبت ہی کی ہے لیکن نسبت فاعلی۔ جس طرح اسم فاعل بمعنی نسبت مستعمل ہے مثلاً ارزندہ
بمعنی قیمتی اسیطرح نسبت کو معنی فاعلیت مین دخل ہے چنانچہ اسکی نظیر ہاے مختفی نسبت فاعلی
و مفعولی کے لیئے مستعمل ہوتی ہے اول جیسے فردوسی مدح رستم بزبان سہراب فرماتے ہین شعر

اس الف ورا مین نسبت کا احتمال بھی ہے

اسماے غیر مشتقہ کا معنی فاعلیت مین استعمال

گمانے برم من کہ اورستم ست ٭ کہ چون او نبردہ بگیتی کم ست ٭ اے نبرد کنندہ۔ جس طرح گارو ناک کا لفظ آموزگار و آموزناک ہین۔ نظامیؒ **شعر** توئی برترین دانش آموزناک **ولہ** نیوشندۂ خواہم از روزگار ٭ کہ گویم بدو راز آموزگار ٭ مگر دونون مین فرق یہ ہے کہ ناک معنی مبالغہ کو متضمن ہے اور لفظ گار مین یہ بات نہین جیسے پرورشگار پروردگار وغیرہ۔ نظامی سبب نظم کتاب سکندرنامہ بحری مین فرماتے ہین **شعر** مرا کاولین پرورشگار بود ٭ ولی نعمتے در دہش یار بود ٭ اور یہ لفظ پروردگار کا مطلق مربی کے معنون مین مستعمل ہے فردوسیؒ فرماتے ہین **شعر** چو دستان کہ پروردگار من ست ٭ تہمتن کہ خرم بہار منست ٭ اور دوسری جگہ لکھتے ہین **شعر** شما پاک پروردگار مید ٭ ہمان از پدر یادگار مید ٭ نخواہم کہ آید شمار اگزند ٭ مباشید با من بہ بد یار مند ٭ بعض[1] قواعد نگاران تحقیق پیشہ نازک خیالان نغز اندیشہ نے یاے فاعلی کو مصادر فارسی پر بھی مانا ہے اور یہ شعر نظامیؒ کا اپنے دعوی پر شاہد گزرانا ہے **شعر** توانا و دانا بہر بودنی ٭ گنہ بخش و بسیار بخشودنی ٭ میری راے مین بودنی اور بسیار بخشودنی عطف درصورت فصل وہی یاے لیاقت ہے جو مصادر فارسیہ پر آتی ہے اور واو رابط حالیہ ہے نہ عاطفہ اور بسیار بخشودنی خبر ہے مبتداے محذوف کی اور مبتدا و خبر واو رابط حالیہ سے ملکر حال ہوا گنہ بخش کا اور یہ جملہ حالیہ بمنزلہ علت کے ہے کیا معنی کہ وہ گناہ بخش ہے اسلیئے کہ وہ قابلیت و قدرت بخشایش بسیار کی رکھتا ہے۔ اور لفظ بسیار کا مبالغۂ بخشایش کے اظہار کے لیئے لایا گیا ہے جس طرح عربی مین لفظ رحیم مبالغہ کے لیئے غرض یہ یاے لیاقت ایسی ہے جیسے کشتنی گردن زدنی سوختنی مین۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر وہ یاے لیاقت مصدر مبنی للفاعل پر لاحق ہوگی تو اُس فعل کے فاعل کی لیاقت بتلائیگی جیسے بودنی مین موجود کی ہستی کی اور بخشودنی مین بخشایندہ کی بخشایندگی کی لیاقت کا اثبات ہے۔ اور اگر وہ یاے لیاقت مصدر مبنی للمفعول پر آویگی تو مفعول کی لیاقت کا اشعار کریگی جیسے کشتنی و سوختنی مین قتیل و حریق کے کشتہ شدن و سوختہ شدن کی لیاقت کا اظہار ہے چنانچہ حضرت نظامیؒ دوسری جگہ مناجات مین اُسی بخشودنی کو مبنی للمفعول فرماتے ہین **شعر** توئی خالق بود ہر بودنی ٭ بہ بخشاے بر حال بخشودنی ٭ اور عطف درصورت وصل یعنی بغیر واو بسیار بخشودنی مین وہی یا سمجھی جائیگی جو اکثر مفعول مطلق پر لاحق ہوا کرتی ہے اور لفظ بسیار کا کثرت پر دلالت کرتا ہے جو صفت بخشودن کی ہے۔

[1] اے صاحب تحقیق القوانین ۱۲

گار اور ناک کے استعمال مین فرق ۱۲

پروردگار بمعنی مطلق مربی ۱۲

صاحب تحقیق القوانین نے یاے مصادر فارسی پر بھی فاعلی مانے کو پہنچا را ہے ۱۲

واضح ہو کہ مفعول مطلق اپنے فعل کی کمیت و کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے مثال کمیت کی وہی
بسیار بخشودنی اور یہ شعر نظامی علیہ الرحمۃ کا **شعر** بیا ساقی از بادہ بردار بند ۞ بپیماے پیمودن بادہ چند ۞
بعض نسخون مین پیمودن باد چند آیا ہے اسوقت یہ جملہ جدا مستقل ہوگا ۔ مثال کیفیت کی نظامی علیہ الرحمۃ
کا شعر ہے **شعر** بجنبید جنبیدن باشکوہ ۞ چو از زلزلہ کالبدہاے کوہ ۞ اور یہ شعر سعدی علیہ الرحمۃ کا
شعر نگہ کرد شوریدہ در مین فقیہ ۞ نگہ کردن عالم اندر سفیہ ۞ مگر بخشودن بخش کا مفعول مطلق بغیر لفظہ ہوگا
اسکی نظائر بہت سی ہین ۔ نظامی رح سفارت سکندر بنوشابہ کی داستان مین فرماتے ہین **شعر** جوابم
بفرماے گفتن براز ۞ کہ تارہ نوردم سوِخانہ باز ۞ مولاناے روم قدس سرہ [۲۱۶] **شعر** قاصدان را بر عصایت
دست نے ۞ تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے ۞ ان دونون مثالون مین مفعول مطلق بغیر لفظہ مظہر کیفیت
فعل ہے اور اس تقدیر پر یہ یا بودنی و بخشودنی وغیرہ مین زائدہ مجہول ہوگی نہ معروف چنانچہ یہ امر
مولاناے روم کے شعر قاصدان را بر عصایت الخ مین نے نافیہ کے ساتھ قافیہ واقع ہونے سے
بخوبی واضح ہے ۔ اور جن لوگون نے بخشودن کو فقط رحم کرنے اور بخشیدن کو محض عطا کرنے کے
معنون مین خاص کر لیا ہے درست نہین اُن دونون معنون مین وہ دونون لفظ مستعمل ہین مگر اول
بمعنی ترحّم و ثانی بمعنی اعطا کثیر الاستعمال ہے اور اسکا عکس قلیل سعدیؒ **شعر** کریما بہ بخشاے
برحال ما ۞ کہ ہستم اسیر کمند ہوا ۞ اے رحم کن برحال ما ۞ **ولہ** خورد و پوش و بخشای و راحت رسان ۞
نگہ مے چہ داری ز بہر کسان ۞ اے بخور و بپوش و بدہ الخ میرزا محمد طاہر وحید اعتماد الدولہ محمد بیگ کے
خط مین لکھتے ہین **نثر** بخشائندہ پیرایۂ وجود و کسوت پوش آراستگان بزم شہود الخ اے عطا کنندۂ
پیرایۂ وجود الخ امیر خسرو **شعر** نہ من زان فگندم درین کوچہ رخش ۞ کہ یابم ز بخشایش شاہ بخش ۞ نیم زان
اے در کوچہ سخن ۱۲
حریفان لبسیار جوے ۞ کہ در کار خواہش کنند آبروے ۞ مولوی معنوی رح [۱۴۱ ۲۲] **شعر** تو شب و روز انہ
بلے این توم عمر ۞ چون شب و روزے بدو بخشاے عمر ۞ اور ثانی جیسے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** بہ بخشید
اے احمق ۱۲
برحال مسکین مرد ۞ فرد خورد خشم سخنہاے سرد ۞ اے رحم کرد الخ نظامیؒ **شعر** کہ شاہا مرا یکدرم در خورست ۞
اگر بخشی از کشوری بہترست ۞ اے عطا کنی الخ اور اسیطرح رستنی بمعنی نامی مین یاے لیاقت مصدر
مبنی للفاعل پر لائی گئی ہے ۔ نظامی رح فرماتے ہین **شعر** سر نامہ نام جہاندار پاک ۞ برآرندۂ رستنیہا
ز خاک ۞ گو کہ اسکا ترجمہ نامی ہے اور نامی صیغہ اسم فاعل کا ہے مگر معنی فاعلیت کے درست

مفعول مطلق اپنے فعل کی کمیت و کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے

مفعول مطلق بغیر لفظہ ۱۲

مفعول مطلق پیرایہ زائدہ مجہول ہے نہ معروف ۱۲

بخشودن و بخشیدن بمعنی ترحم و عطا دونون معنون مین مستعمل ہین

رستنی بمعنی نامی یاے لیاقت ۔ فاعل ۱۲

جب ہی ہونگے جب وہ کسی نبات کی صفت ہو اگر استعداد و قوت کی صفت واقع ہوتا ہے تو یہان بھی
بیان نسبت کے لیئے ہو جاتا ہے جیسے قوت نامیہ۔ اور یہ لیاقت اور قابلیت جو اس یاے ملحقہ سے مستفاد
ہوتی ہے بمعنی امکان ہے پس حاصل بودنی کا ممکن الوجود کیا معنی کہ بودن بمعنی ہستی جسکو زبان عربی مین
وجود کہتے ہین اور جو چیز لیاقت وجود کی رکھے وہ ممکن الوجود ہوئی مگر شدنی و بودنی مثلاً جو واجب الانقضا ہو
جیسے فردوسیؒ سہراب کے رستم کو خودکشی سے روکنے کی داستان مین لکھتے ہین شعر ازین خویشتن کشتن
اکنون چہ سود ۞ چنین رفت واین بودنی کار بود ۞ اور ناشدنی کا حاصل ایک امتناع پر جا ٹھہرتا ہے ہماری تحقیق
کے کوئی منافی نہین اسواسطے کہ امکان سے وہ امکان علم جسکو اعم العوام کہتے ہین مراد ہے جو واجب اور
ممتنع اور ممکن خاص وغیرہ کو شامل ہے لان الامکان ھو سلب الضرورۃ اما عن الجانبین فخاص و
اما عن الجانب العدم فوجودی او الوجود فعدمی او احدھما فقط فمبائن او بلا قید فقط فاعم العوام
ھکذا

عام امکان
اعم العوام
ممکن خاص
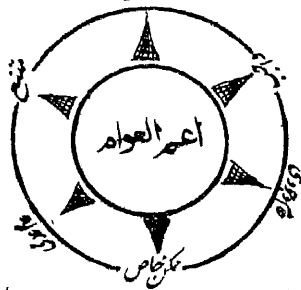
کذا افادہ الاستاذ العلام الامجد مولانا سیدنا المولوی سید احمد قدس سرہ اللہ الاحد
الفرد الصمد۔ اور غالب دہلوی کے اس شعر مین شعر بودنی بخش خوب و زشت توئی ۞ رونق کعبہ و کنشت
توئی ۞ اور نظامی رح کے اس شعر مین ص۱۴۹ شعر نخوردہ خورشہاے بایستنی ۞ ہم از گوسپندان شایستنی
یاے معروف نسبت کے لیئے ہے حاصل بودنی کا وجود پر جو حاصل بالمصدر ہے اور حاصل شایستنی
و بایستنی کا بایستہ و شایستہ پر جو صیغہ صفت کا ہے جا ٹھہرے گا واللہ تعالی اعلم بالصواب۔
اسم مفعول وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اس شئے کے لیئے وضع کیا گیا ہے کہ جس پر
وہ فعل واقع ہوتا ہے جیسے زدہ و کردہ۔ اور کبھی یہ معنی اسم اور امر کے ترکیب سے حاصل ہوتے ہین
جیسے دست آموز مرزا دانش کا شعر ہے شعر مے کند بلبل گمان باغبان صیاد را ۞ مرغ دست آموز
شاخ گل چہ داند دام چیست ۞ لفظ دست یہان آموز کا ظرف واقع ہے۔ اور بعض قواعد نگارون نے
فقط صیغہ امر واحد حاضر کو بمعنی مفعول کہا ہے اور مثال مین لفظ گزین کو بیان کیا ہے اور اس شعر
کو سعدی علیہ الرحمۃ کے سند گزرانا ہے شعر تواضع کند ہوشمند گزین ۞ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

"اسم مفعول کا بیان"
"اسم مفعول اسم و امر کی ترکیب سے بنتا ہے"

میرے نزدیک یہ درست نہین کسواسطے کہ گزین حاصل مصدر بمعنی مفعول ہے اسکی تحقیق معہ نظائر
بیان حاصل بالمصدر مین گزر چکی ہے۔ اسیطرح اسم اور نہی کی ترکیب سے اسم مفعول ترکیبی متصف
بصفت عدمی حاصل ہوتا ہے جیسے کس مپرس۔ دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے جیسے آدمی زاد و
دست پخت۔ نظامی رح شعر ہمین روشنک راکہ دخت من ست ٭ بدین نازکی دست پخت من ست ٭
تیسرا امر کے اخیر مین الف کے زیادہ کرنے سے جیسے پزیرا۔ نظامیؒ شعر پزیرا سخن بود و شد جاے گیر ٭
سخن کز دل آید بود دلپذیر ٭ چوتھا ماضی مطلق پر الف ورا کے زیادہ کرنے سے جیسے گرفتار و دیدار و گشتار
یعنی مقتول۔ فردوسیؒ قتل پیران کی داستان مین فرماتے ہین شعر چو گودرز زان گروہ دیدا گشت
دلِ نامداران بے آزار گشت ٭ خلاق معانی خاقانی رح محرمان حج بیت اللہ کی تعریف مین فرماتے ہین
شعر بر چہرۂ تیغ آسمان وار ٭ جوہر ز برہنگی است دیدار ٭ استاد فرخی شعر ہنوز سیخ یکے پیش میر
بردہ نبود ٭ ازان شکار کہ از تیر میر شد گشتار ٭ یہان احتمال ہے کہ الف ورا نسبت کے لیئے ہو
جسطرح بیان حاصل بالمصدر مین محقق ہوچکا ہے۔ اب یہان سے وہ اسماے غیر مشتقہ بیان
کیئے جاتے ہین جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی مفعولی کا افادہ کرتے ہین۔ اول اکیلا مصدر عربی بغیر کسی
ترکیب کے مفید معنی مفعولی ہوتا ہے جیسے تسلی و عذر و اختیار و تربیت و خلاص۔ ظہوری کا شعر
ہے شعر از بخت درین شہر تسلی مے باش ٭ دریاے صور رائد معنی مے باش ٭ سعدی رح شعر
آن راکہ بجاے تست ہر دم کرمے ٭ عذرش بنہ ار کند بعمری ستمے ٭ ولہ کنج صبر اختیار لقمانست ٭
ہر کرا صبر نیست حکمت نیست ٭ مولوی معنوی رح شعر تربیہ آن آفتاب روشنیم ٭ ربی الاعلی از ان
بر میزنیم ٭ اے تربیت یافتہ آن آفتاب الخ حافظ رح شعر خونم بریز و از غم ہجرم خلاص کن
منت پزیر غمزۂ خنجر گزار مست ٭ دوسرا اسم کے اخیر مین یاے تحتانی کے الحاق سے جیسے
شکاری و کاغذ مہری طالب آملی شعر پیکان ترا برغبت دل ٭ چون سبزۂ تر خورد شکارے ٭ محتمل ہے
کہ یاے تحتانی یہان نسبت مفعولی کے لیئے ہو جیسے نسبت فاعلی کے لیئے لائی جاتی ہے چنانچہ اسکی
نظیر لفظ رنجہ و بندہ مین ہاے مختفی ہے نظامیؒ شعر بسے بندہ و بندی آزاد کرد ٭ زیزدان بسے
نیکوئی یاد کرد ٭ جیسے نسبت مفعولی کے لیئے لفظ گار بھی آتا ہے نظامی رح شعر چو ہستی بہ پند من
آموزگار ٭ بدین روز تستاندت روزگار ٭ اسواسطے کہ آموزندہ تو ناصح ہے۔ اسم ظرف اور اسم آلہ بھی

ترکیب اسم اور نہی کی پر بمعنی اسم مفعول آتے ہین
اسم ترکیبی ماضی مطلق سے بمعنی مفعول
امر واحد حاضر کے اخیر مین الف کے زیادہ کرنے سے معنی اسم مفعول حاصل ہوجاتے ہین
صیغہ ماضی مطلق پر الف ورا کے زیادہ کرنے سے معنی اسم مفعول حاصل ہوجاتے ہین
صرف مصدر عربی بمعنی مفعول بغیر ترکیب
اسم کے آخر یاے تحتانی لگانے سے معنی مفعول حاصل
یاے مختفی سے نسبت مفعولی
لفظ گار نسبت مفعولی کیلیے
بیان اسم ظرف ترکیبی

اسم اور امر کی ترکیب سے

اسی قسم کی ترکیبون سے حاصل ہو جاتے ہین اول یعنی اسم ظرف ترکیبی جیسے موج خیز بمعنی جاے خاستن موج۔ آب خیز جاے خاستن آب امیر خسروؒ شعر دید بہ کشتیش بدانگونہ تیز ؛ کاتشے برخاست از آن آب خیز ؛ اسکو فاعل ترکیبی کہہ نہین سکتے اسواسطے کہ خاستن بمعنی متعدی مسموع نہین اس ترکیب مین جزو اول جزو ثانی کا فاعل واقع ہے اسیطرح دو اسمون کی ترکیب سے جیسے چار موج یعنی ایسی جگہ کہ چارون طرف سے موج اٹھتی ہو۔ اسی طرح ستان و زار و سار و یار و لاخ ولان وکند و وان ﷲ ستان جیسے ہندوستان و میستان و یوسفستان و بلبلستان فردوسیؒ شعر زخون رود گفتی میستان شدہ است ز نیزہ ہوا چون نیستان شدہ است ؛ مولوی معنویؒ شعر آب را در غورہا پنہان کنم ؛ چشمہا را خشک و خشکستان کنم ؛ صائب شعر این چہ لطفست کہ برخود نظر انداز د ؛ یوسفستان شود از پرتو عارض بدنش ؛

چند حروف کی تحریر معنی ظرف متضمن سے نسبا لغیت وکثرت ہوتے ہین

اور ستان کی سین کو متحرک رکھنا بھی جائز ہے فردوسیؒ گنگ دژ کی تعریف مین لکھتے ہین شعر بہر گوشۂ چشمۂ و گلستان ؛ زمین سنبل و شاخ بلبلستان ؛ خاقانی رحؒ شعر سازی پے نزہت روانہا ؛ در مزولفہ سمنستانہا ؛ اور اسکا مخفف سان بھی مستعمل ہے فرخی شعر گر ز جود تو نسیمے بگزرد بر زنگبار ؛ ور ز خشمے تو سمومے در وزد بر ہندسان ؛ ہندوان را آتش سوزندہ روید شاخ شاخ ؛ زنگیان را شوشہ از مسکن بر آید خیزران ؛ فردوسیؒ رحؒ شعر بسے شارسان گشت بیمارسان ؛ بسے بوستان نیز شد خارسان ؛ شارسان مخفف شارستان اور شار بمعنی عمارت اور یہ مبدل شہر ہے اور شہرستان بمعنی شہر کلان یعنی ایسا شہر کہ اور شہرونکے لیئے بمنزلہ ظرف کے ہے یعنی یہ شہر کئی شہرون کو مشتمل ہے یہی معنی نہاوند کے ہین کسواسطے کہ نہِ بالکسر بمعنی شہر ہے اور زار جیسے کارزار یوسف زار ہندوار۔ گلزار۔ اور بازار بھی اسی قبیل سے ہے اصل اسکی ابازار ہے اسواسطے کہ بازار مین اکثر کھانے پینے کی چیزین فروخت ہوتی ہین پھر بعد مین مطلق سُوق کے معنی مین اس لفظ کو استعمال کرنیلگے۔ سعدی رحؒ شعر اے تہیدست رفتہ در بازار ؛ ترسمت برنیاوری دستار ؛ ولہ چہ مردی کند در صف کارزار ؛ کہ دستش تہی باشد و کارزار ؛ عرفی شعر بہ برقعِ مہ کنعان کہ ہست حسن آباد ؛ بحجلہ گاہ زلیخا کہ بود یوسف زار ؛ ابوطالب کلیم شعر نروید سبزہ در ہر جا نمک زار لیست حیرانم ؛ کہ خط چون سبز و خرم میکند لعل لب اورا ؛ عرفی شعر فروغِ شعلۂ قہرت فتد چو در ارحام ؛ بچشمہ زار بزاید سمندر از خرچنگ ؛ زلالی شعر چو آتش سوے ہندوزار بگذشت ؛ بخار سوختہ خیل شرر گشت ؛ اور سار جیسے چشمہ سار

شارسان کی تحقیق

زار کا بیان

لفظ بازار کی تحقیق

لفظ سار کا بیان

وچاہسار وکوہسار صائب **شعر** نے رویم چو ماہی بچشمہ سارزندہ ❊ چو تیغ جوہر ذاتی بس ست جوشن ما ❊
فردوسیؒ **شعر** کشان بیژن گیو از پیش دار ❊ ببردند بستہ بدان چاہ سار ❊ اور ساران اور سارہ اسیکا مزید علیہ
جیسے کوہساران وکوہسارہ دکنف سارہ صائب **شعر** راہ رورا پال دپر ہست سختیہاے دہر ❊ کوہساران
مے شود سنگ فسان این سیل ہا ❊ فرخی **شعر** برکشیدند بکہسارۂ غزنین دیبا ❊ بر نوشتند زکہپایۂ غزنین بلیم ❊
حکیم مختاری **شعر** بکنف سادہ برآوردہ زانو از ادبار ❊ بچشم خانہ فرورفتہ دیدہ از نا ہار ❊ اور اسکا مخفف
سر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ فردوسیؒ **شعر** منیژہ بیامد بدان چاہ سر ❊ دوان خوردنیہا گرفتہ ببر ❊ ممکن ہے
کہ یہ کلمہ جو لفظ سار سے مرکب ہے مقلوبی ہو اور لفظ سار مزید علیہ سر کا ہو جیسے نگونسار سرنگون کا مقلوب
اور مزید علیہ ہے اور جیسے اس شعر مین جو رستم اور شنگل کی رزم مین مذکور ہے **شعر** از ایران بیامد دلاور
ہزار ❊ زرہ وار باگرزہ گاوسار ❊ گاوسار مزید علیہ گاوسر ہے کسواسطے کہ گرز رستم کا بشکل سر گاؤ تھا
چنانچہ اس گرز کی گاوچہر بھی صفت کرتے ہین اسی داستان مین فردوسیؒ فرماتے ہین **شعر** چو نگیدن
گرزہ گاوچہر ❊ تو گفتی ہمین سنگ بارد سپہر ❊ بلکہ گاوسر وگاوسرہ بھی اسکی صفت واقع ہوئی ہے۔
اگرچہ یہ ترکیب اور ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ اور بار جیسے جوئبار رودبار وزنگبار وہندوبار وگنجبار اور یہ
دونون لفظ زنگبار وہندوبار بوجہ سیاہی رنگ دوات سے کنایہ ہوتے ہین نظامیؒ **شعر** زلبش رود
خیزان لب رودبار ❊ فشاندہ زرخسار گیتی غبار ❊ کمال اسمٰعیل **شعر** بخاتم توکہ دریاش تا کمرگاہ است
بخامہ ات کہ بسر میرود بہندوبار ❊ اور جویبار کو بتخفیف یاے تحتانی جوبار بھی کہتے ہین ملا مفید
بلخی کا شعر ہے **شعر** نصیب صاف دلان ست عیش این گلشن ❊ ہمیشہ سرو سہی در کنار جوبار ست ❊
فردوسیؒ **شعر** بیارم نشانمش بر تخت یار ❊ وزان پس کشایم در گنجبار ❊ اور لاخ جیسے سنگلاخ و
دیولاخ۔ صائب **شعر** روشندلان زسختی ایام خوشدل اند ❊ کز سنگلاخ آب سبکتر کند گذر ❊ ولہ
دیولاخ ست جہان در نظر وحشت من ❊ تا مرا رہ بہ پریخانۂ عزلت دادند ❊ اور لان جیسے تریاق
لان مولوی معنویؒ **شعر** سروری زہر ست جز آن روح را ❊ کو بود تریاق لانی ز ابتدا ❊ اور کند جیسے
نارکند بمعنے نارستان یعنی باغ انار واضح ہو کہ یہ الفاظ معنی مبالغیت کو متضمن ہین یعنی اپنے
مدخول کی کثرت اور انبوہی کا افادہ کرتے ہین وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ بعض محققین لفظ دان
کو اسی قبیل کا فرماتے ہین مگر معنی کثرت اور مبالغہ کا افادہ اس سے نہوگا اور یہ لفظ جس اسم کے ساتھ

لفظ بار کا بیان

بیان لاخ کا

بیان لان کا

بیان کند کا

لفظ دان کا بیان

ترکیب پاتا ہے وہ اسم اکثر مظروف ہوا کرتا ہے جیسے قلمدان و جزودان و گنجدان۔ محمد سعید اشرف شعر
آمد آن شوخ و برا وراق دلم گردید و رفت ٭ جزودان سینہ را از یکدگر پاشید و رفت ٭ نظامی شعر گرا تنمد
آمد تو ہستی درخش ٭ گرا و گنجدان آن شد توئی گنج بخش ٭ اسیطرح حبردان حبر بالکسر بمعنی سیاہی حبردان دوات
جیسے کاشی تاریکی شب تار کی تعریف مین کہتے ہین شعر یک قلم از تیرگی شب جہان ٭ پر ز سیاہی
شدہ چون حبردان ٭ اور کبھی مادہ جیسے چرمدان ہمیانی چرمی مولوی معنوی شعر چونکہ حق و باطلی
آمیختند ٭ نقد و قلب اندر چرمدان ریختند ٭ ولہ کہ درین کشتی چرمدان گم شدہ است ٭ جملہ را اجستیم
نتوانی تو رست ٭ مگر لفظ چرم بمعنی جلد بسکون رائے مہملہ ہے بروزن نرم و گرم اور چرمدان مین را
متحرک ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ واضح ہو کہ یہان اسم ظرف سے وہ اسم مراد ہین کہ اُن مین اس
ترکیب خاص سے معنی ظرفی پیدا ہو جائین اسکا کوئی جز بالاستقلال ظرفیت پر دال نہ ہو اسیوجہ سے
تماشاگاہ و درسگاہ و نہاوند و بازجاے بمعنی ماوا و روزگار و شب خانہ و گنج خانہ و شبگاہ وغیرہ
ان مین نہین شمار کیئے گئے اگرچہ گنج خانہ گنجدان کے معنی مین ہے اور چارسوج ان مین یعنی ظرف
ترکیبی شمار کیا گیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ستان اور کندہ ہی ہندی کے اُستھان اور کھنڈ مین اُستھان
بالفتح والہاء المخلوطہ مطلق جاے اور مکان کو کہتے ہین۔ اور کھنڈ بالفتح والہاء المخلوطہ والدال الہندی
حجرہ وغیرہ کے معنی مین ہے مگر ہندی مین بالاستقلال مستعمل ہوتے ہین فارسی مین ضمائر متصلہ کی طرح
بغیر کسی اسم کے نہین مستعمل ہوتی اسیوجہ سے حروف مین شمار کیئے جاتے ہین لیکن افادہ کثرت و
انبوہی کا ان مین بڑھا ہوا ہے نیز خصوصاً ستان جس طرح ظرف مکان کے لیئے آتا ہے ظرف زمان مین
بھی استعمال پاتا ہے جیسے تابستان و زمستان یعنے زمانہ بسیار گرمی و زمانہ بسیار سردی سو یہ بات
اس زبان کی خصوصیات سے ہے۔ بعض وقت یہ الفاظ بغیر ارادہ کثرت بھی استعمال کرتے ہین
جیسے شبستان مطلق رات کے رہنے کے مکان کو کہتے ہین اسیطرح چاہسار و رخسار شعر مذکور مین
اسواسطے کہ جس مین بیژن قید ہوا وہ ایک ہی کنوان تھا البتہ اس مین اس تاویل کی گنجایش ہے
کہ وہ کنوان جس مین بیژن قید تھا چونکہ بہت بڑا تھا کئی کنوؤنکی وسعت اور عمق اُس مین تھا مجازاً
چاہ سار کہدیا۔ اسیطرح رودبار و جویبار کو سمجھنا چاہیئے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

بیان اسم آلہ

اسم آلہ بھی اسم اور امر کی ترکیب سے حاصل ہوتا ہے جیسے لنگر ان بادزن جاروب منزل شناس

اسم آلہ صیغہ امر پر ہائے نسبت کے الحاق سے ۱۲

یہان جزو اول جزو ثانی کا مفعول بہ واقع ہے نظامیؒ شعر زمین راشود میل منزل شناس ٭ بتری و خشکی رساند قیاس ٭ بعض وقت امر پر ہائے تسمیہ نسبی کے الحاق سے معنی اسم آلہ کے حاصل کرتے ہین جیسے شان سے شانہ کنگھی کے معنی مین اور شان شاندن کا امر ہے اور شاندن بال سلجھانے کے معنون مین آتا ہے اور شانہ بھی اسی بات کا آلہ ہے۔ امیر خسروؒ شعر چو شانم سر زلف آشفتہ را ٭ برقص آورم فتنۂ خفتہ را ٭ نسبت کے لئے ادنے مناسبت بھی کفایت کرتی ہے چونکہ اس ہا کا مفتوح الماقبل ہونا شرط ہے اگر اس ہا کے ماقبل ایسا کوئی حرف واقع ہو جس پر حرکت کا لانا متعذر ہو تحمل حرکت فتحی کے لئے نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے پیمودن سے پیما صیغہ امر کا ہے اسکا اخیر قبول حرکت سے عاری ہے وقت الحاق ہائے نسبی آلی نون زیادہ کیا گیا تو پیما سے پیمانہ بنا اسیطرح گرس بمعنی بھوک سے گرسنہ مگر یہان ہائے نسبت غیر آلی ہے میر یحیی شیرازی شعر غریبے کہ آید بشہر صفاہان ٭ عجب نیست گر گرسن و سرما بمیرد ٭ اور نون کی زیادتی افعال اور اسما مین شائع ہے جیسے زدن سے زند ہمہ سے ہمگنان وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بیان اسم حالیہ

اسم حالیہ یہ مشتق شمار مشتقات عربیہ سے زائد ہے کیا معنے کہ عربی مین کوئی خاص صورت نوع حالی کے لئے فعل سے مشتق کرنے کی نہین وضع کیگئی جیسے فارسی مین آلہ اور ظرف کے لئے نہین وضع کی گئی مگر فارسی مین صیغہ اسم حال کا فعل سے مشتق ہوتا ہے اسکے لئے ایک خاص صورت معین ہے جیسے اسم فاعل و اسم مفعول کیلئے خاص خاص صورتین ازروے اشتقاق معین ہین وہ یہ ہے کہ امر حاضر پر الف و نون زیادہ کرنیسے جیسے افتان و خیزان و گریان امیر خسروؒ شعر گریان جگرے زمین کشادند ٭ وان کان نمک درو نہادند ٭ اور اسکے ایراد سے متکلم کو یہ منظور ہوتا ہے کہ فاعل یا مفعول یا ما یتعلق بہما کی ہیأت یا کوئی کیفیت بیان کرے جیسے گریان جگرے زمین کشادند ٭ مین قبر کھودنے والون کی کیفیت بیان کرتے ہین کہ روتے ہوئے قبر کھودتے تھے۔ فردوسیؒ افراسیاب کی گرفتاری ہوم کی زبانی بیان کرتے ہین صفحہ ۲۶۸ شعر بکوہ اندر آورد پش تازیان ٭ خروشان و نوحہ کنان چون زنان ٭ یعنی ہوم کہتا ہے کہ افراسیاب کو پہاڑ پر لے گیا اس حال مین کہ وہ عورتون کی طرح روتا چیختا تھا۔ اور خود اسم فاعل اور اسم مفعول بھی حال واقع ہوجاتے ہین جیسے فردوسیؒ سلطان محمود کی ہجو مین لکھتے ہین شعر بنالم بدرگاہ یزدان پاک ٭ فشاننده بر سر پراگنده خاک ٭ عرفی شعر آمد آشفتہ بخوابم شبے آن مایۂ ناز ٭ بروش مہر فزا

امر حاضر پر الف و نون زیادہ کرنے سے حالیہ بنتا ہے ۱۲

حالیہ کے ایراد سے متکلم کو کیا منظور ہے ۱۲

حالیہ اسم فاعل اور اسم مفعول کی بھی صورت مین آتا ہے ۱۲

حالیہ اسم فاعل ترکیبی اور اسم مفعول ترکیبی کی نظیرین ۱۲

وبنگہ صبر گداز ٭ اسی طرح اسم فاعل اور اسم مفعول ترکیبی جیسے عذر خواہ ع عقوبت مکن عذر خواہ آمدم ٭ اور کبھی صفت مشبہ کے صیغے مطلقاً کسی ترکیب کے ہون حال واقع ہو جاتے ہین جیسے مردہ مشتقات مین سے سعدیؒ کے اس شعر مین **شعر** یا زر بہ ہر دو دست کند خواجہ در کنار ٭ یا موج روز ے افگندش مردہ بر کنار ٭ اور روسیاہ دو اسمون کی ترکیب سے نظامیؒ **شعر** عقوبت مکن عذر خواہ آمدم ٭ بدرگاہ تو روسیاہ آمدم ٭ اور روے بر خاک عجز اسم اور ظرف کی ترکیب سے یعنی بتوسط حرف جار یہ تینون صیغے صفت مشبہ کے ہین سعدیؒ **شعر** روے بر خاک عجز مے نالم ٭ ہر سحر گہ کہ باد مے آید ٭ یہان عذر خواہ و روسیاہ و روے بر خاک عجز آمدم و مے نالم کی ضمیر مرفوع متکلم سے اور مردہ افگندش کی ضمیر غائب منصوب سے حال واقع ہے بعض محققین نے روے بر خاک عجز کو جملہ قرار دیکر بلبل گلستان فصاحت پر عدم ربط کا الزام لگایا ہے سو یہ محض بے اعتنائی ہے کیا معنی کہ روے بر خاک عجز دست بدل و دست بر سر و دست بسر کی طرح جو کنایہ عاجز اور حیران سے ہین اور چشم بر در و چشم براہ و گوش بر آواز و گوش براہ کی طرح جو کنایہ منتظر و مترصد سے ہین صفت مشبہ ہے بیدلؒ **شعر** چہ سلیمانیست اے غافل ٭ دانہ گیری زمور دست بدل ٭ سعدیؒ **شعر** آن سرور کائنات وآن فخر بشر ٭ جبریل امین زقرب او دست بسر ٭ صائب **شعر** اے جادۂ سودائے تو ہر رشتۂ آہے ٭ در ہر گذرے چشم براہِ تو نگاہے ٭ کسی استاد کا شعر ہے **شعر** او رفت و دلم باز نیامد ز برش ٭ من چشم بدر گوش براہ بر اثرش ٭ معہذا ضمیر مستکن کا ظرف مین موجود ہونا نحویون کے نزدیک مسلم ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ صحت حالیت کے لیئے چونکہ کسی اسم کا دال بر ہیأت ہونا کافی ہو جاتا ہے بعض جامد غیر مشتق بھی حال واقع ہو جاتے ہین جیسے لفظ یار مصرع اولے مین فردوسیؒ **شعر** نخواہم ز ایرانیان یار کس ٭ پئے رخش و ایزد مرا یار بس ٭ واضح ہو کہ جب جملہ خبریہ حال واقع ہو خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو خواہ اسمیہ اس مین عائد و رابط کا ہونا ضروری ہے تاکہ اسکو اپنے ذو الحال سے مربوط کر دیوے اور یہ رابط کبھی صرف واؤ ہوتا ہے کبھی ضمیر فقط کبھی واؤ اور ضمیر ہر دو جملہ فعلیہ جیسے محمد قلی میلی شیرازی کا شعر ہے **شعر** مُردم و بر زندگانم رحم مے آید کہ تو ٭ خون آن بیداد ہا داری کہ با ما کردۂ و بر زندگانم رحم مے آید۔ مردم کی ضمیر مرفوع سے حال ہے اس مین واو اور ضمیر دو رابط ہین اور فعل بھی مثبت ہے اور فردوسیؒ فریبرز کی کوہ ہماون پر لشکر لیجانے کے داستان مین لکھتے ہین

روے بر خاک عجز کو جملہ قرار دینا اور عدم ربط کا الزام دینا بے جا ہے ۱۲

دست بدل جسکو دل تھامنا کہتے ہین

جانا ہوا اور وہ باوجود عدم قدرت اوسکو بتکلف مٹانا چاہے ۱۲ منہ

جامد غیر مشتق بھی حال ہوتا ہے

جمل حالیہ مین رابط و عائد کی ضرورت ۱۲

شعر شب تیرہ راتا سپیدہ دمان ٭ بیاید بجویدبرہ برزمان ٭ یہان بجوید فعل مضارع غائب منفی حال ہے اور رابط صرف ضمیر مستتر ایک ہے اور وہی فاعل بھی ہے ۔ برہ بر ظرف مستقر متعلق فعل یا شبہ فعل محذوف یہ بھی حال ہے زمان ذوالحال کا اسکو حال متداخلہ اور حال درحال کہتے ہین ۔ زمان بمعنی توقف[اے زمان ۱۲] ذوالحال اپنے حال سے ملکر مفعول بہ بجوید کا بجوید فعل اپنے فاعل رابط اور مفعول سے ملکر حال ہوا بیاید کی ضمیر غائب مستتر کا ۔ ضمیر غائب مرفوع مستتر ذوالحال اپنے حال سے ملکر فاعل ہوئی بیاید کا اور مصرعہ اولیٰ شب تیرہ راتا سپیدہ دمان مفعول فیہ ۔ یا تا غائیہ ۔ سپیدہ دم مضاف شب تیرہ مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ مجرور ۔ جار ومجرور متعلق بیاید ۔ سپیدہ دمان مین الف ونون مزید تان جیسے بامداد بامدادان امشب امشبان ۔ مولوی معنوی رح **شعر** درکہ باور نیستت خیز امشبان ٭ تا ببینی فسق شیخت راعیان ٭ اسیطرح الف نون ہستان مین مولوی معنوی رح **شعر**[۱۲۹] این جہان نیست چون ہستان شدہ ٭ وان جہانِ ہست بس پنہان شدہ ٭ یعنی مزید علیہ سپیدہ دم ٭ را اضافی لے تا صبح امشب بیاید ۔ یہ بھی سن لو کہ ان ضمائر سے جو جمل حالیہ یا صفات حالیہ مین ہوتے ہین یا اُنکے کسی متعلق سے دوسرا حال واقع ہوجاتا ہے اُسکو حال درحال یا حال متداخلہ کہتے ہین جیسے اوپر بیان ہوا اور کبھی ایک ذوالحال کے چند حال متساوی الرتبہ واقع ہوتے ہین انکو حال مترادفہ یا حال برحال کہتے ہین فردوسی رح رزم رستم وشنگل مین لکھتے ہین **شعر**[صہ ۱۹۲] بیک زخم[اے ضرب ۱۲] صد نیزہ کردی قلم ٭ خروشان و جوشان چو شیر دژم ٭ خروشان وجوشان کردی کی ضمیر مرفوع سے متساوی الرتبہ حال ہین اور جملہ اسمیہ جیسے سعدیؒ کا شعر ہے **شعر** بہ بدبختی ونیک بختی قلم ٭ بگردید وما ہمچنان درشکم ٭ وہمچنان درشکم بگردید کی ضمیر مرفوع مستتر سے حال ہے ولہ بلند آسمان پیش قدرت خجل ٭ تو مخلوق وآدم ہنوز آب وگل ٭ ان دونون مین فقط ایک واؤ رابط ہے ۔ کبھی بنظر تاکید صیغہ حال کو مکرر بھی کرتے ہین اسوقت اول پر سے الف ونون حالیہ کا تخفیفاً حذف کرنا بھی جائز ہے تا دونون صیغے ملکر بمنزلہ ایک صیغہ کے ہوجاین جیسے پرس پرسان وکش کشان وخند خندان ۔ مولوی معنویؒ **شعر**[صہ] پرس پرسان میکشیدش تا بصدر ٭ گفت گنجے یافتم اما بصبر ٭ ولہ[صہ ۴۷۸] فکر در سینہ در آید نو بنو ٭ خند خندان پیش او تو باز رو ٭ جنب جنبان فردوسیؒ **شعر** زمین جنب جنبان شد و روز تار ٭ پس اندر فراز آمد و پیش غار ٭ اور حال اپنے ذوالحال سے مقدم بھی ہوتا ہے موخر بھی جیسے امثلۂ بالا سے ہویدا ہے

حال متداخلہ

امشبان

حال مترادفہ

بنظر تاکید صیغہ حال کا مکرر لانا اور اسکے الف ونون کا تخفیفاً حذف

اسم اور امر کی ترکیب سے قدر اور اندازہ

واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب کبھی اسم اور امر کی ترکیب لفظ وار کیطرح قدر اور اندازہ کو بتلاتی ہے۔ نظامیؒ شعر بموران دہد کو بود مور خوار ❁ دہد پیل را طعمہ پیل وار ❁

تعریف صفت مشبہ

صفت مشبہ وہ اسم ہے کہ وہ فعل لازم سے اس شئے کے لیئے اشتقاق کیا جاتا ہے کہ جسکے ساتھ وہ فعل قائم ہے یعنی قیام فعل کا اس شے کے ساتھ اکثر بحیثیت ثبوت ہوتا ہے نہ بحیثیت حدوث و تجدد و اکثر کی قید اس لیئے ہے کہ تا خفتہ و رفتہ و مردہ وغیرہ اس سے خارج نہ ہون اسواسطے کہ سونا اور چلنا اور مرنا انکے فاعلون مین امر حادث ہے نہ ثابت کیا معنی کہ سونا بعد بیداری کے چلنا بعد سکون کے مرنا بعد حیات کے ہے۔

صیغہ صفت مشبہ بوزن اسم مفعول

اسکے صیغے سوائے صورت اسم فاعل کے کئی طرح مستعمل ہین۔ ایک تو جسطرح عربی مین فعیل جیسے اسم مفعول (مثلاً قتیل و جریح) کی میزان ہے صفت مشبہ (مثلاً رحیم و کریم وغیرہ) کا وزن بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسیطرح فارسی مین خفتہ و رفتہ و مردہ وغیرہ کا وزن اسم مفعول اور صفت مشبہ مین مشترک ہے سعدیؒ شعر باطل ست آنکہ مدعی گوید ❁ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار ❁ و لہ نام نیک رفتگان ضائع مکن ❁ تا بماند نام نیکت برقرار ❁ انکی صورت ظاہری پر نظر کرکے انکو اسم مفعول کہدینا بے توجہی کی بات ہے اسواسطے کہ اسم مفعول اس شے کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ب یہان خفتہ پر کس کا خواب اور رفتگان پر کسکی رفتار واقع ہوئی۔

صیغہ صفت مشبہ بوزن اسم حالیہ

دوسرا اسم حالیہ کی شکل مین جیسے روان و درخشان و دمان و جہان جیسے آبِ روان و مہرِ درخشان و پیلِ دمان و برقِ جہان اضافت کے ساتھ تا معنی حال کا شائبہ نرہے سعدیؒ شعر نہ مردست آن بنزدیک خردمند ❁ کہ با پیل دمان پیکار جوید ❁ و لہ بگفت احوال ما برق جہانست ❁ دمے پیدا و دیگر دم نہانست ❁ فردوسیؒ کاموس کے قتل کی داستان مین لکھتے ہین صفحہ ۱۸۶ شعر چنین ست رسم جہانِ جہان ❁ گہے باغم و در دگہ شادمان ❁ اردشیر کے خاتمہ کار مین لکھتے ہین صفحہ ۳۸۰ شعر بیا تا ہمہ دست نیکی بریم ❁ جہانِ جہان را بہ بد نسپریم ❁ اے روزگار بے ثبات ناپائدار را۔

لفظ جہان کی تحقیق

جاننا چاہیئے کہ جہان بالکسر تیزی سے نکلجانے والا یعنی بے ثبات غیر قرار کیونکہ جستن بالفتح سے مشتق ہے اور وہ معنی مین کودنے کے ہے لیکن جب نام ایک شئے کا رکھدیا اسکے کسرۂ حرف اول کو فتح سے بدلدیا تا معنی وصفی سے ذہول ہوجاے یعنی وہ صفت کا صیغہ نہ سمجھا جاے جس طرح ہاے تسمیہ صیغہاے صفت پر بڑہائی جاتی ہے جیسے دلسوز سے دلسوزہ اسیوجہ سے جیسے دنیاے ناپائدار کا جہان نام رکھا ہے دولت زوال پذیر کو بھی جہان سے کنایہ کرتے ہین نظامیؒ کا شعر ہے

شعر جہان خوش بدان نیست کارے بدست ٭ بزنجیر قفلش کنی پاے بست ٭ اور کبھی دو اسمون کی ترکیب سے معنی صفت مشبہ کے حاصل کرتے ہین جیسے سرو بالا وگلعذار۔ میر نجات صاحب گل کشتی کا شعر ہے شعر سرو بالا صنمے آمدہ خوش بر سر پا ٭ از سر صدق بگوئیم ہمہ نام خدا ٭ اس مقام پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معنی صفت کے فقط اس ہیأت خاص ترکیبی سے کہ متکلم نے دو کلمون کو بمنزلہ ایک کلمہ کے قرار دیا ہے پیدا ہوتے ہین اور درحقیقت یہ ہر دو اسم آپس مین ایسی نسبت رکھتے ہین کہ اگر ان سے لحاظ افراد اُٹھا دیا جاوے تو یا تو ترکیب اضافی متحقق ہوگی اور اضافت بھی۔ یا تشبیہی جسکو بیانیہ کہتے ہین جیسے خرشید چہر سرو بالا یا حقیقی جیسے جامہ پارسا۔ سعدیؒ فرماتے ہین شعر ہر کرا جامہ پارسا بینی ٭ پارسا دان ونیکمرد انگار ٭ اور کبھی یہ دونون ترکیبین مقلوب بھی ہوجاتے ہین اوّل یعنی قلب تشبیہی جیسے ابرش سپہر بدر چاچ کا شعر ہے شعر مہر منوچہر چہر آرش ابرش سپہر ٭ جعفر فغفور فر حیدر احمد شعار ٭ ثانی یعنی قلب اضافت حقیقی جیسے جور پیشہ سپاس اندیشہ سعدیؒ فرماتے ہین شعر نکند جور پیشہ سلطانی ٭ کہ نیاید ز گرگ چوپانی ٭ یا ترکیب اتصافی متحقق ہوگی جیسے روسیاہ لب خشک زبان دراز سینہ صاف جامیؒ شعر تو آب رحمتی آن بہ کہ گاہے ٭ کنی بر حال لب خشکان نگاہے ٭ اور اکثر اس ترکیب کا قلب بھی مستعمل ہے جیسے سیاہ روی نیک خوی مرغولہ موی تشنہ لب جیسے ع ما تشنہ لبانیم تو ئی آب حیات ٭ یا باہم ظرف ومظروف کا علاقہ متحقق ہوگا یعنے ان دونون اسمون کے درمیان مین بر یا در نکالنا پڑے جیسے اژدہا دوش اے کیکہ اژدہا بر دوش دارد رحمدل اے کسیکہ در دل او رحم ست فردوسیؒ شعر نخواہیم بر گاہ ضحاک را ٭ مر آن اژدہا دوش ناپاک را ٭ اب اُنہی صیغہاے صفات کی ترکیب اور ڈھنگ سے ضبط کیجاتی ہے تا ناظرین نغز خیال بلند اندیشہ لطف اندوز ہون اور اس اختراع نادر کی داد دین۔

گوہر ازین بیش زکانیکہ زاد ہر خزفش زیور معنی ست بین	نادرہ چندین ز زبانیکہ زاد گر شناسی بعزامت نشین

وہو ہذا جن دو اسمون کی ترکیب اسنادی سے معنی وصفی حاصل ہوکر متعلق مسند الیہ کو موصوف بنانا چاہین اس مرکب کو مین صفت مشبہ ترکیبی کہتا ہون اُن مین مسند مقدم ہو تو اکثری اور موخر تو اقلّی پھر ہر ایک مین مسند مسند الیہ بلا تاویل بنے تو صغری جیسے اکثری مین پاک نظر تو آئین سیر چشم

صفت مشبہ ترکیبی کے دونون اسمون سے اگر لحاظ وحدت اٹھا لیا جاوے تو صلاحیت ترکیب اضافی کی تشبیہی ہو یا حقیقی دونو اسمون مین متحقق ہوگی ۱۲

صفت مشبہ ترکیبی کے دونون اسمون مین ترکیب اتصافی کی صلاحیت ۱۲

صفت مشبہ ترکیبی کے دونون اسمون مین ظرف ومظروف کا علاقہ ۱۲

بیان صفت مشبہ ترکیبی کا ایک نادر طرز پر ۱۲

عصمت بنیاد تقدس فرش قدسی نفس کشادہ رو خیرہ چشم نگارین تمثال زرین پر و بال شور بخت خالی کیسہ تنک سرمایہ سنگدل پاک گوہر یعنی آنکہ نظر او پاک ست و آئین او نوست و چشم او سیرست الخ اور اقلیٰ مین کدورت رفتہ سراپا نگار سر گرم ۔ دل ریش سر بلند جگر خون سراپا نار روسیہ زبان دراز سینہ صاف یعنی آنکہ کدورت او رفتہ است سراپاے او نگارست سر او گرم است الخ اور جو بر وقت اسناد لفظ مثل مقدر ماننا پڑے تو وسطیٰ جیسے اکثری مین ماہ طلعت خرشید رخ غنچہ طبع یاقوت لب گوہر دندان یعنی آنکہ طلعت او مثل ماہ ست و رخ او چون خورشید است و لب او مانند یاقوت ست الخ ۔ اقلیٰ وسطیٰ جیسے تن البرز و ابرش سپہر یعنی آنکہ تن او مثل البرز کوہ است و ابرش او چون سپہر ست اور جو لفظ مثل و مثل لفظ مسند الیہ مقدر ماننا پڑے تو کبریٰ جیسے اکثری مین صدف دہان سلیمان جاہ سکندر حشمت جم مرتبت دارا رای منظفر فر یعنی آنکہ دہان او مثل دہان صدف ست جاہ او چون جاہ سلیمانست حشمت او مانند حشمت سکندر است الخ ۔ اقلیٰ کبریٰ جیسے جامہ پارسا ۔ یعنی آنکہ جامۂ او مثل جامۂ پارساست اے کسیکہ زی پارسایان گرفتہ وَاللہُ تَعَالیٰ شَانُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ؛

بحث فعل

بحث الفعل

تعریف فعل

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے مین مستقل ہو محتاج انضمام کلمۂ دیگر نہ ہو یعنی وہ معنی مستقل بالمفہومیت ہون اور اُس سے تینون زمانون مین سے کسی ایک معین زمانے کا اقتران بھی مفہوم ہو تو فعل کہلاتا ہے اور مشہور یہ ہے کہ زمانے تین ہین ماضی حال مستقبل ماضی گزرے ہوے زمانہ کو کہتے ہین مستقبل آنے والے زمانہ کا نام ہے حال ان دونون زمانون کے درمیان کا وقت ۔ اس سے یہ بات سمجھ مین آگئی ہوگی کہ درحقیقت زمانے دو ہین ماضی یا مستقبل اور حال ایک آن کا نام ہے اور یہ آن ماضی اور مستقبل کے درمیان فصل مشترک ہے جسطرح نقطہ خط مین لیکن مجازاً زمانے کی ایک تقسیم سے جسقدر حصّے کئے جائین اُن اقسام متساویہ مین سے جس قسم مین یہ آن دائر و سائر ہو گی اس قسم کو بہ نسبت اقسام گذشتہ و آئندہ حال کہتے ہین جیسے زمانہ کو صدیون برسون مہینون دنون گھنٹون منٹون وغیرہ مین وہ آن ہوگی وہ ہی حال کے نام سے مشہور ہے چنانچہ ماہ حال سال حال محاورہ اور زبان زد ہے ۔ واضح ہو کہ فعل ان تینون معنون کو مشتمل ہے حدث[۱] یعنی معنی مصدری جو مدلول مادۂ فعل ہے ۔ اور نسبت[۲] جانب کسی نہ کسی فاعل معین کے اور اقتران[۳] زمان جسپر ہیأت

تحقیق حال

فعل کی دلالت کرتی ہے لیکن مادہ اور ہیأت کے جدی جدی معنون پر دلالت کرنے سے فعل حد مفرد سے خارج ہوکر مرکبات مین داخل نہین ہوتا اسواسطے کہ یہ ہیأت اجزاے متر تبہ فی التکلم والسمع نہین ہے صرف مادہ کی تبعیت مین ملحوظ و مسموع ہو جاتی ہے اور مرکب کے لیئے لحاظ تبعیت کفایت نہین کرتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب جیسے کرد زید یا عمرو وکند زید یا عمرو یعنی کرنا زید یا عمرو کا زمانۂ ماضی اور حال یا مستقبل مین پس دلالت فعل کی ان تینون معنون کے مجموعہ پر دلالت مطابقی ہوئی اور اس مجموعہ مین نسبت فاعلی ایک ایسا جزو ہے کہ وہ غیر مستقل بالمفہومیت ہے اسواسطے کہ وہ آلہ اور واسطۂ ارتباط فعل با فاعل ہے اور آلات و روابط معنے حرفی غیر مستقل بالمفہومیت ہین اور ظاہر ہے کہ مجموعہ مرکب مین ایسے جزو کی مداخلت جو معنی حرفی غیر مستقل ہو اُس مجموعہ مرکب کو غیر مستقل بنادیگی تو فعل مستقل بالمفہومیت نہین رہ سکتا پھر معنی فعل کا محکوم بہ واقع ہونا محال ہو جائیگا اسیوجہ سے حضرت جامی قدس سرہ العزیز نے کافیہ کی دلیل حصر ما دل علی معنی فی نفسہ مین دلالت کو اعم یعنی مطلق رکھا ہے اور مطلق کا تحقق کسی نہ کسی فرد مین ہوا کرتا ہے تعریف اسم مین مطابقی کی اور تعریف فعل مین تضمنی کی ضمن مین متحقق ہوگا مگر یہ بات سمجھ مین نہین آتی کیا معنی کہ یہ امر محقق و مسلم ہے کہ تضمنی بغیر ضمن مطابقی کے نہین پائی جاتی تو تضمنی کے استقلال اور مطابقی کے عدم استقلال کا کیونکر حکم لگا سکتے ہین ہان البتہ اجمال و تفصیل کا فرق کر دینے سے کچھ بات بنجائیگی یعنی معنی فعل کو اگر بنظر اجمالی دیکھا جاے ایک گول مول مستقل بالمفہومیت ہونگے اور اگر بنظر تفصیلی ملاحظہ ہون عقل تو بال کی کھال کھینچ ڈالتی ہے تو اسکے کل اجزا نسبت حدث وغیرہ سب کو الگ الگ بکھیر کر رکھدیگی پھر معنی فعل کے مستقل بالمفہومیت نرہینگے چنانچہ میر زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ شرح مواقف امور عامہ کے موقف ثانی وجود و عدم کی بحث مین فرماتے ہین وھکذا ینبغی ان یفھم معنی الفعل فان معناہ معنی اجمالی مستقل بالمفھومیۃ یحللہ العقل الی الحدث والزمان والنسبۃ الی الفاعل المعین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

افعال دو قسم کے ہوتے ہین لازم اور متعدی **لازم** وہ فعل ہے کہ فاعل پر تمام ہو جاے محتاج مفعول بہ کا نہ ہو یعنی اُس فعل کا فاعل سے تجاوز کرکے مفعول بہ پر پہونچنا تقدیرًا یا تحقیقًا کوئی ضروری نہ ہو پس تعریف لازم مین اعتبار عدم ضرورت سے اس امر کا افادہ ہے کہ اگر افعال لازم کہین مفعول بہ کے ساتھ تعلق پکڑین ہماری تعریف کے منافی نہوگا اور یہ بات عربی فارسی اردو

مادہ حدث پر ہیأت اقتران پر دلالت کرنے سے فعل داخل نہین ہوتا ۱۲

مجموعہ معانی فعل مین نسبت غیر مستقل سے فعل کے استقلال نہ رہنے کا شبہ مع جواب مولانا جامی کی دلالت کو دلیل حصر مین عام رکھنے کی وجہ ۱۲

عدم تضمنی کی مطابقی کے بغیر نہین پایا جاتا

معنی فعل کے اجمال اور تفصیل کے لحاظ سے مستقل و غیر مستقل ہونا ۱۲

تعریف فعل لازم

تعریف فعل لازم مین اعتبار عدم ضرورت کا افادہ ۱۲

فعل لازم کا بلا واسطہ حرف جار مفعول زبان عربی مین

سب مین عام ہے جیسے ارشاد قرآنی ہے وَجَاءَتْهُمُ الْمُرْسَلُوْنَ اور حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ دیکھیے یہان ضمیر جمع غائب بلا توسط حرف جار خاصہ مفعول بہ ہے اور

زبان فارسی مین

شعر دریغ آمدم زان ہمہ بوستان ٭ تہی دست رفتن سوے دوستان ٭ مصرعۂ اول مین میم متکلم اور مصرعۂ ثانی مین سوے دوستان بلا واسطۂ رابط آمد اور رفتن کے مفعول بہ ہین اور

زبان اُردو مین

اُردو مین جیسے کہتے ہین مجکو بخار آیا ۔ میر تقی کا شعر ہے شعر کس دل سے ترا تیر نگہ پار نہ گزرا ٭ کس جان کو یہ مرگ کا پیغام نہ آیا ٭

تعریف فعل متعدی

متعدی وہ فعل ہے کہ فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پہ پہونچنا تحقیقاً یا تقدیراً اُسکو ناگزیر ہے تحقیقاً جیسے زد زید عمرو را تقدیراً جیسے نظامیؒ کا شعر ہے شعر زمین نا ورد تا نگوئی بیار ٭ نبارد ہوا تا نگوئی ببار ٭ اے نیاورد زمین رستنیہا را و نبارد ہوا باران را ۔ اب طریقۂ اشتقاق ملاحظہ فرمایئے ٭ ۔

بیان فعل ماضی وطریقہ اشتقاق وغیرہ

الماضی

لازمہ ذات مصدر نون کے گرا دینے اور حرف اخیر کو ساکن کر دینے سے ماضی مطلق کا صیغہ بنتا ہے جیسے گفتن سے گفت کردن سے کرد ۔ ہم اس ماضی مطلق کو بمقابلہ ماضی ناقص کے بحکم اذا اطلق اطلق الفرد الکامل ماضی کامل کے ساتھ ملقب کرتے ہین ۔ اگر اسکے اول مین لفظ می یا ہمی یا اخیر مین یاے مجہول زیادہ کیجاے ماضی ناقص جسکو تمنائی ۔ شرطی ناتمام دوامی استمراری کہتے ہین ظہور پاے جیسے گفت سے می گفت یا ہمی گفت یا گفتی مگر حروف تمنا کا اقتران جیسے کاش و کاشکے وکاج ان ماضیون کی تمنائیت پر قرینہ ہے قاضی رضی الدین اصفہانی کا شعر ہے شعر از خدا قرب تو آن روز کہ مے خواست رقیب ٭ کاش آزادی ما نیز تمنا مے کرد ٭ فردوسیؒ [۱۱۲] شعر نزادے مرا کاشکے مادرم ٭ وگر زاد مرگ آمدے بر سرم ٭ اور ادات شرط جیسے اگر و چون و چو کا اتصال اُنکی شرطیت پر دال ہے ۔ سعدیؒ شعر نعوذ باللہ اگر خلق غیب دان بودے ٭ کسے بحال خود از دست کس نیاسودے ٭ اور ان ہر دو یعنی ادات تمنا و شرط سے خالی رہنا دوامیت و استمرار کے معنی دیتا ہے ۔ اور کبھی سیاق و سباق کلام قرینۂ مقام بنجاتا ہے ۔ فردوسیؒ [۱۲۱] شعر مرا کاش ہرگز نہ پرورده بود ٭ چو پرورده بودی نہ شیانم ربود ٭ اے نہ پرورده بودے ۔ نظامیؒ شعر بدارا اندار آنچہ داد از نخست ٭ ہمان داده را نیز از و باز جست ٭ اے آنچہ مے داد یعنی سکندر نے دارا کو نہ دیا جو کچھ پہلے دیا کرتا تھا ۔ اور کبھی یہ علامات زائد محض حسن کلام کے لیئے بھی لائی جاتی ہین جیسے

[۱۱۲] فردوستان مشورہ سیاوش با زنگہ بہرام ۱۲

مثال تمنا بلا علامت تمنا ۱۲

مثال استمرار بغیر علامت استمرار ۱۲

فردوسی[۲۶۳] فرماتے ہین شعر ز رومی و مصری و از بربری * سواران شایستہ و لشکری * گزین کرد صد
دہ و دو ہزار * ہمہ رزم جوے و ہمہ نامدار * ز اختر شناسان و از موبدان * جہان دیدہ و نامور بخردان
ہمی برد باخویشتن شصت مرد * پژوہندہ روزگار نبرد * اے گزین کرد و باخویشتن برد ولہ اگر خصمت
شاہ بودی کہ من * بیایم بنزدیک این انجمن * نمی ماندمی زندہ از لشکرت * ہمی بر سر نیزہ کردے سرت
مولوی معنوی شعر ہمچنین در گریہ و در نالہ او * مے شمردی جرم چندین سالہ او * یہان یا تو می و ہمی کو
زائد مانین یا یاے تحتانی کو جس طرح اس شعر مین می اور ہمی ہر دو جمع ہو گئے ہین ان مین سے ایک کو
زائد ماننا چاہیئے۔ مولوی معنوی شعر آن ولی حق چو پیدا شد ز دور * از سراپایش ہمی می ریخت نور
اور ماضی کامل ہو یا ناقص انکے اخیر مین ضمائر مرفوعہ متصلہ کے لاحق کرنے سے چھہ صیغے پیدا
ہوتے ہین جیسے ان جدولون سے واضح ہے۔

داستان لشکر آرائی سکندر برجنگ فور
شاہ مازندران کے پاس رستم کے پیام بھیجنے کی داستان

جدول تصریف ماضی کامل

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفت	گفتند	گفتی	گفتید	گفتم	گفتیم

جدول قسم اوّل تصریف ماضی ناقص

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
می گفت	می گفتند	می گفتی	می گفتید	می گفتم	می گفتیم

بجاے لفظ می لفظ ہمی کا لانا اسی معنی کا افادہ کرتا ہے بخوف طوالت جو جو حالات اسکو جدا جدا مین نہین بیان کیا

جدول قسم ثانی تصریف ماضی ناقص

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفتے	گفتندے	.	.	گفتمے	.

یہان چونکہ صیغہ واحد حاضر مین دو یاے مجہول کا اجتماع ایک ناموزون سا تھا تو وہ صیغہ بہت
کم مستعمل ہوا اور اسکی متابعت سے صیغہ جمع حاضر اور جمع حاضر کی مطاوعت سے متکلم مع الغیر
کو فصحا نے اپنے کلام مین بہت کم استعمال کیا جس سے عوام انکو متروک الاستعمال تصور کرنے
لگے مگر درحقیقت ایسا نہین جیسے عوام کا خیال ہے بلکہ بطریق شذوذ مستعمل ہو بھی جاتے ہین
چنانچہ صیغہ حاضر فردوسی کے اس شعر مین[۲۶۶] شعر مرا کاش ہرگز نہ پروردیے * چو پروردہ بودی

بعد وفات سکندر آسمان سے شکوہ کرتے ہین ۱۲

یاے مجہول والی ماضی ناقص کے تین صیغے واحد حاضر اور جمع حاضر جمع متکلم قلیل الاستعمال ہین متروک الاستعمال نہین

نیاز روئیے ٭ مولوی معنوی شعر شادگشتی ہر کہ رویت دیدئیے ٭ دیدنت ملک جہان ارزیدئیے ٭
وله درنماز استادہ بد بر روے ریگ ٭ ریگ کز تفش بجوشد آب دیگ ٭ گفتئے سرمست بر سبزہ وگل ست
یاسوارہ بر براق ودلدل ست ٭ اسے میگفتی ۔ اور صیغۂ جمع متکلم جیسے مولانا ے رومؒ کے اس شعر
مین شعر پس زمستیہا بگفتندلے دریغ ٭ بر زمین باران بدادیمی چو میغ ٭ گستریدیمی دران بیداد جاہ ٭
عدل وانصاف وعبادات ووفا ٭ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب ۔ جاننا چاہیئے کہ اگر کسی امر متوقع پر
دلائل خارجیہ سے ایسا ثبوت بہم پہونچ جاے کہ اُسکے وقوع متوقعہ مین کسی نوع کا شک باقی
نہ رہے تو ایسے متوقع بلکہ متیقن الوقوع کو بجاے صیغۂ مضارع صیغۂ ماضی کے ساتھ بیان کرتے ہین
سعدیؒ شعر گزشت آنچہ درناصوابی گزشت ٭ ورین نیز ہم درنیابی گزشت ٭ اے اگر این باقی عمررا
نیز بغفلت سپاری مثل عمر گزشتہ بگزرد ٭ مولوی معنویؒ شعر پیش شیخ آمد کہ اے شیخ درشت ٭ تو یقین
دان کہ مرا اُستاد کشت ٭ گر برا ستاروم دست تہی ٭ اومرا بکشد اجازت میدہی ٭ اسے یقین دان
کہ اُستاد مرا بکشد الخ ۔ فغانی کا شعر ہے شعر تو اے گل بعد ازین باہر کہ می خواہد دلت بنشین ٭ کہ من
چون لالہ با داغ جفایت زین چمن رفتم ٭ دلے مے باید وصبرے کہ آرد تاب دیدارش ٭ فغانی گر دلے
داری تو باش اینجا کہ من رفتم ٭ بس مین فارسی مین ان دو کامل وناقص ماضیون کا اور ان تین
تصریفون کا قائل ہون ۔ تصریف تین ہین اِسلیئے کہ می اور ہمی کو ایک ہی سمجھتا ہون ۔ پس است و
بود وشاید و باید وتوانست وتواند وتوان کی ترکیب سے میرے نزدیک فعل مفرد نہین رہتا جملہ ہجاتا
ہے پھر ان جمل فعلیہ کو بسیط صیغے ماننا ماضی قریب ماضی بعید ماضی تشکی ماضی مع القدرت وغیرہ
کے ساتھ ملقب کرنا بڑی مسامحت ہے اسکی کچھ تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ بیان مستقبل کے ضمن مین عرض
کرونگا اگرچہ اس مین ایک جمہور قواعد نگارون کا خلاف ہے مگر خرد خداداد کے نزدیک جو امر محقق ہو
پیش کردینا انصاف ہے ۔ خیر یہ جمل فعلیہ ہون یا فعل مفرد یہان ایک امر جو بڑے بڑے فاضل
انشا پردازون کا مزلۃ الاقدام بنا ہوا ہے واجب العرض ہے عرض کرتا ہون ذرا توجہ کے ساتھ
ملاحظہ فرمائین وہ یہ ہے کہ **تواند** اُسی جگہ بولا جاتا ہے کہ جہان اُسکا فاعل عبارت مین مذکور ہو
جیسے **قطعہ** بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ٭ عذر بدرگاہ خدا آورد ٭ ورنہ سزاوار خداوندیش ٭
کس نتواند کہ بجا آورد ٭ اس مین لفظ کس فاعل نتواند کا مذکور ہے برخلاف توان کے کہ اوسکی

صیغۂ ماضی کو بجاے مضارع لانے مین بہت[illegible]

است وبود وشاید و باید وتوان وتواند کی ترکیب سے مرکب کلام بجاے کلمہ نہین رہتا

توان وتواند کا ما بہ الامتیاز

فاعل کا عدم ذکر واجب ہے جیسے **شعر** توان در بلاغت بسحبان رسید * نہ در کنہ بیچون سبحان رسید *
بعض وقت اسکے مفعول کو جو حاصل بالمصدر صورت مین ماضی کی ہوا کرتا ہے حذف کرتے ہین فردوسیؒ
شعر یکے آنکہ از نامداران گوان * بہ پیسپردن بہ بہ توان * یعنی سے توان نہادے کہ توان کرد - اس کے فاعل کا عدم ذکر اسوجہ
سے واجب ہے کہ یہ لفظ توان دراصل صیغہ جمع غائب توانند کا مخفف ہے اور صیغہائے جمع غائب بجائے
مجہول مستعمل ہوا کرتے ہین جیسے اس شعر مین سعدیؒ **شعر** چو دارند گنج از سپاہی دریغ * دریغ آیدش
دست بردن بہ تیغ * یعنی سپاہی سے خزانہ دریغ رکھا جائے الخ ظہوری **شعر** خبر از راز پنہانیش دادند *
سواد خط پیشانیش دادند * **ولہ** گر اکسیر سرور و سور سازند * ز خاک پاک بیجاپور سازند * یعنی ممدوح
کو اسرار نہانی کی خبر دی گئی ہے الخ اگر سور و سرور کے لئے اکسیر بنائی جائے بیجاپور کی خاک سے
بنائی جائے - سعدیؒ **شعر** مشو تا توانی ز رحمت بری * کہ رحمت برندت چو رحمت بری * اسی طرح
آغاز حکایات مین اکثر مستعمل ہے جیسے بوستان مین ہے **شعر** حکایت کنند از جفا گسترے * کہ فرماندہی
داشت برکشورے * چنانچہ عربی مین حُکِیَ ان کے ساتھ حکایت شروع کرتے ہین مدخول ان
یعنی تمام حکایت تاویل مین مفرد کی ہوکر فعل مجہول حُکِیَ کا مفعول مالم یسمّٰی فاعلہ بنجاتا ہے - یہ امر
کچھ فارسی کی خصوصیات سے نہین ہے اردو مین بھی یہی بات ہے آغاز حکایات مین جیسے
"کہتے ہین کہ کسی شہر مین کوئی بادشاہ تھا" یہان بھی مدخول کہ یعنی تمام حکایت تاویل مین مفرد کے
ہوکر حکایت کنند اور کہتے ہین کا مفعول مالم یسمّٰی فاعلہ ہے - مترجم شمشیرخانی صاحب سرور سلطانی
خاتمۂ کتاب مین لکھتے ہین **نثر** "اور ذو القرنین جو لقب ہوا اسکی کئی وجہین لکھی ہین" اور ممکن ہے
کہ ان افعال سے جیسے حکایت کنند سے حکایت کنندگان اور دارند گنج از سپاہی دریغ سے دریغ
دارندگان مفہوم ہوتا ہے انکی جانب یہ جمع کی ضمیر (جو فاعل اس فعل کی ہے) راجع ہو - اور یہی
تاویل صیغۂ مفرد معلوم محذوف الفاعل مین کیجاتی ہے چنانچہ میر امّنؔ دہلوی نے باغ و بہار کی آغاز داستان
مین اسی تاویل کی مطابقت کی ہے جہان لکھا ہے "کہنے والے نے کہا ہے کہ آگے روم کے ملک
مین الخ" جیسے آفرید مولوی معنویؒ کے اس شعر مین **شعر** زندہ شد او چون پیمبر را بدید * گوئیا آدم
مرا او را آفرید * غرض اگر صیغۂ جمع غائب توانند بلا تخفیف سالم مذکور ہو تو اسکے فاعل کو ذکر کرنا اور حذف
دونون امر متساوی ہین در صورت حذف وہی دو تاویلین یا بمنزلہ مجہول قرار دین یا اُس فعل سے

توان کی تحقیق

صیغہائے جمع غائب کا بجائے مجہول استعمال

زبان اردو مین بھی یہی

جمع کا بجائے مجہول استعمال

صیغۂ جمع غائب محذوف الفاعل بمنزلہ مجہول و دوسری تاویل

صیغہ معلوم مفرد کا محذوف الفاعل استعمال ہونا بھی اسیطرح شامل ہے

جو صیغہ اسم فاعل کا مفہوم ہوتا ہے اُسکی جانب ضمیر جمع کو راجع کردین عفو اور اگر صیغہ مین تخفیف کرکے توان کہا جاتا ہے تو عدم ذکر فاعل کا بمنزلہ شرط کے ہوکر واجب ہوجاتا ہے تا تخفیف لفظ تخفیف معنے پر دال ہوجاے اب توان کے ساتھ فاعل کا ذکر کرنا خطا ہوگا واللہ تعالی شانہ اعلم بالصواب اسکی نظیر لفظ خواہی اور اُسکا مخفف خواہ عنادیہ ہے چنانچہ بیان حروف عناد مین عرض کرونگا انشاء اللہ تعالی۔ الحاصل فرق تواند و توان مین معلوم ہوگیا کہ ذکر فاعل تواند مین واجب اور عدم ذکر فاعل توان مین مشروط ہے پس محقق صاحب طبع رسا نکتہ سنجی دقیقہ رسی مین بے نظیر یکتا۔ استاد فن۔ امام سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ تحقیقات غوامض سخن مین جو فرمایا ہے "توان در محل تواند نیز آید نظیری گوید ؎ نگارے تند خو دارم قمر ہیکل فلک شیوہ ٭ بہر کس بد کند خاطر نباشد روے بہبودش مزاج نازکی دارد کہ بہر ہیچ مے رنجد ٭ چو مے رنجد کسے نتوان بصد جان کرد خوشنودش ٭ غلط نسخہ پر اعتماد کرلیا الحق غلط نویس کاتبون کے تصرفات بیجا ایسے ہی دھوکے مین ڈالدیتے ہین ورنہ یہ شعر اسطرح ہے شعر مزاج نازکے دارد کہ بہر ہیچ مے رنجد ٭ چو رنجید از کسے نتوان بصد جان کرد خوشنودش اور نسخہ مطبوعہ بھی یون ہی ہے پس توان کا تواند کی جگہ استعمال ثابت نہ ہوا واللہ تعالی اعلم اور مطلق ماضی پر الف زائد بھی لایا جاتا ہے اس مین خصوصیت صیغہ واحد غائب کی کچھ نہین جیسے گفتا گفت صیغہ غائب سے گسترد یا گستردی صیغہ حاضر سے آباد و ما آبادم صیغہ متکلم سے سعدی رح شعر بگفتا من گلے ناچیز بودم ٭ ولیکن مدتے با گل نشستم ٭ فردوسی رح شعر ؎ نگہ کن کزین بدگہ گستر دیا ٭ ایا شاہ ایران چہ برخور دیا ٭ ولہ ؎ ز بس نیکوئی بہرہ ور بودیا ٭ چنان کز دلم زنگ بزدودیا ٭ ولہ ؎ ز نامردی خویش ترسیدیا ٭ ز جان و روانم تو ببریدیا ٭ ولہ من از یاد شاہیت آبادما ٭ بزرگان فرخندہ بنیادما

المضارع

مضارع کا بیان

حال اور استقبال کے دونون زمانون مین شرکت رکھنے والے صیغہ کا مضارع نام ہے اور لغت مین ایک پستان سے دودھ پینے والے بچون کو آپسمین مضارع کہتے ہین تو مناسبت ظاہر ہے کہ حال اور استقبال کے دونون زمانے اسی ایک صیغہ کے ساتھ جسکا مضارع نام ہے وابستہ ہین تو صیغہ مضارع کو حالی و استقبالی ہر دو معنو نکے وضع مین مشترک ماننا بہ نسبت ایک کو حقیقت دوسری کو مجاز کہنے کے اولی و اصوب ہوگا بلکہ معنی امر کے لیئے بھی صیغہ مضارع کا مشترک ہے اسواسطے کہ امر چاہیے

غائب ہو یا حاضر یا متکلم اُس مین یہی ہوتا ہے کہ آمر کو اپنے حکم کرنے کے بعد مامور سے ایقاع فعل
مطلوب ہوتا ہے غائب جیسے نظامیؒ **شعر** چنین داد فرمان بہ سالار بار ✤ کہ با ما نذارد کس امروز کار ✤ **وله**
بفرمود تا زین برابرش نہند **وله** فسون نامۂ ژند را تر کنند ✤ وگر نہ بزندان دفتر کنند ✤
حاضر جیسے فردوسیؒ پیران کے قتل کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** گزرشان دہی تا بتوران شوند ✤
برایشان نہ سازی بکینہ گزند ✤ اے ایشان را راہ بدہ تا بتوران روند الخ پھر اگر کاف اور تاء مصدری
اُن پر آتا ہے تو ان صیغون کو مصدر بنا کر تاویل مین مفرد کے کر دیتا ہے۔ لیکن صیغہ واحد حاضر
مین علامت حاضر یائے تحتانی کا حذف کرنا تخفیفاً کثرت استعمال کے اقتضا سے ہے چنانچہ منادا
مین اکثر ترخیم کا قاعدہ جاری ہے کیا معنی کہ ندا اور مخاطبہ کی کثرت سے احتیاج پڑتی ہے جس شئے
کی احتیاج اس کثرت کو پہونچے اُس مین تخفیف آسانی اور سہولت کا موجب ہے۔ اور اسی صیغہ مرخم کا معنی
مضارع عرفی مستعمل ہونا ہمارے اُس دعوے کا موید اور ان معنون کے باہم مشترک ہونیکی قوی دلیل
ہو سکتی ہے۔ قہرمان قلمرو سخن خاقانیؒ کا شعر ہے **شعر** دانی چہ کن بنا خوش و خوش کم کن آرزو ✤ سیمرغ
وش زنا کس و کس گم کن آشیان ✤ اے دانی چہ کنی الخ فردوسیؒ **شعر** میان دو صف شیدہ اورا بدید ✤
یکے باد سرد از جگر بر کشید ✤ بدو گفت پور سیاوش توئی ✤ خردمند و بیدار و خامش توئی ✤ اگر جنگ جوئی
زبیش سپاہ ✤ برو دور بگزین یکے جایگاہ ✤ کز ایران و توران نہ بینند کس ✤ نخواہند یاران فریادرس ✤
چنین داد پاسخ بدو شہریار ✤ کہ اے شیر درندۂ کارزار ✤ زبیش پدر چون بیار استی ✤ ز لشکر نبرد مرا خواستی ✤
مرا خواستی کس نبودی روا ✤ کہ پیشت فرستادمے ناسزا ✤ کنون آرزو کن یکے رزمگاہ ✤ کہ باشد
بدور از میان سپاہ ✤ اے اکنون آرزو مے کنی الخ مگر اشتراک زمانی دو ہی مین ہیگا اسواسطے
کہ امر بھی زمانہ مستقبلہ کو متضمن ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ صیغۂ امر مخاطب مین ترخیم کا
اس درجہ رواج ہو گیا کہ ظاہر نظر اسی کو اصل اور کامل صیغہ تصور کرتی ہے اور جب معنی امر مین
صیغہ مضارع کا اسقدر اشتراک متحقق ہو گیا بلا تکلف مین کہہ سکتا ہون کہ الف والے دعائیہ صیغے
بھی امر و نہی کے صیغے ہین چنانچہ اُنکی نفی کے لیئے بھی میم لائی جاتی ہے اسواسطے کہ مزید و مرخم
یہ ہر دو خلاف اصل تھے تو ان دونون کی نفی پر بخلاف اور صیغون کے میم لاتے ہین ورنہ اصل
مین کلمۂ نفی نون ہے یعنی اصل صیغہ وہی ہے جس مین نہ زیادتی ہو نہ کمی پس یہ مزید و مرخم صیغے

نہی اور دعائیہ الف والے صیغون پر نفی کے لیے میم لائی جاتی ہے

خلاف اصل ہوئے تو انکی نفی کے لئے میم ایک ایسا حرف قرار پایا کہ وہ اصلی حرف نفی نہین ہی اسواسطے
کہ نفی کے لئے فارسی مین مصادر اور سائر افعال پر نون نافیہ لایا جاتا ہے گیا معنی کہ جب تلک یہ صیغہ اپنی
اصلیت پر بلا ترخیم و زیادت رہیگا اُس پر نفی کے لیئے نون ہی لایا جائیگا جیسے سعدیؒ کا شعر ہے **شعر**
معشوق ہزار دوست را دل ندہی ✤ اے دل مدہ۔ نظامیؒ فرماتے ہین **شعر** چنان بہ کہ با او مدارا کنید ✤
بیائید و عذر آشکارا کنید ✤ نباید کہ آن آتش آید بتاب ✤ کہ ننشیند آنگہ بدریاے آب ✤ اے مبادا کہ
آن آتش الخ **ولہ** سکندر شہ ہفت کشور نماند ✤ نماند کسے چون سکندر نماند ✤ اے نماند ہیچ کس الخ۔ اسی
طرح جب نفی و منفی کے بیچ مین فاصلہ واقع ہو جیسے فردوسیؒ کا شعر ہے **شعر** تو خون سر شہر یاران
مریز ✤ نہ از گاہ در غار بے بن گریز ✤ اے مگریز۔ جاننا چاہیئے کہ صیغہاے نہی مرخم و مزید پر جو در حقیقت
امر منفی ہین بخلاف اور منفی صیغون کے میم اس لیئے لاحق کرتے ہین کہ نہی بمعنی طلب ترک ایک مستقل صیغہ
یعنی ایک امر وجودی سمجھا گیا ہے اور بوجہ طلب اور ترک کے گویا مجمع عدم و وجود ہے تو ان دونون معنون
کے ادا کرنے کے لیئے میم ایسا مناسب حرف معین ہوا جو قوت مین نون اور بے کے ہے جو حروف نفی
و اثبات ہین۔ البتہ یہ شبہ واقع ہوگا کہ نون اور بے اسی ترتیب کے ساتھ زّنّی مین میم کے آتے ہین
اور در صورت عکس ترتیب انکو پیرایہ میم کا ہرگز حاصل ہو نہین سکتا اور ترکیب معنی نہی یعنی طلب ترک
مطابق ترتیب معکوس ہے۔ تو عرض کرتا ہون چونکہ فعل مین حدث کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی فعل متضمن
معنی حدثی ہے اور حدوث کو سبوق عدم لازم اور کل افعال ممکنات کے مسبوق بالعدم ہین پس در صورت
اجتماع وجود و عدم یعنی اثبات و نفی عدم کو وجود پہ پیشقدمی کرنے کے لیئے اسقدر حقیت بس ہے اور یہ
بھی ظاہر ہے کہ وجود اشرف ہے عدم اخس اور از روے مسئلہ مسلمہ کہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے
نفی کو اثبات پر مقدم و بالانشین ہونا لازم ہوا کہ وہ نتیجہ ترکیب کا ہے۔ معہذا یہ فعل باعتبار حقیقت
منفی ہے اور منفی مین نافیہ کا تقاضاے صدارت ایک لابدی امر ہے تو نون بے پر مقدم ہوا اور پھر
قوت مین میم کے ہو کر ترکیب مزجی سے عین میم بنگیا چنانچہ جب فعل پر نون نفی اور باے زائد جمع
پڑجاتے ہین تو اُنہین متذکرہ بالا وجوہ سے نون کو با پر مقدم کرتے ہین جلال اسیر **شعر** از طاقت من
رنجش بیجا نہ بپرسی ✤ شاید کہ بگویم بتو عمدا نہ بپرسی ✤ نظامیؒ **شعر** میان دو پرکار بنشست شاہ ✤
درین و وران کرد نیکو نگاہ ✤ نہ بشناخت از یکدگر بازشان ✤ نہ پے بردہ بر پردہ رازشان ✤

وجہ اول

وجہ دوم

وجہ سوم

تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے ✤

رشیدی عکس ترتیب کے قائل ہین

مولوی معنوی شعر ع وقت غارت خواب ناید خلق را ٭ تا نہ بربایدکسے زو دلق را ٭ صاحب فرہنگ
رشیدی تقدیم با بر نون کے قائل ہین اس دلیل سے اسکا ثبوت دیتے ہین "چراکہ با از حروف زیادت است
وحروف زائد درمیان کلمہ معقول نباشد" تسامح اس قول کا ظاہر ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے
اسکو رد کیا ہے تبس تحقیق یہی ہے کہ نون نے پر مقدم کیا جاسے اسلیئے کہ با اگرچہ حرف زائد ہے
لیکن وہ اپنے فعل مدخول کے مثبت ہونے پر دلیل ہے اور ورود نفی کا اسپر ایک عارضی امر ہے۔
چونکہ نفی اور اثبات مین تناقض ہے اور اجتماع نقیضین محال ہے اگرچہ یہان اجتماع متناقضین نہین ہے
کسواسطے کہ اثبات ونفی یہان جمع نہین پڑے بلکہ آلات وادوات اثبات ونفی کے اجتماع سے
صرف صورت اجتماع نقیضین کی سی ہوگئی ہے تو بھی اسکا استعمال بہت کم رہا یہانتک کہ خاص
خاص ہی لوگ ان استعمالات پر واقف ہین یعنی اداۃ اثبات ونفی یعنی با ونون ایک فعل پر بہت
کم جمع کیئے جاتے ہین مگر جب کبھی جمع ہوتے ہین وہ با جو آلۂ اثبات فعل ہے اس فعل معروض النفی
کا کالجزء بنا دیا جاتا ہے اب اتصال فعل کے ساتھ اسکو واجب ہوجاتا ہے۔ اور کالجزء بننے مین اس
بائے مثبتہ کو اداۃ نفی پر ترجیح کی وجہ یہی ہے کہ فعل معروض النفی قبل ان دونون نفی واثباتی حالت کے
اپنے درجۂ اطلاق مین زیادہ تر مناسبت اثبات سے رکھتا ہے کیونکہ مثبت فرد کامل ہے بلکہ مثبت
اسی مطلق کے پیرایہ مین استعمال پاتا ہے اور فرد کامل علامت وجداشناس سے بے نیاز ہوا کرتا ہے
یعنی علامت وجداشناس کا اسپر لانا ضروری اور واجب نہین ہوا کرتا ہان فرد ناقص کے لیئے
علامت ومیمز ضرور ہے چنانچہ اصول جبریہ کو ملاحظہ فرمایئے کہ اثبات ونفی یعنی جمع وتفریق کے
لیئے یہان علامتین مقرر ہین ایک سیدھے پڑے ہوئے خط کا ایک سیدھے کھڑے ہوئے خط سے
تقاطع جس سے چار قائمے پیدا ہوجائین جیسے یہ شکل + اثبات یعنی جمع کے لیئے اور صرف
ایک پڑا ہوا سیدھا خط جیسے ـ نفی یعنی تفریق کے لیئے موضوع ہے با این ہمہ اگر کوئی مسئلہ
حروف مثبتہ سے آغاز کیا جاتا ہے اسپر علامت اثبات نہین لائی جاتی حروف معدود صرف
انکے اطلاق پر چھوڑ دیئے جاتے ہین جیسے ب ـ ج بخلاف نفی کہ اگر کوئی مسئلہ حروف
منفیہ سے شروع کیا جاتا ہے علامت نفی کا اسپر لانا ضرور اور واجب ہوجاتا ہے جیسے ب
+ ج اور یہی حال واحد اور جمع کا ہے یعنی واحد کو فرد کامل اور جمع کو فرد ناقص سمجھنا چاہیئے اسیوجہ سے

وجہ ثانی تقدیم حرف النفی بر حرف اثبات

مطلق صیغہ واحد پر دال ہو جاتا ہے اور جمع کے لیئے علامت ند وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے دیکھیے
اصول جبریہ مین جب حروف معدود عدد سے خالی ہون واحد واحد شمار ہونگے جب واحد سے متجاوز
ہون پھر تعیین عدد اور اُنکا اظہار واجب ہو جاتا ہے جیسے مسئلہ ب + ب + ب = ۳ ب
ہوگا۔ نیز واحد کا فرد کامل ہونا اس سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اصلِ ہر کثرت ہے کیا معنے کہ
اُسکے کسور سے کثرت داخلی اور افزایش سے کثرت خارجی پیدا ہوتی ہے۔ غرض فرد کامل علامت
سے بے نیاز ہوا کرتا ہے تو فعل مثبت کو فعل مطلق کے ساتھ زیادہ تر مناسبت بلکہ کمال اتحاد ہوا
تو اداۃ مثبتہ کو فعل مطلق کا کالجزء بنجانے کا ہر طرح کا استحقاق ہے۔ اور اس سے یہ بات نہ سمجھ جائین
کہ اب میم نہی پر (چونکہ وہ درحقیقت نون نفی اور باے اثبات زائدہ ہے) پھر ایک باے زائدہ
لانا جائز نہین کس واسطے کہ وہ میم نہی ایک حرف جداگانہ اور نہی ایک صیغہ مستقل سمجھا گیا ہے نہ
امر منفی تو اب اس نظر اجمالی نے اُسپر باے زائدہ کا لانا جائز کردیا فرخی کا شعر ہے **شعر** آئین مہ و مہر
تو داری و توانی ؛ آئین مہ و مہر نگہدار و بگذار ؛ فوقی یزدی **شعر** بیا زاہدا ترک سالوس کن ؛
ریا را بزنجیر محبوس کن ؛ دگر نہ مکن آشنائی بمن ؛ بمفروش زہد ریائی بمن ؛ مگر استعمال اس میم کا
جب ہی تک جائز ہے کہ وہ افعال کے ساتھ متصل ہو جدا نہ ہو ورنہ وہی نون نافیہ باہاے مختفی
متممہ یعنی لفظ نہ لایا جائیگا۔ محقق دانا بہار فرزانہ نے درصورت فصل بھی میم ہی کو تجویز فرمایا ہے مگر
اس میم کو نون نفی کی طرح مرکب بہ ہاے مختفی جو مظہر حرکت و متمم کلمہ ہے مانا ہے اور ان اشعار کو سند
گردانا ہے حکیم سنائی رح **شعر** بر سرِ جور تو شد دینِ من و دستے من ؛ کہ مہ شب پوش وقبا بادت و مہ
زین و فرس ؛ ناصر خسرو **شعر** برراہ امام خود ہمی نازد ؛ اورا مشناس و مہ امامش را ؛ خاقانی **مصرع**
چو صرع آمیخت باعقلی مہ سربادو مہ دستارش ؛ میرے نزدیک وہی نہ ہے غالبًا یہ تحریف خوانی
ہے البتہ کسی اُستاد اہل زبان کے مادہ تاریخ مین یہ لفظ واقع ہو یہ امر طے ہو سکتا ہے وَاللہُ تعالیٰ
شَانُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ فعلون پر بجاے نون نافیہ الف کے ساتھ نا بھی آتا ہے نظامی رح **شعر**
درانجاے کاندیشہ نادید جاے ؛ درو واز محمد قبول از خداے ؛ خواجہ حافظ رح **شعر** ہرگز بشمائل تو
سروے ؛ نارستہ ز بوستانِ شاہی ؛ اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بمناسبت جواب بمطاوعت
جنسی مضارع غیر دعائیہ مین الف کو محض زائد بھی لے آتے ہین جیسے لفظ باد نظامی رح کے اس شعر مین

شعر متاع گرانمایہ کاسد مباد * وگر باد جز عیب حاسد مباد * اور یہ دعائیہ صیغے بھی اور صیغون کیطرح
غائب حاضر متکلم کے ساتھ گردانے جاتے ہین غائب جیسے عرفی کا شعر ہے شعر ز دورۂ تو بگویاد آسمان
تا حشر * کہ دور حشمت این رفت و دور آن آمد * نظامی رح شعر نشست تو برگاہ فرخندہ باد * سران جہان
پیش تو بندہ باد * اور حاضر جیسے نظامی رح شعر جزین نیز بینم تراشش خصال * کہ بادی برومند از ماہ و سال *
فردوسی علیہ الرحمہ شعر چو خواہی کہ تاج تو ماند بجائے * مبادی جز آہستہ و پاک رائے * اور متکلم جیسے حسان عجم
خلاق معانی خاقانی رح نعت مین فرماتے ہین شعر بینام لباس کاروبارت * معلم بطراز چار یارت *
رایات ترا خلل مبینام * آیات ترا بدل مبینام * کبھی یہ یاے خطاب بضرورت حذف کیجاتی ہے
نظامی رح خردنامہ مین فرماتے ہین شعر بہر جا کہ باشی تنومند باد * سپندے بر آتش فلک بامداد * اور
کبھی الف دعائیہ حذف کیا جاتا ہے صرف مضارع بغیر زیادتی الف بمعنی دعا مستعمل ہے عرفی کا شعر ہے
شعر پیکر خصم ترا خاک بر دو سر بہ نشیب * دشمن جاہ ترا دار کند سر بفراز * کبھی اس لفظ باد مین جو
مخفف بواد ہے الف دعائیہ کے حذف سے تخفیف در تخفیف کیجاتی ہے۔ فردوسی رح شعر بریدہ
زبانت بہ شمشیر بد * لبت سوختہ ز آتش سپیر بد * اے زبان تو بشمشیر بریدہ باد ولہ بدو گفت شاہا
انوشہ بدی * ترا بر زمین فرۂ ایزدی * ولہ بدو گفت گودرز انوشہ بدی * ز دیدار تو دور چشم بدی *
مگر فصحاے متاخرین نے بالالتباس قبیح استعمال نہین کیا۔ اور کبھی دال اخیر کو حذف کر دیتے ہین۔
فردوسی رح شعر کہ خرم بوا این بوم و مان تو * بگیتی پراگندہ فرمان تو * اے خرم بواد۔ مولوی معنوی رح شعر
حال اینست در فقر و عنا * ہیچ مہانے مبا مغرور ما * اے مباد۔ اور کبھی بحکم ضرورت وقت قیام قرینہ
صیغۂ دعائیہ کامل حذف کیا جاتا ہے جیسے چشم بد دور نظامی رح شعر نشستہ جہانجوے با بخردان *
ازان دائرہ دور چشم بدان * اے دور باد۔ ولہ سر سبز ش از شادی افراختہ * سر خصم در پایش انداختہ
اے افراختہ باد انداختہ باد۔ واضح ہو کہ باد بواد کا مخفف ہے چنانچہ کبھی بغیر حذف حرف اصلی مستعمل
ہو جاتا ہے فردوسی رح شعر دی واد رمزوت خجستہ بواد * در سپہر بدی بر تو بستہ بواد * اگرچہ حقیقت مین
لفظ باد بواد کا مخفف ہے اور بواد بود کا مزید علیہ مگر قطع نظر ان تحقیقات سے جسطرح لفظ گزشت
وغیرہ اداۃ استثنا وغیرہ بنا لیئے گئے ہین یہ لفظ باد بھی ادات دعا و کلمۂ دعا بنا لیا گیا ہے ورنہ ظاہر
ہے کہ باعتبار تحقیق لفظی اس لفظ باد مین دال اخیر علامت مضارع واحد غائب کی ہے پھر اس پر

دعائیہ صیغے غائب حاضر متکلم بھی ہوتے ہین

سکندر نامہ بحری مطبوعہ نولکشوری

کبھی الف دعائیہ حذف کیا جاتا ہے

کبھی دال اخیر حذف کیجاتی ہے

کبھی وقت قیام قرینہ حذف بھی کیا جاتا ہے

باد بواد کا مخفف ہے

یاے حاضر کے الحاق سے بادی کہنا کسطرح جائز ہوتا جیسے یارب کو قطع نظر ترکیب ندائی کے
ایک کلمہ قرار دیکر یارب ہا دیا رب جمع و تنکیر بنالی ہے جیسے منادا مین گزر چکا۔ غرض یہی صیغۂ مضارع
ہے کہ بمعنی حال بھی مستعمل ہوتا ہے اور یہی بمعنی مستقبل بھی مستعمل ہوتا ہے اور یہی بمعنی امر بھی مستعمل ہوتا ہے
البتہ قرائن و علاماتِ تعیین معنی واحد کے لیئے معین ہو جاتی ہین جیسے کلام عرب مین سین و سوف
علامت مستقبل ہین فارسی مین می وہی تخصیص معنی حال کی علامت سمجھنی چاہیئے اور کبھی اس بات کا
خیال بھی نہین کرتے ان علامتون کو محض زائد لے آتے ہین۔ کبھی سیاق و سباق پر کفایت کرتے
ہین۔ صائب اصفہانی کا شعر ہے **شعر** در آفتاب قیامت نمی شوی سیراب ٭ ز تشنگی نشود تا دل تو
آب اینجا ٭ یہان می محض زائد ہے ورنہ مخل معنی ہوگا کسواسطے کہ قیامت مستقبلہ ہے اور اس علامت
اور فعل مین فصل بھی جائز ہے سعدیؒ **شعر** خور و پوش و بخشاے و راحت رسان ٭ نگہ می چہ داری
ز بہر کسان ٭ علاء الدین کا شعر ہے **شعر** ے طعنہ زنی بمفلسیہا مارا ٭ ما مفلس از انیم کہ تو سیم برے
مولوی معنویؒ **شعر** مومنان آئینۂ ہمدیگر اند ٭ این خبر می از پیمبر آورند ٭ کسی اُستاد کا شعر ہے
شعر گوئی کہ چنان کودک می کس بجہان بیند ٭ ہم چابک و ہم زیرک ہم نیکو و ہم بخرد ٭ اکثر یہ
قاعدہ ہے جب اس فعل کی نفی کیجاتی ہے حرف نفی اس لفظ می پر جو علامت حال یا استمرار ہے
لاحق کرتے ہین مگر بعض وقت اسکے خلاف حرف نفی خود فعل پر لاحق کرتے ہین اس علامت کو
خالی اور سادہ چھوڑ دیتے ہین سعدیؒ **شعر** مہا زور مندی مکن بر کہان ٭ کہ بر یک نمط می نماند جہان
کبھی یہ علامت مضارع مین صیغۂ ماضی کی طرح معنی دوام و استمرار پیدا کرتی ہے جلال اسیر کا شعر
ہے **شعر** تو بہ قدر شکستگی دانست ٭ بعد ازین گاہ گاہ می شکند ٭ یہان استمرار استقبالیت مین ہے
بقرینہ لفظ بعد اور ترجمہ اسکا ٹوٹتا رہیگا۔ مگر عربی کے سین و سوف کی طرح لفظ خواہد کو علامت استقبال
کہنے مین محجکو بڑا تامل ہے اسواسطے کہ مثلاً اشتراک کی وجہ سے جب صیغۂ مضارع معنی حالی اور
استقبالی مین مبہم غیر متعین المعنی رہا تو جیسے تعیین حال کے لیئے می یا ہمی صیغۂ مضارع پر لاحق
ہوتی ہین لفظ خواہد بھی اُسی مضارع پر آنا چاہیئے نہ کہ صیغۂ ماضی پر کسواسطے کہ صیغۂ ماضی مین کوئی
ابہام زمانی نہین ہے جس کو یہ خواہد دفع کرے پس یہ جملہ فعلیہ ہے اسکی ترکیب خواستن کے
مضارع خواہد اور ایک حاصل بالمصدر سے وقوع مین آئی ہے اور یہ حاصل بالمصدر خواہد کا

توان اور تواند کی ترکیب کا بیان

مفعول بہ ہے اور یہی حال توان اور تواند کی ترکیب کا ہے چنانچہ اسکے جزء ثانی کی مصدریت
ان اشعار سے بالتصریح واضح ہے۔ سعدیؒ شعر ؎ وخواہند بودن بمحشر فریق ٭ ندانم کدامان
دہندم طریق ٭ حزین شعر گر عندلیب خامہ ات ترک نوا گوید حزین ٭ گلشن بمرغان چمن
بیت الحزن خواہد شدن ٭ توان اور تواند جیسے سعدیؒ کا شعر ہے شعر نہ ہرجای مرکب
توان تاختن ٭ کہ جاہا سپر باید انداختن ٭ حزین شعر تو بعجز از قصوری ادراک خودی ٭ موجود
نہان نمی تواند بودن ٭ واضح ہو کہ تواند اور خواہد اور انکے مفاعیل کا (جو حاصل بالمصدر صورت
ماضی مین ہے) فاعل علے سبیل التنازع ایک ہی ہے جیسے زید تواند کرد مین توانائی رکھنے والا
اور کرنے والا زید ہی ہے اسیطرح خالد خواہد گفت مین خواہندہ یعنی ارادہ کرنے والا اور کہنے والا
خالد ہی ہے اور اسی وجہ سے کہ انکا جزء ثانی حاصل بالمصدر ہے ضمائر متصلہ مرفوعہ جو خاصۂ فعل
ہین اسی خواہد مضارع پر لگائے جاتے ہین مصدر ماضی صورت پر نہین لگائے جاتے جیسے خواہد کرد
خواہند کرد۔ خواہی کرد۔ خواہم کرد۔ خواہیم کرد۔ اسیطرح باید وشاید واست وبود وباشد کو مع انکے اسم
وخبر کے ماضی قریب وبعید وشکی وغیرہ نام رکھے ہین کسواسطے کہ وہ ماحصل مفہوم اس مرکب کا
ہے۔ شاید اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اہل زبان نے مبتدی
کو جب اس لفظ مشترک کند کے مثلاً دونون معنی جدے جدے سمجھائے تو یون تشریح کی کہ "این
صیغہ دو معنی دارد یک معنی حالست ومعنی دیگر استقبال کہ آن را بعبارت خواہد کردن تعبیر توان نمود"
پس یہ مفاد نقل ہوتے ہوتے مسامحت سے عین صیغہ مستقبل بن گیا چنانچہ حضرت نظامیؒ نے
معنی استقبال کو اس نوع کی عبارت مین ادا فرمایا ہے شعر شب بشب قدر وقت وقت دعاست ٭
یافت خواہی ہرانچہ خواہی خواست ٭ اے بیابی ہرچہ طلبی۔ ہماری اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ
کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبالی کی تفہیم مین خواہد کو جو خود مضارع خواستن کا ہے لے آنا
مستلزم دور ہے پھر تفہیم امکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیت خود مبہم
ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعیین کے لیئے ایک دوسرے امر خارج کی محتاج تو اور کسی
استقبالیت کی تعیین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول مصرعہ او خویشتن گم ست
کرا رہبری کند ٭ مین عرض کرتا ہون کہ ہمکو بیان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک و

اسکا جواب

وابہام ہماری تفہیم مین حرج انداز نہوگا کسواسطے کہ خواہد خواستن سے (جو بمعنی ارادہ کرنے
کے ہے) مشتق ہے اور ارادہ خواہی استقبالی ہو خواہی حالی وہ فعل ارادی جو اُسکے بعد مذکور ہوگا
اُسکا وقوع بعد اُس ارادہ ہی کے ہوگا پھر اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ ماضی وحال ومستقبل زمانے
کے ٹکڑے اور حصے ہین اور کیا ضرور ہے کہ ارادہ کا فعل پر جو تقدم ہے وہ زمانی ہی ہو تو
عرض کرتا ہون کہ تقدم ارادہ کی تعمیم جو ذاتی اور زمانی کو شامل ہے اس تفہیم کے کچھ مضر نہین
کیا معنی کہ اہل عرف ذاتی اور زمانی کے دقیقون سے غافل ہین اسوقت یہ شعر سعدیؒ کا بلاتکلف
تاویل درست ہوجاتا ہے **شعر** خلاف پیمبر کسے رہ گزید * کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید * یعنی
پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف راہ اُس شخص نے اختیار کی جو کبھی منزل مقصود کو پہونچنا
نہین چاہتا معہذا ماضی وحال ومستقبل از قسم مفرد ہین کہ نوع کلمہ سے ہین اور یہ است وبود
وباشد وباید وشاید وتوانست وتواند وخواست وخواہد وغیرہ کی ترکیب سے جمل فعلیہ بنتے
ہین جو نوع کلام سے ہین اسواسطے کہ جو کلمات کہ علامت قرار دیے گئے ہین وہ خود فعل ہین
اگر وہ لازم ہین تو بعد انکے صورت ماضی مین جو حاصل بالمصدر مذکور ہوگا وہ انکا فاعل ہوگا جیسے
بایست کرد وباید کرد وشایست کرد وشاید کرد۔ اگر متعدی ہین تو انکا مفعول بہ ہوگا جیسے توانست کرد
وتواند کرد وخواست کرد وخواہد کرد۔ چونکہ یہ کرد مثلاً بلا تاویل حاصل بالمصدر ہے اس پر کاف
مصدریہ نہین لاتے مگر جب یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع بغیر تاویل مصدر نہین مستعمل ہوتا
تو اُسپر کاف مصدریہ لانا ضرور پڑتا ہے سعدیؒ کا شعر ہے **شعر** چو خواہد کہ ویران کند عالمے
نہد ملک در پنجۂ ظالمے * یعنی اگر خداوند جل وعلا عالم را ویران کردن خواہد ملک را در پنجۂ ظالم می نہد
یہان بھی کند تاویل مین مفرد یعنی مصدر کے ہوکر خواہد کا مفعول بہ ہے پس جیسے اس مضارع کند پر
خواہد کے آنے سے مستقل فعل مستقبل نہین کہا جاتا اسیطرح ترکیب غیر مضارع کو بھی سمجھنا چاہیے
واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ اسیطرح است وبود وباشد کسواسطے کہ یہ افعال ناقصہ ہین اور افعال ناقصہ
اسم وخبر کو چاہتے ہین تو انکے اندر ایک ضمیر مستتر ہے وہ انکا اسم اور وہ کلمہ جو انکے ماقبل مذکور ہے
وہ انکی خبر جیسے کردہ است وکردہ بود وکردہ باشد بخلاف می اور ہمی کہ یہ صرف ناتمام یا دوام یا حال
کی علامتین ہین اپنی استقلالی اور افرادی حالت مین اُن سے کوئی معنی مفہوم نہین ہوتے

اسکا جواب

یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع تاویل مین مصدر کے ہوکر اسکا مفعول بہ ہوجاتا ہے کوئی اسکو مستقل فعل یعنی نوع کلمہ سے نہین سمجھتا

می اور ہمی علامت کیسے بن سکتے ہین

تو انکی ترکیب سے فعل مفرد کا مفرد ہی رہیگا کلمہ سے نکلکر نوع کلام مین داخل نہوگا۔ کبھی اس
ترکیب مین فصل واقع ہوتا ہے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** دران ساعت کہ خواہند این و آن مرد ٭
نخواہند از جہان بیش از کفن برد ٭۔ کبھی یہ ترکیب معکوس ہو جاتی ہے نظامی رح **شعر** ندانم کہ پرورد
خواہد ترا ٭ کدامی دده خورد خواہد ترا ٭ **وله** درین باغ رنگین چو کبک و تدرو ٭ نہ گل در چمن ماند خواہد نہ سرو
اور یہی ترکیب مفید معنی مستقبل خواست کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے فردوسی رح فرماتے ہین **ع**
بدل سوزگی جان ہمی رفت خواست ٭ اسے خواست رفت پس جیسے خواست کو علامت مستقبل اور
خواست رفت کو ایک صیغہ نہین کہتے خواہد کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے واللہ تعالی اعلم صیغہ مضارع
مجازاً کبھی کسی نکتہ کے لیئے بجاے صیغہ ماضی مستعمل ہوتا ہے مثلاً متکلم کو جب حکایت حال
ماضی مطلوب ہو یا فاعل کے غلبہ و قدرت کا اظہار تو صیغہ مضارع مثبت مین حال ماضی بیان
کیا جاتا ہے یعنی اس امر کا اظہار ہے کہ فاعل مقتدر نے اسطرح کا کام پہلے تو کیا ہی ہے
اور آیندہ بھی کر سکتا ہے سعدی رح **شعر** گلستان کند آتشے بر خلیل ٭ گروہے بآتش برد
ز آب نیل ٭ چنانچہ یہ سب قصے ہو چکے ہین۔ اگر اس مضمون کا انکار منظور ہو صیغہ مضارع منفی
مین ادا کیا جاتا ہے یعنے یہ مطلب ہے کہ یہ امر نہ کبھی کسی سے زمانہ ماضی مین ہوا نہ اب
نہ آیندہ کبھی ہو سکے سعدی رح **شعر** کس نہ بیند کہ تشنگان حجاز ٭ برلب آب شور گرد آیند ٭
چنانچہ اس نکتہ کی تصریح سعدی رح کے اس شعر سے واضح ہے **شعر** در اقبال تائید بوبکر سعد ٭
کہ مادر نزاید چنو قبل و بعد ٭ یعنے چون او نزاد کی جگہ نزاید مستعمل ہے لفظ قبل و بعد کا اسی نکتہ کے
اظہار اور تاکید کے لیئے ہے۔ واضح ہو کہ مضارع پر یاے مجہول کبھی حسن کلام کے لیئے محض زائد آتا ہے
کبھی شرط کبھی استمرار کبھی تمنا کے لیئے جسطرح ماضی مین فردوسی رح کا شعر ہے (اول ۳۳ / ۳۵) **شعر** کہ گوئی
ہمی آنچنان بایدے ٭ اگر نیستی مہر نفزایدے ٭ **وله** اگر بُدے پند آموزگار ٭ برآوردے
من زجانت دمار ٭ (اول ۱۲ / ۲۴۹) **وله** جہاندار گر داد گر باشدے ٭ زفرمان او کے گزر باشدے **وله** اگر
جو یدے ہمنبردش منم ٭ تن و نام او زیر پاے افگنم ٭ مولوی معنوی رح **شعر** گر نبیندی و افغان
امر کن ٭ در جہان رد گشتہ بودی این سخن ٭ وافی مین کسی اہل زبان کا شعر ہے **شعر** روزی
بود کہ عشق تو لب بر آیدے ٭ یا آن دولت بہر من بگرایدے ٭ اور جیسے ماضی مین الف زائد لایا

فصل بھی واقع ہوتا ہے خواہد والی ترکیب مین
اور یہ ترکیب معکوس بھی ہو جاتی ہے
کبھی ترکیب خواست بھی افادہ معنی مستقبل کا ہوتا ہے
صیغہ مضارع کا بجاے ماضی استعمال کسی نکتہ کی غرض سے ہوتا ہے
مضارع منفی ماضی اور استمرار اور آیندہ کے لیئے بھی آتا ہے
ے مجہول سے بجاے اسکے کہ صیغہ ماضی سے ساتھ لاکر مفید معنی ہو جاتا ہے
ماضی کیطرح مضارع مین بھی الف زائد لایا جاتا ہے

جاتا ہے جیسے گفتا مضارع مین بھی لاتے ہین فردوسی رح کا شعر ہے شعر گرایزد من بر
تو بخشایدا ٭ تن رزم جویم نفرسایدا ٭ وله پریزادۂ یا سیاو خشیا ٭ کہ دل را بمہرت ہمی بخشیا ٭
وله من اکنون زہر سو فراوان سوار ٭ فرستم ہمہ درخور کارزار ٭ زبیژن مگر آگہی یابما ٭ بدین
کار ہشیار بشتابما ٭ اور اسیطرح صیغہ امر پر بھی الف زائد لے آتے ہین فردوسی رح کا شعر ہے شعر
خردمند شاہی ومن کہترا ٭ توخود چشم ودل بازکن بنگرا ٭ اور مضارع کے اخیر مین ضمائر مرفوعہ
متصلہ کے لاحق کرنے سے چھ صیغے پیدا ہوتے ہین جیسے جدول مذیلہ سے واضح ہے

صیغہ امر حاضر مین بھی الف زائد لایا جاتا ہے

جدول تصریف مضارع

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گوید	گویند	گوئی	گوئید	گویم	گوئیم

جدول تصریف حال

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
می گوید	می گویند	می گوئی	می گوئید	می گویم	می گوئیم

یہ بھی سن لیجیے کہ فارسی مین مصدر سے امر کے اشتقاق کرنیکا طریقہ نہایت پریشان قانون کلی
کے احاطہ مین قدم رکھنے سے آبی قواعد کلیہ کے حلقہ مین داخل ہونے سے سرتابی کرتا ہے اور
مین اول سے کاہل سست طبیعت ضعیف القلب خلق ہوا ہون اُسپر ان پریشانیون اور آلام کا تصادم
بس اس سے میرا دل ودماغ کسی قابل نہ رہا اول تو والدین کے انتقال پر ملال سے ہم سب بالکل
بے سہارا ہو گئے تھے مگر پھر بھی برادر معظم مغفور نے وہ وہ عنایات وہ وہ ناز برداریان کین کہ سب
غم بھلا دیئے گویا ہمارے لیئے رہنمائی قسمت نے صحراے بے آب وعلف سے ایک دوحۂ پر ثمر اور
شجر باور تک پہونچا دیا تھا جس سے ایک زمانہ اسکے ہوادار روح افزا سایہ مین اُسکے تر میوے
اور تازہ رطب کھاتے آسودگی کے ساتھ گزار رہے تھے کہ اچانک چکے حوادث کی تندباد اور مرگ
مفاجات کے جھکڑ نے اُسکو جڑ سے اکھاڑ پھینکا انا للہ وانا الیہ راجعون جوش غم مین یہ
چند مصرعے زبان قلم سے نکل گئے۔

چو آن سایہ از فرق من شد جدا	ندانم بسر زندہ ام یا بپا

سنہ ۱۹۰۶ء بروز جمعہ ماہ رمضان المبارک میں شیخ سکندر علی صاحب کا انتقال ہوگیا ۱۱ بجے

نه کس غمگسار و نه یاری رسے — بدین بیکسیم مبادا کسے

کرا غم که آید غمِ من خورد — بدردِ دلم دل بدرد آورد

بدلسوزگیم نشیند دمے — زرُخ گرد و از چشم چیند نمے

فرو رفته پایم زمحنت بگِل — نه بینم کسے را بمن رو بدِل

بمحنت بریدند ناخن مگر — بدل خوردنم کس نسوزد جگر

بزخمِ جگر کس نه مرہم نهد — بروشی از دود دل نه کس دل دہد

اب آفتاب قیامت کی خارا گداز تپش سے ہے اور ہم سایہ پروردون کا دماغ ضعیف علاوہ برین دوستون کی ناچاقیان ورثا کی ناحق کی نااتفاقیان اُسپرطرہ یہ کہ مجھ جیسا ضعیف القلب پست ہمت خاندان کا سرپرست بنایا جانا اور مجکو بدحواس بنادیا میرے مصائب اور پراگندہ خاطری کو دوبالا کردیا حضرت من باللہ العظیم اگر آپ کی آزردگی کا خوف اور ہاتھ پکڑے کی لاج یعنے قلم اُٹھانے کی شرم نہوتی مین بھول کر ایک حرف کے لکھنے کا نام نہ لیتا اور جو کچھ لکھ رہا ہون معلوم نہین کیا لکھ رہا ہون اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل وکرم سے اسکو عام قبولیت عطا فرماے اور آپکے بھی پسند آجائے آمین آمین اللہم آمین بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔ شعر

چہ میگفتم و درچہ پرداختم ⁂ کجا بود اشہب کجا تاختم ⁂

واضح ہو کہ مضارع جیسے وہ معنی حال اور استقبال مین مشترک ہے معنی امر کے لئے بھی مشترک ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر مین یہ نہین کہہ سکتا کہ مضارع صیغہ امر کے لئے اصل ہے۔ جس طرح نغز گو نکتہ سنج اسد اللہ خان غالب پنج آہنگ مین نکتہ سرا ہین "مضارع در گران مایگی پاے کم از مصدر نیارد ہمچون مصدر وجوب ذاتی دارد وخود منشاء پیدائی فراوان افعال ست وآخر ہر مضارع جز دال نیست چون کند وگوید"۔ اور پھر فرماتے ہین "امر از مضارع میزاید قاعدۂ آن برافگندن دال ست وبس چون کن از کند وگوی از گوید" اور یہ بھی کہہ نہین سکتا کہ اسکا عکس ہے یعنی امر حاضر کو اصل قرار دیا جاے اور اسی امر کے اخیر مین دال ساکن ماقبل مفتوح کے الحاق سے مضارع بنایا جاے اسواسطے کہ یہان دونون تقدیر پر آنکھ بند کئے بلا رعایت غیبت وحضور وتکلم غائب سے حاضر اور حاضر سے غائب بنا لیا گیا چاہیئے تھا کہ اگر ایسا بنایا بھی جاتا غائب غائب سے حاضر حاضر سے متکلم متکلم سے بنایا جاتا

یاری رس در مشکلات براسے یاری رسندہ ۱۲ بہار
۲ رو سے دل روی دل بکسے نہادن بروے ملتفت ومتوجہ نہادن ۱۲ مصطلحات
۳ ناخن بریدن بحیرت بریدن ہمہ عمر یا آن بحیر متلبس بودن چہ مقرر است
۴ نسوزد جگر ...
۵ بروی ...

جناب میرزا غالب مضارع کو اصل امر کے اشتقاق وغیرہ کے لئے قرار دیتے ہین

مضارع کو امر کے لئے اصل نہ ماننے کی وجہ

ہان ایک اور بات یہان کہہ سکتے ہین مگر وہ ایک دقیق نظر پر مبنی ہے مجملاً عرض کرتا ہون ملاحظہ
فرمائین وہ یہ ہے کہ دال ساکن ماقبل مفتوح کو مطلقاً علامت مضارع نہ کہین اور ہے بھی یون ہی
کیا معنی کہ اگر یہ علامت تھی تو لحوق ضمائر کے وقت کس لیئے ثابت نرہی پھر تو یہ علامت علامت
نہوئی یعنے لازم نہ ہوئی عرض مفارق ہوگئی بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دال ساکن ماقبل مفتوح یای
حاضر ومیم متکلم کی طرح واحد غائب کی ضمیر بارزہی یعنے مطلق مضارع جو لابشرط شے کے درجہ مین
ہے وہ یہی امر حاضر مستعملہ کی صورت ہے اور بوجہ اپنی حیثیت اطلاق کے خارج مین وجود نہین رکھتا
کسی نہ کسی فرد مین غائب ہو یا حاضر یا متکلم اُسکا تحقق ہوتا ہے لیکن صیغۂ امر حاضر مستعمل مشہور اور
مطلق مضارع مین اتنا فرق ہے کہ امر حاضر مین ضمیر خطابی یای معروف محذوف منوی ہے یعنے
وہ یار خطابی اگرچہ ملفوظ نہین مگر نیت اور لحاظ مین اُسکا اعتبار ضرور ہے کسواسطے کہ وہ مرخم ہی بخلاف
مطلق مضارع کے کہ وہان ان مین سے کسی شے کا اعتبار نہین چنانچہ بعض وقت مضارع حاضر مطلق
مضارع کی زی مین آتا ہے جیسے شعر" دانی چہ کن بنا خوش و خوش کم کن آرزو" الخ جیسے پہلے مذکور
ہوا پس اب باعتبار اس تحقیق کے یہ کہہ سکتے ہین کہ توان مطلق مضارع ہے اگرچہ وہ ابداً محذوف
الفاعل مستعمل ہوتا ہے اسیوجہ سے اُسکا حصول توانند سے (جو صیغہ جمع غائب ہے) قرار دیا گیا
اُس تحصیل و تخریج سے اسکی اطلاقی حیثیت کو کوئی نقصان نہین پہونچتا کسواسطے کہ افراد
وجمع اسی طرح غیبت وحضور و تکلم اسی مطلق پر انکی خاص خاص علامات کے داخل کرنیسے
حاصل ہوتی ہین اگر اب اُن علامات کو اُس پر سے اُٹھا دیوین پھر وہی اطلاقی حالت باقی
رہجائیگی اسیوجہ سے کہ وہ مطلق ہے اور کل افراد کے ساتھ اُسکا تعلق مساوی ہے کبھی تو
وہ غائب کے موضع مین مستعمل ہوتا ہے جیسے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** توان در بلاغت بسحبان رسید ٭
نہ در کنہ بیچون سبحان رسید ٭ کبھی حاضر کے جیسے **ولہ** میر تا برہی ای حسود کاین رنجیست ٭ کہ از مشقت
او جز بمرگ نتوان رست ٭ کبھی متکلم کے جیسے **ولہ** چہ کنم باکہ توان گفت کہ او ٭ درکنار من و من مہجورم ٭
اسیطرح انکی جمع۔ حافظ رح کا شعر ہے **شعر** این حال عجب باکہ توان گفت کہ ما ٭ بلبلانیم کہ در موسم گل
خاموشیم ٭ غرض صیغۂ جمع غائب سے اسکی تخریج کی خصوصیت (باوجودیکہ ہر چھ صیغونکے ساتھ اسکا
تعلق برابر ہے) اسوجہ سے ہے کہ صیغۂ جمع غائب اور یہ توان بمنزلہ صیغہ مجہول یعنی محذوف الفاعل

امر اور مضارع کے لیئے اصل کونسی چیز ہے
دال ساکن ماقبل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہین ہے

صیغہ امر حاضر مستعملہ اور مطلق مضارع مین کیا فرق ہے

باعتبار اس تحقیق کے توان کو مطلق مضارع کہہ سکتے ہین

توان کو توانند سے جو صیغہ جمع غائب ہے تخریج کرنیسے اسکی اطلاقی حیثیت مین نقصان نہین واقع ہوتا

چونکہ توان مطلق ہے کل افراد غائب و حاضر و متکلم کے موضع مین مستعمل ہوتا ہے

توان کو صیغہ جمع غائب سے کیون بنایا

مستعل ہوتے ہین اگرچہ تاہم ان ہر دو کے استعمال مین جواز و وجوب کا فرق ہے یعنی صیغہ جمع سالم سے فاعل کا حذف و ذکر دونون امر جائز ہین حذف جیسے نظامی رح **شعر** سر بر سر ایہ دۂ و تاج و تخت ❊ نچند انکہ آنرا تو انند سخت ❊ فاعل کا ذکر کرنا تو ظاہر ہے۔ اور اس صیغہ مخفف توان مین حذف یعنی عدم ذکر فاعل واجب ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر ترجیح کے لیئے اسقدر مناسبت کافی ہے اور اسکو اطلاقی حالت مین رکھنے مین (باوجودیکہ موقع حضور یا تکلم کا ہے) یہ نکتہ ہے کہ کسی شے کا ثبوت یا اُسکی نفی عام طور سے ہر ایک شخص کے لیئے جب متحقق ہوگئی تو مخاطب یا متکلم کے لیئے بھی بالضرورۃ وہ اثبات یا نفی متحقق ہوجائیگی تو اب جز بمرگ نتوان رست اور نتوانی رست اور باکہ توان گفت کہ او النخ اور باکہ توانم گفت کہ او النخ کا ایک مفاد ہوگا اسواسطے کہ جب کوئی بھی چھوٹ نہین سکتا اور کوئی بھی نہین کہہ سکتا تو اس مخاطب کا چھوٹنا اور اس متکلم کا کہنا بھی ناممکن ہوگا اسواسطے کہ یہ دونون اسی کوئی کے افراد مین سے ہین اور یہ بھی معلوم کرلیجے کہ توان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے کبھی مذکور محذوف جیسے ان مثالون مین ابوطالب کلیم **شعر** کز اقبالِ ثانیِ صاحب قران ❊ شکارے چنین صید وحشی توان ❊ ای توان کرد۔ ظہوری **شعر** مرگ یا وصال سخن ختم میکنم ❊ زین بیش با فراق مدارا نمی توان ❊ ای نمی توان کرد اگر مذکور ہو یا تو یہ مقدم ہوگا یا موخر پھر یہ دو حال سے خالی نہین یا حاصل بالمصدر یعنے مفرد بلا تاویل ہوگا یا جملہ بتاویل مفرد ہوگا اور پھر یہ حاصل بالمصدر یا بصورت ماضی ہوگا جیسے توان کرد و توان گفت یا بصورت مصدر اصلی جیسے حافظ رح کا شعر ہے **شعر** تا بود کہ دست در کمر او توان زدن ❊ در خون دل نشستہ چو یاقوت احمریم ❊ اور جملہ جیسے سعدی رح فرماتے ہین **مصرعہ** توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے ❊ اے نیازاردن دل کسے۔ آن اسم اشارہ۔ جملہ نیازارم اندرون کسے بوجہ کاف مصدریہ تاویل مین مصدر یعنی مفرد کے ہوکر مشار الیہ۔ اشارہ مع مشار الیہ مفعول بہ۔ اور بعض وقت یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے اور کبھی اس کاف مصدری کا حذف اور توان کی ضمیر فاعلی کا حذف یعنی یہ دونون حذف جمع پڑجاتے ہین جیسے توان برخیزم بجاے توانم کہ برخیزم شیخ العارفین کے اس شعر مین **شعر** زاہد از پاے خم بادہ چسان برخیزم ❊ من نیفتادہ ام آنسان کہ توان برخیزم ❊ کمال اسمعیل **مصرعہ** آن قدر بار بدل نہ کہ توان برخیزم ❊ اسکا ماحصل توانم برخاست پر جا ٹھہرتا ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب ❊

جیسے زید و عمر این کار توانند کرد ۱۲

توان کو مطلق رکھکر اس سے غیبت و حضور و تکلم کسو جہ سے لیا جاتا ہے۔

توان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے۔

توان کا مفعول کبھی مذکور ہوتا ہے

توان کا مفعول کبھی مفرد ہوتا ہے

کبھی جملہ مصدر بکاف ہوتا ہے

کبھی اس جملہ سے کاف مصدری حذف کیا جاتا ہے

خبر مضارع ہو یا امر حاضر جسکو جی چاہے اصل قرار دیجے غرض مصدر سے اُس اصل کا اشتقاق
گیارہ باب پر کیا جاتا ہے اسواسطے کہ علامت مصدر کے ماقبل گیارہ حرفون مین سے کسی نہ کسی
ایک حرف کا ہونا ضروری ہے اور وہ گیارہ حرف یہ ہین۔ ا۔ خ ر ز س ش ف م
ن و ی جن کے مجموعہ کو ان جملون پر ترکیب دے سکتے ہیں میزان خوش فریں و می از سخن فردم
واز سخنم شرف وسے وشر فم از سخن وسے وفراز سخن شویم وسخن شافی ورزم وشرف آموزی سخن
وازسفر خوش نیم وازین سفر خوشم وزسفر خوش مانی وناز فرخ سیم وش وخوشازین فرسم وخوف شر
نسازیم وازسر خفیم شنو وسیف راخوش مزن وسیف مرا خوش زن وخون ریز سام فش وزمی فنا
سر خوشم اور اسیطرح ذرا غور سے بہت سے جملے اور بھی حاصل ہو سکتے ہین۔ یاد رہے کہ مصدر سے
اشتقاق مطلق مضارع کا ہوتا ہے اور اوپر یہ بات ثابت کردی گئی ہے کہ وہ امر حاضر عرفی کی
صورت پاتا ہے تو یہان اس اشتقاق کی بحث مین وہ مطلق امر کے ساتھ تعبیر کیا جاے گا۔

باب الالف

باب الالف
قاعدہ اثبات الف بعد حذف علامت مصدر

اس باب مین تین قاعدے جاری ہین اثبات۔ تبدیل۔ اسقاط **اثبات** یعنی بعد حذف
علامتِ مصدر جو بناے امر کے لیئے ایک ضروری امر ہے اُس صیغہ کو جس ہیأت مین ہو اُسی
ہیأت وصورت پر ثابت رکھنے اور اُس مین کسی نوع کا تصرف نکرنے کو ہم اثبات کہتے ہین۔
جیسے کشادن سے کشا وکشاے۔ زادن سے زاو زاے۔ جاننا چاہیئے کہ جو کلمات کہ الف اور واو
مدہ پر ختم ہوتے ہین بوقت ترکیب اُن پر تحمل حرکت کے لیئے یاے زائد ضرور لائی جاتی ہے اور
اور بعد انحلال اور قبل ترکیب وجود اس یا کا کچھ ضروری نہین سمجھا جاتا پس یہان بھی یا کے ساتھ
اور بغیر یا دونون طرح استعمال جائز ہے اول جیسے **شعر** بکشای تیر مژگان وبریز خون حافظ کہ چنان
کشندہ را نکشد کس انتقامی ثانی یعنی بغیر یا طالب آملی **شعر** بکشا کمین فتنہ بانگیز غمزہ۔ در تاز
رخش ناز سے وشبدیز غمزہ۔ اور جب انکے اخیر مین ضمائر وغیرہ ملحق ہوتے ہین تو صرف تحمل حرکت
کے لیئے اس یا کا داخل کرنا واجب ہوجاتا ہے جیسے کشاید کشائی کشایم وکشائندہ مگر چونکہ اس یا
کا وجود اس اشتقاق مین ضروری نہین ہے اصل قاعدہ کے زیادات مین اسکو شمار نہین کیا۔ دوسرا
تبدیل یعنے بعد حذف علامت مصدر اُس الف کو ہاے ہوز سے بدل دینا جیسے دادن سے دہ

جس امر کا اخیر الف ہو اسکے بعد یاے زائد بھی لانا جائز ہے۔

بکشا کمین الخ کمین کشادن اے او کمین تاختن ۱۲ منہ
انگیز نوعے از ناز وغزہ کہ شہوت را برانگیزد ۱۲ منہ

قاعدہ تبدیل

الف کا ہاء ہوز سے بدلنا غیر منکر بلکہ دستور مستمر ہے اور فتح دال کو کسرہ سے بدل دینا اسی قانون کی پابندی ہے جو فارسی مین اکثر ماقبل ہاء ظاہر کا مکسور رکھا جاتا ہے مع ہذا رفع التباس دَہ عددی سے ہوجاے ۔ بعض وقت اس ہاء مبدلہ کے ماقبل کا فتح اصلی بحال رکھا جاتا ہے جیسے زَہ بالفتح جو حاصل بالمصدر زہیدن کا ہے چنانچہ اسکی تحقیق بیان اضافت مین گزر چکی ۔ متقدمین کے کلام مین خاص اس دادن کے اشتقاق مین بجاے ہاے ہوز کے یاے تحتانی بھی لائی گئی ہے ۔ رودکی کا شعر ہے **شعر** آنچہ از رنج یافتیش بدل ٭ تو بآسانی از گزاف مدیش ٭ اے مدہ اور اور یہان ان مصادر کے معانی سے بحث نہین کیجائیگی انشاء اللہ تعالی اگر زمانہ مساعدت کرے اسکے دوسرے حصہ مین جو ان معانی اور صلات کے لیئے مختص ہوگا عجیب وغریب نکات معانی اس مین بیان ہونگے ۔ تیسرا **اسقاط** یعنی بعد حذف علامت مصدر بقیہ صیغہ مین سے اور بھی کم کر دینے کو اسقاط کہتے ہین جیسے استادن سے است اگر مصدر مشبع ہے امر بھی مشبع ہوگا جیسے ایستادن سے ایست ۔ سعدی رح **شعر** ہمرہ اگر شتاب کند در سفر بالیست ٭ دل در کسے مبند کہ دل بستۂ تو نیست ٭ کبھی اس مصدر مین قاعدہ اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے یعنی کشادن وزادن کے الف کیطرح اسکا الف بھی بحال رکھا جاتا ہے رضی الدین نیشاپوری کا شعر ہے **شعر** اسپ چہ طاقت تو دارد زین برگہ نہ ٭ تخت چہ در خورِ تو باشد بر چرخ استاے ٭ اور اس کے پہلے کا الف جو صدر کلمہ ہے گرا دینا بھی جائز ہے مشبع مین جیسے مولوی معنوی رح کا شعر ہے **شعر** ما درین درگہ ملولان نیستیم ٭ تا ز بعد راہ ہر جا بیستیم ٭ اور غیر مشبع مین جیسے امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے **شعر** نہ بدزان ترکتاز ہیچو بادش ٭ بجز از حد ترکستان ستادش ٭ اسے اقامتش **ولہ** ساقی برخیز و یار بنشین ٭ کاین شستہ وآن ستادہ باید ٭ اور ایک مصدر اسی صورت کا بمعنی مرادف گرفتن بھی آتا ہے مگر مابہ الامتیاز معنوی ان دونون مین یہی ہے کہ جو بمعنی توقف و اقامت ہے وہ ایستادن واستادن کا مخفف ہے اور جو بمعنی گرفتن ہے وہ کسیکا مخفف نہین اور تفرقہ لفظی یہی ہے کہ اول مین بعد حذف الف اُس کا کسرہ نقل کرکے سین کو دیا جاتا ہے اور ثانی مضموم بضمۂ اصلی رہا کرتا ہے نظامی رح کا شعر ہے **شعر** کہ بخشندہ خبر دارد ز دادن ٭ نہ آنکس کو بزیر فت از ستادن ٭ شاہ داعی شیرازی **شعر** ما سر بغیر حضرت تو در نیاوریم ٭

دادن کے امر دہ میں کسرہ کی وجہ

دہ کو بجاے ہاء کے یاے تحتانی بھی کہتے ہیں

قاعدہ اسقاط الف

استادن کا امر است بھی آیا ہے

استادن اور ایستادن پہلے الف حذف کیا جاتا ہے

ستادن بمعنی توقف و اقامت اور بمعنی گرفتن میں مابہ الامتیاز

سلطان زبندہ تو نیار دستاد باج ؎ مگر اسکا استعمال بہت کم ہے اور اسکی مخفف ستدن ہی کا استعمال بحث مصدر مین اور اسکے مزید علیہ ستاندن ہی کا بحث مضارع مین اکثر ہے اور ستدن مین تاء قرشت مضموم نہین بلکہ بعد حذف الف اسکا فتح بحالہ باقی ہے طاہر وحید کا شعر ہے

شعر درین بارگہ بے گواہ وسند ؎ بود گرم بازار داد وستد ؎ آب صاحب درفش کاویانی جناب غالب دہلوی کے اس اعتراض کو بجز اسکے اور کیا کہا جاوے کہ جناب نے تحقیق نہین فرمائی ہے صاحب برہان پر صرف اپنا غصہ اتارا ہے جہان فرمایا ہے "ستادن کجا و معنی گرفتن کجا سخن اینست کہ ایستادن واستادن ستادن بمعنی قیام آمدہ است الخ" - دوسری جگہ فرماتے ہین "ستاد را مخفف ستاند نخواہد گفت مگر کور سواد و ستادن استدن را بیکے نخواہد دانست مگر کور مادر زاد" اگر ستد کو مخفف ستادکا نہ کہین بلکہ اصلی اور مستقل اور کامل بلا تخفیف و حذف مصدر مانین جس طرح وہی فرماتے ہین "اما ستدن مصدر لیست دیگر بسین مضموم و تاء مضموم در معنی باگرفتن مرادف و مضارع ستاند و امر آن ستان" الخ علاوہ برین کہ خلاف تحقیق ہے اور یہ بات بھی لازم آئیگی کہ ضابطۂ اشتقاق گیارہ باب پر نہ ٹھہیگا بلکہ ایک اور باب بارہوان تاے قرشت کا زیادہ کرنا ہوگا یہ خلاف رائے جمہور و استقراء ہے وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور استادن کا مصدر مضارعی استانیدن بھی مستعمل ہے مولوی معنوی رح

شعر مرکب استانید و پس آواز داد ؎ آن سلام وآن امانت باز داد ؎

اسیطرح فرستادن سے فرست بعض وقت اسکا دوسرا حرف تا بھی حذف کیا جاتا ہے مگر استعمال اس محذوف الحرفین کا مشبع مین اکثر ہے جیسے فریس فریسندہ بحث مصدر اس مشبع کی مستعمل نہین اور بحث مضارع مشبع اگرچہ مستعمل ہے مگر غیر مشبع ہی فصیح مانی گئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

باب الخاء

اس باب مین صرف تبدیل کا ایک قاعدہ جاری ہے لیکن وہ تبدیل کبھی زای معجمہ سے جیسے آموختن سے آموز۔ اس لفظ پر ایک بات یاد آگئی کہ اکثر فارسی قواعد نگارون کا یہ قول ہے کہ آموختن لازم اور متعدی ہر دو آتا ہے چنانچہ مصنف قواعد فارسی روشن علی انصاری نے لازم اسکو بتلایا ہے جس کا ترجمہ ہندی مین سیکھنا ہے اور متعدی جسکا ترجمہ سکھانا اسیطرح مرزا غالب دہلوی پنج آہنگ مین فرماتے ہین "آموختن ہم لازمی ہم متعدی است الخ" یہ ناصواب ہے کیا معنی کہ

ستادن بضم تا و ستدن کا مخفف ستدن اسکے مزید علیہ ستاندن کا بیان

ستادن بمعنی ستدن پر مرزا غالب نے اعتراض کیا ہے

استادن کا مصدر مضارعی استانیدن آتا ہے

فرستادن کی بحث مضارع حذف تا و زیادتی یا کے ساتھ فریس بھی مستعمل ہے مگر فصیح نہین ہے۔

باب الخاء

آموختن کو جو بعض سیکھنا سے لازم قرار دینا ناصواب ہے

جیسے خوردن یعنے کہانا کسی نہ کسی خوردنی چیز کا ہوتا ہے سیکہنا بہی کسی نہ کسی علم وہنر کا ہوتا ہے
خلاصہ کلام یہ ہے کہ باعتبار معنی اول متعدی بیک مفعول اور باعتبار معنی ثانی متعدی بدو مفعول ہوگا
ہان معنی اول کو بہ نسبت معنی ثانی کے لازم کہہ سکتے ہین مگر یہ لازم اضافی ہوگا نہ حقیقی اور ان مواضع
مین جہان کہین لازم مطلقاً بیان کیا جاتا ہے تو اُس سے فرد کامل یعنی لازم حقیقی مراد ہوتا ہے ورنہ
کردن لبسیط کو (جیسے فردوسی رح کا شعر ہے شعر سپہر و زمین و زمان کردہ است ٭ کم و بیش گیتی برآوردہ است
اے سپہر و زمین و زمان ساختہ است) بہ نسبت کردن مؤلف کے جیسے حضرت خسرو رح کے اس شعر مین شعر
دیدۂ کج راز مژہ دام کن ٭ دیدہ ز صاحب نظران وام کن ٭ کسی نے لازم نکہا لیکن سراج المحققین
مصنف چراغ ہدایت جناب آرزو نے اسکا لزوم معنوی اور طرح ثابت کیا ہے اسکے حاصل معنی
خوگرفتن یعنی عادی ہونے کے بتلاتے ہین جہان فرمایا ہے "آموختن معروف واین گاہے متعدی
آید وگاہے لازم اول مشہور است دوم آنجا کہ حرف با بر مفعول آید چنانکہ راقم گوید شعر در بغل یار وچو موجم
ہمہ تن آغوش ست ٭ حسرتم بسکہ بخمیازہ کشیدن آموخت ٭ بتماشائے تو ترسم کہ نظر نکشاید ٭ دیدہ
بے روے تو از بس بہ ندیدن آموخت" ٭ میری گزارش یہی ہے کہ میرزا سعد الدین راقم کے ان
اشعار مین لفظ آموخت اپنے مشہور معنون مین مستعمل ہوا ہے کیا معنی کہ شعر اول مین ضمیر متکلم منصوب
جو حسرتم کے متصل ہے آموخت کا مفعول اول ہے اور چونکہ یہ آموخت متعدی بیک مفعول ہے
بواسطۂ باء تعدیہ جو بخمیازہ مین ہے متعدی بدو مفعول بنادیا گیا یعنی حسرت مرا خمیازہ کشیدن
آموخت ۔ اسیطرح شعر ثانی مین نظر مقدر مفعول اول بہ ندیدن بواسطہ باے تعدیہ مفعول ثانی یعنی دیدہ
کہ بے روے تو آن نظر را ندیدن آموختہ است ۔ اور نظر کا دیدن کے ساتھ انتساب کلام اساتذہ مین
موجود ہے چنانچہ پاک بین دوربین کے ساتھ اسکو متصف کرتے ہین صائب کا شعر ہے شعر
در وادیٔ کہ رو بقفا میروند خلق ٭ در قعر چاہم از نظر دوربین خویش ٭ خصوصاً دوسرے شعر مین
اکثر نسخون مین بجاے باء تعدیہ زای ثانیہ ہے اسوقت یہ آموخت ثانی بحالہ اپنے ایک مفعول
پر قانع ہوگا اور وہ مفعول بہی محذوف جسکا ندیدن بیان پڑا ہوا ہے یعنی دیدہ کہ در فراق روے
تو ندیدن آموختہ است ۔ ترسم کہ بتماشاے تو نظر نکشاید ۔ اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی کشیدن ہو اور
بخمیازہ اسکا متعلق ۔ اور اس قسم کا تعدیہ جو بواسطہ روابط ہو کلام عرب مین کثیر الوقوع ہے

مثال کردن لبسیط

مثال کردن مؤلف

جناب آرزو کے آموختن کو لازم کہنے پر مؤلف کی رائے

اور فارسی مین کم جیسے زادن لازم یای تعدیہ کے ذریعہ سے متعدی بنا لیا گیا فردوسی کیخسرو کے ولادت کی واستان مین لکھتے ہین شعر درایوان آن پیرہ سر بہ سرہ بزائی بکیخسرو نامور دوسرا تبدیل سین مہملہ کے ساتھ جیسے شناختن سے شناس - تیسرا تبدیل شین منقوطہ کے ساتھ جیسے فروختن بالضم بمعنی بیع سے فروش اور سینے فروختن بمعنی اضاءت اور بمعنی بیع مین یہی مابہ الامتیاز ہے کہ بمعنی اضاءت محذوف الالف افروختن کا مخفف ہے بعد حذف الف کا فتح نقل کرکے فا کو دیا گیا اور جو بمعنی بیع ہے وہ کسیکا مخفف نہین اُس پر ضمہ اصلی ہے - پس اب یہ بات کہ جو بمعنی بیع ہے اُسکے مصدر اور بحث ماضی سے حذف الف کو واجب جاننا جیسے فروختن فروخت الخ اور جو بمعنی روشن کرنے اور روشن ہونے کے ہے اُسپر ہمزہ کا وجود ضروری سمجھنا جیسے افروختن وافروخت الخ جس طرح مصنف پنج آہنگ جناب غالب مصدر افروختن کے ذیل مین فرماتے ہین " لیکن در بحث مصدر حذف الف نتوان کرد چہ اندران صورت افروختن وافروخت فروختن و فروخت میگردد وآن بحثے است جداگانہ بمعنی جداگانہ " انتہے بجز اسکے اور کیا کہا جاے کہ محض عدم اعتنا ہے اور بس نظامی رح فرماتے ہین شعر سکندر زگرمی جہان برفروخت ٭ کہ از آتش دل زبانش بسوخت ٭ امیر خسرو رح شعر آتشِ مے گرچہ جہان برفروخت ٭ پنبۂ قرابہ زآتشِ نسوخت ٭ مولوی معنوی شعر آفتابے کز وے این عالم فروخت ٭ اندکے گر پیش آید جملہ سوخت ٭ ولہ عشق آن شعلہ است کوچون برفروخت ٭ ہرکہ جز معشوق باقی جملہ سوخت ٭ اور یہ مصدر جلا دینے او صیقل کرنے کے معنے مین بھی آیا ہے نظامی رح شعر نشاندش بدانش درآموختن ٭ کہ گوہر شود سنگ زافروختن ٭ ایطرح دوختن بمعنی سینا یعنی خیاطۃ اور بمعنی دُوہنا یعنی حَلَب ان دونون معنی مین مستعمل ہے - معنی اول جیسے نظامی رح شعر قبا ے دو عالم بہم دوختند ٭ وزان ہر دو یک زیور افروختند ٭ اور معنی ثانی جیسے سراج الدین راجی کا شعر ہے شعر شیرِ ہر ماس ودخت ندبیرش ٭ وام افلاس توخت احسانش ٭ اسکا مخفف دختن بھی آیا ہے فردوسی رح شعر سرانجام چون شیر ازو دختہ شد ٭ زنان ومرد از کار پرداختہ شد ٭ مابہ الامتیاز انکی امر ہین کیا معنی کہ امر بمعنی اول دوز اور اسم آلہ دوزنہ یعنی مخیط اسے سوئی آتا ہے اور امر بمعنی ثانی دوش اور اسم آلہ دوشنہ ودوشہ یعنی محلب اسے دوہنا مستعمل ہے واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب - گسیختن کی بحث امر مسموع نہین اکثر قواعد نگارون کی یہی تحقیق ہے کہ

بای تعدیہ سے زادن لازم کا متعدی بنجانا + دوسری تبدیل سین مہملہ کے ساتھ تیسری تبدیل شین معجمہ کے ساتھ فروختن بمعنی اضاءت بمعنی بیع کا مابہ الامتیاز

دوختن بمعنی سینا اور بمعنی دوہنا دونون مین جدا شناس

گسیختن کی بحث امر مسموع نہین

آختن اور آہیختن مقتضب ہین انکا مضارع یا امر مستعمل نہین مگر فصحاے عجم نے آزد اور آہیخد استعمال فرمایا ہے فردوسی رح شعر گہر آنکہ از فریزدان بود ٭ نیازد بہ بد دست و بد نشنود ٭ اسکا مصدر مضارعی آزیدن بھی مستعمل ہے فردوسی رح شعر نیارید گرگین میلاد دست ٭ بدان راہ رفتن میان را ببست ٭ اس ہین یای تحتانی بوقت ترکیب بانون نافیہ الف کی بدل لائی گئی ہے جیسے آید سے نیاید کہتے ہین۔ اور یہہ بھی ممکن ہے کہ یاختن بالیا سے بغیر ترکیب آختن کا مبدل ہو چنانچہ فردوسی رح کا شعر ہے شعر زمان تا زمان دست بر یافتی ٭ سر شکش ز مژگان ہمی تاختی ٭ کمال اسمعیل شعر ہر فرمایہ کہ اوسوے بلندی یازد ٭ زود برگردد و سر زیر شود ہیچو بخار ٭ اسیطرح آہیختن بھی مقتضب نہین اسکا مضارع آہیخد باثبات خاء معجمہ آتا ہے میر معزی کا شعر ہے شعر چون برزم اندر بہ آہیخی تو تیغی از نیام ٭ چون بصید اندر تو از ترکش کشی تیر گزین ٭ بستہ گردد سرکشان را دست و خصمان را دہن پخستہ گردد آہوان را چشم و گوران را سرین ٭ اسکا مصدر مضارعی آہیخیدن بھی مستعمل ہے ابو المؤید شعر چون برآہیخیدن تیغش بدید ٭ در تن شیر ژیان شد زہرہ آب ٭ اسی سے ہے دم آہیخ بمعنی اژدہا کہ بدم بسوے خود کشندہ است و دود آہیخ دودکش مطبخ و حمام وغیرہ و عالم آہیخ بادشاہ کی صفت ہے کہ وہ عالم کو اپنے زیر حکم کھینچتا ہے۔ اور اسکا مخفف آہختن بتخفیف یا اور ہختن بحذف الف بھی مستعمل ہے فردوسی رح شعر ز آہیختن تیغہا از غلاف ٭ کہ قاف را در دل افتاد کاف ٭ ابو شکور شعر چنانچہ مرغ ہوا پر و بال برہخد ٭ تو بر خلائق بر پر مروّمی برہیخ ٭ مگر چونکہ یہ تصریف استعمالات شاذہ سے ہے باب الخا ہین قاعدۂ اثبات کو نہین بڑہایا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

آختن و آہیختن مقتضب نہین انکا مضارع آزد اور آہیخد کلام اساتذہ مین آئے ہین۔

ہختن اور ہیختن آہختن سے اور آہیختن سے مخفف ہین

باب الراء

باب الراء مین تین قاعدے جاری ہین

اس باب ہین تین قاعدے جاری ہین اثبات و زیادت و اسقاط مع الزیادہ۔ اول یعنی اثبات جیسے گستردن سے گستر خوردن سے خور اور یہ مصدر بمعنی لازم بھی آیا ہے فردوسی رح کا شعر ہے شعر در انداخت تیغ پرند آورش ٭ ہمیخواست از تن گسستن سرش ٭ سر تیغ برگردن رخش خورد ٭ ببرید برگستوان نبرد ٭ جسکا حاصل معنی ٹکرانے اور لگنے کے قریب قریب ہی۔ اور یہہ بھی سن لیجیے کہ خوردن اور اسکی ہر دو بخشین (بو جہ واو معدولہ) بفتح خاے معجمہ چاہیئے اسکو ضمہ کے ساتھ پڑھنا ناصواب ہے سعدی رح شعر مکن نماز بران ہیچکس کہ ہیچ نکرد ٭ کہ عمر در سر تحصیل مال کرد و نخورد ٭

خوردن بمعنی لازم

اور کبھی جو رائے مہملہ مضموم الماقبل کا قافیہ واقع ہو جاتا ہے جیسے فردوسی رح **شعر** ترا زین جہان
روز یر خوردنست * نہ ہنگام تیمار و پژمردنست * مولوی معنوی رح **شعر** ہر کہ تریاک خدائی را بخورد *
گر خورد زہرے مگویش کہ بمرد * زلالی **شعر** چنان ساغر کہ در خون غوطہا خورد * بہ تحفہ پیش شاہ غزنوی برد
ولہ تعریف عصا مین لکھتے ہین **شعر** زرنگ زندہ اش فیروزہ مردہ * رگ کان زمردینش خوردہ
اے رنگ سبز ۱۲
اس سے دھوکا نہ کھائین کہ خوردن بالضم مستعمل ہے بلکہ یہ وہی تغائر حرکت ماقبل روی ہے جسکو
فصحائے متاخرین نے بھی جائز رکھا ہے جیسے ہش مخفف ہوش کا خوش کو قافیہ کر دیتے ہین۔
فردوسی رح **شعر** پس گستہم اشکش تیز ہش * کہ بارائے دل بود و با مغز خوش * اور اسی قبیل سے ہے کردہ کو
بُردہ بالضم کے ساتھ قافیہ کرنا۔ فردوسی رح **شعر** ہمہ دیدہ اند انچہ من کردہ ام * غم و رنج و سختی کہ من بردہ ام
ولہ ازان دشمنان لشکر شکست مرد * نماید یکے پہلوے دستبرد * اور اسی قبیل سے ہے گرد بالکسر
گُرد بالضم کا قافیہ پڑنا۔ فردوسی رح **شعر** ہمہ پاک در پارس گرد آمدند * بر و خرمہ یزدگرد آمدند * اسیطرح
گرد بالفتح کا گرد بالکسر کے ساتھ قافیہ واقع ہونا خاقانی رح **شعر** ازصنعت چرخ دو دست کُرش * دوزخ
زیر جحیم گردش * واللہ تعالی اعلم بالصواب دوسرا **زیادت** یعنی قبل رائے مہملہ کے یائے تحتانی
زیادہ کیجاتی ہے جیسے مردن سے میر اور یہ مشہور ہے استشہاد کی ضرورت نہین اور کبھی بغیر اس
زیادتی کے اسکا مضارع مُرد بھی مستعمل ہو جاتا ہے امیر خسرو رح فرماتے ہین **شعر** زندہ باقی کہ جہان
آفرید * کے مُرد آن زندہ کہ جان آفرید * مولوی معنوی رح **شعر** بھر یزدان میزیدنے بھر گنج *
بھر یزدان می مرد نز خوف و رنج * فردوسی رح **شعر** مگر خار یا سنگ خارا خورند * چو روزی سر آید
اے مخفف نہ از ۱۲
خورند و مرند * مولوی معنوی رح **شعر** صد چراغت ار مرند ار بیستند * باش فارغ چون یگانہ نیستند *
ولہ قبطیان تک میمرند از تشنگی * از پئے ادبیر خود یا بدرگی * **ولہ** مخفف اے سگ چون منافق لیتی *
ہم منافق می مری تو چیستی * **ولہ** اگر سر ہمہ سوے خنجر بریم * بروزی بزادیم و روزی مریم *
اسکو میرد کا مخفف کہنے مین سراسر تکلف ہے کیا ضرورت ہے کہ مردن سے میرد اور میرد سے
پھر مرد بنایا جائے تیسرا **اسقاط مع الزیادۃ** یعنے بعد اسقاط علامت مصدر را مہملہ کو حذف
کرنے سے فقط ایک حرف کاف باقی رہگیا تو اسپر نون زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے کردن سے
کُن بالضم اور یہ نون کی زیادتی ویسی ہی ہے جیسے زدن سے زن مین ہے اور خلاف

مردن مین قاعدہ بلا زیادت اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے

اسقاط مع الزیادۃ

قیاس فتح کاف کو ضمہ سے اس لیئے بدل دیا کہ اس تغیر غیر قیاسی پر وہ دلیل ہو اور نیز امر کندن کے ساتھ التباس کا کھٹکا نرہے۔ اور اسکی بحث امر باثبات راے مہملہ بھی بطور شذوذ مستعمل ہی جیسے کرندہ مرادف کنندہ ساسان[۵] پنجم اپنی ہمشیر آزرد ساتیر کے نامہ جمشید مین کہتاہے **وُتوبشید[۶] کنندہ وکرندہ کردہ وآفریدہ رامے بینی و بینائی** واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

باب الزاء

اس باب مین مصادر کثیر الاستعمال مین سوا ایک مصدر زدن کے اور مصادر قلیل الاستعمال مین سواے آزدن کے پایا نہین گیا۔ اور اس باب مین فقط زیادت مفرد کا ایک قاعدہ جاری ہی اور وہ زیادت صرف ایک حرف نون کی زیادتی ہے جیسے زدن سے زن اور آزدن سے آزن۔ فردوسی رح[۱۴] **شعر** بنزدیک آن گرگ باید شدن ٭ سروچشم اورا بہ تیر آزدن ٭ فرخی **شعر** چشم مخالفان بیازان بہ تیر ٭ ہچون کف دولے بزر آزدی ٭ سید ذوالفقار علی شروانی **شعر** کشف کردار سر کو درکشید ازطوق امرت سر ٭ بسان خار پشتش کرد شست چرخ تیر آزن ٭ اور جیم کے ساتھ آجدن اسکا سبدل ہے اور زدن محذوف الصدر اسکا مخفف بھی آیا ہے فردوسی رح **شعر** بنزدیک آن گرگ باید شدن ٭ ہمہ چرم اورا بہ پیکان زدن ٭ اے بہ پیکان خستن۔ اور یہ مصدر رنگ کرنے اور استرہ وغیرہ سے بدن پر زخم لگانے اور سل اور چکی وغیرہ پر ٹانکی لگانے اور تیر یا نیزہ یا سوئی وغیرہ چبونے کے معنون مین آیا ہے باعتبار اسی اخیر معنی کے بخیہ زدن واُتو بر جامہ کشیدن سے کنایہ کرتے ہین۔ فردوسی رح[۵۲۲] **شعر** بزد نیزہ بر میان دوہ ٭ کہ شد سنگ خارا بخون آزدہ ٭ **ولہ** ہمہ راہ بیراہ گنبد زدہ ٭ جہان شد چو دیبا بزر آزدہ ٭ **ولہ** بداغ جگرشان کنی آزدہ ٭ کہ بخشایش آرد برایشان دوہ ٭ مگر زدن بمعنی خستن وبمعنی ضرب مین یہی فرق ہے کہ اول آزدن کا مخفف ہی اور یہ زاے فارسی مثلثہ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور ثانی یعنی زدن بمعنے ضرب کامل لفظ بلا تخفیف ہے۔ اور یہ نون زیادتون مین اکثر داخل ہوتا ہے خواہ افعال ہون خواہ اسماء۔ افعال جیسے کردن و دانستن و مالستن کی بحث امر اور اسمون مین جیسے نازنین کی زا اور ہمگنان کے کاف کے بعد۔ کسواسطے کہ اصل نازنین کے لفظ ناز پر یا و نون نسبت کا لگا یا گیا ہے زمین کی طرح اور اصل ہمگنان کی ہمہ پہ الف و نون جمع کا ہے چنانچہ ہمگان کو بھی فصحاے عجم نے اپنے کلام مین برتا ہی۔ منوچہری کا

کردن کی نون ضمہ کی وجہ

[۵] ساسان دردیش حرفہ درویش چونکہ ایک شاہزادہ ایران سے ترک لباس شاہی کرکے کسوت قلندری اختیار کی تھی اسواسطے اسکو ساسان کہنے لگے

[۶] شید بمعنے نور مطلق ودر بہجا اشراق باطن مرادست

زدن بمعنی ضرب و زدن بمعنی خستن مین فرق

زدن آزدن کے سے مخفف بمعنی خستن

ہمگنان ہمگان کا مزید علیہ ہے

شعر ہے **شعر** بودن ہمگان را غرض و مصلحت ملک ؛ و اغراض و مصلحت شاہ گہان ست ؛ سید
حسن غزنوی **شعر** آرامش و رامش ہمگان ابدر است ؛ نزد ہمگان صورت این حال عیان ست ؛
اور اس مین کاف عجمی ہمہ کی ہاے مختفی کا مبدل ہے۔

باب السین

باب السین

اس باب مین تین قاعدے جاری ہین - تبدیل[1] اور حذف[2] صرف اور حذف[3] مع الزیادۃ - اول یعنی
تبدیل سین بزاے معجمہ جیسے خاستن سے خیز جسکا امالہ خیستن بھی آیا ہے یہ تورانیونکا محاورہ ہے
اور اسی امالہ کے ساتھ بحث امر مستعمل ہے۔ سین اور زاء معجمہ بوجہ قرب مخرج ایک دوسرے سے
بدل پڑجاتے ہین جیسے ایاز و ایاس اول تو مشہور ہے ایاس جیسے شیخ عطار کا شعر ہے **شعر**
گر تو مرد طالبے و حق شناس ؛ بندگی کردن بیاموز از ایاس ؛ دوسرا یعنی تبدیل سین بلام جیسے
گسستن سے گسل - لام اور سین مین کوئی قرب مخرج بھی نہین اور نہین معلوم کیا مناسبت خاص
ہے کہ ایک دوسری کا بدل پڑجاتا ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے یہ دو لفظ سج و لج
بمعنی رخسار اسی مبادلت کی سند مین پیش کیئے ہین اور ممکن ہے کہ یہان حذف مع الزیادۃ ہو یعنی
بعد حذف سین مہملہ لام زیادہ کیا گیا - اور لام کا زیادات اور دعامون مین حروف علت کی طرح
داخل ہونا ثابت ہے جیسے لفظ الف مین جو ایک حرف کا نام ہے یعنی قاف و کاف مین حرف
علت اور الف مین لام دعامہ پڑا ہے تو اب یہ گسستن و گسل کی بحث کی طرح حذف مع الزیادۃ کے
قاعدہ مین درج ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسرا تبدیل سین بہاے ہوز جیسے کاستن
سے کاہ و خواستن سے خواہ جستن و رستن لفتحہما سے جہ و رہ - یہ تبدیل موافق قیاس ہے
جیسے خروس و خروہ اماس و اماہ - اور کسرۂ ماقبل ہا بضرورت ہاے ظاہر ہے اسکی تحقیق
بیان اضافت مین آچکی ہے خصوصاً جہ مین یہ بھی ممکن ہے کہ جیستن اسکی اصل ہو بعد حذف
یاے تحتانی و تبدیل سین باہا جہ رہگیا مولوی معنوی کا شعر ہے **شعر** چون بدیدم صبح رویت
در زمان برجبیستم ؛ گرم در کار آمدم موقوف مطرب نیستم ؛ ثانی **حذف صرف** جیسے دانستن سے دان مانستن
سے مان زلیستن سے زی آراستن و پیراستن سے آرا و پیرا آراے و پیراے (یہ وہی یاے
زائد ہے کہ جسکا حال کشادن کے ضمن مین بیان ہوا) اور گرلیستن سے گری و رلیستن سے ری

سین اور لام
سین بہاوت

حذف صرف

اور ریدن مصدر جعلی ہے اور استعمال اسی جعلی کا اکثر ہے ریستن اور اسکی بحث ماضی ذراکم مستعمل
ہے شیخ اوحدی کا شعر ہے شعر ریستن گیر وت زخوردن زشت ٭ بدرت باید آمدن زبهشت ٭
تاج بہا شعر با قناعت ہمیشہ باید زیست ٭ بر بروت طمع بباید ریست ٭ ثالث حذف مع الزیادۃ
یعنی بعد حذف سین کبھی صرف ایک حرف نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے شکستن سے
شکن اور نون کا زیادات مین داخل ہونا باب الزاء مین بیان کیا گیا۔ کبھی صرف واو زیادہ کیا جاتا ہے
جیسے جستن و رستن و شستن بضمہا سے جو وجوے و رو وروے شو وشوے بضمہا یعنی بعد اسقاط
علامت مصدر سین بھی حذف کردیگئی صرف ایک حرف مضموم رہگیا تو بمناسبت اُسی ضمہ کے حروف
زیادات علیہ مین سے واو زیادہ کردیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہان واو سین کا مبدل ہو ان مین کوئی
مناسبت خاص ہے کہ جس سے ایک دوسرے کا بدل پڑجاتا ہے اور بعض اسمون مین بھی یہ مبادلت
واقع ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے اسی کی سند مین یہ دو لفظ بالُس و باتو بمعنی ترنج پیش کیا ہے
اور یہ تکلفات اس لیئے کیئے جاتے ہین کہ کیف ما اتفق کسی حرف کو کسی حرف کا بدل قرار دیدینا خلاف
تحقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ یاے تحتانی بعد ان واؤن کے زائد محض ہے جسطرح الف
مدہ کے بعد زائد ہوتی ہے۔ اور کبھی دو حرف زیادہ کیئے جاتے ہین اور وہ کبھی نون و دال ہونگے
جیسے بستن سے بند پیوستن سے پیوند۔ اور کبھی یا و نون جیسے نشستن سے نشین۔ اسکا تعدیہ نشاختن
و نشاستن و نشانستن و نشاندن آتا ہے۔ فردوسی رح شعر باکرام شاہانہ بنواختش ٭ برِ خویش بر تخت
بنشاختش ٭ اسدی شعر ہم از تخم شہ باد شاہی نشاست ٭ برو رسم پاژ انچہ بدکرد راست ٭ مولوی
معنوی رح شعر اکنون کہ بدانستم چند انکہ توانستم ٭ بہر تو نشانستم از مات سلام اللہ ٭ نظامی رح شعر نشاندیش
بدانش در آموختن ٭ کہ گوہر شود سنگ زافروختن ٭ اور اس مصدر اور اسکے کل مشتقات سے نون
اول اصلی حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نشستن سے شستن و شست و شین اور اسکا تعدیہ شاندن آتا ہے
امیر خسرو رح شعر شست صراحی بدو زانو بہ پیش ٭ دختر رز شاند بزانوے خویش ٭ نظامی رح شعر کمر بندو
بیداری بخت بین ٭ کلہداری کن سر تخت شین ٭ مولوی معنوی رح شعر بہر این مقدار آتش شاندن ٭
آب پاک و بول یکسان شد بفن ٭ اسکا متعلق جو در اصل اسکا مفعول ہے اکثر حروف صلہ بر و در کے
ساتھ مستعمل ہوتا ہے یہ ظاہر اور معروف ہے اور کبھی بغیر حرف صلہ جیسے شعر مذکور مین سر تخت شین

حذف مع زیادہ نون

حذف مع زیادہ واو

حذف مع زیادت نون و دال

حذف سین مع زیادت یا و نون

نشستن کا تعدیہ نشاختن و نشاستن و نشاندن و نشانستن آیا ہے

شستن کی بحث مصدر و بحث امر بنفی محذوف الصدر شستن و شین بلا نون بھی مستعمل ہے

اس محذوف الصدر کا تعدیہ شاندن آیا ہے

اور کبھی را کے ساتھ جیسے فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** چو بشنید رستم میان را ببست ٭ وز انجا گہ رخش را بر نشست ٭ وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

باب الشین

باب الشین

اس باب مین پانچ قاعدے جاری ہین اثبات و زیادت و حذف و تبدیل صرف و تبدیل مع الزیادہ اول یعنی **اثبات** جیسے کشتن بالضم سے کش بالضم کبھی بحکم ضرورت اُن الفاظ کے ساتھ ہمقافیہ ہوجاتا ہے جنکا ما قبل ردی مکسور ہے فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** دو بہرہ ز توران سپہ کشتہ شد ٭ ز خون شان زمین چون گل آغشتہ شد ٭ دوسرا قاعدہ یعنی **زیادت** جیسے شدن سے شو بالفتح یہان بھی اُسی قسم کا اشباع ہے جس کو ہم رستن و جستن بالضم مین بیان کر آئے ہین یہ بات کہ دراصل یہ شدن شودن کا مخفف ہو اور یہی مخففہ کثیر الاستعمال اور اصل بہت کم مستعمل ہے نظامی رح کا شعر ہے **شعر** پشیمان شو اکنون کہ چون گاہ شود ٭ ندارد پشیمانی آنگاہ سود ٭ صاحب غوامض سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے فردوسی رح کا یہ شعر سند مین نقل فرمایا ہے **شعر** چو تور آنچنان دید غمگین بشود ٭ بدان کش چنین بخت برگشتہ بود ٭ جس طرح بود سے بدن بھی آیا ہے لیکن بودن مین برعکس اصل کثیر الاستعمال ہے اور مخففہ قلیل انشاءاللہ تعالے شانہ اسکی تحقیق باب الواو مین کیجائیگی پس یہ مصدر باعتبار اس اصلیت کے باب الواو مین درج ہونا چاہیئے تھا لیکن مصادر کی کثیر الاستعمالی صورت پر ابواب باندھے گئے ہین۔ اور شین کا ضمہ بحث امر مین بخوف التباس امر شستن فتح سے بدل دیا گیا۔ تیسرا یعنی **حذف** جیسے برشتن کو کسرۂ را کے اشباع سے بریشتن بنالیا پھر بحث امر مین شین کو حذف کرکے بری بنالیا جیسے گرستن و گریستن سے امر گری بنالیا گیا ہے ہان اتنی بات ہے کہ گرستن و گریستن ہر دو مستعمل ہین اور بریشتن یاء تحتانی کے ساتھ میری نظر سے نہین گذرا۔ اگر اسکے عدم استعمال پر نظر کرتے اسکو حذف مع الزیادہ کی فصل مین درج کرین گنجایش رکھتا ہے مگر تبدیل صرف مین داخل کرنا یعنی یاے تحتانی کو شین منقوطہ کا مبدل قرار دینا بالکل خلاف تحقیق ہے۔ پانچوان قاعدہ تبدیل مع الزیادہ یعنی کبھی شین معجمہ کو رای مہملہ سے بدلکر بعد مین دال زیادہ کیجاتی ہے جیسے گشتن سے گردیدن سے نورد بفتح واو بمعنی طے کردن و پیچیدن اور کبھی شین معجمہ کو سین مہملہ سے بدل کر اُس سے قبل یاے تحتانی زیادہ کیجاتی ہے جیسے نوشتن سے نویس کہ واو بمعنی کتابت مگر بحث مصدر مین

شدن دراصل شودن بالواو کا مخفف ہے

قاعدہ حذف حرف شین معجمہ

تبدیل شین معجمہ بازاء مہملہ مع زیادتی یاے تحتانی

بحکم ضرورت کسرۂ واؤ فتحہ سے بدلدیا جاتا ہے اسکی بحث مصدر بجاے واؤ باے موحدہ کے ساتھ
بھی مستعمل ہے جیسے بشستن بشست بشستہ وغیرہ اور رشتن بالکسر سے (جو کہ تاگے وغیرہ کے کاتنے کے
معنوں مین ہے) ریس اور ریسیدن اسکا مصدر مضارعی ہے۔

نوشتن مین واؤ باءِ موحدہ سے بدلکر بشستن بھی ہوجاتا ہے

باب الفاء

(۱) الفاء

اس باب مین چھ قاعدے جاری ہین اثبات وزیادت وتبدیل فقط وتبدیل مع الزیادہ وحذف فقط
وحذف مع الزیادہ۔ اول **اثبات** جیسے بافتن سے باف وشگافتن سے شگاف اور شگفتن بھی اسی
قاعدہ مین داخل ہے کسواسطے کہ شگفد اسکا مضارع آتا ہے فردوسی کا شعر ہے **شعر** وچشمش گوزن
دوابرو کمان ٭ تو گفتی ہمی بشگفد ہر زمان ٭ شگفیدن اسکا مصدر مضارعی آیا ہے۔ فردوسی **شعر** چونامہ بر سام
بزم رسید ٭ زشادی رخش ہمچو گل بشگفید ٭ اور شگفتن سعدی بھی آیا ہی ہاتفی کا شعر ہے **شعر** اے غافل بادہ گو
چہ گفتی ٭ وے خار جفا چہ گل شگفتی ٭ مولوی معنوی **شعر** سید الاعمال بالنیات گفت ٭ نیت
خیر تو بسے گلہا شگفت ٭ اسکا امر بحسب قیاس شگفت ہونا چاہیئے تھا مگر وہ مستعمل نہین جیسے بودن کا
مضارع بود۔ اور حاصل بالمصدر بوش مستعمل مگر اسکا امر بحسب قیاس بو مستعمل نہین۔ دوسرا **زیادت** جیسے
خفتن بالضم بمعنی نوم سے خفت بالضم سواے اس ایک صیغۂ امر کے اور بحث مضارع مسموع نہین
سعدی رح فرماتے ہین **شعر** شتر بچہ با مادر خویش گفت ٭ پس از رفتن آخر زمانے بخفت ٭ **ولہ** سراز
خواب برکردہ شوریدہ گفت ٭ مرا فتنہ خوانی وگوئی مخفت ٭ یہ خلاف قیاس باوجود التباس صیغۂ ماضی
جائز رکھا گیا ہے جنہون نے اسکو خفتیدن سے فرمایا ہے یہ انکا عدم اعتنا ہے بلکہ خفتیدن خود اس
خفت سے بنا ہے یعنی خفتن کا مصدر مضارعی ہے اور خفتن کا امر خواب قرار دینا بھی نہین چاہیئے
کیا معنی کہ خواب مصدر جعلی خوابیدن کا امر ہے اسکا تعدیہ خوابانیدن اور اسکا مخفف خوابنیدن مستعمل
ہے نظامی رح **شعر** سہی سروش ببالین خوابنیدہ ٭ سرشک از لالہ وگل برومیدہ ٭ اسکا بیان بحث
مصدر مین گزرچکا ہے۔ اور خسپ بھی ایک جداگانہ امر ہے جسکا مصدر وغیرہ مستعمل نہین ببیند وبین
کی طرح کہ انکی بحث مصدر موجود نہین اور خسپیدن مصدر جعلی ہے۔ اور خفتن بالفتح بمعنی خمیدن وکج شدن
مقتضب ہے اسکی بحث امر میری نظر سے نہین گزری ناصر خسرو **شعر** امروز ہمی ضعیف بینی ٭ این قامت
خفتہ نزارم ٭ میر معزی **شعر** اے دہانت تنگ وزلفت خفتہ از بہر منست ٭ پشت من چون زلف داری

قاعدہ اثبات فا

شگفتن بھی قاعدۂ اثبات مین داخل ہے

شگفیدن شگفتن کا مصدر مضارعی ہے

شگفتن سعدی بھی آیا ہے

دوسرا قاعدہ زیادت

خفت خفتیدن کا امر نہین بلکہ خفتیدن خود اسکا مصدر مضارعی ہے

خواب خفتن کا امر نہین بلکہ مصدر جعلی خوابیدن کا امر ہے

خفتن بالفتح مقتضب ہے

دلم ہمچون دہان ﴿ تیسرا قاعدہ **تبدیل فقط** اور یہ تبدیل کبھی تو بائے موحدہ سے جیسے کوفتن سے کوب یافتن سے یاب اور یہی مصدر کبھی واو کے ساتھ بھی مستعمل ہے حکیم نزاری قہستانی **شعر** بیک غمزہ رگ جانش بکاود ﴿ شود گم در روے وخود را نیاود ﴿ اے نیابد- اسیطرح شیفتن بمعنی دیوانہ و پریشان شدن بھی جس سے شیفتہ مشتق ہے بحث امر مین واو اور بائے موحدہ ہر دو کے ساتھ مستعمل ہے حکیم اسدی **شعر** زخواری و رنجے کہ آید شیب ﴿ کہ گیتی چنین ست بالا و شیب ﴿ فردوسی رح **شعر** چو در خنجر روز بگرےحت شب ﴿ ہمیرفت شیوان دل وخشک لب ﴿ کبھی صرف واؤ سے جیسے رُفتن سے رُو بالفتح کافتن سے کاو گفتن سے گو اور گوے شُنفتن سے شنو جاننا چاہیئے کہ شنودن وشنیدن ان ہر دو کو جداگانہ مستقل مصادر اصلی قرار دینا میری سمجھ مین نہین آتا کیا معنی کہ شُنفتن سے بقاعدۂ تبدیل گفتن و رفتن کی طرح امر شنو حاصل ہوا اور بحسب ضابطہ مشہور امر حاضر اور علامت مصدر کے درمیان یائے تحتانی کی زیادت سے مصدر جعلی شنویدن بنا لیا گیا چنانچہ قدما کے کلام مین یہ بھی مستعمل ہے اور نوشیدن بمعنی سمع اور اس کا مزید علیہ نیوشیدن اُسی شنویدن کا قلب ہے مولوی معنوی رح [ص۳۰۶] **شعر** لیک نادانستہ آرم این زمان ﴿ تا کہ ہر گوشے ننوشد این نہان ﴿ **ولہ** [ص۲۹۸] تو چہ دانی تا ننوشی قالشان ﴿ زانکہ پنہانست بر تو حالشان ﴿ **ولہ** [ص۱۹۸] ما بری از دعوت دعوت ترا ﴿ ما ننوشیم این دم تو کافرا ﴿ مگر اسکا مزید علیہ نیوشیدن کثیر الاستعمال ہے- یہ قاعدہ قلب کا اور مصدرون مین بھی جاری ہے جیسے سُکستن بضمتین گسستن کا قلب ہے مولوی معنوی [ص۳۱۱] **شعر** گندم ار بشکست وزہم درسُکست ﴿ بر دکان آمد کہ نک نان درست ﴿ فردوسیؒ **شعر** غل و بند در ہم سُکستم ہمہ ﴿ دوان آمدم پیش شاہ رمہ ﴿ ممکن ہے کہ نیوشیدن مصدر جداگانہ مستقل ہو اور نوشیدن بمعنی سمع اُسکا مخفف واللہ تعالی اعلم- سو یہی شنویدن کبھی تخفیف واؤ سے شنیدن کر لیا جاتا ہے اور کبھی تخفیف یائے تحتانی سے شنودن اور کبھی بحکم ضرورت واو اور یائے تحتانی دونون حذف کردیئے جاتے ہین فردوسیؒ [ص۳۲۷ / ۲۴] **شعر** گریزان ببالا چرا بر شدی ﴿ چو آواز شیر ژیان بشندی ﴿ اور کبھی بزیادتی الف اشنیدن بھی کہا جاتا ہے مولوی معنوی رح [ص۲۸۳] **شعر** دید صد چندان کہ وصف اشنیدہ بود ﴿ کے بود خود دیدہ مانند شنود ﴿ مگر شنفتن صرف سمع یعنے سننے کے معنون مین آتا ہے اور شنودن وشنیدن سننے اور سونگھنے کے ہر دو معنون مین مستعمل ہے جیسے فیضی کا شعر ہے **شعر** فیلان کہ مقیم بیشہ بودند ﴿ بوے ز روندگان شنودند ﴿ فردوسی رح **شعر** کہ داند کہ گیتی چہ اور انمود ﴿ چہ گویم کہ گوش

اے مصدر مضارعی شنفتن ۱۲

تیسرا قاعدہ تبدیل فقط

شنودن اور شنیدن کی تحقیق

نوشیدن و نیوشیدن بمعنی سمع شنویدن کا قلب

شنویدن کبھی واو حذف ہو کر شنیدن اور کبھی یے حذف ہو کر شنودن اور کبھی واؤ اور یے دونون حذف ہو کر شنیدن رہجاتا ہے۔

بزیادہ الف شنیدن اشنیدن بھی ...

چوتھا قاعدہ تبدیل مع الزیادت

این نیار دشنود ٭ اور شنیدان کے دونون معنی اس ایک شعر سے واضح ہین حافظ رح **شعر** بوے خوش تو ہر کہ ز باد صبا شنید ٭ از یار آشنا خبر آشنا شنید ٭ چوتھا تبدیل مع الزیادۃ یعنی فے کو بائے موحدہ سے بدل کر قبل اُس بے کے نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے سفتن بالضم سے سنب **شعر** خنجر او سر فگن گرزش بود گردن شکن ٭ تیر او پولاد سنب رمح او سندان گزار ٭ سنبیدان اسکا مصدر مضارعی ہے - پانچوان حذف فقط جیسے پذیرفتن سے پذیر - چھٹا حذف مع الزیادۃ جیسے گرفتن سے گیر یہان یائے تحتانی اشباع کسرہ سے پیدا ہوگئی - جاننا چاہیئے کہ اس لفظ گرفتن کی حرکات مین اختلاف ہے مگر قول تحقیق کسرۂ کاف فارسی و فتح راء مہملہ ہے چنانچہ فردوسی رح فرماتے ہین **شعر** سر و دل پر از کینہ کرد و برفت ٭ تو گوئی کہ عہد فریدون گرفت ٭ کبھی بحکم ضرورت ان الفاظ کے ساتھ ہم قافیہ کردیا جاتا ہے جنکا حرف ماقبل روی مکسور و مضموم ہے - مولوی معنوی رح **شعر** یک بیک را حاجبہ جستن گرفت ٭ تا پدید آید کہ گہر بنگر شگفت ٭ فردوسی رح **شعر** سبک دشتبان گوش ہا برگرفت ٭ غریوان از و ماند اندر شگفت ٭ اسکے نظائر بہت ہین جیسے رفتن کو خفتن و آشفتن کے ساتھ ہم قافیہ کرنا فردوسی رح **شعر** چو رفتند بیدار دل رفتہ بود ٭ کہ بخت چنان بادشہ خفتہ بود ٭ **ولہ** سیاوش بگفت آن کجا رفتہ بود ٭ وز ان کو بسودابہ آشفتہ بود ٭ **ولہ** شبا روز مادر زمی خفتہ بود ٭ زمی خفتہ و ہم زہش رفتہ بود ٭ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

پانچوان قاعدہ حذف صرف کا

گرفتن کی ت سے کی حرکت کا بیان

رفتن بالفتح کا خفتن بالضم کے ساتھ ہم قافیہ ہوجانا

گرفتن بمعنے لازم کی سند

اور یہ مصدر لازم بھی آیا ہے - حافظ فرماتے ہین **شعر** بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہواے سرو ٭ اے مرغ وصل کے شوی آخر بدام ما ٭ **ولہ** نگرفت در تو گریۂ حافظ بہیچ رو ٭ حیران آن دلم کہ کم از سنگ خارہ نیست ٭

باب المیم

باب المیم

اس باب مین سواے ایک مصدر کے اور کوئی نظر نہین آیا اور اس مین صرف ایک حذف مفرد کا قاعدہ جاری ہے جیسے آمدن سے آ اور آمی یہان بھی زیادتی یاے تحتانی کی اُسی قسم کی غیر واجب ہے جسکی تحقیق مکرر سہ کرر لفظ خدایا کی تحقیق اور بیان اضافت اور اسی بحث کی باب الف مین مصدر کشادن کے ضمن مین گزر چکی ہے حاشا و کلا یہ (ے) ہرگز ہمزہ کے بدلے مین آئی ہوئی نہین ہے جیسے اور قواعد نگارون نے عدم اہتمام سے لکھا یا خصوصا مصنف جواہر الحروف محقق فرزانہ بہار اور انکے اتباع صاحب تحقیق القوانین صاحب ہفت قلزم صاحب قوانین دستگیری وغیرہم سے سخت تعجب ہے کہ وہ تحقیقات کے ایسے درپے اور پھر انہون نے بلا مناسبت کیسی آنکھ بند کئی آمی مین (جو آمدن سے

[illegible]

امر حاضر کا صیغہ ہے) یا ی تحتانی کو میم کا بدل کہدیا اسیطرح آراے وپیراے ہین (جو آراستن وپیراستن سے امر حاضر کے صیغے ہین) یاے تحتانی کو سین مہلہ کا بدل کہدیا ہے یہ خلاف تحقیق ہے یہ وہی یاے زائدہ ہے جو الف مدہ کے بعد درصورت عدم ترکیب جوازا جیسے آوآمی آرا و آراے پیرا وپیراے اور وقت ترکیب تحمل حرکت کے لیئے وقایۃً وجوبًا زیادہ کی جاتی ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب کبھی بحکم ضرورت اس مصدر آمدن کا ایک الف حذف بھی کردیا جاتا ہے مولوی معنوی رح **شعر** رحمت اندر رحمت آید تا بسر ؛ بر یکے رحمت فرومامے پسر ؛ اے فرومیا ۔

آمدن کا ایک الف بحکم ضرورت حذف بھی ہوجاتا ہے

باب النون

باب نون

اس باب مین صرف ایک اثبات کا قاعدہ جاری ہے جیسے افگندن سے افگن آگندن سے آگن کندن سے کن ۔ واللہ تعالی اعلم

باب الواؤ

باب الواؤ

قاعدہ اثبات

یہ باب دو قاعدون کو مشتمل ہے اثبات اور تبدیل ۔ **اثبات** جیسے غنودن سے غنو ۔ سعدی رح **شعر** نغنوم زان رو خیالش را نمی بینم بخواب ؛ دیدۂ گریان من یک شب غنودی کاشکے ؛ بودن کا صیغۂ امر حاضر مستعمل نہین لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ بُو اسکا امر ہو کیونکہ بود بوے بوم اسکا مضارع مستعمل ہے فردوسی رح **شعر** کہ تا من بگیتی بوم زندہ را ؛ زتر کان اگر شاہ وگر بندہ را ؛ اور بو جو بمعنی آرزو و اشتیاق آتا ہے وہ بویہ کا مخفف ہے چنانچہ بویہ بھی خود مستعمل ہے فردوسی رح **شعر** ترا بویۂ دخت مہراب خاست ؛ دلت خواہش سام یرم بکاست ؛ اسیطرح حاصل بالمصدر بوش بمعنے تقدیر اساتذہ کے کلام مین مستعمل ہے کیا معنے کہ یہ حاصل بالمصدر امر حاضر پر شین ماقبل مکسور لاحق کرنیسے حاصل ہوتا ہے فردوسی رح **شعر** بہ بخشود یزدان نیکی دہش ؛ یکے بودنی داشت اندر بوش ؛ **وله** نوشتہ چنین بود مان از بوش ؛ برسم بوش اندر آمد روش ؛ اور اسکا مخفف بُدن اور اُسکی تمام بحث اسی تخفیف کے ساتھ بھی مستعمل ہے مولوی معنوی رح **شعر** چیست دنیا از خدا غافل بُدن ؛ نے قماش ونقرہ وفرزند وزن ؛ فردوسی رح کا ہجویہ شعر ہے **شعر** چو ہیم دارش نبُد در نژاد ؛ ز دیہیم داران نیاورد یاد ؛ اگر مادر شاہ بانو بُدے ؛ مرا سیم وزر تا بزانو بُدے ؛ **وله** کہ پیش از تو شاہان فراوان بُدند ؛ ہمہ تاجداران گیہان بُدند ؛ **وله** بایرانیان گفت بیدار بید ؛

بو بمعنی آرزو و اشتیاق بویہ کا مخفف ہے بودن سے مشتق نہین

بودن بحذف واو بُدن بھی مستعمل ہے

کہ من کردم آہنگ دیو سپید ؁ ثانی تبدیل جیسے نمودن سے نما اور نمائے یہان امر مین فتح
نون کا ضمہ سے بدلدیا گیا تاواو مبدلہ پر دلالت کرے اور پالودن سے پالا اور پالائے یہان بھی یائے
تحتانی بعد مدہ زائد ہے جسکا کئی بار ذکر ہو چکا ہے یہان ایک بات یاد رکھنے کے لایق ہے کہ پالودن
پانی شراب تیل جیسے مائیات کے چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہین اگرچہ وہ بالفعل مائی نہون بعد
پگلانے کے اُن مین مائیت و سیلان پیدا ہو جیسے سونا چاندی نظامی رح شعر گہر سفت نتوان آسودگی ؁
بود نقرہ محتاج پالودگی ؁ بعض وقت مطلق پاک و صاف کرنے کے معنون مین استعارہ کرلیا جاتا ہے
فردوسی رح شعر رہ داور پاک بنمود شان ؁ ز آلودگیہا بپالودشان ؁ جسطرح پیختن آٹے خاک راکھ
جیسے خشک چیزونکو چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہین بعض وقت مطلق کسی مسئلہ کے تفتیش کے
موضع مین مستعمل ہوتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ ایک قاعدہ زیادتی کا بھی اس باب مین جاری ہی چونکہ وہ
مصادر شاذۃ الاستعمال مین سے ہے ہمنے اسکو ذکر نکیا جیسے بپسودن سے بپساو و اس مین
دوطرح تخفیف کیجاتی ہے ایک تو بائے موحدہ کو حذف کرکے پسودن کہتے ہین دوسرا بائے فارسی
کو حذف کرکے بسودن کہتے ہین ابوالفرج کا شعر ہے شعر بعون عدل توصیاد عدل بپساود ؁
سرون آہوے نخچیر بے وسیلۂ دام ؁ ولہ کوہ بپسود زخم تیرش وگفت ؁ صاعقہ است این
نہ تیر داغوشا ؁ حکیم سوزنی شعر بخاک وادی آن چہرہ کہ آبلہ کرد ؁ بآستین حریر ارچہ نرم بپسوئی ؁
فردوسی رح شعر نگہ کرد پیکار دو پہلوان ہست ؁ خروشان چو رعد و پساوان دو دست ؁ ولہ بتان را
بشاہ نو آئین نمود ؁ کہ بودند چون گوہر نابسود ؁

قاعدہ تبدیل

پالودن مائیات کے چھاننے کے لیے موضوع ہی خواہی بالفعل مائی ہون خواہی بالقوہ

باب الواو مین قاعدہ زیادت بھی ہی چونکہ وہ مصادر شاذۃ الاستعمال میں لایا جاتا ہی بیان نہیں کیا

مصدر بپسودن کی تخفیف

باب الیاء

اس باب کے مصادر مستعملہ مین فقط دو قاعدے حذف مفرد اور زیادت مفرد کے میرے دیکھنے
مین آئے۔ اول حذف جیسے رسیدن سے رس بُریدن بالضم سے بُر بالضم بمعنی قطع گزیدن
بالفتح سے گز۔ دوسرا زیادت مثلاً گزیدن بالضم سے گزین اور بریدن بالضم بمعنی قطع کا
امر جیسے بُر بالضم محذوف الیا آتا ہے جیسے قاعدہ اولی حذف مین عرض کیا گیا بُرین بالضم بزیادتی
نون بھی آتا ہے جس کا حاصل بالمصدر برینش و برین مستعمل ہے مولوی معنوی شعر چون بُرید
او داد او را یک بُرین ؁ ہمچو شکر خوروش و چون انگبین ؁ نظامی رح شعر دلے باید اندیشہ را تیز و تند ؁

باب الیاء

قاعدہ حذف

قاعدہ زیادت

بر نیش نیاید ز شمشیر کند ۞ جاننا چاہیئے کہ اسی باب الیاء مین دیدن ایک ایسا مصدر ہے کہ باعتبار
بحث امر کے مقتضب ہے یعنی دیدن مصدر اور ہے بین مشتق اور انکے باہم کچھ تعلق اشتقاق نہین یعنی
دیدن کا مضارع اور امر نہین آتا اور بین کا مصدر اور ماضی نہین آتا ہان معنون مین ترادف ہے اس
بارہ مین مولانا صہبائی رحمہ اللہ تعالے کا ہمزبان ہون۔ چیدن سے چین اور یہ مصدر مع کل مشتقات
بتخفیف یا چدن و چد و چن بھی کلام فصحا مین مستعمل ہے فردوسی رح شعر ہمی گل چدند از لب رودبار ۞ زنان
چو گلستان و گل در کنار ۞ ولہ ترا آرزو جنگ و پیکار نیست ۞ اگر گل چنی راہ بے خار نیست ۞ ولہ
بہار آمد از گلستان گل چنم ۞ ز روے زمین شاخ سنبل چنم ۞ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۞

مصدر دیدن کی بحث مقتضب ہے
چیدن بتخفیف یا چدن بھی آیا ہے

بحث الحرف

جو کلمہ کہ اپنے معنون پر بنفسہ دلالت نکرے یعنی اپنی مفہومیت مین مستقل نہو کیا معنی کہ جبتک دوسرا کلمہ
اسکے ساتھ نہ ملے اسکا معنی کچھ نہ سمجھا جاے وہ حرف ہے جیسے از و در و بر حروف کئی قسم کے
ہین حروف جر[1]۔ حروف مشبہ بالفعل[2]۔ نہ و نے[3] مشبہ بہ نیست۔ نہ[4] نفی جنس کا۔ نا و بی[5] کہ جنکی ترکیب سے
وہ مرکبات صفت مشبہ منفیہ کا کام دیتے ہین جسطرح لفظ با صفت مشبہ مثبتہ کے معنی پیدا کرتا ہے۔
حروف[6] نواصب اسم۔ حروف شرط[7]۔ حروف جازمہ[8]۔ حروف عاطفہ[9]۔
اول[1] حروف جر چونکہ یہ حروف معنی فعل کو اپنے متصل و مایلی تک پہونچا دینے کے لئے موضوع
ہین حروف صلہ و روابط بھی انکو کہا جاتا ہے اور جر بمعنی کشیدن بھی ہے تو یہ حروف بھی معنی فعل کو
اپنے ملحق و متصل تک کھینچ لاتے ہین اور جر عربی مین ایک اعراب مخصوص کا نام بھی ہے یعنی
کلام عرب مین کسی کلمہ پر ان حروف کے داخل ہونے کا اثر اس اعراب خاص کے پیرایہ مین ظاہر
ہوتا ہے تو حروف جر کے ساتھ اسکو ملقب کرتے ہین چونکہ اعراب کی بحث زبان عرب کے ساتھ
مختص ہے اعجام ان دقیقون سے بے بہرہ ہین پس یہ تسمیہ اس وجہ کے ساتھ مخصوص بزبان
عرب ہوگا واللہ تعالی اعلم بالصواب اور حروف جر مین سے ایک تو لفظ از ہے اور ز اسکا مخفف
ز یہ کئی معنون مین مستعمل ہے ایک از ابتدائیہ اور از ابتدائیہ ایک امر ممتد کی ابتدا کے لیئے
موضوع ہے یعنی از اور اسکا مجرور جس فعل کے ساتھ متعلق ہو وہ فعل امر ممتد ہونا چاہیئے
مگر عام ہے کہ ممتد بنفسہ ہو جیسے عرفی کا شعر ہے شعر از در دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم ۞

حروف کی نو قسمین
اقسام حروف جر
معنی فعل کہ افعال مین اور اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ و مصدر و ظرف اور اسم اشارہ وغیرہ مین معنی فعل ہوتی ہین صرف معنی فعل کہنا کافی ہے یا معنی فعل کہنے کی ضرورت نہین واللہ تعالی اعلم بالصواب

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم ؛ کیا معنی کہ رفتن خود ایک امر ممتد ہے نظامی رح **شعر**
ز دروازۂ سدرہ تا ساق عرش ؛ قدم بر قدم عصمت افگندہ فرش ؛ قدم بر قدم خود امتداد پر
دال ہے یا منشا اور سبب کسی امر ممتد کا ہو جیسے نظامی رح **شعر** برون جست ازین گنبد چار بند ؛
فرس راند بر ہفت چرخ بلند ؛ کیا معنی کہ باہر کود جانا امر ممتد نہین اسواسطے کہ ایک ہی پھلانگ
مین باہر کود جا سکتے ہین بلکہ دوسرے کسی ایک امر ممتد یعنی فرس راندن بر ہفت چرخ کا سبب ہے
اور فرس راندن بلاشبہ امر ممتد ہے اور ابتدا اس امر ممتد کی (جسپر مجرور از دلالت کرتا ہے)
مکان یا زمان یا سوا اسکے کسی تیسری شئے سے بھی ہو سکتی ہے مگر علماے نحاۃ کا اسمین اختلاف
ہے بعضے غیر زمان مین اسکا استعمال حقیقت اور زمان مین استعارہ اور مجاز جانتے ہین - اور
غیر زمان خواہی مکان ہو یا غیر مکان جیسے نظامی رح **شعر** گرآئی زجاے نگہدار جائے ؛ وگرنہ
سپارم سرت زیر پاے ؛ اور غیر مکان کوئی شخص وغیرہ جیسے نظامیؒ **شعر** بسے منزل آمد زمن
تا بتو ؛ نشاید ترا یافت الا بتو ؛ اور بعضے صرف مکان کے لیے حقیقت باقی زمان ہو یا غیر زمان
مین استعارہ اور مجاز مانتے ہین اور بعضے تینون حالتوںمیں اسکا استعمال کو حقیقۃً جائز رکھتے ہین -
واضح ہو کہ لفظ ابتدا سے خود یہ بات سمجھہ مین آگئی ہو گی کہ جو شے لا بدایۃ لہ ہو گی اُس پر
از کا لانا محال ہے جیسے لا نہایۃ لہ پر تاے انتہائیہ لانا باطل ہے پس از ازل تا ابد جیسے
نظامی رح کے اس شعر مین **شعر** محمد صلعم کاز ازل تا ابد ہر چہ ہست ؛ بآرایش نام او نقش بست ؛
متاول ہے یعنی اول خلقت سے آخر خلقت تک کی مدت طویل کو ازل اور ابد کے ساتھ استعارہ
کر لیا اسواسطے کہ آپ کی ذات پاک صاحب لولاک لما خلقت الافلاک باعث کائنات سبب
وجود مخلوقات ہے اور کل کائنات اور جمیع مخلوقات مین سے کوئی بھی ازلی اور ابدی نہین
ازل اور ابد اُسی کی ذات تبارک وتقدس ہے وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ اسیطرح غیر مکان وغیر زمان
سے مکانیات و زمانیات مراد ہین نہ کہ جو شے مکان و زمان سے باہر ہو پس از لامکان
یا تا لامکان کہنا جیسے مولانا المولوی المعنوی کے اس شعر مین **شعر** آن سیہ حیران شد از برہان
او ؛ می دمید از لامکان ایمان او ؛ متاول ہے یعنی بڑی بعید مسافت کو لامکان کے ساتھ
استعارہ کر لیا اسواسطے کہ لامکان ایمان کا مخزن نہین صرف یہ بات ثابت کرنی ہے کہ ہمارے

ایمان کی طرح ملوث نہین نوریان مقربان حضرت یزدان جل جلالہ کے ایمان کیطرح اُس کا
ایمان بھی بے لوث اور کامل تھا۔ واللہُ تعالی اعلم بالصواب ۔

واضح ہو کہ از کا استعمال جب کئی معنون مین ہوتا ہے تو جداشناس اور علامت خاص اس معنی ابتدائیہ
کی یہ ہے کہ اُسکے مقابلہ مین تا انتہائیہ یا جو اس لفظ معنی تا کو ادا کرے لانا درست ہو اوّل ظاہر ہے
جیسے از خانہ تا مسجد رفتم ثانی جیسے نظامی رح کے اس شعر مین **شعر** سرنافہ در بیت اقصا کشاد ۔
زناف زمین سر باقصا نہاد ۔ اے از ناف زمین تا اقصا رفتند۔ جسطرح نحات عرب نے اَعُوذُ بِاللّٰہِ
مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مین تاویل کی ہے چنانچہ شیخ رضی استرآبادی شرح کافیہ مین فرماتے ہین
لان معنی اعوذ بہ التجئی الیہ وافرّ الیہ فالباء ھٰھنا افادت معنی الانتہاء اور کبھی
یہ از ابتدائیہ لقرینۂ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے اس شعر مین نظامی رح **شعر** محمد کازل تا ابد
ہر چہ ہست ۔ اے کہ ازل تا ابد الخ **ولہ** سکندر کہ کرد آن عمارتگری ۔ کجا تا کجا سدّ اسکندری ۔ ای از کجا
تا کجا۔ اسی قبیل سے ہے سرتاپا اے از سر تا پا واللہُ تعالی اعلم بالصواب دوسرا از بیانیہ ہے
جو ایک امر مبہم سے مقصود متکلم کیا ہے اُسکے اظہار و تبیین کے لیئے موضوع ہے یعنی از اپنے
مجرور کے ساتھ ملکر مظہر و مفسر و مبین اُس امر مبہم کا بنجاتا ہے جو مقصود ہے اور وہ امر مبہم خواہی
قبل از بیان کے ہو جیسے اس شعر مین نظامی رح **شعر** برانگیخت رزمے چو بارندہ میغ ۔ ز تنگرگ پیکان
و باران زتیغ ۔ خواہی بعد جیسے اس شعر مین سعدی رح **شعر** برگل سرخ از نم افتادہ لآلی ۔ ہمچو
عرق بر عذار شاہد غضبان ۔ جامی رح **شعر** بشیرینی و چربی از زبانم ۔ نہادی لقمۂ خوش در دہانم ۔
یہان لآلی اور لقمہ کا بیان نم اور زبان ہین۔ علامت اور جداشناس لفظی اسکا یہی ہے کہ بجائے
اسکے موصول مع مقتضیات لایا جاے تو معنی مین کوئی قباحت نہ آئے جیسے امثلہ مذکورہ مین
اسی لآلی کہ آن نم ست ولقمہ کہ آن زبان من ست و تنگرگ او کہ پیکان ست و باران او کہ تیغ ست
اور یہ از بیانیہ لقرینۂ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے مولوی معنوی رح (صفحہ ۱۶۶) **شعر** تابرون آرد زمین خاک رنگ ۔
ہر چہ اندر جیب دارد لعل و سنگ ۔ اے از لعل و از سنگ واللہُ تعالی اعلم بالصواب ۔

تیسرا تبعیضیہ اور وہ وہ حرف از ہے کہ جس اسم پر وہ از داخل ہوتا ہے اسکے قبل یا بعد جو اسم مرفوع
یا منصوب مذکور ہو وہ اس مجرور از کے بعض افراد مین سے ہو اول یعنی مرفوع جیسے اس شعر مین

سعدی رح شعر ملک صالح از پادشاہان شام ۔ برون آمدی صبحدم با غلام ۔ ثانی یعنے منصوب
جیسے اس شعر مین ولہ یکے راتب آمد ز صاحبدلان ۔ کسے گفت شکر بخواہ از فلان ۔ یہان اسم مرفوع
یعنے ملک صالح مجرور یعنی پادشاہان شام کے بعض افراد مین سے ہی۔ اسیطرح اسم منصوب یکے را
یعنی جس شخص کا حال بیان کرتے ہین صاحبدلونکے بعض افراد مین سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

از انتزاعیہ

چوتھا از انتزاعیہ وہ یہ ہے کہ مجرور از سے صرف موضع انفصال وانتزاع کا ظاہر کرنا مقصود ہو متکلم
یعنے اس سے مبدئیت کسی امر ممتد کے بیان کرنی مقصود نہو اور اسکو انفصالیہ بھی کہہ سکتے ہین
جیسے سعدی رح شعر ز گوش پنبہ برون آر و داد خلق بدہ ۔ دگر تو مے ندہی داد روز دادے ہست ۔
نظامی رح شعر ستانی زبان از رقیبان راز ۔ کہ تا راز سلطان نگویند باز ۔ ولہ ز ہر شاہ کامد جہان را
پدید ۔ بدست تو داد آفرینش کلید ۔ یعنی ہر پادشاہ کہ در وجود آمدہ کلید سلطنت از دست او گرفتہ

از انتزاعیہ بقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے

بتو سپرد ۔ کبھی بقرینہ مقام یہ از انتزاعیہ حذف بھی کیا جاتا ہے سید حسین خالص کا شعر ہے شعر
وعدہٴ وصلے کہ اے مہ پارہ یادت رفتہ است ۔ چارہٴ درد من بیچارہ یادت رفتہ است ۔ اے از یادت

از اعراضیہ

رفتہ است پانچوان از اعراضیہ جیسے اس شعر مین سعدی رح شعر گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود ۔
تا کردی اختیار از ان این فریق را ۔ ولہ دل آرامے کہ داری دل در و بند ۔ دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند ۔

از تفضیلیہ

چھٹا تفضیلیہ جو مفضل علیہ پر لایا جاتا ہے تا مفضل کا اپنے وصف مقصود مین مفضل علیہ سے
بڑھا چڑھا رہنا ثابت ہو سعدی رح شعر سرہنگ لطیف خوے دلدار ۔ بہتر ز فقیہ مردم آزار ۔

مفضل یا مفضل علیہ کے حذف مین کوئی نکتہ مقصود ہوتا ہے

نظامی رح شعر توئی کافریدی ز یک قطرہ آب ۔ گہرہاے روشن تر از آفتاب ۔ کبھی مفضل کو
کبھی مفضل علیہ کو بوجہ کسی نکتہ کے مذکور نہین کرتے مثلاً اعلام اس امر کا منظور ہوتا ہے کہ
اسکی عمومیت حصر بیان کو مانع ہے وغیرہ ذلک اول یعنی حذف مفضل سعدی رح کے اس شعر مین
شعر چو دانشور این دُر معنی بسفت ۔ بگفت این کزین بہ محالست گفت ۔ اے چیزے بہتر ازین الخ
اور ثانی یعنی حذف مفضل علیہ جیسے نظامی رح کے اس شعر کے مصرعہٴ ثانی مین شعر کزان خوبتر
جا نباشد دگر ۔ چو آن خوبتر گفتی آن خوبتر ۔ اے خوبتر از ہمہ چیز چنانچہ عربی مین اللہ اکبر ہے
اکبر من کل شیٔ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی مفضل علیہ مفضل پر مقدم بھی ہوجاتا ہے
مگر ہر حال مین حرف تفضیل کا اتصال مفضل علیہ کے ساتھ ضرور ہے فارسی مین اداۃ تفضیل تر

یا ترین ہین اور کبھی بغیر اداۃ کے بعض اسم جو متضمن معنے تفضیل کو ہین مفضل بنجاتے ہین چنانچہ حضرت نظامی کا یہ شعر ان دونون دعوٰن (یعنی تقدیم مفضل علیہ اور اداۃ تفضیل) کی شہادت ہے **شعر** امیدم ثبوت زاندازہ بیش ٭ مکن ناامیدم ز درگاہ خویش ٭ سعدی رح **شعر** چون درآید مہ از لوئی بسخن ٭ گرچہ بدانی اعتراض مکن ٭ کبھی معنی تفضیل سے تجرید کر لیجاتی ہے اداۃ تفضیل اُس پر لاکر بیشتر و مہتر و بہتر کہتے ہین کبھی ان اداۃ سے تفضیل مراد نہین ہوتی ہے جیسے نظامی رح کے اس شعر مین **شعر** شکر کہ این نامہ بعنوان رسید ٭ پیشتر از عمر بپایان رسید ٭ اور صیغہ تفضیل کو بعد حذف حرف جر جانب مفضل علیہ اضافت بھی کر سکتے ہین مگر اس مین شرط ہے کہ مفضل بعض افراد مفضل علیہ سے ہو غیر اضافت یعنی حالت تحلیل وانفصال ان شرطون سے بری ہے ہر حال مین مفضل مفضل علیہ کو بتوسط حرف جر بیان کر سکتے ہین گلستان مین ہے **نثر** اجلِ کائنات از روے ظاہر آدمیست و اذلِ موجودات سگ و باتفاق خردمندان سگِ حق شناس بہ از آدمیِ ناسپاس۔ آدمی اجل کائنات است و سگ اذل موجودات ۔ یہ دو مثالین اضافت کی ہین اس عبارت مین آدمی اور سگ (جو مفضل ہین) بعض افراد مفضل علیہ (یعنے کائنات و موجودات سے) ہین یہ امر صحت اضافت کے لیئے شرط ہے بخلاف حالت تحلیلی کے کہ اس مین خواہی مفضل مفضل علیہ کے افراد سے ہو یا نہ ہو سب درست ہے اوّل ظاہر ہے جیسے گوہر بہتر از سنگ ست تو گوہر نوع سنگ وافراد سنگ سے ہے اور اُسی مثال آدمی اجلِ کائنات کو آدمی اجل از کائنات بھی کہنا درست ہے اور ثانی یعنی جہان مفضل افراد مفضل علیہ سے نہو جیسے سگِ حق شناس بہ از آدمیِ ناسپاس کہنا درست اور اضافت کے ساتھ سگ بہتر آدمی ست نہین کہہ سکتے اسواسطے کہ سگ موصوف مردم ناسپاس کے افراد سے نہین اسیطرح زید بہتر از حمارست جائز ہے بہترینِ حمارست اضافت کے ساتھ جائز نہین۔ پس ان دو استعمالون مین نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی یعنے استعمال بتوسط از محللہ تفضیلیہ عام ہے اور اضافت کے ساتھ خاص جیسے زید بہترین مردمانست و بہتر از مردمان مادہ اجتماع ہے اور زید بہتر از حمارست مادہ افتراق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ مفضل جس پر حرف تفضیل لاحق ہوتا ہے وہ اسم متضمن معنی وصفی ہونا چاہیئے اور بعض جگہ اسم غیر متضمن معنی وصفی یا اعلام پر لاحق ہوجاتا ہے تو ان اسمون سے اُنکے اوصاف مشہورہ مراد ہوکر بمنزلہ صیغہ صفت کے

ہنادیئے جاتے ہین مولوی معنوی رح شعر کہ بروما خود زتو چوپان تریم ٭ چون تیغ گردیم ہر یک سروریم ٭
اے پاسبان تر و مرئی تر ہستیم ولہ لیک ازان فرعون تر آمد پدید ٭ ہم وراہم مکر اورا در کشید ٭
اے مکارتر۔ نظامی رح شعر سخنہاے از تیغ پولاد تر ٭ زبان از سخن سخت بنیاد تر ٭ اے از تیغ سخت
وتیزتر۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ساتوان استعانت کے لیئے صائب کا شعر ہے شعر کہ می شوید
غبار کلفت ازدل عندلیبان را ٭ دران گلشن کہ ازخون خود رخسار می شوید ٭ اے بخون خود نظامی رح
شعر مگر شاہ زان داد چوگان بمن ٭ کہ تا زو کشم ملک بر خویشتن ٭ اے تا بدو کشم۔ اس شعر مین معنی
استعانت کے جب ہی درست ہونگے جب مرجع ضمیر مجرور کا چوگان کو بنائین اور اگر شاہ کی جانب ضمیر
راجع ہو تو از انتزاعیہ یا ابتدائیہ سمجھا جائیگا مگر تقدیر اول راجح ہے کیا معنی کہ مبالغہ اس تقدیر پر
زیادہ ہوگا اسواسطے کہ ملک سے مراد مطلق ملک یعنی تمام جہان تقدیر اول پر لے سکتے ہین۔ تقدیر
ثانی پر جب زو کی ضمیر مجرور شاہ یعنی دارا کی طرف راجع ہوئی مضاف الیہ ملک کا محذوف مانا جائیگا
مطلق چھوڑا نہ جائیگا اے ملک شاہ ملک دارا پس ظاہر ہے کہ دارا کے پاس سے سوا اُس کے
ملک کے تمام جہان کہان سے لے سکتے ہین واللہ تعالی اعلم بالصواب آٹھوان اجلیہ یعنی
بمعنی برائے۔ انوری شعر در دیدہ فتح جاے سازی ٭ از کوری دشمنان لوارا ٭ اے برائے کور
کردن دیدہ دشمنان کذا فی الشرح۔ نوان سببیہ۔ سعدی رح شعر ہر آنکس کہ عیبش نگویند پیش ٭
ہنر داند از جاہلی عیب خویش ٭ ولہ آبگینہ ہمہ جا یابی ازان بے محل است ٭ لعل دشوار بدست آید
ازان ست عزیز ٭ ولہ اسیر بند شکم را دو شب نگیرد خواب ٭ شبے زمعدہ سنگی شبے ز دل تنگی ٭ اے
بسبب گرانی معدہ وبسبب تنگی دل۔ اجلیہ اور سببیہ مین فرق یہ ہے کہ مجرور از اجلیہ کا فعل مذکور
کے لیئے علت غائی ہوتا ہے جسکا وجود اُس فعل سے مؤخر ہے اور مدخول از سببیہ کا فعل مذکور کی
علت موثرہ فاعلی ہوتا ہے جسکا وجود اُس فعل پر مقدم ہے جیسے امثلہ سے ظاہر ہی واللہ تعالی
اعلم بالصواب دسوان از محللہ اضافت۔ راے محللہ کی طرح یہ بھی مضاف الیہ پر لایا جاتا ہے
اور مضاف کا مقدم موخر بلا فاصل اور فصل کے ساتھ ہونا سب طرح جائز ہے لیکن یہان اس
عمل تحلیل سے اکثر تخصیص مضاف الیہ کی مطمح نظر ہوا کرتی ہے جیسے سپاس ازخدا وغم از حبیب
وعذر از تقصیر فردوسی رح شعر سپاس از خداوند خورشید وماہ ٭ کہ دیدم ترا زندہ در جایگاہ ٭

اے سپاس خداوند سعدی رح **شعر** اقلیم پارس راغم از آسیبِ دہر نیست ٭ تا بر سرش بود چو تو اے سایہ خدا ٭ اے غم آسیبِ دہر **وله** بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیرِ خویش ٭ عذر بدرگاہِ خدا آورد ٭ اے عذر تقصیرِ خویش - یہان اس تحلیل سے سامع کو چونکانا منظور ہوتا ہے تا وہ سامع اُس تقئید و قید پر تفصیلی اور واضح طور پر نظر ڈالے جو درصورت ترکیب اضافی اجمالی نظر کو مقتضی تھی کیا معنی کہ اضافت مین قید یعنے مضاف الیہ خارج ہوا کرتا ہے اور تقئید داخل تو شاید سامع اُس تقئید پر توجہ نکرے اُس قید کو اتفاقی سمجھے تو وہ بند اضافت یعنی تقئید از کے ساتھ کھولدیجاتی ہے مگر چونکہ صحت اضافت کے لیئے مناسبات شتّٰی ہین (یعنی کوئی مناسبت ہو صحت اضافت کے لیئے کافی ہے اگرچہ ادنی مناسبت ہی سہی ۱۲) کہین یہ از محللہ رائے مخصصہ کے معنی دیگا جس طرح عربی مین لام تخصیص جیسے سپاس از خداوند مین یعنی سپاس جو خاص خداوند عالم کے لیئے ہے - اور کہین سبب کے معنی دیگا جیسے غم از آسیب دہر مین یعنی غم جو بسبب آسیب دہر کے ہو اسی طرح اور مناسبات کو قیاس کرلین پس از مادی کو (جسکا بیان ابھی آئیگا انشاء اللہ تعالےٰ) اسی محللہ کی قسم مین داخل کرسکتے ہین مگر اسوجہ سے کہ اضافت مین اضافت حقیقی اصل ہی اور اضافت حقیقی مین مقصود مضاف ہی ہوا کرتا ہے اور مادی مین مضاف کا مقصود ہونا ضروری نہین مادی کو قسم جداگانہ بتا دیا وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب - گیارہوان از مادّی وہ از ہے جو مادہ پر داخل ہوتا ہے تا ظاہر ہوجاے کہ جو اسم ماقبلِ از مذکور ہے مجرور از اُس کا مادہ ہے خواہی یہ مادّہ حقیقۃً ہو خواہی ادعائے محض اول جیسے اس شعر مین سعدی رح **شعر** شمشیر نیک ز آہنِ بد چون کند کسے ٭ ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس ٭ ثانی جیسے اس شعر مین نظامی رح **شعر** ز لعل و ز دُر گردن و گوش پُر ٭ لب از لعل کانی و دندان ز دُر ٭ یعنی لب و دندان کا مادہ ادعاءً بیان کیا جاتا ہے کہ لعل و دُر ہی اِس از کو غم از آسیب و عذر از تقصیر کیطرح محللۂ اضافت نہین کہہ سکتے کسواسطے کہ محللہ مضاف الیہ پر داخل ہوتا ہے اور مادی کا حال یہ ہے کہ اگر مجرور از مادّہ حقیقۃً ہے اور اُس سے بعد حذف حرف جر ترکیب اضافی بنائی جائے تو محللہ کیطرح مجرور از اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف الیہ ہوگا جیسے شمشیر از آہن انگشتر از زر سے شمشیر آہن انگشترِ زر اور اگر مادۂ ادعائی ہے مجرور از اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف ہوگا جیسے مثال مذکور مین لب از لعل دندان از دُر سے لعلِ لب دُرِ دندان مرکب اضافی ہوگا غرض ما بہ الامتیاز مادی حقیقی اور ادعائی کا بھی وہی ہے مگر حال

اس تحلیل سے متکلم کو سامع کو فائدہ مطلوب ہے

صحت اضافت کے لیے کوئی مناسبت بھی کفایت کرتی ہے تو از مادی کو بھی محللہ مین درج کر دیا

از مادّی

مجرور از مادہ حقیقی بھی ہوتا ہے اور ادعائی بھی

مین مقصود اور محط نظر وہی اسم ہوگا جو ماقبل از کے مذکور ہو اگرچہ مرکب اضافی بنانے کے
بعد مادی حقیقی مین مضاف مقصود ہو جاتا ہے جو قبل ترکیب اضافی ماقبل از کے تھا اور مادی ادعائی
مین مضاف الیہ مقصود ہوا کرتا ہے جو قبل ترکیب اضافی یہ بھی ماقبل از کے مذکور ہوا ہے
جیسے امثلہ سے ہویدا ہے اور اضافت ان ہر دو قسم مادی یعنی حقیقی و ادعائی کی اضافت بیانیہ
کہلاتی ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب بارھوان از برائے قسمت و توزیع یہ وہ از ہے کہ جو
مقسم علیہ پر لایا جاتا ہے میر مرتضے رضی کا شعر ہے **شعر** برادرانہ بیا قسمتے کنیم رقیب ٭ جہان و
ہر چہ درو ہست از تو یار از من ٭ اے ہمہ جہان قسمت تو و یار قسمت من - خواجہ افضل الدین کاشی
رباعی ابر از دہقان کہ ژالہ میروید از و ٭ دشت از مجنون کہ لالہ میروید از و ٭ طوبی و بہشت و
سلسبیل از زاہد ٭ ما و دلکی کہ نالہ میروید از و ٭ تیرھوان از جو بجائے رائے مفعولی کے مستعمل ہوتا
ہے سعدی رح **شعر** شب سروشان برده از دیده خواب ٭ چو حربا تامل کنان زآفتاب ٭ اے
آفتاب را بعض نسخون مین بغیر زے کے تامل کنان آفتاب ہے - مفید بلخی **شعر** چون گزم از لب
آن شوخ ہوسناک مفید ٭ من کہ ہمچون صدف آبلہ دندان دارم ٭ اے لب آن شوخ را ممکن ہے
کہ یہان از زائدہ مفعول بہ پر لایا گیا ہو - چودھوان از جو بجائے در مستعمل ہوتا ہے نظامی رح
شعر چہل روز خود را گرفتم زمام ٭ کادیم از چہل روزہ گردد تمام ٭ پندرھوان از جو بجائے بر
استعمال کیا جاتا ہی نظامی رح **شعر** نشست از بر بارہ رہ نوردے ٭ برآراست لشکر برسم نبرد ٭ **شعر** فریب خویش از خصم ناخوش
بہ است ٭ بر افشاندن آب زآتش بہ است ٭ خسرو **شعر** اے پسر از ملک و جوانی مناز ٭ نازید و کن کہ شد
او بے نیاز ٭ واضح ہو کہ بر جو ناز کا صلہ واقع ہوتا ہی وہ دو شئی پر آتا ہی ایک تو کوئی کمال یا جمال وغیرہ جسکے سبب سے
انسان اتراتا اور ناز کرتا ہی جیسے **شعر** ناز برین دولت تازان مکن ٭ از من ناصح ہمینہ پر این سخن ٭ دوسرا وہ کہ اسکے ناز اور نخرے کو برداشت کرتا ہی
جیسے **مصرعہ** ناز بران کن کہ خریدار تست ٭ شق اول مین بر بمعنی حقیقی یعنی استعلا کیلئے نہین بلکہ سببیہ ہی پس جو از کہ موضع اول
مین مستعمل ہی اسکو بمعنی بر قرار دینا نہین چاہیے بلکہ اس موقع مین اگر خود بر مستعمل ہو اسکو بمعنی از کہنا مناسب ہوگا واللہ تعالے
اعلم بالصواب سولھوان از جو باے مرکبہ اتصالیہ کی جگہ مستعمل ہوتا ہے جمال الدین سلمان
کا شعر ہے **شعر** جان زندگی از چشمہ پر نوش تو دارد ٭ دلبستگی از سنبل گلپوش تو دارد ٭ اے
دلبستگی بسنبل گلپوش تو الخ - سترھوان از جزو صفت یعنی وہ حرف از کہ در اصل صلہ صیغہ صفت

حواشی: اے یعنی دل ۱۲ — اے در چہل روز ۱۲ — اے بر فوق اسپ ۱۲ — اے بر آتش ۱۲ — اے زود و دورندہ ۱۲ — اے زلف ۱۲ — اے رخسار ۱۲

حاشیہ: ۱۲ از برائے قسمت — ۱۳ از بمعنی رائے مفعولی — ۱۴ از بمعنی در — ۱۵ از بمعنی بر — ۱۶ از بمعنی باے مرکبہ اتصالیہ — ۱۷ جزو صفت

اور مرکب وصفی کے درمیان مین لایا جاتا ہے جیسے دست از کار رفتہ آب از سر گذشتہ کیا معنی کہ
در اصل اور حقیقت کے اعتبار سے دست اور آب موصوف ہے از کار رفتہ و از سر گذشتہ صلہ موصول
محذوف کا۔ موصول صلہ کے ساتھ ملکر دست اور آب کی صفت ہوئی جسکی تقدیر دست کہ از کار رفتہ
است و آب کہ از سر گذشتہ است ہے اس صورت مین موصوف کسرۂ توصیف سے بے نیاز ہوجاتا ہے
اور جب اس مجموعہ سے صیغہ صفت کا بنایا جاتا ہے کاف موصولہ اور است رابطۂ اسنادی جو علامت
جملہ ہے حذف کر دیا جاتا ہے تا یہ مرکب کلامی قوت مین مفرد کے ہوجائے اسواسطے کہ صیغے
صفت مشبہ کے نوع کلمہ سے ہین آپ ذرا غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حروف روابط اطلاقا
جزو صفت واقع ہو سکتے ہین کوئی خصوصیت حرف از کی اس بارہ مین جسطرح صاحب جواہر الحروف
نے فرمائی ہے سمجھ مین نہین آتی چنانچہ در و بر و با موحدہ و با مرکب برابر جزو صفت واقع ہین
جیسے پا بر در ماندہ چشم در راہ۔ گوش بر آواز۔ سر بر زانو نہادہ۔ دل با مہر ساختہ۔ دست بدل اسکا ذکر
صفت مشبہ کے بیان مین گزر چکا واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ کبھی یہ از جزو صفت بقرینۂ مقام
حذف بھی کیا جاتا ہے صائب کا شعر ہے **شعر** بر دست کار رفتہ نباشد گرفت و گیر ✽ چون بہلہ دست
در کمر یار میکنم ✽ اگر مجھ سے پوچھیے اس از کو جزو صفت قرار دینا ایک اصطلاح جدید عبث کلفت ہے اور
درحقیقت انتزاعیہ انفصالیہ از ہے جو صلہ گزشتن و رفتن کا واقع ہوا ہے۔ اٹھارہوان ۱۸ از جو صلہ
بعض افعال کا واقع ہوتا ہے جیسے پرسیدن فراموش کردن یاد آمدن یاد کردن یاد دہانیدن وغیرہ
اگر یہ فعل لازم ہے مجرور از فاعل ہوگا جیسے جامی رح **شعر** جو ابش داد یوسف کاے پریزاد ✽ نیاید
با تو کس را از پری یاد ✽ اے در مقابل تو کسے را پری یاد نمی آید۔ اگر متعدی ہے مجرور از مفعول
ہوگا سعدی رح **شعر** یکے پرسید زان گم کردہ فرزند ✽ کہ اے روشن گہر پیر خردمند ✽ یہان از پرسیدن
کے مفعول اول پر واقع ہوا ہے ورنہ اکثر مفعول ثانی پر لایا جاتا ہے سعدی رح **نثر** حکیمے را پرسیدند
از سخاوت و شجاعت کہ کدام بہتر است۔ حافظ رح **شعر** کلک مشکین تو روزیکہ ز ما یاد کند ✽ ببرد اجر دو صد
بندہ کہ آزاد کند ✽ باقر کاشی **شعر** تو خود کے می کنی از من فراموش ✽ کجا جان مے کند از تن فراموش ✽
اس حرف صلہ کو نہ بمعنی را سے مفعولی سمجھنا چاہیئے نہ زائد محض اگر بمعنی مفعولی ہوتا فعل لازم بمعنی
فاعل کے نہ دیتا بلکہ یہ امر خصوصیات محاورہ سے تعلق رکھتا ہے۔ انیسوان از زائدہ اور یہ وہ حرف ہے

حروف روابط مطلقا جزو صفت واقع ہوسکتے ہین خصوصیت حرف از کی اسمین کچھ نہین

از جزو صفت کا حذف

۱۸ از صلہ

از جو صلہ پرسیدن وغیرہ کا ہے فاعل اور مفعول اول اور ثانی پر لایا گیا ہے

۱۹ از زائدہ۔

کہ اگر وہ کلام سے حذف کردیا جاے معنی مین کوئی خرابی نہ آئے۔ لیکن اس کا لانا فائدہ سے خالی
بھی نہین کچھ نہین تو اپنی جنس کی تاکید ہی اُس سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ جمال بن نصیرؒ نے شرح
جامی کے من زائدہ کے حاشیہ مین فرمایا ہے وھی ما لو اسقط استقام المعنی وفائدۃ
التاکید غالبا کما ھو شان الحروف الزائدۃ جیسے از بہر از براے از پے بلکہ اُس را کے ساتھ
جو بمعنی براے کے ہو زاید لایا کرتے ہین چونکہ از کو اپنے مجرور سے مقدم اور را کو موخر ہونا ضروری ہے
از براے کیطرح از اور را متصل نہونگے اپنے مجرور کے آگے اور پیچھے رہین گے جیسے مولوی معنویؒ
کا شعر ہے شعر ساحران با موسی از استیزہ را ٭ برگرفتہ چون عصاے او عصا ٭ اے براے استیزہ۔
ازیرا اور اُسکے مخفف زیرا بھی از اور را اسی قسم کے ہین اسواسطے کہ اصل اسکی ازین را وزین را ہے
جسکو بعد حذف نون ازیرا و زیرا کہا کرتے ہین مولوی معنوی رح شعر بگو دل را کہ گرد غم نگردد ٭ ازیرا
غم زخوردن کم نگردد ٭ سید حسن اشرفی شعر از عیب بپرہیز زمانی بنجود آساے ٭ زیرا کہ خردمند بیاسود
ز اغیار ٭ اور یہی مخفف زیادہ مستعمل ہے۔ بلکہ یہ تینون حرف ایک مجرور پر داخل ہوجاتے ہین جیسے
میر معزی کے اس شعر مین شعر از بہر ترا توبہ و سوگند شکستم ٭ برکف قدح بادہ نہادیم دگر ہیچ ٭ اے بہر تو
انوری شعر فاتحہ داغش از زمانہ ہمی خواست ٭ شیر سپہر از براے لوح سرش را ٭ اے براے لوح سرش
مولوی معنویؒ مثنوی ۳۴۹ شعر نامہ خواند از پے تعلیم را ٭ حرف گوید از پئے تفہیم را ٭ اور اسی قبیل سے ہین
از اول از نخست از آغاز از پیش از پس از عقب از کجا از ناگاہ مولوی جامیؒ کا شعر ہے شعر ہمان
صورت کز اول زد بروراہ ٭ درآمد بارخے روشن تر از ماہ ٭ اے اول بار۔ نظامی رح شعر طراز سر نامہ بود
از نخست ٭ بنامے کز و نامہا شد درست ٭ فردوسی رح شعر از آغاز بنوشت نام خداے ٭ کہ بود ست ہموارہ
باشد بجاے ٭ حافظ رح شعر رہ خلاص کجا باشد آن غریقے را ٭ کہ سیل محنت عشق ز پیش و پس باشد ٭
سعدی رح شعر برگ عیشے بگور خویش فرست ٭ کس نیارد ز پس تو پیش فرست ٭ حافظ رح شعر گرم
نہ پیر مغان در بروے بکشاید ٭ کدام رہ بزنم چارہ از کجا جویم ٭ اے کدام جا جویم۔ یعنی در کدام جا جویم۔
کمال اسمعیل شعر چہ لطف بود کہ تشریف دادی از ناگاہ ٭ کہ یادت ازین رنجور و ناتوان آورد ٭ کہ آفتاب
شریعت بطالع مسعود ٭ باوج برج سعادت ز ناگہان آورد ٭ کیا معنی کہ اول و نخست و پیش و پس وغیرہ
ظرف کے صیغے ہین بلا واسطہ حرف جر مفعول فیہ واقع ہوجاتے ہین اب اگر یہ از عبارت سے

کلام مین حروف زائدہ فائدہ معنی سے خالی نہین ہوتے

ازیرا اور زیرا کی تحقیق

از اور را اور براے یا بہر وغیرہ ایک جگہ جمع ہوجاتے ہین

از اول اور از پیش وغیرہ مین از زائد ہے

حذف بھی کردیا جاے معنی اسیطرح بنے رہین گے استقامت معنی مین ذرا فرق نہ آئیگا جیسے امثلہ سے
ہویدا ہے اور یہ از اُسی مفعول فیہ والے معنی ظرفی کی تاکید بھی کردیتا ہے جو ان ظروف سے ضمناً مفہوم
ہین پس اس صورت مین یہ از بمعنی در ظرفیہ ہوگا چنانچہ خود لفظ در اس موقع مین مستعمل ہے حضرت امیر خسرو رح
فرماتے ہین **شعر** بود در اوّل کس از و بیش نہ * ماند در آخر کس از و بیش نہ * حافظ رح **شعر** ہر کہ در پیش بتان
از سر جان می سوزد * نے بتکلف تن او لائق قربان نشود * **ولہ** در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند * آنچہ اُستاد ازل
گفت ہمان می گویم * مگر فرق ان دونون از زائدہ مین یہ ہے کہ جو از کہ براے وبہر و را کے ساتھ
آتا ہے اُس براے وبہر و را کے معنون مین ہوتا ہے جو اسکے متصل صریح مذکور ہین اور جو از کہ ان ظروف
کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے وہ در (یعنی فی) کے معنون مین ہوتا ہے جو کہ ان ظروف سے ضمناً سمجھے
جاتے ہین اور یہ بھی سُن رکھیئے کہ لفظ ناگاہ مین گاہ بمعنی وقت ہے جیسے سحرگاہ مین اور نا نفی کے
لیئے تو ناگاہ بلے وقت کے معنون مین ہوا اور جو فعل اچانک بغتۃً ہوتا ہے وہ بھی بے وقت ہی ہوتا ہے
اسیوجہ سے اس لفظ کو مفاجات مین استعمال کرتے ہین اور مفاجات بھی بمعنی عجلت ہے چنانچہ صحاح
مین ہے فاجاہ مفاجاۃً ای عاجلہ اور اس قسم کی ترکیبین عربی مین بھی مستعمل ہین جیسے کہتے
ہین جاء فلان فی حاجتہ ثم رجع من فورہ کما فے المصباح اے رجع فی ساعتہ التی وصل فیہا
چنانچہ محاورہ اُردو مین فے الفور کہا جاتا ہے غرض از ناگاہ اور از نخست از آغاز مین ایک ہی طرح کی
زیادتی ہے واللہُ تعالیٰ اعلمُ بالصّواب اور یہ از جب اپنے ماقبل کے کسی کلمہ کے ساتھ اتصال
پاتا ہے فتح ہمزہ نقل کرکے ماقبل کو دیا جاتا ہے جیسے کز و نز نظامی رح **شعر** ہر آن فتح کا قبالش آورد
پیش * ز فضل خدا دید نز جہد خویش * امیر خسرو رح **شعر** منکہ سپہ را بو غارانده ام * نز سر بازی و دغا
رانده ام * چنانچہ ضمائر متصلہ کے بیان مین بطور نظیر کے اسکا بھی کچھ بیان آگیا ہے ۔

تا انتہائیہ سادہ ۱۲

الثانی تا مرکب یہ کئی معنون مین مستعمل ہے ایک تو انتہائیہ سادہ بلا تضمین معنی موصول شرطی اور
یہ از ابتدائیہ کے مقابلہ مین آتا ہے تو یہ بھی ایک امر ممتد بالذات یا بالعرض کے لیئے موضوع ہوگا
اسیطرح اسکے استعمال کو مکان اور زمان جیسے از دہلی تا آگرہ و از صبح تا شام اور غیر مکان و زمان
مین از ابتدائیہ پر قیاس کرلینا چاہیئے علامت اور جدا شناس تا انتہائیہ کا یہ ہے کہ اسکے مقابل

علامت تا انتہائیہ کی

مین از ابتدائیہ کا لانا درست ہو نعمت خان عالی کا شعر ہے **شعر** یکے بشرط کہ فردا ست کوچ تا دہلی *

توان بعرصۂ چلروز یا دو ماہ رسید ٭ اسے از ینجا تا دہلی۔ صائب شعر جاے نمیروی کہ دل بدگمان
من ٭ تا باز گشتن تو بصد جان نمی رود ٭ اسے تا زمان مراجعت تو۔ غیر مکان و زمان جیسے مولوی معنوی رح
شعر پس سلیمان از دلش آگاہ شد ٭ کز دل او تا دل او راہ شد ٭ حافظ شیراز شعر فرق ست ز آب خضر
کہ ظلمات جاے اوست ٭ تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبرست ٭ اور بوقت قیام قرینہ اسکا حذف کردینا بھی

(۱) حذف تاء انتہائیہ

جائز ہے عثمان خان بخاری کا شعر ہے شعر ملکش زجہان چندان کز ہند بہ قسطنطین ٭ ای تا بہ قسطنطین
یہان بار موحدہ بمعنی تا نہین ہے بلکہ وہ باے موحدہ ہے جو تاء انتہائیہ کے بعد اکثر مستعمل ہے نظامی رح
شعر بسے منزل آمد ز من تا بتو ٭ نشاید ترا یافت الا بتو ٭ دوسرا تا ابتدائیہ متضمن معنی موصول شرطی

(۲) تاء ابتدائیہ تضمینیہ

اسکے مقابل تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی بھی آتا ہے کیا معنی کہ یہ تا چونکہ بعض مواضع مین
نائب مناب کہ کا بنجاتا ہے تو لفظ کہ کی طرح اپنی ابتدا اور انتہاے زمانی کے ساتھ معنی موصولیت
کو بھی متضمن ہوجاتا ہے اور یہ دونون تا ابتدائیہ ہو خواہ انتہائیہ بدایت و نہایت زمانی ہی کے
ساتھ مختص ہین غیر زمان مین خواہ مکان ہو یا غیر مکان اسکا استعمال مسموع نہین ابتدائیہ جیسے
شعر تا عشق تو در سینہ مکان کرد کراجا ٭ کس دید در آفاق بیک شہر دو راجا ٭ اسے از زمانیکہ عشق
تو در سینہ من الخ چونکہ یہ موصول معنی شرط کو متضمن ہے تو جملہ تا عشق تو در سینہ مکان کرد شرط ہوگا
اور کراجا استفہام انکاری یعنی دیگر کس را دران سینہ جاے نماند اُسکی جزا۔ اور جب کہ یہ تا اتنے
معنون کو شامل ہے فقط حرف از اسکی جگہ نیابت کے لیئے کافی ہو نہین سکتا یعنی تا عشق تو در سینہ الخ
کی جگہ صرف از عشق تو در سینہ الخ کہنا درست نہوگا تیسرا تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی جیسے

(۳) تاء انتہائیہ تضمینیہ

نظامی رح کا شعر ہے شعر چراغے کہ تا او نیفروخت نور ٭ ز چشم جہان روشنی بود دور ٭ شعر تا بقا
ء جہان بود ممکن ٭ ذات پاکت ہمیشہ باقی باد ٭ اسے تا زمانیکہ جہان را بقاست اور یہ جملہ شرط ہے
ذات پاکت باقی باد جزا اور لفظ ہمیشہ کا تاکید معنی شرط کے لیئے لایا گیا۔ دوامیت معنی شرطی
سے اشارۃً مفہوم ہین نہ مفہوم تا واللہ تعالی اعلم ٭ چوتھا اُن معنون مین مستعمل ہوتا ہے جہان

(۴) تاء بمعنی حتی

عربی مین حتّی مستعمل ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی کے اس شعر مین شعر منم آن قطرہ کہ صد سینہ و
دل کردم داغ ٭ تا ز نوک مژہ غلطیدہ بدامان رفتم ٭ پانچوان تا علت و سبب کے لیئے یعنی مدخول
اس تا کا علت غائی اور سبب فعل ہوا کرتا ہے عرفی شعر تا بمژگان تو گردد آشنا ٭ دیدہ را بر نیش مژگان منم

(۵) تاء علیہ و سببیہ

تائے لزومیہ

دیدہ بر نیش زدن کی غرض کہو علت غائی کہو مژگان معشوق کے ساتھ خوگر کرنا ہے چھٹا تائے لزومیہ
جو کہ وہ امرون مین شدت التزام پیدا کرنے کے لیئے لایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوجاے کہ در صورت
وجود امر اوّل ترتب امر ثانی مین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہی جیسے گلستان مین ہے نثر
فرّاش باد صبا را گفت تا فرش زمردین بگسترد و دایۂ ابر بہاری را فرمود تا بنات نبات را در مہد زمین
بپرورد لیکن گسترد و پرورد کو بسکون را صیغۂ ماضی پڑھنا چاہیئے نظامی رح شعر بفرمود تا کوس رُوئین
زدند ٭ سراپردہ بر پشت پروین زدند ٭ کیا معنی کہ گفت و فرمود کا مفعول یعنی مامور بہ ہنوز مذکور نہوا
تھا کہ ترتب امر ثانی کا ہو گیا جس سے معلوم ہوجاے کہ مُنہ سے بات پوری نکلنے نہین پاتی کہ
تعمیل اُسکی ہوجاتی ہے اسی قبیل سے ہے تا اس شعر مین نظامی رح شعر نشد بر تنے تا پرداختش ٭
نزد بر سرے تا نینداختش ٭ یعنی دشمن پر جانے نہین پاتا کہ جگہ اُس سے خالی کر دیتا ہے یا اُس
تن کو جان سے خالی کر دیتا ہے اور کسی سر پر مارنے نہین پاتا کہ اس سر کو گرا دیتا ہے غرض مدخول تا
اور اُسکے ماقبل مین ملازمہ ہونا چاہیئے اگرچہ وہ ادعائی ہی کیون نہو اور یہ تائے لزومیہ تائے بیانیہ کیطرح
کاف کے ساتھ بھی مستعمل ہے نظامی رح شعر دگر رومئی رفت چون تندباد ٭ کہ تا چشم بر ہم نہد سر نہاد
محتمل ہے کہ مصرعہ ثانی رومئی کی صفت ہو اور کاف صلہ یا صفت کا ہو جو جملہ کو بتاویل مفرد کرنے
کے لیئے لایا جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ساتوان بیانیہ جو کہ کاف بیانیہ کے قائم مقام

تائے بیانیہ

ہوجاتا ہے جس طرح کاف تا کی جگہ استعمال پاتا ہے نظام دست غیب کا شعر ہے شعر شب
بیاد او چو جام چند در محفل زدم ٭ سینہ کندم آنقدر تا ناخنے بر دل زدم ٭ ای آنقدر کہ ناخنے بر دل زدم
لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر مقام مقام استغراب و تردد و انتظار نہین ہے تو کاف اصل اور تا اُسکا
نائب سمجھا جائیگا جیسے نظام دست غیب کے شعر سے واضح ہے اور اگر مقام استغراب و انتظار کا ہے
تو اُسکا عکس یعنی تا اصل اور کاف اُسکا قائم مقام سمجھا جائیگا جیسے بہ بنیم کہ چہ معاملہ پیش آید نظامی رح
شعر دبیران نگر تا بروز سپید ٭ قلم چون تراشند از مشک بید ٭ اور یہ تا اور کاف ہر دو ایک محل مین
جمع ہوجاتے ہین اس وقت کوئی کسیکا نائب نہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب نظامی رح شعر
بہ بنیم کہ تا کردگار جہان ٭ درین آشکارا چہ دارد نہان ٭ شعر جہد نما تا کہ بجائے رسی ٭ درد بکش تا
بہ دوائے رسی ٭ اول مین کاف مقدم ہے ثانی مین موخر۔ آٹھوان تائے نہایہ جو اپنے متعلق کے

مضمون جملہ کی تاکید کرتا ہے سعدی رح **شعر** زصاحب غرض تا سخن نشنوی ؛ اگر کار بندی پشیمان شوی ؛ اور تا زنہار یہ اکثر منفی پر داخل ہوتا ہے اور کبھی مثبت پر بھی آجاتا ہے سعدیؒ **شعر** بر ان باش تا ہر چہ نیت کنی ؛ نظر در صلاح رعیت کنی ؛ چنانچہ خود لفظ زنہار اور ہرگز جمل مثبتہ پر داخل ہوتے ہین سعدی رح **شعر** غم زیر دستان بخور زینہار ؛ بترس از زبر دستیِ روزگار ؛ صائبؒ **شعر** در ملک خویش رخنہ فگندن زعقل نیست ؛ زنہار بستہ دار زبان سوال را ؛ نظامی رح **شعر** گر از مے شدم ہرگز آلودہ کام ؛ حلالِ خدا بر نظامی حرام ؛ محتمل ہے کہ تا ہر چہ نیت کنی مین تا بر ان کا بیان ہو۔ نو آن تا اسمی جسکا ترجمہ طرف اور سوے کیا جاتا ہے۔ حضرت امیر خسروؒ معراج مین فرماتے ہین **شعر** باز کشاد دست درِ آسمان ؛ پای برون نہ ززمین تا زمان ؛ اسے بسوے زمان بطرف زمان یہان زمان سے تسمیۃ الشئ باسم لازمہ آسمان مراد ہے کیا معنی کہ مقدار گردش آسمان کا زمانہ نام ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تا اسمی بمعنی جہت و طرف

اَلثَّالِثُ۔ لفظ در ہستعمال اسکا ظرفیت کے لیئے یعنی مجرور اس در کا ظرف مکان یا زمان ہو استعمال حقیقی ہے جیسے آب در کوزہ وخواب در شب اور استعمال غیر ظرف مین مجاز ہوگا جیسے نجات در صدق ست اور کبھی براور الی اور را مفعولی وغیرہ کے معنون مین مجازاً استعارہ کر لیا جاتا ہے اور اس اختیار مجاز یعنی غیر معنی حقیقی کے لیئے استعارہ کرنے مین مقصود متکلم کوئی نہ کوئی نکتہ ہوتا ہے جیسے امثلہ سے ظاہر ہے۔ اول بمعنی بر امیر خسروؒ **شعر** عمر ابد باد بعیش اندرش ؛ این غزل اندر لب خنیاگرش ؛ اسے برلب خنیاگر نظامیؒ **شعر** بغوغاے لشکر در آمد شکیب ؛ کہ دست از عنان رفت و پا از رکیب ؛ اے بسبب غوغاے لشکر صبر و شکیب بیرون رفتہ خصوصاً جب اسکے مدخول کے صلہ مین از واقع ہو۔ نظامی رح **شعر** رطب چین در آمد ز نوشینہ خواب ؛ دماغے پر آتش دہانے پر آب ؛ **ولہ** در آمد ز من نالۂ ناگہی ؛ گز اندیشہ پر گشتم از خود تہی ؛ **ولہ** غنودہ تنِ مردم از رنج و تاب ؛ نظر بر زمانے در آمد ز خواب ؛ شفائی **شعر** زہ کرد کمان غمزۂ غماز شفائی ؛ کو حوصلہ کز عہدۂ این ناز در آید ؛ اسے بر آید۔ مدار قافیہ ناز و راز پر ہے دوسرا بمعنی الی سعدی رح **شعر** غیر از تو ملاذ و ملجا ام نیست ؛ ہم در تو گریزم ار گریزم ؛ اسے سوے تو گریزم۔ نظامیؒ **شعر** چنان دید در قاصد راہ سنج ؛ کہ از جوشِ دل مغز ش آید برنج ؛ اسے جانب قاصد۔ تیسرا بمعنے قرب (جسکو اردو مین پاس کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہین) آتا ہے۔ امیر خسروؒ **شعر** دل بتو داد ست نشانی مرا ؛ در تو رسم گر برسانی مرا ؛ تیرے پاس پہونچ جاؤن۔ چوتھا بمعنی پیش نظامی رح **شعر**

بیان لفظ در ظرف زمان و در مکان مین در کا استعمال حقیقی اور غیر ظرف مین مجاز

در بمعنی بر

در بمعنی الی

در بمعنی قرب

در بمعنی پیش

درِ بجاے راے مفعول

درِ تمیز

مشو عاصی اندر خداوند خویش ؛ خداوند ملکم بہ پیوند خویش ؛ **وله** زلبس زنگی گشتہ برخاک راہ ؛ زمین گشتہ در آسمان روسیاہ ؛ اے پیش آسمان۔ پانچوان جو بجاے راے علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** زلو آیتے ورمن آموختن ؛ زمن دیورا دیدہ بر دوختن ؛ اے از تو آیتے مرا آموختن۔ چھٹا تمیز یہ جو معنی تمیز کے دیتا ہے سعدی رح **شعر** بنی آدم اعضاے یکدیگر اند ؛ کہ در آفرینش زیک جوہر اند ؛ اے از روے آفرینش۔ ساتوان در اتصالیہ جو بجاے باے اتصال مستعمل ہوتا ہے مولوی معنوی رح **شعر**

درِ اتصالیہ

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب ؛ شکر آنکہ کرد بیدارم زخواب ؛ نظامی رح **شعر** سنان ورسنان رستہ چون نوک خار ؛ سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار ؛ لیکن اسمین بہ نسبت باے الصاق کے زیادہ مبالغہ ہی کیا حتی کہ خیمہ وطناب اس کثرت سے جمع ہو گئے تھے کہ الصاق واتصال باہمی تو کیا ہے ایک دوسرے مین بوجہ تنگی مکان گھس گئے تھے محتمل ہے کہ یہ در ضربی ہو مگر مصرعۂ ثانیہ کے مقابل کی وجہ اتصالیہ کی مؤید ہے۔ آٹھوان ضربی جو دو مقدارون کے بیچ مین ضرب کے لیے لایا جاتا ہے وہ مقدارین خواہی کم منفصل ہون خواہی متصل مگر یہ دونون مقدارین یعنی مضروب ومضروب فیہ ایک نوع کے ہونی شرط ہے جیسے دہ در دہ گز در گز کم منفصل جیسے فردوسی کا شعر ہے **شعر** نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار ؛ کم متصل جیسے نظامی رح **شعر** بر آفاق کشور کشائی کنی ؛ جہان در جہان بادشاہی کنی ؛ کسواسطے کہ یہان وسعت مملکت وممالک زیر فرمان کا بیان کرنا منظور ہے اسی قبیل سے ہی چمن در چمن صحرا در صحرا اور یہ کثرت وانبوہ سے کنایہ ہوتا ہے اُسکو اتصالیہ نہین کہہ سکتے۔ چونکہ اتصال جمعیت پر دلالت کرتا ہے اور در ضرب پر اور جمع اور ضرب مین جو فرق ہے ظاہر ہے مثلاً صد کو صد کے ساتھ جمع کرین دو صد حاصل ہوئے اور اگر صد کو صد کے ساتھ ضرب دین دس ہزار حاصل ہونگے نوان در زائدہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ با یا در کے آتا ہے اور اُسے با یا در کے معنون کی تاکید کرتا ہے۔ اوّل جیسے بدریا در اس شعر مین **شعر** بدریا در منافع بیشمار است ؛ وگر خواہی سلامت برکنار است ؛ دوسرا جیسے مولوی معنوی رح **شعر** در شو چون ماہی اندر آب در ؛ از نہیب من بشود زیر وزبر ؛ بلکہ کبھی تاکید پر تاکید بڑہا دی جاتی ہے **وله** صد ہزاران طفل می کشت از برون ؛ موسے اندر صدر خانہ در درون ؛ اور کبھی اصل حرف کو حذف کرکے اسی تاکید کو باقی رکھتے ہین جیسے مولوی معنوی کا شعر ہے ۵ آلت زرگر بدست کفش گر ؛ ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در ؛ اے در ریگ۔

درِ ضربیہ

درِ زائدہ تاکید

درِ زائد تزئینیہ

دسواں زائد جو زینت کلام کے لیئے اکثر مصادر اور اُن کے مشتقات پر زیادہ کیا جاتا ہے جیسے درخواستن ودرداد دن سعدی رح شعر اگر در دہد یک صلاے کرم ﴿ عزازیل گوید نصیبے برم ﴿ نظامی رح شعر زمانہ چنین پیشہا بر دہد ﴿ یکے در ستاند یکے در دہد ﴿ کبھی بقرینۂ مقام حذف بھی کر دیتے ہین نظامی رح شعر زن آن بہ کہ زیور بود پاے او ﴿ لے درپاے او۔ اور یہ حذف اکثر اسماے ظروف مین جونکہ وہ خود متضمن معنی در و بر ہوا کرتے ہین جاری ہے امیر خسرو رح شعر نیم شب آن پیک آلہی ز دور ﴿ آمد و آورد براقی ز نور ﴿ اے در نیم شب۔ نظامی رح شعر بہ خلوت بدی کا فرینش نبود ﴿ نہ چون کردہ شد بر تو رحمت فزود ﴿ اے در خلوت الخ مولوی معنوی رح شعر جان بابا چونکہ ساحر خواب شد ﴿ کار او بے رونق و بے آب شد ﴿ اے در خواب شد۔

لفظ بر کا بیان
استعلا ز بر حقیقی
بر آسمی یعنی فوق اُسپر ہاے تسمیہ لگا کر برہ کہتے ہین
بمعنی نزدیک
بر اسمی و حرفی مین مابہ الامتیاز

الرابع لفظ بر۔ ایک تو اس لفظ کا استعمال استعلا کے لیئے حقیقت ہے جیسے بادشاہ بر تخت نشستہ است اسکا مزید علیہ ابر بھی آیا ہے فردوسی رح شعر ابر بارۂ جنگجوئے سوار ﴿ برون رفت از قلعۂ دیو سار ﴿ دوسرا یہ بر اسمی بھی ہوا کرتا ہے بمعنی فوق جسپر ادات تفضیل لگا کر برتر کہتے ہین اور ہاے نسبت و تسمیہ کے الحاق سے برہ و ابرہ و آبرہ بمعنی روی جامہ مقابل آستر کہا کرتے ہین عنصری کا شعر ہے شعر عارضش را جامہ پوشیدست نیکوئی و فر ﴿ جامۂ کا نرا برہ مشک است و آتش آستر ﴿ تیسرا بر اسمی بمعنی نزدیک بھی آیا ہے۔ نظامی رح مصرعہ کہ بسیار نا ید بر اندکے ﴿ اور مابہ الفرق حرفی و اسمی مین یہ ہے کہ معنی اسمی مین خواص اسم کے عروض کا وہ متحمل ہوتا ہے جیسے ادات تفضیل و ہاے تسمیہ و نسبت کا الحاق جس طرح اوپر گزرا اور اسکا مضاف واقع ہونا اور علامت اضافت کا قبول کرنا فردوسی رح شعر بفرمان یزدان میان را ببست ﴿ نشست از بر رخش چون پیل مست ﴿ اے فوق پشت رخش۔ نظامی رح شعر نشست از بر بارۂ رہ نورد ﴿ بر آراست لشکر برسم نبرد ﴿ چوتھا استعلاے مجازی یعنی بمعنی ذمہ و لزوم بھی مستعمل ہے جیسے سعدی رح شعر بر تست پاس خاطر بیچارگان و شکر ﴿ بر ما و بر خداے جہان آفرین جزا ﴿ کیا معنی کہ استعلاے حقیقی یہان خصوصاً بر خدائی مین محال ہے پانچوان بر سببیہ جو سبب پر داخل ہوتا ہے یعنی مجرور براپنے متعلق کے لیئے سبب واقع ہو مثلاً کسی نے اپنے نوکر کو گالی دی اُسپر نوکر نے نوکری چھوڑدی تو کہہ سکتے ہین کہ فلان بر دشنامے ترک ملازمت کرد نظامی رح شعر مغنی دگر بارہ بنواز رود ﴿ بیاد آر زان خفتگان در سرود ﴿ ببین سوز من زان رگ بیمار نوا ﴿

بر لزومیہ

بر سببیہ

مگر خوش بخسپم بر آواز تو ؛ اے آواز تو سبب خوش خفتن شود **وله** مے ناب می خورد بر بانگ رود ؛
فلک ہر زمان می رساندش درود ؛ **وله** نہ پیچیدزان پس سر از داد او ؛ ہمہ سال مے خورد بر یاد او ؛
یعنی حریفان گذشتہ کی یاد اور راگ و رنگ کا سامان طبیعت کو مے خوری پر ابھارتا ہے اور بزم مے
پرستی کا سبب بنجاتا ہے چھٹا بر اجلیہ جو بمعنی برائے کے آتا ہے نظامی رح **شعر** فرستاد تر لی سر اوار او ؛
کمر بست بر خدمت کار او ؛ اے برائے خدمت کار او۔ ما بہ الامتیاز سببیہ اور اجلیہ بیان از ین مذکور ہو چکا
ہے۔ ساتوان بر اتصالیہ۔ جو بمعنے بائے اتصال کے مستعمل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** زبس مردمی ہا
کہ آن زن نمود ؛ زبان بر زبان ہر کسش مے ستود ؛ ملک را بدیدار آن دلنواز ؛ زمان بر زمان بیشتر شد
نیاز ؛ آٹھوان بر جو بمعنی مقابل و پیش و نزد کے آتا ہے نظامی رح **شعر** بجائے میاور کہ جنبم زجائے ؛
ندارد پر پشہ بر پیل پائے ؛ اے مقابل پیل ثبات ندارد **وله** بزاری نمود از پے زر خروش ؛ بنالید
بر مرد گوہر فروش ؛ اے پیش مرد **وله** بفرمان شہ کرد روی شتاب ؛ رسانید مہ را بران آفتاب ؛
اے نزد آن آفتاب **وله** یکے بر صد آید نہ صد بر یکے ؛ اے یک نزد صد آید نہ صد نزدیک یکے محتمل ہی
کہ یہ بر اسمی ہو یہان فک کسرہ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوا ہو۔ نوان بر بمعنی الی حافظ رح **شعر**
مژہ سیاحت ار کرد بر خون ما اشارت ؛ ز فریب او بیندیش غلطی مکن نگارا ؛ جدال سعدی **شعر** یکیہ
حور بہشتی ربود و یغما کرد ؛ کہ التفات کند بر بتان یغمائی ؛ اور اسی معنی مین ہے۔ بر من منگر بر کرم
خویش نگر ؛ نظامی رح **شعر** سکندر بتاریکی آرد شتاب ؛ رہ روشنی خضر یابد بر آب ؛۔ دسوان بر جو
بمعنی در ظرفیہ مستعمل ہوتا ہے علی حزین **شعر** ساقی تنگدل مرا چند بہانہ میدہی ؛ بادۂ ناب در کفت
شور شراب بر سرم ؛ اے در سرم مدار قافیہ شراب و کباب وغیرہ پر ہے۔ نظامی رح **شعر** جناح
از ہوا بر زمین بردہ بیخ ؛ پس آہنگ شد در زمین چار میخ ؛ اے در زمین بیخ بردہ۔ گیارہوان
بر مفعولی جو بجائے را علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے۔ صائب رح **شعر** بر جرم من ببخش کہ آوردہ ام
شفیع ؛ اشک ندامت و عرق انفعال را ؛ اے جرم مرا ببخش الخ بارہوان بر بمعنی باوجود۔ نظامی رح
شعر بر ان فحلی اسکندر فیلقوس ؛ نکرد التفاتے بچندین عروس ؛ اے باوجود مردی و مذکری۔
تیرہوان بر زائدہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ با یا مجرور بہ بر کے آتا ہے اس سے محض تاکید معنی با یا بر
جار سابق مقصود ہوتی ہے اول جیسے بہ پسر بر اس مصرعہ مین چو آن نامور رستم سکزی بہ پسر بر

ب براجلیہ

ب براتصالیہ

ب بمعنی مقابل و پیش و نزد

ب بمعنی الی

ب بمعنی در

ب بمفعولی

ب بمعنی باوجود

ب بر زائدہ تاکید

دوسرا برلب بر روئی کے اس شعر مین **شعر** دادمش دو بوسہ بر کجا بر لب بر ٭ لب بدنہ چہ بدعقیق چون بد چو شکر ٭ فردوسیؒ **شعر** ہمہ روے آہن گرفتہ بزر ٭ درفش سیہ لبستہ بر خود بہ بر ٭ کبھی اس تاکیدی برکو باقی رکھکر اصل موکد کو حذف کر دیتے ہین مولوی معنویؒ [ص ۱۱۵] **شعر** چون نویسی کاغذ اسپید بر ٭ آن نوشتہ خوانده آید در نظر ٭ اسے بر کاغذ سپید۔ مولوی معنویؒ [ص ۳۹۷] **شعر** ای بلال خوش نوای خوش صہیل ٭ میذنہ بر رو بزن طبل رحیل ٭ اسے بر میذنہ۔ چودھوان بر زائدہ تزئینیہ جو زینت کلام کے لیئے افعال پر لایا جاتا ہے فردوسیؒ **شعر** سنزد گر بگیری سرش در کنار ٭ زمانی بر آسائی از کارزار ٭ **ولہ** کہ بر گوی باہن کہ آن شیر مرد ٭ چگونہ خرامد بدشت نبرد ٭ اور بوقت قیام قرینہ یہ لفظ بر حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنوی [ص ۱۹۵] **شعر** عادرا تو باد دادی در جہان ٭ او فگندی در عذاب واندہان ٭ ای بر باد دادی الخ فردوسیؒ قتل کاموس کے داستان مین لکھتے ہین **شعر** عنان را بپیچید و اوراز زین ٭ نگون اندر افگند روے زمین ٭ اسے بر روے زمین یعنی بر سطح زمین وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ٭

[حاشیہ: موضع اذان و اذان ۱۲]

[حاشیہ: بر زائدہ تزئینیہ]

الخامس۔ را مرکب۔ یہ کئی معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو معنی برائے تخصیصیہ یعنی مفید معنی تخصیص سعدیؒ **نثر** ہر چہ درویشان راست وقف محتاجان ست اسے ہر چیز مخصوص بدرویشان است الخ اور جیسے منت مر خدا اسے راعز وجل ترکیب اسکی بعینہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی سی ہے یعنی منت مبتدا خدا اسے را جار مجرور متعلق فعل یا شبہ فعل کے ہو کر خبر۔ چونکہ یہان تخصیص را سے حاصل ہے لفظ مر کو بعضون نے زائد محض جانا اور کسی نے کاتب کی غلط نویسی پر حمل کیا مگر میرے نزدیک نہ وہ زائد محض ہے نہ زلت قلم کاتب بلکہ اسی را کے اختصاصیت کی بیان اور تاکید ہے کیا معنی کہ اختصاص کلی مشکک ہے کمی و زیادتی یعنی شدت و ضعف کی اسمین گنجایش ہے تو یہ مر بھی مزید اختصاص کا افادہ کریگا چنانچہ صاحب موہبت عظمے نے [ص ۲۵ مطبوعہ دہلے ۱۲] اس کی تصریح کی ہے یعنے درباب تقدیم مفعول و زیادتی مر (کہ ہر دو امر مفید حصر ہین) فرماتے ہین "گویم تخصیص امریست کہ قبول شدت و ضعف دارد پس ہنر نیست کہ از تقدیم ہم افادۂ حصر بود" انتھی پس یہان بھی قبل از الصاق مر تخصیص ضعیف تھی بعد اسکے قوی ہو گئی خصوصاً گلستان مین غلطی کاتب کا احتمال ہو نہین سکتا کیا معنی کہ لفظ مر گلستان مین اساتذہ سے مروی ہے جیسے **شعر** چو دید از دور آن گلگون قبارا ٭ گلستان گفت منت مر خدا را ٭ اگرچہ یہان گلستان سے کتاب مخصوص مراد نہین مگر تاہم ایک تلمیح لطیف ہے مولوی معنویؒ **شعر** بلبلان را جا سزد بیرون چمن ٭

[حاشیہ: بیان را۔ را بمعنی برای تخصیصیہ]

[حاشیہ: مر خدا اسے را مین مر زائد نہین ہے بلکہ تاکید اختصاص کرتا ہے]

مرجعل ۔ (اور) چین خوشتر وطن ؛ اور کبھی اس معنی کی تعیین و تاکید کے لیئے لفظ برلے کا بھی اسکے ساتھ لاتے ہین انوری (اے سرِ تعین) **شعر** ہران مثال کہ توقیع تو بران نبود ؛ زمانہ طے نکند جز براے حنّا را ؛ چونکہ تاکید اور بیان کا منصب اپنے مبیّن و موکّد سے موخر ہوتا ہے اور یہان براے ہو یا مر لفظ را سے (جسکے بیان اور تاکید کے لیئے یہ براے و مر لائے جاتے ہین) مقدم ہونے سے را کو زائد محض سمجھنا نہین چاہیئے اسکے نظائر موجود ہین چنانچہ مے در بجام بلور کو ملاحظہ فرمائیے بائے موحدہ ظرفیہ پر در مقدم ہے انشاء اللہ تعالے با موحدہ مین اسکا بیان آویگا ۔ دوسرا را توسّلیہ یعنے وہ را کہ مفید معنی توسل و توسط ہے جیسے **مصرعہ** خدا را بر من بیدل ببخشا ہے ؛ تیسرا علّیہ یعنے مدخول اُس را کا اکثر مفعول لہ واقع ہوتا ہے جو علت غائی اپنے فعل کی ہوتا ہے جسکے ساتھ یہ را متعلق ہے ۔ مولوی معنوی رح **شعر** در بہاران کے شود سبز سنگ ؛ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ ؛ سالہا تو سنگ بودی دلخراش ؛ آزمون را یک زمانی خاک باش اے امتحاناً اے از براے امتحان چنانچہ بجاے را از براے بھی آیا ہے مولوی معنوی رح **شعر** از براے آزمون مے آزمود ؛ زانکہ لبس مردانہ و جانباز بود ؛ یعنی آزمون را خاک باش کے متعلق ہے اور اس خاک بودن کی علت غائی ہے اسیطرح مصلحت را زلالی دیوانہ کے بازار حلب مین جانے کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** مصلحت را آتش اندر خانہ زد ؛ تند گشت و بانگ بر دیوانہ زد ؛ چوتھا را سببیہ یعنے مدخول را فعل متعلق کا سبب ہو سعدی رح **شعر** قضا را من و پیرے از فاریاب ؛ رسیدیم در خاک مغرب بآب ؛ اے بسبب قضاے آلٰہی یعنے قضا را متعلق رسیدیم کے ہے اور سبب اس رسیدن کا تقدیر الٰہی ہے جو اس سے سابق ہے پس را علّیہ و را سببیہ مین وہی فرق ہے جو ازا جلیہ اور سببیہ مین تھا کبھی اس راے مفعول لہ کو سیاق و سباق کے اعتماد پر حذف بھی کر دیتے ہین مولوی معنوی رح **شعر** مصطفے آمد عیادت سوے او ؛ چون ہمہ لطف و کرم بد خوے او ؛ اے براے عیادت الخ پانچوان را بمعنی بر استعلا نظامی رح **شعر** بدہ جزیہ از ما بپر کینہ را ؛ قلم در مکش رسم دیرینہ را ؛ اے بر رسم دیرینہ ۔ فردوسی رح چوب گز سے رستم کے تیر بنانے کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** چو بشنید رستم میان را ببست ؛ از انجا یگہ رخش را بر نشست ؛ اے بر رخش ۔ نظامی رح **شعر** ستہ از ہول آن بازی سہمناک ؛ بتر سید کافتد سپہ را ہلاک ؛ اے بر سپاہ ۔ مولوی معنوی رح **شعر** راست می فرمود آن بحر کرم ؛ من شما را از شما مشفق ترم ؛ اے بر شما ۔ چھٹا را بمعنی در ظرفیہ امیر خسرو رح

رآ توسّلیہ
رآ علّیہ
راے سببیہ
راے علیہ کا حذف
راے استعلا
رآ ظرفیہ

دہلوی **شعر** تخم نکبر مفشان سینہ را ؛ پشت مدہ صحبت دیرینہ را ؛ اے در سینہ۔ نظامی **شعر** کہ چون صبح را شاہ چین بار داد ؛ عروس عدن در بدینار داد ؛ اے در صبح۔ ساتوان را بمعنی از نظامی رح **شعر** ہین

رآئے بمعنے از

ناکشادہ لب آنگیز ؛ کہ آید لب غنچہ را بوئے شیر ؛ اے از لب غنچہ بوئے شیر آید **ولہ** لب غنچہ را کاید ش بوئے شیر ؛ بکام گل سرخ وردم عبیر ؛ استشہاد اس شعر ثانی سے ایک امر لطیف پر مبنی ہے یعنے کاید ش مین شین ضمیر متصل منصوب مفعول ہے اور باقی ضمائر مین مفعولیت پر علامت لفظ را ہے جو یہان بسبب تعذر کے لاحق نہین ہوئی چنانچہ حالت انفصال مین اور او ورا کہتے ہین پس کاید ش کی تعبیر کاید اورا ہوگی جیسے دریغ آمدم مین دریغ آمد مرا کے ساتھ تعبیر کیجاتی ہے اور یہان اور امین را اپنے معنی مفعولیت پر نہین بلکہ از کے معنون مین ہے یعنے لب غنچہ را کہ آید از و بوئے شیر چنان و چنان کن واللہ تعالی اعلم بالصواب آٹھوان رامعنی با سنجر کاشی **شعر** ختم الرسل اگرچہ بخود وادت از کرم ؛ آن نسبتے کہ داشت ہارون کلیم را ؛ اے با کلیم۔ نوان را محللہ اضافت وہ یہ ہے کہ اسکا مضاف الیہ

رائے بمعنے با

را محللہ اضافت

پر داخل کرنا ترکیب اضافی کو تحلیل کر دیتا ہے جس طرح عربی مین لام اختصاص مضاف الیہ پر داخل ہونیسے جیسے غلام زید سے غلام لزید اب یعنی بعد تحلیل مضاف کو مضاف الیہ سے مقدم و موخر بفصل و بلا فصل سب طرح بلا کھٹکے لا سکتے ہین تا تحلیل بخوبی متحقق ہوجاے سعدی رح **شعر** شوربختان بآرزو خواہند ؛ مقبلان را زوال نعمت وجاہ ؛ اے زوال نعمت وجاہ مقبلان **ولہ** کسانرا نشد ناوک اندر حریر ؛ کہ گفتی بدوز ند سندان بہ تیر ؛ اے ناوک کسان۔ نظامی رح **شعر** گرازندہ صراف گوہر فروش ؛ سخن را نگوہر بر آمود گوش ؛ اے گوش سخن **ولہ** چہل روز خود را گرفتم زمام ؛ اے زمام خود۔ دسوان زائد محض جو کسی معنی کا افادہ نہین کرتا صرف برائے بیت آتا ہے خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے **شعر** امید زندگانی را کہ دارد ؛ تن رنجور من جان روان ست ؛ اے امید زندگانی کہ دارد۔ اگر غور کیجے تو اس قسم کی ترکیبون مین چونکہ علامت مفعول کو ظاہر نہین کرتے تو یہ را زائد قرار دیا گیا۔ ورنہ در اصل دارد فعل اس مین ضمیر مستتر جانب کہ راجع اسکا فاعل اور امید زندگانی را مضاف مضاف الیہ ملکر دارد کا مفعول ہے اور را علامت مفعول کا مفعول پر لانا زائد نہین کہلاتا واللہ تعالی اعلم اسیطرح سید حسن اشرفی کے شعر مین **شعر** یارب بسبب ساز کہ آن سرو روان را ؛ آرد بر ما بخت علے الرغم جہان را ؛ اے علے الرغم جہان یہان محتمل ہے کہ مجموعہ علے الرغم کو ایک لفظ قرار

رائے زائد محض

دیگر یعنی علے کی ترکیب سے قطع نظر کرکے راکو بمعنی برقرار دیا ہو اور علے کو جزو لفظ جو ہر کلمہ قرار دینا ایساہی ہے جیسا لیکن کا واو جو ہر کلمہ قرار دیا نہ عاطفہ چنانچہ اسکا بیان حروف مشبہ بالفعل مین آویگا انشاء اللہ تعالی غرض اہل فارس اپنے استعمالات مین عربی الفاظ مین تصرفات کو جائز رکھتے ہین جیسے حور کو جو خود جمع کا صیغہ ہے الف و نون لگا کر اپنے قاعدہ پر جمع کر لیتے ہین مصرعہ حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف ؛ اور کبھی اس را اور اس کے مدخول مین فصل بھی واقع ہو جاتا ہے سعدی رح شعر وانکہ را بادشہ بیندازد ؛ پس ازخیل خانہ نوازد ؛ اے آنزا کہ۔ حافظ رح شعر محرم راز دل شیدائے خود ؛ کس نمے بینم زخاص وعام را ؛ اے کس را نمے بینم۔ صاحب قوانین دستگیری وغیرہ نے قاعدہ فصل پر توجہ نہ کی زائد محض کہدیا واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ اور کبھی سیاق وسباق کے اعتماد پر را علامت مفعول حذف بھی کردیا جاتا ہے۔ مولوی معنوی رح شعر مصطفے آمد عیادت سوے او ؛ اے برائے عیادت الخ اور جیسے طعام خوردم۔ آب نوشیدم سعدی رح شعر بروزگار سلامت شکستگان دریاب ؛ کہ جبر خاطر مسکین بلا بگرداند ؛ اے شکستگان را دریاب و بلا را بگرداند ؛ ولہ مرا کہ یدرم بود بر داشتند ؛ بکشتی و درویش بگذاشتند ؛ اے درویش را بگذاشتند ؛

بیان کاف

السادس حروف صلہ و روابط مین سے کاف یعنی کہ بھی ہے اور یہ کئی معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو کہ علیہ جو علت پر داخل ہوتا ہے یعنی مدخول کاف اپنے ماقبل کے لئے علت ہوتا ہے اور وہ عام ہے خواہ علت موثرہ اور سبب ہو خواہ علت غائی جسکو غرض کہتے ہین اول کاف تعلیلیہ و سببیہ بھی کہلاتا ہے جیسے حافظ رح کا شعر ہے شعر بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید ؛ کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا ؛ کیا معنی کہ سالک کی خبرداری اور نشیب و فراز راہ سے آگاہی اسکی اتباع اور پیروی کرانے مین تاثیر رکھتی ہے اسکی علت اور اسکا سبب ہے۔ دوسرا کہ غائیہ جو غرض اور غایت فعل پر داخل ہوتا ہے سعدی رح شعر غریب آشنا باش و سیاح دوست ؛ کہ سیاح جلاب نام نکوست ؛ ولہ انگور نو آوردہ ترش طعم بود ؛ روز دو سہ صبر کن کہ شیرین گردد ؛ کیا معنی کہ مسافر کے ساتھ مروت کرنے کی غرض اور علت غائی اپنی نیک نامی کا اشتہار ہے اسیطرح صبر کی علت غائی شیرینی انگور ہے اور کاف علت وقت قیام قرینہ حذف بھی کردیا جاتا ہے نظامی رح شعر اگر نیک بشناختم شاہ را ؛ شناسد لقب ہر کسے ماہ را ؛ اے کہ بشناسد ہر کسے ماہ را۔ یعنی اگر من شاہ را بخوبی بشناختم عجب نیست

حاشیہ: حذف کردن را علامت مفعول — کاف علیہ — کاف غائیہ — حذف کاف علیہ

کاف تمثیلیہ چراکہ ہرکس در شب ماہ راشناسد ۔ تیسرا کہ تمثیلیہ جو جملہ تمثیلیہ پر داخل ہوتا ہے یعنیہ یہ کاف علّیہ کی طرح ہے مگر وہ علت پر آتا ہے اور یہ تمثیل پر بیدل **شعر** کن گردن فرازی تا نسازد دہر پامالت ؛ کہ نے آخر بجرم سرکشیہا بوریا گردد ؛ غنی **شعر** اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو ؛ کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقارا ؛ چوتھا کاف

کاف تفریعیہ تفریعیہ جسکو عربی مین فا کے ساتھ اُردو مین تو کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہین نظامی رح **شعر** سو مخزن آوردم اول بپیچ ؛ کہ سستی نکردم دران کار ہیچ ؛ یعنے کہتے ہین مخزن الاسرار چونکہ میری اول تصنیف ہے مین تازہ دم تھا تو مین نے اُس مین مضامین لطیف ومعانی نازک کے ایراد مین ذرا سستی نہ کی ۔ اسیطرح اس شعر مین نظامی رح **شعر** پذیراے پند وزیران شدند ؛ کہ از جملہ دور گیران شدند ؛ پانچوان

کاف شرطیہ کاف شرطیہ جو جملہ شرطیہ پر آتا ہے یعنی مدخول اُسکا شرط ہوتا ہے نظامی رح **شعر** نہ خلوت بُدی کافرینش نبود ؛ نہ چون کردہ شد بر تو رحمت فزود ؛ اے وقتیکہ آفرینش نبود ۔ عراقی کا شعر ہے **شعر** گفتہ بودم کہ بیایم کہ بجان آئی تو ؛ من بجان آمدم اکنون تو چرا مے نائی ؛ اے ہرگاہ کہ بجان آئی تو ۔ اور کبھی اس معنی کی تبیین وتعیین کے لیئے لفظ ہرگاہ جو متضمن معنی شرط ہے اسکے ساتھ لایا جاتا ہے جیسے مصرعہ ہرگہ کہ فتد گذر بکویت ؛ چھٹا

کاف جزائیہ کہ جزائیہ جو جزا پر داخل ہوتا ہے تا شرط وجزا مین ارتباط پیدا کرے جسطرح عربی مین فا اور قدیم اُردو مین لفظ تو ۔ اس فا کے لیئے جملہ اسمیہ کا واجب ہونا خصوصیات زبان سے ہے صائب **شعر** گر ہمہ خانۂ کعبہ ست کہ تعمیر مکن ؛ تا توان کرد عمارت دل ویرانی را ؛ اے اگر خانہ کعبہ بھی ہے تو تعمیر نہ کر ۔ اسیطرح جملہ کہ مرلع نہ نشینی مرزا اسمعیل کے شعر مین **شعر** برخیز چنان از سر دنیا کہ پس از مرگ ؛ گرخشت کنندت کہ مربع نہ نشینی ؛

صاحب جواہر الحروف اس کاف کو زنہاریہ کہتے ہین اور جزم شرط اسکے ساتھ مشروط کرتے ہین مگر صاحب جواہر الحروف محقق فرزانہ بہار اس کاف کا زنہاریہ نام رکھتے ہین اور اسکے ماقبل ان صلیہ اور مابعد فعل منفی ومنہی کا ہونا مشروط کرتے ہین میری سمجھ مین یہ بات نہین آتی ایک تکلف سا معلوم ہوتا ہے خصوصاً شرط مابعد کے منفی ہونیکی صرف معنی زنہار کی رعایت سے ہے حالانکہ لفظ زنہار اور ہرگز جملہ مثبتہ پر آتے ہین جسطرح بیان تا زنہاریہ مین عرض کرچکا ہون چنانچہ اس شعر مین دیکھیئے اسی قسم کا کاف جملہ مثبتہ پر موجود ہے **شعر** رہزن دہر نخفتست مشو ایمن ازو ؛ گر خود امروز نبردہ ست کہ فردا ببرد ؛ یعنی اگر آج نہ لیگیا تو کل لیجائیگا جناب بہار کی راے پر یعنی اگر زنہاریہ کہا جاے یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر آج نہین لیگیا ضرور کل لیجائیگا کیا معنی کہ زنہار وہرگز مثبتہ مین معنی ضرور کے دیتا ہی جیسے

غمِ زیر دستان بخور زینہار ❊ اے ضرور عاجز بکی غمخواری کر- اور گر ہمہ خانۂ کعبہ است کہ تعمیر مکن زنہار یہ کہنا اور اگر خود امروز نبردہ است کہ فردا ببر دکونہ کہنا تحکم ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب ساتوان کہ لزومیہ جو دو جملونکے درمیان داخل ہوتا ہے جن مین باہم علاقہ علت و معلول کا ہو یعنی ماقبل مابعد کے لیئے علت ہو اور مابعد اُسکا معلول جس سے مدخول کاف اپنے ماقبل کے لیئے لازم ہو جیسے عرفی کا شعر ہے

شعر ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید ❊ گر مرغ کباب است کہ بابال و پر آید ❊ آٹھوان کاف فجائیہ جس کو اتفاقیہ بھی کہسکتے ہین وہ ایسے دو جملونکے درمیان داخل ہوتا ہے کہ جن مین ایسا علاقہ نہین ہوتا کہ جس سے مدخول کاف کو اپنے ماقبل سے استلزام ثابت ہو جیسے عرفی کا شعر ہے **شعر** شب گذشتہ بزانو نہادہ بود سرم ❊ کہ اوفتاد خرد راد ران خرابہ گزر ❊ اے ناگاہ اُفتاد الخ فرق ان دونون مین یہ ہے کہ لزومیہ مین جملۂ ماقبل کے لیئے مدخول کاف لازم ہوتا ہے اور ماقبل کاف مابعد کی علت یعنی یہان کشمیر مین آنیکو بابال و پر ہو جانا لازم اور بابال و پر ہونیکی دخولِ کشمیر علت اور گر مرغ کباب است جملۂ معترضہ بخلاف فجائیہ کہ اُسمین باہم اتفاقی نسبت ہوتی ہے علاقۂ لازمہ اُسمین نہین ہوتا یعنی یہان سر بزانو نہادن اور گزر کردن خرد مین کوئی ایسا علاقہ نہین کہ جس سے حکم استلزام کا لگایا جائے بایمعنی اسکا اتفاقیہ نام رکھنا مناسب نہوگا واللہُ تعالیٰ اعلم بالصّواب اور کبھی تبیین و تعیین معنی فجائی کے لیئے کاف کے ساتھ لفظ ناگاہ بھی بڑھا دیا جاتا ہے امیر خسروؒ ❊ دل گم گشتہ را در ہر خمِ زلفش ہمی جستم ❊ کہ ناگہ چشم بدخو سوے رویش رفت و جان گم شد ❊ اور معنی اتفاقی مفاجات کے کوئی منافی نہین واللہ تعالیٰ اعلم- نوان کہ عاطفہ جس کا ترجمہ عربی مین لفظ بل کے ساتھ کرسکتے ہین اور یہ دو معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو وہ کہ جس مین ابطال معطوف علیہ و اثبات معطوف کا کیا جاتا ہے اور پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہین یا تو بلاقصد ترقی ہوگا جیسے اس شعر مین سعدیؒ **شعر** نہ از جہل مے بشکنم پائے خر ❊ کہ از جور سلطانِ بیداد گر ❊ اے بلکہ از جور سلطان الخ یا اُسمین ترقی مطلوب ہوگی جیسے سعدیؒ **شعر** نہ قندے کہ مردم بصورت خورند ❊ کہ اربابِ معنی بکاغذ برند ❊ ای بلکہ ارباب معنی الخ چونکہ اسمین معطوف علیہ سے ایک نوع کا اعراض کیا جاتا ہے اس کاف کا اضرابیہ نام رکھتے ہین کیا معنی کہ اضراب بمعنی اعراض ہے چنانچہ کہتے ہین اضرب علیہ ای اعرض عنہ کما فی المنتہی الارب اور اضربت علیہ اے اعرضت عنہ ترکا و اہمالا ❊ دوسرا بلاقصد ابطال

کاف لزومیہ

کاف فجائیہ اتفاقیہ

۱۰ کاف اضرابیہ جسمین ترقی معطوف مقصود نہین

کاف اضرابیہ جسمین ترقی معطوف مقصود ہے

کاف عاطفہ سادہ یعنی واو

صرف ایک بات سے دوسری بات کی طرف چل دیتے ہین اس وقت اسکا استعمال بجاے واو عاطفہ ہوگا سعدی رح **شعر** اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند ✣ کہ خر لنگ جان بمنزل برد ✣ اے خر لنگ الخ ممکن ہے اس شعر کو بھی پہلی قسم مین داخل کرین مگر اسوقت اسکا معطوف علیہ متاول ہوگا یعنی بماند سے جان بمنزل نبرد کے معنی مراد لین لے بسیار اسپ تیز رو جان بمنزل نبرد بلکہ خر لنگ جان بمنزل برد۔ اور عربی مین بھی لفظ بَلْ صرف واو عاطفہ کی جگہ مستعمل ہے جیسے اس آیت شریف مین بعض مفسرین کی رائے ہے کَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَائِهِمْ مُّحِيْطٌ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ اے وھو قرآن مجید۔ یہ بھی سن لیجیے کہ جبکہ یہ کاف کئی معنون مین مستعمل تھا مزید توضیح وتعیین یعنی خاص اضرابی کے لیئے لفظ بَلْ جو عربی مین اضراب کا کلمہ ہے اسپر لاکر بلکہ کہا کرتے ہین جیسے کاف نتیجہ کے ساتھ تا ے نتیجہ بھی لایا جاتا ہے اور جسطرح را بمعنی براے یا از بمعنی براے کے ساتھ پھر براے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ مطلقاً کاف عاطفہ پر بل زیادہ کرکے بلکہ کہا کرتے ہین نظامی رح **شعر** بریشم تنے بلکہ لولوسمے ✣ روندہ چو لولو برابریشمے ✣ یہان صرف عطف بلا قصد ترقی ہے۔ اور کبھی اُس اصل کاف کو حذف کر دیتے ہین صرف کلمہ عربی لفظ بل کو باقی رکھتے ہین امیر خسرو **شعر** ہدیہ بسے بہر خداوند تاج ✣ ہدیہ نہ بل مملکتے را خراج ✣ یہان ترقی مقصود ہے اور کبھی وقت قیام قرینہ کاف مع لفظ بل حذف کیا جاتا ہے سعدی رح **شعر** ترا با چنین تندی و سرکشی ✣ نہ پندارم از خاکی از آتشی ✣ بلکہ از آتشی۔ عرفی **شعر** بچار سوے سخن نقد رایجی دارم ✣ نہ ہیچو ماہ زر اندود آفتاب عیار ✣ اے بلکہ آفتاب عیار۔ اور یہ لفظ بلکہ بعض وقت فصحاے متاخرین نے باشد و شاید کیطرح موضع ظن مین استعمال کیا ہے۔ طغرا **شعر** گر بطغرا نظرے میکنی امروز بکن ✣ بلکہ از درد فراق تو بفرداً نرسد ✣ فیاض لاہجی **شعر** در سرو گل و یاسمین آن نور ندیدم ✣ ہنگامۂ مرغان چمن بلکہ تو باشی محمد سعید اشرف **شعر** گر برآمد خطت مشو دلگیر ✣ بلکہ خیریت دران باشد ✣ اور فارسی قدیم مین لفظ ون بفتح واو اضراب کیلئے مستعمل ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ دسوان کہ تفضیلیہ جو مفضل علیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر مین سعدی رح **شعر** از دست تو مشت بر دہان خوردن ✣ خوشتر کہ بدست خویش نان خوردن ✣ ولہ کم آوازہ ہرگز نہ بینی خجل ✣ جوے مشک بہتر کہ یک تودہ گل ✣ اور باقی حالات کو از تفضیلیہ کے حالات پر قیاس کرلین وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ گیارہوان کاف مقولہ

وقت قیام قرینہ حذف کاف اضرابیہ

کاف تفضیلیہ

کاف مقولہ کی تحقیق

جو جملۂ مقولہ پر داخل ہوتا ہے اور یہان فعل اس مقولہ کا مقدر ہونا شرط ہے سعدی رح شعر بخشندید
دہقان روشن ضمیر ؛ کلہ پس حق بدست من ست اے امیر ؛ اے گفت کہ پس الخ ولہ ہمی گفت گریان
براحوال طے ؛ بسمع رسول آمد آواز وے ؛ بہ بخشیدش آن قوم و دیگر عطا ؛ کہ ہرگز نگر واصل گوہر خطا ؛
اے بہ بخشید و گفت کہ ہرگز اصل اصیل خطا نکند۔ یہان ذراسی توجہ سے یہ بات سمجھ مین آجائیگی کہ یہ کاف
مقولہ بمعنے گفتن نہین بلکہ بحسب اقتضاے مقام کوئی مشتق اس گفتن سے پہلے مقدر ماننا ہوگا یہ
کاف مع اپنے مدخول کے اسکا مقولہ یعنی مفعول ثانی بنجائے پس جس صورت مین کہ فعل گفتن مذکور
ہوتا ہے یہ کاف اسی مقولہ پر داخل ہوتا ہے اگر مقدر ہو اسی مقولہ پر مگر اول ہی کو کاف مقولہ اور ثانی
کو بیانیہ کہنا صرف اصطلاح ہے۔ غرض در اصل کاف مقولہ وہ کاف ہے کہ جملہ مقول پر جو اوس
فعل کا مفعول ثانی ہے داخل ہوتا ہے چونکہ شان مفعول افراد ہے بذریعہ اس کاف کے یہ
جملہ مفرد کی تاویل مین کرلیا جاتا ہے جسطرح عربی مین لفظ اَنَّ سعدی رح شعر فریدون گفت
نقاشان چین را ؛ کہ پیرامون خرگاہش بدوزند ؛ نقاشان چین مفعول اول ہے اور جملہ مدخول
کاف مفعول ثانی یعنے مقولۂ فریدون چونکہ جملہ صلاحیت مفعول بننے کی نہین رکھتا کاف مصدری
اُسپر لایا جاتا ہے تاوہ فعل مصدر کی تاویل مین ہوکر مفرد بنجاے اے دوختن پیرامون خرگاہ یعنی
فریدون نے نقاشان چین سے پیرامون خرگاہ سینے کو کہا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس مادۂ خاص
کے فعل کا مفعول ثانی مقولہ کہلاتا ہے تو بوجہ محاورت مقولہ اس کاف کا نام بھی کاف مقولہ رکھدیا
گیا ورنہ اور جملون پر بھی جو مفعول بعض افعال کے واقع ہین اور وہ افعال بھی اس قول یعنی گفتن کے
مادہ سے نہین یہ کاف مصدری لایا جاتا ہے اور وہان بھی یہی تاویل مقصود ہوتی ہے جیسے
خواہم کہ ترا نہ بینم اے خواہم نادیدن ترا سعدی رح شعر شنیدم کہ مردے براہ حجاز ؛ بہر خطوہ کردی
دو رکعت نماز ؛ اے شنیدم نماز کردن مردے بلکہ تمام حکایت کے جملے تاویل مین مفرد کے ہوکر معطوف
معطوف علیہ بنکر شنیدم کا مفعول ہونگے اسیطرح ولہ بامید بیشی نداد و نخورد ؛ خردمند داند کہ ناخوب کرد
؛ کہ ناخوب کرد تاویل مین مفرد کے ہوکر داند کا مفعول ثانی کیا معنی کہ داند افعال قلوب سے ہے
جو دو مفعول کو چاہتا ہے اور مفعول اول مضمون مصرعۂ اول یعنی بامید بیشی ندادن و نخوردن پس
مناسب تھا اس کاف کا مصدریہ نام رکھتے اور موضع استعمال کو معنی قول کے ساتھ مخصوص کرتے

جیسے عربی مین اس اَنْ کا مصدریہ نام ہے اور اس اَن کی بدولت بڑے بڑے قصے حکی وقیل
کے مفعول واقع ہوجاتے ہین۔ اگر خصوصیت معنی قول کا لحاظ کیا جاے تو اسکو اَن للتفسیر کی طرح

اَن کا کاف کو در صورت خصوصیت معنی قول کاف تفسیر کہنا چاہیے

کاف تفسیر کہنا چاہئیے قولہ تعالی وتبارک۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
اور نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرٰهِیْمُ اور کبھی وقت قیام قرینہ یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے
سعدی رح شعر حذر کن زانکہ دشمن گویدان کن ؛ اے گوید کہ آن کن یعنی گوید کردن آنرا۔ اسیطرح عربی
مین اَنْ مصدری حذف کیا جاتا ہے مع ابقاے عمل طرفہ بن العبد شاعر زمانہ جاہلی کا شعر قصیدہ
ثانیہ سبع معلقہ مین ہے شعر اَلَا اَیُّهٰذَا اللَّائِمِی اَحْضُرُ الْوَغٰا ؛ وَاَنْ اَشْهَدَ اللَّذَّاتِ

کاف۱۲ دعائیہ

هَلْ اَنْتَ مُخْلِدِیْ ؛ اے اَنْ اَحْضُرَ الْوَغٰا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ بارہوان کہ دعائیہ جو
جملہ دعائیہ پر داخل ہوتا ہے سعدی رح شعر ز عہد پدر یادم آید ہمی ؛ کہ باران رحمت بر و ہر دمی ؛
نظامی رح شعر مرا زان کریمان صاحب زبان ؛ تو ئی ماندہ باقی کہ باقی بمان ؛ ولہ نخستین ثناے
جہاندار گفت ؛ کہ بادا جہاندار با کام جفت ؛ اگر غور کیجیے تو یہ کاف دعائیہ بھی مفسرہ ہے یعنی بدخول کاف
فعل محذوف کے مفعول مقدر کی تفسیر ہے اور اسکی تقدیر یہ ہے کہ دران حال یاد میکنم پدر را بدعاے
کہ تفسیرش باران رحمت بر و ہر دمے اور نیز مفعول مقدر عام بھی نکال سکتے ہین یعنی دعا میکنم پدر
را بچیزے کہ تفسیرش اینست کہ باران رحمت الخ مفسّر بالفتح کو تفسیر سے عام رکھنے مین کوئی قباحت
نہین جیسے اس آیہ وافی ہدایہ مین ما کی تفسیر اَن اقذفیہ سے کیگئی اِذْ اَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّكَ

حذف کاف دعائیہ

مَا یُوْحٰی اَنِ اقْذِفِیْهِ ۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ؛ اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے
نظامی رح شعر بمرگ ہمہ شہر زین شہر دور ؛ نگر دید کسے در لود ناصبور ؛ اے کزین شہر دور باد۔ تیرہوان

کاف۱۳ قسم

کاف قسمیہ جو جواب قسم یعنی مقسم بہ پر آتا ہے نظامی رح شعر بدارا ے گیتی و داناے راز ؛ کہ دارم
بہ بہبود دارا نیاز ؛ رشید اشعر مرا کہ نیست بدو رلبت ہواے قدح ؛ بجان بادہ کہ جان میدہم براے

حذف کاف قسم

قدح ؛ اور کبھی یہ کاف قسم حذف بھی کردیا جاتا ہے شعر بر خشندہ آذر بابتاو ژند ؛ بخورشید روشن
بچرخ بلند ؛ بروم اندر آرم ز گرد سپاہ ؛ کنم چشم خورشید روشن سیاہ ؛ اے سوگند بخورشید روشن

کاف۱۴ تشبیہ

کہ در روم سپاہ آرم الخ چودہوان کہ تشبیہ جو تشبیہ مرکب مین مشبہ بہ پر داخل ہوتا ہے وحید کا شعر ہے
شعر عیان از خم نیل آن عکس لب ؛ کہ فانوس نارنج در تیرہ شب ؛ اے چنانکہ فانوس نارنج الخ نظامی رح

شعر یکے بیشہ در گردش از چوبہ تیر ÷ کہ باشد گیا برلب آبگیر ÷ اسے چنانکہ باشد۔ چنانچہ یہ کاف لفظ چنان کے ساتھ موجود ہے نظامی رح **شعر** گر آسودہ ور ناتوان میزیم ÷ چنان کافریدی چنان میزیم ÷ اگر ذرا غور کیجے اس کاف کا تشبیہی نام رکھنا اطلاق تجوزی ہے ورنہ یہ کاف بیانیہ ہے جو لبعد لفظ چنان کے واقع ہوتا ہے بلکہ یہ کاف اسمی موصولہ ہے اور لفظ چنان جو تشبیہ مرکب مین مستعمل ہوتا ہے وہ یہان ان امثلہ مین مقدر ہے پس چنانکہ مین لبعینہ ترکیب اور معنی لفظ کما کے سے ہونگے کسواسطے کہ چنان کافریدی کا ترجمہ عربی مین کَمَا خَلَقْتَنِیْ کیا جائیگا ظاہر ہے کہ اسمین کاف حرف تشبیہ اور ما موصولہ ہی وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ÷ پندرہوان کاف بیانیہ جو

کاف بیانیہ

کسی امر مبہم کے جملہ بیانیہ پر داخل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** چنان دارم اے داور کارساز ÷ کزین بانیازان شوم بے نیاز ÷ **ولہ** چنان گرم کن عزم رایم بتو ÷ کہ خرم دل آیم چو آیم بتو ÷ اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے **شعر** چنان بر عشرتم قاسم فضلے آسمان تنگست ÷ بہر جا جست سنگے از فلاخن رو بما آورد ÷ ای کہ فضاے آسمان الخ صاحب جواہر الحروف نے نظامیؒ کے اس شعر مین **شعر** جز او ہر کسے با تو سر میزند ÷ چو زلف تو سر بر کمر میزند ÷ اسے ہر کسے کہ با تو الخ کاف بیانیہ محذوف مانا ہے۔ مگر میرے نزدیک اس کاف کو بیانیہ کہنا درست نہین بلکہ یہ کاف محذوف کاف موصولہ ہے چنانچہ اسکا بیان موصول کی بحث مین گذر چکا ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سولہوان کہ تردیدیہ

کاف تردیدیہ

جو بجاے لفظ یا حرف تردید کے مستعمل ہوتا ہے **شعر** حسن معشوق بہتر است کہ آن ÷ آن ازین بہتر ست واین از آن ÷ اے حسن معشوق بہتر ست یا آنِ معشوق۔ حافظ رح **شعر** چشم صاحب نظران در پے دنیاست کہ نیست ÷ سر خط سادہ دلان نقش تمناست کہ نیست ÷ اسے در پے دنیا ہست یا نیست۔ و نقش تمناست یا نیست۔ یہان اس تردید سے کمال تقریر مطلوب ہے جو نتیجہ اس نفی و اثباتِ حصر کا ہے۔ اور کبھی اس معنی کی تعیین و تبئین کیلئے لفظ تردید یا کے ساتھ بھی یہ کاف مستعمل ہوتا ہے جیسے **شعر** یا کہ قلم موئید نم مے نوشت ÷ یا کہ رگ ابر سیہ بود و دشت ÷ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سترہوان کہ زائدہ مولوی معنوی رح [صـــ ۱۵۴] **شعر** اینچنین قفل گران را اسے ودود ÷ کہ تواند جز کہ فضل تو کشود ÷ اسے جز فضل تو کہ تواند کشود۔ **ولہ** جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد طعوم ÷ شہد را ناخوردہ کے دانی ز موم ÷ ہاتفی رح **شعر** طراز ندہ داستان کہن ÷ چنین شد حلی بند بکر سخن ÷

کاف زائدہ

کہ از فر و اقبال شاہنشہی ٭ کہ از فتنہ شد آن ممالک تہی ٭ اے از فتنہ الخ سعدی رح شعر بہ بازی نگفت
این سخن بایزید ٭ کہ از منکر این ترم کز مرید ٭ اے از مرید الخ اگر غور کیجاے ان کافون مین تاویل
کیجا سکتی ہے جس سے وہ زیادت محض سے نکل جائین اور یہ بھی سن لیجیئے کہ سواے ان
حرفی کافون کے جو اوپر مذکور ہوئے ہین کاف اسمی بھی ہوتا ہے جس کا بیان بحث اسم مین گزرچکا
اور وہ یا توصرف موصول ہوتا ہے جیسے اس شعر مین سعدی رح شعر گزند کسانش نیاید پسند ٭ کہ ترسد
کہ در ملکش آید گزند ٭ اے کسیکہ ترسد الخ کبھی اس کاف سے تعمیم و تنکیر مراد ہوتی ہے جیسے کرا جاودان
ماندن امید نیست - اور کبھی استفہامیہ اور اس سے یا تو استخبار منظور ہوتا ہے یا اثبات یا انکار مگر باعتبار
مفہوم لفظ استفہام اسکا استعمال معنی استخبار مین حقیقت ہے کیا معنی کہ یہ معنی طلب کو متضمن ہے
جیسے در خانہ کیست - اور باقی اثبات و انکار مین معنی طلب اپنی حقیقت پر نہین رہے اول یعنی اثبات
مین تقریر مطلب مقصود ہے جیسے اس شعر مین انوری ع کہ بر فروزد ہر بامداد مطلع صبح ٭ سعدی رح شعر
بامرش وجود از عدم نقش بست ٭ کہ داند جز او کردن از نیست ہست ٭ یعنی وہی ہر بامداد مطلع صبح روشن
کرتا ہے اور وہی نیست سے ہست کرنا جانتا ہے یعنی اسکے سوا دوسرا کوئی شخص نہین کرسکتا - اس
مجاز کے اختیار کرنے مین نکتہ یہ ہے کہ اس سے حصر کا افادہ ہو کیا معنی کہ جب ماسوا سے اس حکم
کی نفی کی گئی تو فقط اسی کے ساتھ وہ حکم مقصور و محصور رہ جاتا ہے تو اسی کے ساتھ اس حکم کا
اثبات لازم آجاتا ہے چنانچہ اس مثال مین از نیست ہست کردن کہ داند غیر او نمی داند کے مساوی
ہے اور وہ مستلزم ہے از نیست ہست کردن ہم او داند کو - اور استفہام انکاری مین جمیع افراد سے
انکار مقصود ہوتا ہے نظامی رح شعر کرا زہرہ اے باشد بلند ٭ نگوید سخنہاے ناسودمند ٭ اے
کسے را یا ہر کرا یعنے جتنے افراد بذریعہ اس کاف کے مسئول ہین ان سب سے متکلم مضمون جملہ مدخول
کاف کا انکار ثابت کرتا ہے اور مضمون جملہ دیگر کا جو اسکا ضد ہے ثبوت دیتا ہے جیسے اس شعر
مین غنیمت شعر کہ میگوید کہ بر عزم سفر بست ٭ بقتل عاشق مسکین کمر بست ٭ یعنی کوئی بھی نہین کہتا
کہ معشوق نے سفر کے لیئے کمر باندھی ہے اس نے عاشق مسکین کے قتل کے لیئے کمر باندھی ہے
یہان منظور یہی نکتہ ہے کہ افراد نافی کی تعمیم حاصل ہوجاے - دوسرے یہ تاویل بھی ممکن ہے کہ یہان کہ
استفہامیہ زجر و توبیخ کے لیئے لایا گیا ہو یعنی معشوق کے کمر باندھنے پر سب نے یہ خیال کیا بلکہ کہدیا ہو کہ

کہ بمعنی موصول
کہ استخباری
کہ تقریری
کہ انکاری
استفہامیہ انکاری بمعنی زجر و توبیخ

بقصد سفر کمر باندھی ہے تو متکلم سکو ڈانٹ بتلاتا ہے اس غلط خیالی سے پھیر لاتا ہے مگر معنی اول بہ نسبت اس معنی ثانی توبیخی کے ابلغ ہین اسواسطے کہ یہان صرف ایک متکلم تنہا منکر ہے اور اول مین جمیع افراد یکزبان منکر ہین غرض استفہام انکاری مین تعمیم ایک امر کی مطلوب ہے اور تقریری مین تخصیص ایک امر کی (جو مساوی حصر ہے) مقصود ہے فافہم واللہ تعالی اعلم بالصواب واضح ہو کہ کاف استفہام ذو العقول کے لیئے موضوع ہے اور اسکے مقابل لفظ چہ غیر ذوی العقول کے لیئے اور جہان ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین تعیین نہو سکے وہ بھی (بحکم آنکہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے) غیر ذوی العقول مین مندرج ہوگا جیسے دور سے ایک شبح معلوم ہوا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ انسان ہے یا غیر انسان تو یہان سوال مین این چیست کہا جائیگا واین کیست۔ اور یہ بھی سن لیجے کہ جب یہ کاف چہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے یہ مرکب معنی برائے چہ کے دیتا ہے ظہوری **شعر** درع زرسنہ چشمے بخوان تو بنشست ❊ مرا گذاشت چنین پشت دست خای کہ چہ ❊ سعید اشرف **شعر** زہر دو چشم نظر میکنی بیار کہ چہ ❊ نگہ دواسپہ چرانی بلا لہ زار کہ چہ ❊ اے چرا۔ اگرچہ بحث حرف موقع کاف اسمی کا تھا مگر بنظر توضیح ہمنے ذکر کر دیا۔ اور کبھی دو کاف دو نوع کے ایک جگہہ جمع پڑجاتے ہین مگر یہ شاذ ہے مولوی معنوی رح **شعر** سوے منزلہا دوید و بانگ داشت ❊ کہ کہ بر دُردانہ ام غارت گماشت ❊ ای بانگ داشت کہ کدام کس بر دُردانہ ام الخ ❊۔

السابع بائے مفردیہ حرف چند معنون مین استعمال کیا جاتا ہے کبھی الصاق کے لیئے یعنی مدخول و مجرور با کے ساتھ الصاق ثابت کیا جاتا ہے خواہی لصوق حقیقی ہو خواہی مجازی اول لصوق حقیقی جیسے حکمی عفی عنہ **شعر** در بدل بوش و سود البسر ❊ خورد غم تلخترش چون شکر ❊ دوسرا لصوق مجازی جیسے حافظ رح **شعر** آخر بسرم گذر کن ایدوست ❊ انگار کہ خاک آستانم ❊ یہان لصوق حقیقی نہین کیا معنی کہ در حقیقت گذر کرنا سر کے قریب سے ہوگا نہ عین سر سے۔ واضح ہو کہ مثال اول در در بدل و سود البسر مین بعینہ ایسی ترکیب ہے جیسے عربی مین بہ داء چنانچہ علامہ رضی الباء للالصاق کی شرح فرماتے ہین نحو بہ داء ای التصق بہ وقولک مررت بہ ای الصقت المرور بمکان یقرب منہ مگر باعتبار مذاق فارسی بدل و بسر کی با کو ظرفیہ بمعنی در دل و در سر بھی کہہ سکتے ہین۔ دوسرا با الصالیہ نظامی رح **شعر** خداوند مائی و ما بندہ ایم ❊ بہ نیروے تو یک بیک زندہ ایم ❊ لے یک متصل بیک۔

سرزنہ اور صرف ضرورت کا استعمال بمعنی موضوع

سرزنہ اور چہ ایک جگہ جمع ہو کر معنی چرا کا دیتے ہین

دو نوع کے دو کاف کا ایک جگہ اجتماع

بائے الصاقیہ

بائے الصالیہ

اس کو کل افرادی سے کنایہ کرتے ہین یعنی ہر ہمہ زندہ ایم۔ **ولہ** رسیدند لشکر بہ لشکر فراز ÷ زمانہ درکینہ بکشاد و باز ÷ تیسرا با ہے مصاحبت ومعیت جسکا مجرور اپنے فعل کے ساتھ تعلق رکھنے مین دوسری ایک شئے کا ساتھ دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے اسپ را بزین خریدم اسے بازین وہمراہ زین خریدم الہامی **شعر** بیخبر زد چو سوے تربت من گامے چند ÷ گفت این گور فلانیست بدشنامے چند ÷ بائے اتصالیہ اور معیت مین فرق یہی ہی کہ بائے معیت ومصاحبت کی جگہ لفظ ہمراہ یا مع بیان کیا جاسے معنی مین کوئی فرق نہ آئے سو ہذا بائے معیت عام ہے اور اتصالیہ خاص کیا معنی کہ اتصال کیلئے معیت ومصاحبت لازم ہے اور مصاحبت کیلئے اتصال لازم نہین جیسے مثال مذکور اسپ را بزین خریدم یعنی اسکے یہ معنی ہین کہ زین کا اشتراک اور معیت اسپ کے ساتھ صرف خریداری مین ہے اور یہ ضرور نہین کہ وقت اشتراک گھوڑے پر زین کسی ہوئی بھی ہو چوتھا بائے استعانت جو مدخول با فعل متعلق کیلئے آلہ ہوتا ہے یعنی فاعل اپنے فعل مین مجرور با سے مدد لیتا ہے نظامی رہ **شعر** نباشد چنین نامہ تیز وبرخیز ÷ نوشتہ بچندین قلمہاے تیز ÷ یہان قلم آلہ نوشتن ہے اور نویسندہ اپنے لکھنے مین قلم سے استعانت لیتا ہے **ولہ** بشمشیر آتش بر آرد ز آب ÷ میانجی کند ابر بر آفتاب سعدی رہ **شعر** دگر ہمچنان روزگار ہلی ÷ بگردونش از بیخ برنگسلی ÷ پانچوان با توسلی جو مدخول با سے مہمات مین وسیلہ پکڑا جاتا ہے شیخ ابوسعید ابوالخیر رہ **رباعی** یارب برسالت رسول الثقلین ÷ یارب بغزا کنندۂ بدر وحنین ÷ عصیان مرا دونیمہ کن در عرصات ÷ نیمی بحسن بخش ونیمی بحسین ÷ اے بطفیل حسن وبوسیلہ حسین رضی اللہ عنہما چھٹا با بمعنی برائے جسکا مجرور غایت اور غرض فعل متعلق کی ہوتا ہے اور جسکا وجود خارج مین فعل متعلق سے موخر ہوتا ہے جیسے **شعر** اگر بسیر چمن میروی قدم بردار ÷ کہ ہمچو رنگ حنامی رود بہار از دست ÷ اے برائے سیر چمن یعنی قدم برداشتہ چلنے کے بعد سیر چمن کا حصول ہوگا۔ ساتوان با علت وسبب جسکا مجرور علت وسبب فعل متعلق کی ہوتا ہے جس کا وجود اس فعل سے مقدم ہوتا ہے۔ امیر خسرو رہ **شعر** بیک آمدن ربودی دل ودین صد چو خسرو ÷ چہ زید اگر بدینسان دو سہ بار خواہی آمد ÷ نظامی **شعر** مشوران بخود کامی ایام را ÷ قلم درکش اندیشۂ خام را ÷ اے بعلت خود کامی یعنی خود کامی پہلے سے شخص مین موجود ہے جو شورش کا سبب ہے اسی طرح محبوب دلربا کا آنا پہلے ہے اور دل لیجانا بعد مین اسیطرح نظامی کا یہ شعر **شعر** بیا ساقی آن جام یاقوت بار ÷ بیاد شہنشہ بکامم سپار ÷ یہ اسی قسم کا با سببیہ ہے جو بر سببیہ مین مذکور ہوا۔ آٹھوان بائے

بائے مصاحبت

بائے اتصالیہ اور بائے معیت کا مابہ الامتیاز

بائے استعانت

بائے توسل

بائے غایت بمعنی برائے

بائے علت وسبب

بائے معاوضہ ومقابلہ

بائے معاوضہ ومقابلہ جسکا مجرور ایک دوسری شے کے مقابلہ ومعاوضہ مین واقع ہوتا ہے نظامی رح
شعر گراین نامہ رامن بزر گفتمی ٭ بعمرے کجا گوہرے سفتمی ٭ اے عوض زر ولہ بدریا کند بیع دریا
پدید ٭ کہ دریا بدریا توانی خرید ٭ نوان بمعنی موافقت حافظ رح شعر ساقی بنور بادہ برافروز جام ما ٭
مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما ٭ اے موافق کام ما ٭ عارض اصفہانی شعر شاید بمدعای تو گویم حکایتی ٭
یکبار عرض حال مرا میتوان شنید ٭ اے موافق مدعائے تو۔ دسوان بائے لیاقت جیسے شعر صائب کنون
کہ درد بدرمان نماندہ است ٭ آن بہ کہ راہ چارہ وتدبیر نسپریم ٭ اے لایق درمان پزیری۔ گیارہوان بائے تصرف
سعدی رح شعر چنانکہ دست بدست آمدست ملک بما ٭ بدستہای دگر ہمچنین بخواہد رفت ٭ اے بتصرف دستہائے
دگر الخ حقیقت مین یہ باظرفیہ ہے مگر معنی تصرف اور قبضہ کے اس عبارت سے بطریق کنایہ لیئے گئے ہین
بارہوان بائے مقداریہ جو بیان عدد وقدر کے لیئے لایا جاتا ہے یعنی اسکا مجرور اکثر کم منفصل یا متصل کی
تعیین مقدار کا افادہ کرتا ہے سعدی رح شعر بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد ٭ زنند لشکریانش ہزار مرغ
بہ سیخ ٭ نظامی شعر بجو می ستاند زدہقان پیر ٭ بمن می فرستد بدیوان میر ٭ اے قدر جو قدر من سعدی رح
شعر اگر بار فیقان نباشی شفیق ٭ بفرسنگ بگریزد از وے رفیق ٭ کبھی مقدار کمی کے غیر مین بھی مستعمل
ہوتا ہے جیسے نظامی رح شعر نہ من بزہ من شدم کاژدہا ٭ بخاریدن سرنکوش رہا ٭ اے قدر زمانہ خاریدن
اور کبھی لفظ قدر ومقدار کا صریحاً اس با کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جیسے سعدی رح شعر اگر خشم گیری
بقدر گناہ ٭ بدوزخ فرست وترازو مخواہ ٭ ولہ اگر جرم بخشی بمقدار جود ٭ نماند گرفتاری اندر وجود ٭۔
تیرہوان بائے تمیز جسکا مدخول ایک امر مبہم کا رفع ابہام کرتا ہے نظامی شعر درختے سہی سرو در باغ
شرع ٭ زمینے باصل آسمانے بفرع ٭ اے از روے اصل واز روے فرع۔ ولہ وشاقان موکب روو
زود خیز ٭ بدیدار خوب وبرفتار تیز ٭ سعدی رح شعر بخیل ارچہ باشد تونگر بمال ٭ بخواری چو مفلس خورد گوشمال ٭
چودہوان بائے قسم جو مقسم بہ پر داخل ہوتا ہے جیسے بایزد اس شعر مین نظامی رح شعر وگرنہ بایزد کہ تا بودہ ام ٭
نئے دامن لب نیالودہ ام ٭ پندرہوان با ابتدائیہ جیسے شعر بنام جہاندار جان آفرین ٭ حکیم سخن
برزبان آفرین ٭ اگر غور کیجیے تو یہ بائے الصاق ہے جو معنی قسم ومعنی ابتدا کو مقسم بہ ومبتدا بہ تک
پہونچانے اور اسکے ساتھ متصل کرنیکے لیئے لایا جاتا ہے پس با مین نہ معنی قسم کے ہین نہ ابتدا کے
بلکہ یہ معنی اسکے متعلق کے ہین واللہ تعالی اعلم بالصواب سولہوان با بمعنی تا انتہائیہ نظامی رح شعر

بائے معاوضہ ومقابلہ
بائے موافقت
بائے لیاقت
بائے تصرف
بائے مقداریہ
بائے تمیز
بائے قسم
بائے ابتدائیہ
بائے بمعنی تا انتہائیہ

سرآہنگ تا ساقہ از تیر و تیغ ٭ برآورد کوہے ز دریا بمیغ ٭ ولہ چنانست فرمان کہ فردا پگاہ ٭ برآریم
(اے مقدمۃ الجیش ۱۲) (اے تا میغ ۱۲)
نہ مے زماہی بماہ ٭ کبھی تا انتہائیہ اور یہ بادونون ایک جگہ جمع پڑ جاتے ہین نظامی رح شعر بسے منزل

با بمعنی الی

آمد ہین تا بتو ٭ نشاید ترا یافت الا بتو ٭ سترہوان با بمعنی الی یعنی سو و طرف نظامی رح شعر بدانش ترا
رہنمون کردہ اند ٭ کہ مال ترا حکم خون کردہ اند ٭ اے بسوے دانش۔ سعدی رح شعر مکن التفاتے

با بمعنی پیش

بمال بخیل ٭ میر نام مال و منال بخیل ٭ اٹھارہوان با بمعنی پیش شیدا کا شعر ہے شعر مرا کہ نیست
(اے جانب مال بخیل ۱۲)
بدور لبت ہوائے قدح ٭ بجائے بادہ کہ جان میدہم برائے قدح ٭ اے پیش دو رلبت۔ کبھی لفظ پیش

با بمعنی نزد

اس با کے ساتھ مذکور بھی ہوتا ہے۔ نظامی رح شعر کمر بر کمر تاجداران دہر ٭ بہ پیش جہاندار پیروز بہر ٭ انیسوان
با بمعنی نزد۔ نظامی رح شعر کہ مائیم خاصان دار اوبس ٭ بدار از ما خاص تر نیست کس ٭ اے نزد دارا۔ مولوی
معنوی رح شعر میر بیرون جست دو بوسی بدست ٭ نیم شب آمد بزاہد نیم مست ٭ اے نزد زاہد۔ کبھی

با بمعنی زیر

لفظ نزد بھی اس با کے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے سعدی رح شعر اے سیر ترا نان جوین خوش نہ نماید ٭ معشوق
منست آنکہ بنزدیک تو زشت ست ٭ بیسوان با بمعنی زیر نظامی رح شعر چنین تا بمقدار ہفتاد مرد ٭ بہ تیغ آمد
از ز دمیان در نبرد ٭ اے زیر تیغ و تحت سیوف۔ کبھی خود لفظ زیر بھی اسکے ساتھ مذکور ہوتا ہے نظامی رح

بائے تشبیہی

شعر زبون تر زمن صید ے آور بزیر ٭ کہ چربی بخیز و ز پہلوے شیر ٭ اکیسوان بائے تشبیہی جو مشبہ بہ پر
داخل ہوتا ہے فردوسی رح شعر ببالاے تو در چمن سرو نیست ٭ چو رخسار تو تابش پروین نیست ٭ اے
(اے پروین ۱۲)
مانند بالاے تو سعدی رح شعر مگر ملائکہ بر آسمان وگرنہ بشر ٭ بحسن صورت او بر زمین نخواہد بود ٭ اے
چون حسن فیضی شعر نطقش بہ بہار شادمانی ٭ قہرش بسموم قہرگانی ٭ اے مانند بہار و بگر دار سموم۔
اور کبھی کلمہ تشبیہ خود اس با کے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے فردوسی رح شعر لبانش بمانند یک دانہ نار ٭

بائے ظرفیہ بمعنی در

بیاورده از جنت کردگار ٭ ولہ ببالا بکردار سرو بلند ٭ دو ابرو کمان و دو گیسو کمند ٭ بائیسوان با
ظرفیہ جو در کے معنی دیتا ہے یعنی مدخول اس کا ظرف واقع ہوتا ہے نظامی رح شعر بہر گوشہ کا فتم
ثنا خوانمت ٭ بہر جا کہ باشم خدا خوانمت ٭ اے در ہر گوشہ و در ہر جا۔ اور کبھی تعیین و تبیین معنے

ونیز فیہ کی بائے ظرفیہ سے تقدیم

ظرف کے لئے خود لفظ در اکثر بعد مدخول با کے آتا ہے جیسے شعر مشہور "بدریا در منافع بیشمار است"
مین اور کبھی اس بائے ظرفیہ سے مقدم بھی ہو جاتا ہے فردوسی رح شعر مے لعلگون در بجام بلور ٭
بخوردند تا در سر افتاد شور ٭ نظامی رح شعر کنم با تو کارے درین کارزار ٭ کہ اندر گریزی بسوراخ مار ٭

حذف باے ظرفیہ

اور کبھی یہ باے ظرفیہ مع کلمہ مُبَیِّنہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ مولوی معنوی رح صـ۱۲۳ شعر بدگہر را علم و فن آموختن ۞ دادن تیغ است دست راہزن ۞ اے بدست راہزن۔ بعض نسخون مین دادن تیغے بدست راہزن ہے مگر اول نسخہ صحیح ہے وَاللہُ تعالیٰ اعلمُ بالصَّواب

۲۳ باے استعلا بمعنی بر

تیئسوان باے استعلا بمعنی بر۔ نظامی رح شعر بنہ لبست زین کوے ہفتاد راہ ۞ بہفتم فلک برزدہ بارگاہ ۞ اے بر ہفتم فلک۔ کبھی مجرورِ با کے بعد تبئین و تعیین معنی استعلا کے لئے لفظ بر زائد بھی لایا جاتا ہے۔ فردوسی رح صـ۱۴ شعر منم کد خداے جہان سربسر ۞ نشاید نشستن بیکجاے بر ۞ اے بر یکجاے۔ سعدی رح شعر تو کے بشنوی نالۂ دادخواہ ۞ بکیوان برت کلۂ خوابگاہ ۞ اے برکیوان کلۂ خوابگاہ تو۔

۲۴ باے تعدیہ

چوبیسوان باے تعدیہ جو کہ فعل لازم کے اصلی فاعل پر داخل ہوتا ہے اور اعتبار معنی تصییر سے وہ فعل لازم متعدی بنا لیا جاتا ہے اور یہی خصوصیت معنی تصییر کی ہے کہ سواے باے مفرد کے اور حروف کو تعدیت کے ساتھ ملقب ہونے نہین دیتی ورنہ تعدیت بمعنی ایصال سب حروف جر کو حاصل ہے فردوسی رح کا شعر ہے صـ۱۲۶ شعر در ایوانِ آن پیرہ سرپُرہنر ۞ بزائی بکیخسرو نامور ۞ در اصل یہان زادن بمعنی پیدا ہونا لازم تھا اور کیخسرو اسکا فاعل اب با کے داخل ہونیسے بمعنی جننا متعدی ہو گیا اور مدخولِ با مفعول بہ وَاللہُ تعالیٰ اعلمُ

اور حروف جر ... حروف تعدیہ ... نہین بنتے

۲۵ باے صلہ

پچیسوان باے صلہ جو بعض افعال کا صلہ واقع ہوتا ہے جیسے درم بدرویشان داد۔ جان بجانان رسید۔ سپردم بتو مایۂ خویش را ۞ گفتم بتو نمودم بزید وغیرہ اور جو ان افعال کے معنی مین ہو جیسے بخشیدن و حوالہ کردن بمعنے دادن شعر اے دوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم ۞ از جان چہ عزیزست بگو آن بتو بخشم ۞ ع۔ بجنون حوالہ کردم ہمہ کار و بار خود را ۞ وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ باے زائدہ

چھبیسوان باے زائدہ اسم فعل حرف ان ہر سہ نوع کلمہ پر داخل ہوتا ہے جیسے بجز و بسان و بہ تنہا و بہ بیزار و بہ بسیار و بمرد وغیرہ نظامی رح شعر می کوست حلواے ہر غم کشی ۞ ندیدہ بجز آفتاب آتشی ۞ ولہ شنیدم کہ رستم سوار دلیر ۞ بہ تنہا تگاپوے کردی چو شیر ۞ انوری شعر ز کتخدائی خود آنچنان بہ بیزارم ۞ کہ کاشکے پدرم نیز کتخدا نشدی ۞ نظامی رح شعر زن از مرد موزی بہ بسیار بہ ۞ سگ از مردم مردم آزار بہ ۞ فردوسی رح صـ۱۳ شعر ز توران نخواہیم یک تن بمرد ۞ کہ یکسر زنانند اندر نبرد ۞ ولہ صـ۱۸۱ ابا آنکہ کاموس روز نبرد ۞ ہمی پیلتن را ندارد بمرد ۞

سے حریف ۱۲

۲۷ با بمعنی باہم کرکے

ستائیسوان با بمعنی باے مرکب۔ نظامی رح شعر چو شد کار خاقان ز قیصر بساز ۞ بلشکر گہِ خویشتن گشت باز ۞ اے کار خاقان با ساز شد۔

۲۸ با بمعنی باوجود

اٹھائیسوان بمعنی باوجود۔ نظامی رح شعر چو ذرہ بگرد بزرگان دوید ۞ بدان

خردی آورد خورا پدید ؛ اے باوجود آن خردی واللہ تعالی اعلم بالصواب

بیان باء مرکب

۲ **الثامن** باے مرکب اور اُسکا مزید علیہ ابا فردوسی رح **شعر** ابا دیگران مرمرا کار نیست ؛ برین در مرا جاے گفتار نیست ؛ ای با دیگران ۔ یہ باے مرکب باے مفرد کیطرح کئی معنون مین مستعمل ہے

باء مرکب معیت

ایک تو معیت کے لیئے جیسے نظامی رح **شعر** ز اندیشہاے چنین ہولناک ؛ دو لشکر غنودند با ترس و باک اے مع ترس و باک ۔ دوسرا عطف کے لیئے بجاے واو عاطفہ مستعمل ہوتا ہے سعدی رح **شعر** فرقست

باء مرکب عاطفہ

میان آنکہ یارش دربر ؛ باآنکہ دوچشم انتظارش بر در ؛ اے ومیان آنکہ ظہوری **شعر** تفاوت کفر و دین آمد بمعنی ؛ میان عدل او باعدل کسری ؛ اے میان عدل او و عدل کسری ۔ تیسرا بامعنی الی سعدی رح

باء مرکب بمعنی الی

شعر برنیت بگویم حدیثے درست ؛ اگر گوش با بندہ داری نخست ؛ اے جانب بندہ ۔ **ولہ** آن پریچہرہ کہ ما رانگران میدارد ؛ چشم باما ونظر باد گران میدارد ؛ اے چشم سوے ما و نظر سوے دیگران ۔ فیضی

باء مرکب ظرفیہ

شعر ببستند بہ تیغ پیش و پس را ؛ باؤ نگذاشتند کس را ؛ اے سوے او نگذاشتند ۔ چوتھا با ظرفیہ بمعنے در حافظ رح **شعر** در نمی گیرد نیاز و ناز ما باحسن دوست ؛ خرم آن کز نازنینان بخت برخوردار داشت ؛ اے در حسن دوست ۔ جمال الدین سلمان **شعر** جان بیمارم باستقبال آمد تا بلب ؛ تو تے از تو مگر

باء مرکب استعلا

باجان بیمار آمدست ؛ اے در جان بیمار ۔ پانچوان بامعنی بر استعلا ۔ نظامی رح **شعر** شبانی کند گرگ

باء مرکب بمعنی از

باگوسفند ؛ ہمان شیر باگور نارد گزند ؛ اے برگور ۔ چھٹا بامعنی از نظامی رح **شعر** زمین خورد و باخوردنشان دہر نیست ؛ ہنوزش زخوردن شکم سیر نیست ؛ اے از خوردن شان ۔ محمد قلی سلیم **شعر** حسن با مہر و وفا بیگانہ است ؛ ہر کہ عاشق میشود دیوانہ است ؛ اے از مہر و وفا ۔ بعض محققین کی راے با قر کاشی

باے مرکب بجاے راے محللہ

کے اس شعر مین بمعنی از تفضیلیہ ہے **شعر** بیچان ترست زلف تو باگفتہاے من ؛ شیرین تر است لعل تو با قند عسکری ؛ اے از گفتہاے من و از قند عسکری ؛ ساتوان با بجاے راے محللہ بھی مستعمل ہے فردوسی قصہ حضرت یوسف علیہ السلام مین لکھتے ہین **شعر** کم و بیش باما تو یاور نہ ؛ تو گوئی کہ با

باء مرکب بمعنی تصرف

ما برادر نہ ؛ اے مارا برادر نہ یعنی برادر مانہ ۔ آٹھوان با قبضہ اور تصرف کے معنون مین آتا ہے سعدی رح **نثر** ہنوز نگران ست کہ ملکش باد گران ست ۔ نظامی رح **شعر** لیک ملکے کہ دارم از پدران ؛

باء مرکب بمعنے اختصاص

عیب باشد کہ ہست با دگران ؛ اے در تصرف و قبضۂ دیگران ؛ نوان بامعنی اختصاص ۔ نظامی رح **شعر**

باء مرکب بمعنی باوجود

تاج داری سزاے گوہر تست ؛ تاج باماست لیک بر سر تست ؛ اے تاج مختص بہ ماست ۔ دسوان بامعنی باوجود

بائے بمعنی پیش و تقابل

بائے مرکب بمعنی معاوضہ

بائے مرکب بمعنی استعانت

امیر خسرو **شعر** باہمہ این قوت وجوش سپاہ ؛ نیستم اندر پئے آزار شاہ ؛ اے باوجود این ہمہ قوت وجوش
گیارہوان با بمعنے تقابل وپیش - امیر خسرو **شعر** باتو برابر نشوم در مصاف ؛ گرچہ بدوزم لبسان کوہ قاف ؛
فردوسی **شعر** کہ خرد غلامی چو باغ بہشت ؛ کہ باو نماید رُخِ حور زشت ؛ اے پیش اوو مقابل او - بارہوان
بامعاوضہ کے لیئے خواجہ آصفی **شعر** فرہاد کوہ غم را باجان نمی فروشد ؛ مسکین گران خرید است ازان نمیفروشد
تیرہوان با استعانت کے لیئے حکیم سنائی قدس سرہ **شعر** یکے باچشم دل بنگر درین زندان خاموشان ؛ کہ اینجا
صد ہزاران کس ندیمان ندم بینی ؛ مولوی معنوی رح ۳۹۴ **شعر** کہ بیاو رمطہرہ اینجا بہ پیش ؛ تا بشویم حجلہ را بادست
خویش ؛ اے بدست خویش ؛ محمد سعید اشرف **شعر** خط مشکین آلتِ قطع محبت میشود ؛ باسیاہی طفل را
مادر ز لپستان می برد ؛ اے بسیاہی - چودہوان بائے عاطفہ جو بجاے وبمعنی واو عاطفہ ہے - علی خراسانی -

بائے مرکب عاطفہ

شعر مے دود چون باد بر شیب وفراز این جہان ؛ پیش عاشق در طریقت کوہ با صحرا یکیست ؛ اے کوہ و
صحرا - فردوسی رح **شعر** فرنگیس با رنج دیدہ پسر ؛ بخواب اندر آوردہ بودند سر ؛ اے فرنگیس وپسر او -
یعنی بودند کا صیغہ جمع لانا با بمعنی واو عطف ہونے پر دلالت کرتا ہے - پندرہوان با جو بائے مفرد کیطرح

بائے مرکب صلہ

صلہ بعض افعال کا واقع ہوتا ہے سعدی رح **شعر** برآور دسر مرد بسیار دان ؛ چنین گفت با خسرو کاردان ؛
شعر بالطف ساعدت ید بیضا نمی رسد ؛ پیش لبت سخن بمسیحانی رسد ؛ **مصرعہ** گفت با من فروش باغت را -
اے فروش بامن ہمنے ان بیانات کو مجمل طور پر ذکر کیا ہے مثلاً با بمعنی از کہدیا اور اُس مین یہ تفصیل نہین
کی کہ از تو کئی قسم کا ہوتا ہے یہان کس معنی مین ہے چونکہ بیان از مین ایک ضروری تفصیل مذکور ہوگئی
ہے اگر اُسپر توجہ اور نظر رہے تو خود مبتدی اس معنی کی تعیین کر لے سکتا ہے وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ
اور یہ بات بھی بغور سُن رکھیئے کہ یہ حروف جب مکرر کسی اسم پر وارد ہوتے ہین تو اُن مین سے ایک
حذف کر دیا جاتا ہے حزین کا شعر ہے **شعر** بنازم حسرتے نظارۂ حسنے کہ اشکم را ؛ چو آب تیغ از مژگان
چکیدن باز میدارد ؛ یہان دو از چاہیئے ایک صلہ چکیدن کا دوسرا باز میدارد کا - حکیم سنائی
قدس سرہ فرماتے ہین **شعر** زہر جا بگذرم اہل ملامت ؛ نمایندم بار باب سلامت ؛ کہ این رد کردہ
درگاہ عشق است ؛ ز چشم اُفتادگان شاہ عشق است ؛ یہان ایک از تبعیضیہ دوسرا اُفتادگان کا صلہ
اور یہ بھی یاد رکھیئے کہ اس بارہ مین دونون حروف ایک جنس کے ہونا کوئی شرط نہین بلکہ دو نوع
مختلف کے دو حرف کا اجتماع بھی ایک کے حذف کا باعث ہو جاتا ہے سعدی **شعر** پند است

ستمگر کہ ستم برما کرد * در گردن او بماند برما بگذشت * یہان برما بگذشت سے ایک لفظ از جو صلہ بگذشت
کا ہے محذوف ہے اے از برما یعنی ہمارے اوپر سے گزر گیا۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اس حذف کے باب
مین حرف از کی کوئی خصوصیت نہین جمیع حروف اس باب مین متساوی الاقدام ہین صائب مصرعہ عیبے
بعیب خود نرسیدن نمیرسد * یہان دو با چاہیئے ایک صلہ نرسیدن کا دوسرا نمیرسد کا۔ نظامی رح شعر
شہ از روم شد باز مین خویش بود * بروم آمدن زآسمان بیش بود * یہان ایک با صلہ آمدن کا دوسرا بمعنی در
یعنی در بروم آمدن۔ ظہوری شعر شیر در مہر برہ لیسیدن * گرگ در خون خویش غلطیدن * اور دو کافون
کا ایک جگہ جمع ہو جانا بحکم شذوذ ہے چنانچہ یہان کاف مین مذکور ہوا وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ *

التاسع فرا بھی کئی معنون مین مستعمل ہے ایک تو بجاے باے صلہ مستعمل ہے سعدی رح شعر بیچارگی
تن فرا خاک داد * وگر گرد عام بر آمد چو باد * دوسرا فرا ظرفیہ بمعنی در سعدی رح مصرعہ بجبل ستائش فرا چہ شو *
اے درچہ مشو۔ تیسرا فرا بمعنی بر استعلا سعدی رح شعر بگفتا فراتر مجالم نماند * بماندم کہ نیروی بالم نماند *
اے برتر۔ چوتھا فرا بمعنی پیش سعدی رح شعر چراغ یقینم فرا راہ دار * ز بد کردنم دست کوتاہ دار * اے
پیش راہ من دار۔ پانچوان فرا زائد جو محض تزئین و تحسین کلام کے لیئے لایا جاتا ہے جیسے فرا رسید وغیرہ
وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

العاشر۔ بسا اور اس کا مخفف بس۔ یہ حرف انشاے تکثیر کے لیئے لایا جاتا ہے جیسے عربی
مین رُبَّہ و رُبَّ۔ نصاب ابو نصر مین ہے۔ شعر آن ولو گرمتے کی ولانہ * رُبَّہ
رُبَّما و رُبَّ بسا * ہم کو یہان تقلیل و تکثیر کی حقیقت و مجاز اور اسکے مدخول کی تنکیر و تعریف کا
اختلاف جو ائمہ نحاۃ عرب کے باہم واقع ہوا ہے بیان کرنا فضول ہے اعجام ان دقائق سے عاری
ہین و بس۔ چونکہ یہ لفظ بسا انشاے تکثیر محققہ ثابتہ عند المتکلم کے لیئے موضوع ہے وہ جس فعل
کے ساتھ متعلق ہو اس فعل کا ماضی ہونا شرط ہے خواہی وہ صریح صیغہ ماضی کا ہو جیسے سعدی شعر
اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند * کہ خر لنگ جان بمنزل برد * یہان کاف اول بسا کا جواب ہے اور
کاف ثانی جو صدر مصرعہ ثانی ہے عاطفہ ہے ولہ بسا نامدار و بسا کامگار * بسا سرو قد و بسا گلعذار *
کہ کردند پیراہن عمر چاک * کشیدند سر در گریبان خاک * خواہی صیغہ ماضی صریح نہ ہو یعنی ظاہرا
صیغہ مضارع کا ہو مگر وہ ماضی کے معنون مین متناول کر لیا گیا ہو کس واسطے کہ تکثیر محقق بجز صیغہ ماضی کے

کے متصور نہین یعنی صیغۂ ماضی ثبوت و تحقق کے لیئے موضوع ہے اور معنی مضارع تجدد و حدوث
پر دال ہین پس ثبوت امر محقق کا ماضی سے بخوبی ہوگا اسیوجہ سے امر متیقن الوقوع بجاے مضارع صیغہ
ماضی کے پیرایہ مین بیان کیا جاتا ہے سعدی رح **شعر** گزشت انچہ در ناصوابی گزشت ٭ درین نیز ہم
در نیابی گزشت ٭ اے در نیابی بگزرد کی جگہ در نیابی گزشت فرمایا غرض اگر فعل متعلق بسا غیر ماضی ہو
جانب ماضی متاول ہوگا نظامی رح **شعر** بسا شیر درندہ و سہمناک ٭ کہ از نوک خارے در آید بخاک ٭
یعنی بہت سے شیر درندہ ہین کہ یک نوک خار سے خاک مین ملگئے ہین۔ سعدی رح **شعر** بسا نام نیکوئی
پنجاہ سال ٭ کہ یک نام زشتش کند پائمال ٭ اے کرد پائمال۔ چنانچہ نحاۃ عرب نے آیہ وافی الہدایہ رُبَمَا
یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ مین یَوَدُّ کو بمعنی وُدَّ تاویل کی ہے حارث بن حلزہ یشکری
شاعر ایام جاہلی صاحب قصیدہ ہفتم سبعہ معلقہ کہتا ہے **شعر** اٰذَنَتْنَا بِبَیْنِھَا اَسْمَاءُ ٭ رُبَّ ثَاوٍ
یُمَلُّ مِنْہُ الثَّوَاءُ ٭ اور یہی واضح رہے کہ اسکے جواب مین کاف کا لانا لفظاً ہو یا تقدیراً واجب سمجھا گیا ہے اول جیسے اوپر
کے امثلہ سے مستشہد ہے اور ثانی یعنی تقدیراً جیسے سعدی رح **شعر** بسا اہل دولت ببازی نشست ٭ کہ دولت بر فتش ببازی
زدست ٭ اے بسا اہل دولت کہ ببازی نشست یعنی بہت سے دولتمند کہ لہو و لعب مین پڑ گئے تو انکے ہاتھ سے دولت نکلگئی
یہان کاف اول جو جواب بسا ہے محذوف ہے اور کاف ثانی جو مذکور ہے جزائیہ ہے واللہ تعالی
اعلم بالصواب ٭ اور کبھی اظہار تاسف و تحسر وغیرہ کے قصد سے اُسپر حرف ندا بھی لایا کرتے ہین
جیسے **ع** اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ٭ کبھی الف بسا کا اسکے مدخول پر لاحق کرتے ہین انھین ایسی
وحدت مان لیجاتی ہے کہ گویا یہ مع مدخول کے ایک کلمہ ہے مولوی معنوی رح **شعر** بس کسا کہ نان خورد
دلشاد او ٭ مرگ او گردد بگیرد در گلو ٭ اے بسا کس کہ الخ اس باب مین ایک لغت بس بھی ہے جیسے اس
رباعی مین جو فردوسی رح نے بفرمایش سلطان محمود غزنوی ایاز کے سبزۂ عارض و خط رخسار کی توصیف
مین لکھی ہے **رباعی** مست ست بتا چشم تو و تیر بدست ٭ بس کس کہ ز تیر چشم مست تو بخست ٭ گر پوشد
عارضت زرہ عذرش ہست ٭ کز تیر بترسد ہمہ کس خاصہ زست ٭ سعدی رح **شعر** بس قامت خوش
کہ زیر چادر باشد ٭ چون باز کنی مادر مادر باشد ٭ **ولہ** بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند ٭ کز ہستیش
بروے زمین یک نشان نماند ٭ یہان کاف جوابی مقدر ہے یعنی بس نامور کہ الخ۔ اور بسے کو بعض تو
اس باب مین لغت مستقل جانتے ہین اور بعض بس کا مزید علیہ مانتے ہین جیسے عربی مین اسی

رُبَّ کے باب مین آٹھ لغات مروی ہین چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ مین اسکی تصریح فرمائی ہے
فِی رُبَّ ثمانی لغات اشہرہا ضم الراء وفتح الباء المشددۃ الخ عـه اور انکا مدخول مفرد اور جمع دونون
طرح مستعمل ہے مفرد کی امثلہ اوپر مذکور ہوئین جمع کی مثال جیسے سعدیؒ شعر بسا خوبرویان نوخاستہ ❊
بسا نوعروسان آراستہ ❊ وله بسا تندگردان لشکرشکن ❊ بسا شیرمردان شمشیرزن ❊ نظامیؒ شعر بسا گفتنیہا
کہ باشد نہفت ❊ بدیگر زبان بایدش بازگفت ❊ اسیطرح بسے مین مفرد و جمع دونون استعمال جائز ہین
نظامیؒ عـه شعر کزان آب صافی بسے سالخورد ❊ بہ بینی بدہر اندران کس نخورد ❊ وله بسے سالہا شد کہ گوہرپرست ❊
نیاورد زین گونہ گوہر بدست ❊ خصوصاً اس لفظ بسے کا استعمال صدر کلام کے ساتھ مخصوص نہین چنانچہ اوپر
کی مثالون سے واضح ہے یہ بات بھی یاد رکھئے گا کہ بس اسمی بمعنی بسیار کے آتا ہے اور اسکا مزید علیہ
بسے اور بسا بھی مستعمل ہے چونکہ یہ حرف رُبَّ کے معنون مین نہین ہے اُن شرطون کے ساتھ مشروط
بھی نہین سعدیؒ شعر نداریم غیر از تو فریادرس ❊ توئی عاصیانرا خطابخش و بس ❊ اے خطابخشندہ بسیار
درصورت عطف یعنی خطابخش و بس۔ یہان بس بمعنی کافی کے ہونگے اب یہ لفظ عربی الاصل ہوگا
فارسی نہ رہیگا وله در اقصائے عالم بگشتم بسے ❊ بسر بردم ایام با ہر کسے ❊ اے بسیار گشتم۔ نظامیؒ
شعر نظامی بسا صاحب آوازۂ ❊ کہن گشتی وہمچنان تازۂ ❊ اے بسیار صاحب آوازۂ۔ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

وا‌و قسمیہ کا بیان

الحَادِی عشر واو قسمیہ واضح ہو کہ محاورۂ عرب مین واو قسمیہ کا صدر کلام مین واقع ہونا اور اُس کے
مُقسَم بہٖ کا اسم ذات ہونا واجب ہے اور فارسی مین دو اسمون کے درمیان مین لایا جاتا ہے غالبؔ دہلوی
شعر نہ ہمین نالہ و فغان بلبم ❊ من و جان آفرین کہ جان بلبم ❊ اسی قبیل سے ہے جو محاورۂ اردو مین
کہتے ہین مین جانون میرا خدا۔ بتقدیر واو قسمیہ جوکہ اصل مین واو عاطفہ ہی ہے۔ اس ترکیب عطفی سے
معنی لزوم کے لیئے گئے ہین اور یہی معنی لزومی اس مرکب کے معنی قسم کو لازم کرتے ہین وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

الثَّانِی عشر۔ حروف جر مین سے حروف تشبیہ ہین جیسے چون اسکا مخفف چو۔ جاننا چاہیئے کہ

تعریف تشبیہ ۱۲

ایک شئی کی شئی آخر کے ساتھ کسی معنی مین کسی غرض سے مشارک ہونے کو علیٰ غیر الوجہ الاستعارہ

استعارہ تحقیقی

و تجرید بتلانے کا نام تشبیہ ہے۔ استعارہ بھی خواہ تحقیقی خواہ کنائی۔ تحقیقی وہ جسمین عین مشبہ بہ اور
لوازم مشبہ کے مذکور ہون جیسے فردوسیؒ ہفت خوان رستم کی پہلی منزل مین لکھتے ہین شعر کمند

استعارہ بالکنایہ

کیانی بینداخت شیر ❊ بخم اندر آورد گوری دلیر ❊ اور کنائی جس مین عین مشبہ اور لازم مشبہ بہ مذکور ہو

عـه الخ والثانیۃ ضم الراء وفتح الباء المخففۃ والثالثۃ ضم الراء وضم الباء المخففۃ والرابعۃ ضم الراء واسکان الباء والخامسۃ فتح الراء وفتح الباء المشددۃ والسادسۃ فتح الراء وفتح الباء المخففۃ والسابعۃ والثامنۃ ضم الراء وفتح الباء المشددۃ والمخففۃ بعدہا تاء مفتوحۃ ۱۲ منہ

عـه لیکن بسا مفرد و جمع دونون طرح مستعمل ہے ۱۲

عـه یہ شعر ہفت خوان کی داستان مین ہے ۱۲

جیسے نظامی رح **شعر** ز گرز گران سنگ چالشگان ؛ زمین راہمی سود و شد استخوان ؛ یعنے زمین کو
دل مین جانور ذی جسد کے ساتھ تشبیہ دیکر اُسکے لیئے استخوان ثابت کیا ایضاً **شعر** کمان کز ابروے مژگان
تیر ؛ ز پستان جوشن برآورده شیر ؛ اور استعارۂ تخییلیہ بوجہ فقدان مشارکت سرے سے داخل جنس **تعریف**
تشبیہ ہی نہین جیسے مثال مذکور مین زمین کے مشبہ بہ ذہنی کے لیئے استخوان ثابت کرنا استعارۂ تخییلیہ ہی
اور تجرید وہ ہے کہ ایک شئے ذی صفت سے ایک اور شئے جو اتصاف مین اُسی ذی صفت کے مثل ہو
انتزاع کرین تا معلوم ہو کہ منتزع عنہ اُس صفت مین ایسے کامل ہے کہ اُس سے ایک اور شئے جو متصف
اُسی صفت کے ساتھ ہو حاصل ہو سکتی ہے جیسے حکمی عفی عنہ **شعر** بارو ے تو آفتاب دیدم ؛ از زلف تو
پیچ و تاب دیدم ؛ **وله شعر** زرخسار و گیسوے پُر پیچ و تاب ؛ بیاورده اندر کمند آفتاب ؛ اس جگہ چہرہ
کی تجلّی اور نورانیت مین مبالغہ منظور ہے یعنے فروغ تجلی چہرہ اس درجہ کو پہونچا کہ اُس سے ایک آفتاب
حاصل ہو گیا سعدی رح **شعر** امروز خارہاے مغیلان کشیده تیغ ؛ گوئی کہ خود نبود درین بوستان گلے ؛ نظامی رح
شعر رخش بر بنفشہ گل انداختہ ؛ بنفشہ نگہبان گل ساختہ ؛ یعنی رخسار باعتبار رنگینی و نازکی اس کمال کو
پہونچا ہے کہ اُس سے ایک گل نکل سکتا ہے۔ تجرید کے بھی اقسام ہین اگر منظور ہو علم بدیع کا مطالعہ فرمائین
اب معلوم ہوا ہوگا کہ تشبیہ مین پانچ چیزونکی ضرورت ہے اول تو وہ دو شئے جو باہم مشارک ہین جنکو طرفین
تشبیہ بھی کہتے ہین جنمین سے اول کا مشبہ ثانی کا مشبہ بہ نام ہے تیسری وہ جو اس مشارکت کی دلالت کے لئے
آلہ ہے یا یون کہیئے کہ وہ کلمات کہ ایک کو دوسرے سے مانند کرنیکا واسطہ ہین جنکو اداۃ التشبیہ کہتے
ہین چوتھے وہ معنی جو اس مشارکت کی وجہ ہین ان دونون مشارکو نکے ساتھ قائم اور اُن مین موجود ہے
امر تشبیہ مین اسکا وجود شرط مانا گیا ہے اگر یہ نہ پایا جائے ایک کو دوسرے سے مشابہت نہو اسکا
وجہ الشبہ اور وجہ التشبیہ نام ہے پانچوین غرض تشبیہ جو اس فعل تشبیہ کی علت غائی ہے اگر یہ نہ ہو
تشبیہ ایک فعل عبث ٹھہر جائے مگر ارکان و اجزاے تشبیہ چار ہی مانے گئے ہین غرض تشبیہ چونکہ
علت غائی ہی اور غایت کا خارج ہونا ناگزیر ہی ارکان مین داخل ہو نہین سکتی یعنی تشبیہ کا جز نہین ہو سکتی ائمہ بیان رحمہم اللہ کا
مذہب محقق یہی ہے جنہون نے اس بات پر غور نہین کیا غرض خارج کو رکن یعنی جزو داخل تشبیہ کا بنا دیا
غرض یہ پانچ چیزین تشبیہ کے لئے اگرچہ ضروری ہین مگر اُن مین سے دو ہی شئے اصل ہین ایک تو مشبہ
دوسرا مشبہ بہ اور اداۃ تشبیہ اُسکے تسمیہ سے ظاہر ہے کہ وہ فقط ایک آلہ ہے نظامی رح فرماتے ہین **شعر**

استعارۂ تخییلیہ

تعریف تجرید

تشبیہ مین پانچ چیزونکا ہونا ضرور ہے

[illegible]

غرض تشبیہ ارکان سے خارج ہے

تشبیہ مین دو ہی چیزین اصل ہین

آلتی خواہ باش وخواہی نہ ٭ اور وجہ وہ منجملہ اعراض ہے جو اطراف کے ساتھ قایم اور انہین سے ماخوذ اور منتزع
ہے مگر مشبّہ بہ مین یہ بات بطریق اصالت اور مشبّہ مین بطور فرعیت کے موجود ہوتی ہے اور غرض تشبیہ
وہ علت غائی اس فعل تشبیہ کی ہے وہ اس سے خارج ہے۔ یہان یہ بات یاد رکھنے کے لایق ہے کہ
جب ایک شئے کو دوسری شئے کے ساتھ تشبیہ دیجاتی ہے تو ناقص کو کامل کے ساتھ ملحق کردینا
مقصود ہوتا ہے اسی وجہ سے مشبّہ بہ کا بہ نسبت مشبّہ کے رتبہ مین اقوی اور اکمل ہونا ضروری سمجھا گیا
ہی تا مشبّہ ناقص مشبّہ بہ کامل کے ساتھ ملحق ہوجاے اور اس لحوق کی بدولت وہ ناقص اس کامل سے صورت
پذیر کمال ہو جیسے زید چون شیر ست مین زید کو شیر کے ساتھ ملحق ہونیسے جرأت اور دلیری جو وصف مشتہر شیر ہے
زید مین بھی معتبر ہوگئی۔ مگر جس جگہ کہ مشبّہ سے اقوی اور اکمل کا وجود حقیقۃً ہو یا ادعاءً محال ہو ضعیف اور
ناقص ہی مشبّہ بہ بنادیا جاتا ہے مگر وہ ضعیف وناقص مخاطب کے نزدیک وصف مقصود مین زیادہ مشہور
ہونا ضرور ہے جیسے اللہ سبحانہ تعالے شانہ کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینی جامیؒ حمد مین فرماتے ہین **شعر**
وجودش آن فروزان آفتابست ٭ کہ ذرّہ ذرّہ ازوے نوریابست ٭ اور اسی قبیل سے ہے صلوۃ سیدنا
ومولانا محمد المصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو صلوۃ سیدنا ابراہیم علیہم السلام کے ساتھ تشبیہ دینی جیسے
اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلّیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمیدٌ مجیدٌ
اسواسطے کہ جیسے آپ کی ذات اکمل اور سائر انبیا علیہم السلام سے افضل ہے آپ پر انعامات بھی اسی
نسبت سے اکمل اور افضل ہین مگر چونکہ یہان مشبّہ اس کمال تنزّہ اور تمام فضیلت مین ہے کہ بغیر تنزّل
فہم کرنا متعذر کیا محال تھا تو ایک وجود حقیقی اور کمال اصلی کو ناچار وجود مجازی کمال ظلّی مشتہر کے ساتھ تشبیہ
دی تا ہماری فہم مین آجاے اور حوصلہ ادراک کو خرق نکرے اور وہ رحمت نامتناہی جو ہمارے حضرت
ہمارے سردار ہمارے ہادی ہمارے پیشوا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی عقل قاصر ادراک
متناہی اسکے دریافت کرنیسے سخت عاجز ہے تو ناچار اس رحمت الہی کے ساتھ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ
علیہ السلام کے شامل حال تھی امم سابقہ اور عرب کے نزدیک مشتہر بھی تشبیہ دی کہ تا سمجھ مین آجائے **سہ**
آن فضا لہاے پنہان شان کہ آن ٭ در نیاید در حواس ودر بیان ٭ ہیچ ماہیات اوصاف جلال ٭
کس نداند جز بآثار کمال ٭ آن کمال وآن جلال وآن وجود ٭ بر ندرّ اندر قہرش تار وپود ٭ اور کبھی عین مشبّہ
مشبّہ بہ بنادیا جاتا ہے تا معلوم ہوجاے کہ اس سے افضل تو کیا مساوی الرتبہ بھی موجودات مین حقیقۃً ہو

ایک شئے کو دوسری شئے کے ساتھ تشبیہ دینے سے کیا منظور ہی

اقوی اور اکمل کا جہان وجود محال ہوتا ہی تو کبھی ضعیف وناقص ہی کو مشبّہ بہ بنادیتے ہین

کبھی عین مشبّہ مشبّہ بہ بنادیا جاتا ہے

یا ادعاً متکلم کے نزدیک موجود نہین گویا اپنے عجز و نارسائی کی حیرانی مین عین مشبہ کو مشبہ بہ بنا دیتا ہے
اول جیسے نظامی رہ نعت مین فرماتے ہین شعر گزین کردۂ ہر دو عالم توئی ✤ چو تو گر کسے باشد آن ہم توئی ✤
ثانی یعنے ادعاے محض ظہوری کا شعر ہے شعر مراد تماشا نظر ہاے او ✤ سراپاے او چون سراپاے او ✤
واللہ تعالیٰ اعلم آمدم بر سر مطلب تشبیہ مین پانچ چیزونکا وجود واجب ہے اور پھر ہر ایک ایک مین
کئی کئی حیثیتین ہین انہین حیثیات شتّے کے اعتبار سے تقسیم تشبیہ کی جُدے جُدے طریقہ پر ہو سکتی ہے
مثلاً باعتبار ذکر و حذفِ ارکانِ اربعہ یعنے چارون رکن مذکور ہون یا بعض مذکور ہون اور بعض محذوف
مگر ہر حال مین اثبات مشبہ بہ دائماً واجب ہوگا مدار تشبیہ کا سب اسی کے وجود پر ہے اسواسطے کہ تشبیہ سے
مقصود یہی ہے کہ مشبہ ناقص مین مشبہ بہ سے اکتساب کمال کرے جسطرح اوپر مذکور ہوا اسکی کئی صورتین ہونگی
کیا معنی کہ مشبہ یا تو مذکور ہوگا یا محذوف ہر تقدیر وجہ شبہ مذکور ہوگی یا محذوف ان چارون تقدیر پر حرف
تشبیہ مذکور ہوگا یا محذوف یہ آٹھ شکلین حاصل ہوئین باین تفصیل ایک تو یہ کہ چارون رکن مذکور ہون
جیسے زید چون شیر ست در شجاعت فردوسی رہ شعر بپوشید نو جامۂ بندگی ✤ دو دیدہ چو ابرے ببارندگی ✤ یہان
دو دیدہ مشبہ چو حرف تشبیہ ابر مشبہ بہ بارندگی وجہ شبہ ہے۔ دوسرا مشبہ محذوف باقی مذکور مثلاً کسی کے
پوچھنے کے وقت جواب دیا جاے چون شیر ست در شجاعت یا اور کوئی سیاق و سباق ذکر مشبہ سے بے نیاز
کر دیوے نظامی رح شعر چو آب فرات آشکارا نواز ✤ چو سرچشمۂ نیل پنہان گداز ✤ تیسرا اداۃ تشبیہ محذوف
باقی مذکور جیسے زید شیر ست در شجاعت بندہ حلمی عفرلہ شعر رخش در درخشندگی آفتاب ✤ لبش برگ گل
خوئی چو نوشین گلاب ✤ چوتھا وجہ شبہ محذوف باقی مذکور جیسے زید چون شیر ست۔ نظامی رہ شعر رخے
چون گل و برگل آوردہ خوئی ✤ بمن داد جامی پر از سرخ می ✤ پانچوان مشبہ اور اداۃ محذوف باقی مذکور
جیسے بقرینہ سوالیہ یعنی پوچھنے کے وقت جواب دیا جائے شیر ست در شجاعت بندہ حلمی عفرلہ شعر چہ می
پرسی ز زیبا قامتی او ✤ بسر سبزی سہی سرو لب جو ✤ چھٹا صرف مشبہ بہ مذکور باقی سب محذوف جیسے وقت
قیام قرینہ مقالیہ یعنی کوئی پوچھے زید چیست جواب دیا جاے شیر ست یا سیاق و سباق اسپر دلالت کرے
بندۂ حلمی عفی عنہ شعر چہ گویم کہ چونست در روز خون ✤ نہنگے شناور بدریا درون ✤ ورنہ استعارہ مطلقہ
ہوگا اس چھٹی قسم کو تشبیہ بلیغ بھی کہتے ہین اور فرق اس تشبیہ اور استعارہ مین یہی ہے کہ تشبیہ مین مشبہ
اور مشبہ بہ مین وجہ مشترک مین وجہ مغائر سمجھے جاتے ہین معہذا اداۃ تشبیہ چونکہ رکن مانے گئے ہین

تشبیہ بلیغ اور استعارہ کا مابہ الامتیاز

لفظاً ہو یا تقدیراً اُن کا اعتبار تشبیہ مین ضرور ہے بخلافِ استعارہ اگرچہ اس مین بھی علاقہ تشبیہ موجود
ہے مگر متکلم چونکہ اُنکی عینیّت کا اِدّعا کرتا ہے اداۃ تشبیہ لفظاً تو کیا تقدیراً بھی بیان نہین کیئے جائینگے

مشبّہ اور مشبّہ بہ مذکور باقی محذوف

جیسے فردوسی رہ شعر[۱۹۲] بشمشیر بردآنزمان شیر دست ❊ چپ لشکر چینیان برشکست ❊ ساتوان مشبہ اور
مشبّہ بہ مذکور باقی محذوف جیسے زید شیر ست نظامی رہ شعر سکندر محیط است و من جوے آب ❊ منہ تہمت

مشبہ بہ مع اداۃ مذکور باقی محذوف

سایہ برآفتاب ❊ آٹھوان مشبّہ بہ مع اداۃ مذکور ہو باقی محذوف مثلاً کوئی پوچھے زید چگونہ است در
شجاعت جواب دیا جاے چون شیر ست - بندہ حکمی عفی عنہ شعر باہچو خودی چو سر خوش ستی - سوگند بحق
کہ بت پرستی ❊ اسے باشخص مانند خود -

ارکان ثلثہ کی افراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تشبیہ کی تقسیم

کبھی ارکان ثلثہ یعنے اطراف و وجہ شبہ کی اِفراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تقسیم کیجاتی ہے
الاوّل اِفراد جیسے زید در دلیری چون شیر ست -

جمیع ارکان ثلثہ مرکب

الثانی ترکیب اس مین ایک تو یہ ہے کہ جمیع ارکان ثلثہ مرکب ہون جیسے حکمی غفرلہ شعر بجام بلورین مئے
لعل ناب ❊ بود نار سیال در بستہ آب ❊ فردوسی رہ شعر نشست از بر سینۂ پیلتن ❊ پر از خاک چنگال و روے و

بعض مرکب اور بعض مفرد

دہن ❊ بکردار شیرے کہ برگور نر ❊ زند دست و گور اندر آید بسر ❊ دوسرا بعض مرکب - اور بعض مفرد نظامی رح
شعر شود چہرۂ نار افروختہ ❊ چو تاجے در و لعلہا دوختہ ❊ اس مثال مین مشبہ چہرہ انار اور مشبہ بہ تاج
مرکب یعنے مقید باوصاف مذکورہ - یہان مشبہ مفرد ہے وجہ شبہ اور مشبہ بہ مرکب ہے اس کے جمیع اقسام
اور احد الطرفین کی ترکیب سے وجہ شبہ کا مرکب ہونا ضروری ہے یا نہین اور اسیطرح تعدد کا ہر فرد مرکب
بھی ہوسکتا ہے یا بعض مفرد و بعض مرکب اسکی بھی کئی شکلین نکل آتی ہین (اگرچہ علماے بیان سے
کسی نے اسکا تعرض نہین کیا) اسکی تفصیل و تحقیق علم بیان کا وظیفہ ہے مین نے اپنے اس مختصر سے

متعدد و مرکب مین کیا فرق ہو

رسالہ مین ان امور سے بحث نہین کی ما بہ الامتیاز متعدد و مرکب مین یہ ہے کہ متعدد مین الگ الگ ایک شئے
کے ساتھ تشبیہ مقصود ہوتی ہے جیسے زید و عمرو چون شیر و دریا اند در شجاعت و سخاوت بخلاف مرکب کے اسمین
کئی چیزین مجتمع ہوکر صورت وحدانی حاصل کرتی ہین پس درصورت تعدد اگر بعض کو ذکر کرین اور بعض کو
چھوڑ دین معنون مین بعض باقی کے کوئی خرابی نہ آئیگی اِفادتِ معنی باقی مین بحالہ رہیگا اور درصورت

تعدد طرفین

ترکیب اگر اسقاط بعض کیا جاے مقصود تشبیہ مختل ہوجائیگا وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب آب سُنیئے تعدد ایک تو
طرفین یعنی مشبہ و مشبہ بہ مین ہوگا جیسے حکمی عفی عنہ ع ہمان موے و رویش چو لیل و نہار ❊

تعدد در وجہ

دوسرا تعدد وجہ شبہ مین نظامی رح **شعر** شکر خندۂ راست چون نیشکر ٭ لطیف وخوش وسبز وشیرین وتر ٭ یہان شکر خندہ یعنے معشوق مشبہ چون حرف تشبیہ نیشکر مشبہ بہ یہ دونو مشبہ ومشبہ بہ واحد ہین مگر وجہ شبہ متعدد ہے جن پر لفظ راست ولطیف وخوش وسبز وشیرین وتر دلالت کرتے ہین اسیطرح آئینہ کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینی باعتبار گولائی اور چمک کے تعدد فی الوجہ ہے۔ بندہ حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** جبین بکشادہ وتابان چو ماہ ہے ٭ چہ ماہی خاصہ ماہ نیم ماہ ہے ٭ اور کبھی باعتبار طرفین فقط تشبیہ کو ملفوف ومفروق پر تقسیم کرتے ہین۔ ملفوف وہ ہے کہ چند مشبہ ایک جگہ اور انکے مشبہ بہ ایک جگہ بیان کیئے جائین پھر اگر بترتیب لف مشبہات انکے مشبہ بہ کا نشر کیا جاے ملفوف مرتب کہلاتا ہے حکمی غفرلہ **ع** لب ودندان او چو لعل وگوہر ٭ اگر نشر بترتیب لف نہو غیر مرتب ہے خواہ معکوس ہو خواہی منتشر حکمی عفی عنہ **ع** لب ودندان او چون دُر ومرجان ٭ منتشر کیلیئے دو سے زیادہ تعدد چاہیئے اگر صرف مشبہ مین تعدد ہو اس کا تشبیہ الجمع نام ہے اور یہ تعدد صرف بطریق عطف بھی بیان کیا جاتا ہے اور تعدد کے ہر فرد پر اداۃ تشبیہ کو جداگانہ بھی لے آتے ہین جیسے ان امثلہ مین نظامی رح **شعر** جہاندار چون ابر وچون آفتاب ٭ باندازہ بخشد ہم آتش ہم آب ٭ سعدی رح **شعر** دو پاکیزہ پیکر چو حور وپری ٭ چو خورشید ومہ از سہ دیگر بری ٭ ان مثالون سے مین حروف تشبیہ اور عاطفہ ہر دو ہین۔ جامی قدس سرہ **شعر** عارض است این یا قمر یا لالہ حمر است این ٭ یا شعاع شمس یا آئینۂ دلہاست این ٭ اس مثال مین صرف عاطفۂ تردیدیہ ہر فرد پر ہے۔ اور تشبیہ مفروق وہ ہے کہ ہر مشبہ کے ساتھ اسکا مشبہ بہ ذکر کرتے چلے جائین۔ بندہ حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** دو چشم آہو وزلفش مشک آہو ٭ رخش مہر وجبین ماہ وقمر مو ٭ ولہ عفی عنہ **ع** لبش ہمچو یاقوت ودندان چو دُر ٭ اور یہ تعدد وجہ شبہ مین بھی ہوتا ہے طرفین مین تعدد ہو یا نہو اور پھر اسکے اجزا کل حسی ہون یا کل عقلی یا بعض حسی اور بعض عقلی اول جیسے آئینہ کو چاند سے تشبیہ دین وجہ شبہ اضاءت وتدویر یہ دونو جز حسی ہین۔ نظامی رح **شعر** نیم نہ زن بلکہ آتش زن است ٭ کہ مریم صفت بکر وآبستن است ٭ یہان وجہ شبہ بکارت اور آبستن یہ دونو امر حسی ہین۔ دوسرا بجمیع اجزائہ عقلی ہو جیسے کسیکو اسکی تیزی نظر اور چوکنے پن اور اخفاء جماع کے اعتبار سے کوّے کے ساتھ تشبیہ دین یہ سب امور عقلی ہین۔ تیسرا مختلف یعنے بعض حسی بعض عقلی نظامی رح **شعر** گہے خوردن مے چون خون بدخواہ ٭ گہے تکیہ زدن بر مسند شاہ ٭ یہان وجہ شبہ ایک تو سرخی رنگ جو حسی ہے دوسرا مرغوب طبع ہونا سو یہ عقلی ہے۔ اسیطرح ارکان کے حسی یا عقلی ہونیکے اعتبار سے

تقسیم تشبیہ باعتبار طرفین

ملفوف مرتب

ملفوف غیر مرتب

تشبیہ مفروق

وجہ متعدد بجمیع اجزائہ عقلی

حسی سے ہماری یہان کیا مراد ہے

حدسی تقسیم کیجاتی ہے اور حسی سے یہان ہماری مراد یہ ہے کہ وہ اجزا خود یا اُن کا مادہ اگر خارج مین موجود ہو بواسطۂ حواس خمسۂ ظاہرہ مُدرک ہو پس خیالیات یعنی اگر ان کو بحیثیت اجتماع دیکھا جاے معدوم ہین اور جو ایک ایک کو الگ الگ جو مادہ اُس مجتمع کا ہے دیکھا جاتا ہے مدرک بالحس الظاہرہ ہین جیسے فردوسی رح **شعر** زمین شد بکردار دریاے قیر ۞ ہمہ موجش از خنجر وگرز و تیر ۞ نظامی رح **شعر** برانگیخت رزمے چو بارندہ میغ ۞ تگرگش ز پیکان و باران ز تیغ ۞ کیا معنی کہ دریا جدا اور قیر جدا مُدرک بحس بصر ہے مگر بحیثیت اجتماعی یعنے دریا قیر کا بہتا ہوا اُسپطرح یہ کہ خنجر وگرز و تیر اُسکی موجین ہون کسی نے نہین دیکھا البتہ موج و خنجر وگرز و تیر جدا جدا مدرک بالحس ہین اسیطرح تگرگ و پیکان و باران و تیغ الگ الگ محسوس ہین لیکن ابر سے اولے کی جگہ پیکان پانی کی جگہ تیغ برستے ہون کتم عدم سے وجود مین نہین آئے پھر اس حیثیت اجتماعی کے ساتھ محسوس ہی کب ہونگے یہ محض تخیلات ہین اسی قبیل سے ہے شعر نظامی رح **شعر** گیاہان نورستہ از آب پر ۞ چو بر شاخ مینا بر آمودہ در ۞ اور وہمیات جیسے اس شعر مین حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** بدل ہول شب ہجران چنان بود ۞ کہ انجم ہمچو چشم غول بنمود ۞ پس اب تشبیہ تخیلی و وہمی مین فرق بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ تشبیہ خیالی مین یہ بات ہوا کرتی ہے کہ مدرکات حسیہ کی صورتین جو بواسطہ حواس خزانہ خیال مین جمع ہین قوت متخیلہ لبقدر ضرورت اُن مین سے لیتی ہے صرف ایک ترکیب اپنی جانب سے اُن مین اختراع کرتی ہے پس معلوم ہوا کہ تشبیہ خیالی کے لئے ایک اصل ہے یعنے خارج مین اُسکے اجزا کے لئے وجود متحقق ہے مگر اس مرکب اختراعی کا وجود خارج مین نہو گا بخلاف تشبیہ وہمی کہ وہ محض بے اصل ہوتی ہے لا وجود لہٗ و لا تحقق لہ فی الخارج اسپر صادق ہے کیا معنی کہ وہان سرے سے من جانب متخیلہ ایک بے اصل گھڑت ہوتی ہے اسی واسطے الوہم خلّاق کہا جاتا ہے۔ لیکن باانیہمہ مخترعات وہمیہ جیسے چشم و دندان غول کا ادراک فرض کیا جائے تو وہ ضرور مدرک بحس بصر ہونگے تو جیسے خیالیات داخل نوع حسی ہین وہمیات بھی داخل شق حسی رہینگے عقلی وہ ہے جو اسطرح مدرک نہو اگر وہ خارج مین موجود بھی ہو مدرک بحواس ظاہرہ نہو چونکہ محسوسات اصل معقولات ہین یعنی معقولات انھین محسوسات سے منتزع ہوتے ہین محسوس از روے دلالت اقوی سمجھا جاتا ہے اور مشبہ بہ اگرچہ ادعاءً ہی کیون نہو مشبہ سے اکمل اور اقوی ہونا چاہیئے بایں وجہ محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہین دیتے اگر کہین اس قسم کی تشبیہ واقع ہوئی بھی ہے وہان مشبہ بہ معقول بمنزلہ محسوس بنالیا گیا ہے غرض تقسیم باعتبار حسی و عقلی کا بیان مجملاً یہ ہے کہ تشبیہ بجمیع اجزائہ

تشبیہ وہمی

تفرقہ وہمی و خیالی

تشبیہ خیالی اور وہمی میں مابہ الامتیاز

خیالیات کی طرح وہمیات حسی ہین

محسوس سے معقول سے ساتھ تشبیہ نہ دینے کی وجہ

تشبیہ بجمیع اجزائہ حسی

تشبیہ بجمیع اجزاء عقلی
بعض اجزاء حسی بعض عقلی
تمثیل و ضرب المثل سکاکی کے نزدیک

حسی ہوگی جیسے حکمی عفی عنہ **شعر** وہ عارض چو خورشید اندر فروغ ۔ یا بجمیع اجزائہ عقلی جیسے حکمی غفر لہ ولوالدیہ **شعر** ز علم آدم برزد بر افلاک ۔ کہ علم ہمچو حیات آمد در ادراک ۔ یا بعض حسی بعض عقلی۔ حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** لطف تو چو در بہار باران ۔ سر سبز جہان از و چو بستان ۔ یہان مشبہ لطف ممدوح ہے وہ کیفیت خاص نفسانیہ یعنی امر عقلی ہے اور باران بہاری مشبہ بہ وہ ایک امر محسوس یعنی مبصر شے ہے - جاننا چاہیئے کہ جس تشبیہ مین کہ وجہ شبہ چند امور سے منتزع ہو یعنی وہ وصف مرکب ہو مطلقاً حسی ہو یا عقلی جمہور کے نزدیک اُس تشبیہ کا تمثیل و ضرب المثل نام ہے اور امام فن شیخ الہدی شیخ عبد القاہر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر مرکب تمثیل نہین بنتا بلکہ اُنکے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً حقیقی ہو یا غیر حقیقی تمثیل کہلاتا ہے اور سکاکی رحمہ اللہ کے نزدیک مرکب کا فقط عقلی ہونا بھی کفایت نہین کرتا بلکہ اُس مرکب کا غیر حقیقی ہونا یعنی وہ وصف نہ حساً متحقق ہو نہ عقلاً تمثیل کے لیئے انکے ہان شرط ہے پس یہ اشعار نظامی رح **شعر** بمشکین زکال آتش لعل رنگ ۔ در افتاد چون عکس گوہر بسنگ ۔ **ولہ شعر** بہ آتش بران شوشۂ مشک سنج ۔ چو مار سیہ بر سر کان گنج عند الجمہور تمثیل ہین - اور یہ قطعہ سعدی رح کا **قطعہ** عالم اندر میانۂ جہال ۔ مثلے گفتہ اند صدیقان ۔ شاہدے درمیان کور انست ۔ مصحفے در کنشت زندیقان ۔ سب کے نزدیک تمثیل ہے اسی قبیل سے ہین یہ اشعار **شعر** پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بدست ۔ تربیت نا اہل را چو گردگان بر گنبدست ۔ **ولہ شعر** ابر گر آب زندگی بارد ۔ ہرگز از شاخ بید بر نخوری ۔ با فرومایہ روزگار مبر ۔ کز نئے بوریا شکر نخوری ۔ **ولہ شعر** نہ محقق بود نہ دانشمند ۔ چار پایے برو کتابے چند ۔ **ولہ شعر** نے فائدہ ہر کہ عمر درباخت ۔ چیزے نخرید و زر بینداخت ۔ یہان وجہ شبہ البلغ نافع کے انتفاع سے بے نصیب و محروم رہنا باوجود سخت تکلیف و تعب اُٹھانے کے سو یہ وصف مرکب امر عقلی ہے اور چند امور سے منتزع ہے چونکہ مرجع اس وصف کا جانب توہم ہے اُسکو وصف حقیقی نہین کہہ سکتے اور اگر وجہ شبہ ایسی نہووے تو وہ تشبیہ غیر تمثیل کہلائیگی یعنے جمہور کے نزدیک تمثیل کے لیئے وجہ شبہ کا مطلقاً مرکب نہ ہونا چاہیئے اور شیخ کے (ای عبد القاہر رح) نزدیک مرکب عقلی مطلقاً نہو اور سکاکی کے نزدیک وجہ شبہ مرکب نہ ہو یا مرکب ہو تو وہمی یا اعتباری نہ ہو بلکہ وصف حقیقی ہو۔

تقسیم باعتبار وجہ

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تقسیم تشبیہ کی کیجاتی ہے کیا معنے کہ وجہ شبہ یا تو مجمل ہوگی یا مفصل۔

تشبیہ مجمل

تشبیہ مجمل وہ ہے کہ جس مین وجہ شبہ مذکور نہ ہو اداۃ مذکور ہون یا نہ ہون جیسے زید چون شیر ست

یا زید شیر ست ۔ اور یہ اجمال کئی باتون سے حاصل ہوتا ہے ۔ ایک تو یہ کہ وجہ شبہ اُس مین ایسی ظاہر ہو کہ ہر کسی کا ذہن اُسپر ٹکر کھائے جیسے روے چون آفتاب مین چمک دمک زید چون شیر مین شجاعت یہ ایسے امور ہین بغیر ذکر بمجرد تشبیہ سامع کا خیال اُسپر پہونچ جاتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ وجہ شبہ ایسی پوشیدہ ہو کہ بجز خواص بلغا دوسرون کی نظر وہان تک نہ پہونچے جیسے حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** یکے بارگاہے مثل آفتاب ٭ دگر بارگی ہمچو دریاے آب ٭ یہان خیمۂ پادشاہ کو آفتاب سے تشبیہ دیگئی اور گھوڑے کو بحر سے اور وجہ تشبیہ اول مین بارگاہ کی وسعت مین مبالغہ کہ آفتاب کی طرح مشرق سے مغرب تک اُسکی طنابین کشیدہ ہین چنانچہ نظامی رح اس وجہ کا اظہار فرماتے ہین **شعر** زہے بارگاہے کہ چون آفتاب ٭ ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب ٭ فردوسی رح بغیر تشبیہ بارگاہ کی توصیف کرتے ہین **شعر** یکے خیمہ داشت افراسیاب ٭ ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب ٭ دوسرے مصرعہ مین گھوڑے کی سرعت مین مبالغہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھوڑا اطراف عالم ہو آتا ہے اور ٹھیرا ہوا بھی معلوم ہوتا ہے دریا کی طرح بحیثیت موج زنی روان بھی ہے اور بحیثیت احاطۂ ارض یک جگہہ قائم بھی ۔ یہی کیفیت شعلہ جوالہ مین موجود ہے بہ کمال سرعت پر دال ہے ۔

اسی قبیل سے ہے شیخ علی حزین کا نالہ کو مشکین پرندسے اور طالب آملی کا شبدیز سے تشبیہ دینا **شعر** اسے وجہ شبہ کا خفا ۱۲

شب ہجران سیاہ در دوراشور حزین تو ٭ در فش کاویان از نالۂ مشکین پرند آرد ٭ طالب آملی **شعر**

مفعول فیہ ۱۲ ٭ مفعول بہ ۱۲ ٭ بیان درفش ٭ فعل

کشش کرد آنقدر ما پنجۂ غم جانب ظلمت ٭ کہ دل در زیر بار نالہ ام غرق سیاہی شد ٭ صائب **شعر** ہر خسے قیمت نداند نالۂ شبخیز را ٭ مردمے باید کہ داند قدر این شبدیز را ٭ یہ امور ایسے ہین کہ بجز خواص اور کسی کا ذہن نہین پہونچتا ۔ تیسرے یہ کہ طرفین سے کسی کا وصف مذکور نہ ہو جیسے زید چون شیر ست چوتھے فقط مشبہ کا وصف مذکور ہو نظامی رح **شعر** براق شتابندہ زیرش چو برق ٭ ستامش چو خورشید در نور غرق ٭ پانچوین فقط مشبہ بہ کا وصف جیسے حکمی عفی عنہ **شعر** چو خورشید روشن دو رخسارگان ٭ دو گیسو کمند و دو ابرو کمان ٭ چھٹے یہ کہ وصف طرفین مذکور ہو جیسے نظامی رح **شعر** بگل چیدن آمد عروسے بباغ ٭ فروزندہ روے چو روشن چراغ ٭ یہ بھی واضح رہے کہ یہان وصف سے وہ وصف خاص مراد ہے جس مین جانب وجہ شبہ ایماے لطیف ہو نہ وصف مطلق جیسے امثلہ بالا مین مذکور ہوا اب زید عالم چون شیر سیاہ است باوجود وصف طرفین مجمل قسم ثالث ہی رہیگا نظامی رح **شعر** نشد کارگر تیغ بر درع شاہ ٭ بغرید زنگی چو ابر سیاہ ٭ اسی قبیل سے ہے اسواسطے کہ یہان غرش بیان

وجہ شبہ کمال ظاہر

پوشیدہ وجہ شبہ

نالہ کو مشکین پرند اور شبدیز سے تشبیہ دینا بھی اسی قبیل سے ہے

طرفین سے کسیکا وصف مذکور نہو
وصف مشبہ کا
صرف مشبہ بہ کا
وصف طرفین مذکور ہو

یہان وصف سے کونسا وصف مراد ہے

تشبیہ مفصل

کرنی ہے اور کا متصف بسیاہ ہونا وجہ مقصود کا افادہ نہین کرتا تشبیہ مفصل وہ ہے کہ جسمین خود وجہ شبہ صراحۃ مذکور ہو یا بجای ذکر وجہ شبہ وہ شی مسامحۃ ذکر کیجای جسکو وجہ شبہ لازم ہو یا وجہ شبہ کو یہ شئے لازم ہو اول جیسے زید چون شیر ست در شجاعت دوم جیسے کلام فصیح چون شہد ست در شیرینی یہان وجہ شبہ میلان طبع ہی جو شیرینی کو لازم ہے بندہ حکمی عفی عنہ **شعر** سخن از دو لب در حلاوت چنانکہ * زقند مکرر شکر پارہ **ولہ** صبر مانند صبر باشد تلخ * سوم نظامی رح **شعر** سبق بردہ از آہوان در شتاب * بگرمی چو آتش بہ نرمی چو آب * یہان وجہ شبہ سرعت ہے یہ اوصاف حرکت سے ہے اور حرکت کو گرمی لازم غرض یہان مسامحۃ وجہ شبہ گرمی بیان کیگئی ہے اور حقیقت مین سرعت وجہ شبہ ہے جو گرمی کا ملزوم ہے اسی طرح نرمی کو قیاس کیجیے۔

تقسیم نوع ثالث تشبیہ باعتبار وجہ

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تشبیہ کو تقسیم کرسکتے ہین کیا معنی کہ بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اُس مین وجہ مشابہت بوجہ زیادہ ظاہر ہونیکے جلد سمجھ مین آجاتی ہے اُسکی وجہ سے مشبہ سے مشبہ بہ کی جانب انتقال کرنے مین ذہن و نظر کو کوئی وقت اُٹھانی نہین پڑتی اس حالت مین اسکو تشبیہ قریب مبتذل کہتے ہین نظامی رح **شعر** روشن از تیرہ شب تافتہ * چو آئینہ روشنی یافتہ * مشبہ بہ یعنی آئینہ ایسی شئی ہے کہ ذہن مین اکثر اُسکی صورت کا حضور رہتا ہے۔ اور بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اُسمین بعد تدقیق نظر انتقال ذہن ہوتا ہے اور اُسکو تشبیہ غریب بعید کہتے ہین جیسے نظامی رح **شعر** چہارم علم بر ثریا زدن * چو خرشید لشکر بہ تنہا زدن * ممدوح کو خرشید کے ساتھ تشبیہ دی اور وجہ اس تشبیہ کی ایسی انتزاع کی کہ نظر ذرا دقت سے اُس تک پہونچتی ہے یعنی جیسے آفتاب تنہا تمام لشکر ثوابت وسیارہ کو ایک دم مین ہلاک یعنی معدوم کردیتا ہے ممدوح بھی لشکر دشمن کے لیئے تن تنہا کفایت کرتا ہے۔ اور بعض وقت بوجہ تفصیل کے تشبیہ مین غرابت پیدا ہوتی ہے جیسے نظامی رح **شعر** زجنبش نشد یکدم آرام گیر * چو سیماب بر دست مفلوج پیر * یہان وجہ تشبیہ ایک تفصیلی امر ہے جو بوجہ کثرت تفصیل بادی الرای مین سمجھ مین نہین آتا۔ اور قاعدہ ہے جو شے بعد جد و طلب کے حاصل ہوگی لذیذ تر ہوگی اور اسکا حسن اور اس کی بلاغت بحسب لذت اور بقدر اُسکے لطف خیزی کے ہوگی پس تشبیہ غریب بعید۔ قریب و مبتذل سے احسن و ابلغ ہوگی اسیطرح ابتذال و غرابت کے بھی مدارج ہین اُسکے قدر و اندازہ پر تشبیہ کے حسن و قبح مین تفاوت ہوا کرتا ہے۔ کبھی تشبیہ قریب مبتذل کو تھوڑے سے تصرف سے بعید غریب بنا لیتے ہین جس سے اُسمین اور ہی حسن آجاتا ہی اور بلاغت پیدا ہوجاتی ہی چنانچہ حکیم

تشبیہ قریب مبتذل

تشبیہ بعید غریب

اوحد الدین انوری کی تشبیہ مبتذل کو جو اس شعر مین بیان کی گئی ہے **شعر** روے چو ماہ آسمان داری ❊ قدِ چو سرو بوستان داری ❊ شیخ شیراز حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک ذرا سے لطیف تصرف کے ساتھ بلیغ و بلند کر دکھایا ہے جہان کہا ہے **شعر** سرو را مانی ولیکن سرو را رفتار نیست ❊ ماہ را مانی ولیکن ماہ را گفتار نیست ❊ مختاری کا شعر ہے **شعر** ماہی اگر ماہ را از سرو بود قد ❊ سروے اگر سرو را از ماہ بود بر ❊ کیا معنی کہ تشبیہ معشوق ماہ و سرو کے ساتھ قریب و مبتذل تھی مگر اس شرط نے اسکو اوج غرابت سے حد بلاغت پر پہونچا دیا۔ اور کبھی ایک آدہ دور کی مناسبت وجہ شبہ ہوتی ہے اُس وقت باوجود بعد وہ تشبیہ پایہ بلاغت سے گرجاتی ہے فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** سپاہش بدینسان ہمہ۔ ہمگروہ ❊ ہمہ حملہ کردند مانند کوہ ❊ وجہ شبہ ہیئت ثباتی لشکر ہے یعنے جیسے کوہ اپنی جگہ سے نہین ٹلتا سپاہ بھی نہایت صبر و استقلال کے ساتھ لڑتے ہین چنانچہ دوسری جگہ رستم کی رجز مین اس امر کو ظاہر کیا ہے **شعر** گو پیلتن گفت جنگی منم ❊ بآوردگہ بردرنگی منم ❊

کبھی باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ تشبیہ کو قوی و ضعیف پر تقسیم کیا کرتے ہین جیسے وجہ شبہ اور اداۃ اور مشبہ تینون کا حذف یعنی وقت قیام قرینۂ مقالیہ فقط مشبہ بہ کا ذکر اقوی ہے مثلاً شیر ست اگر قرینہ سوالیہ و موقع اخبار نہ ہو اسوقت وہ استعارہ مطلقہ سمجھا جایگا جیسے فردوسی سودابہ کے بال کھسوٹنے منہ نوچنے کو کس لطف سے بیان کرتے ہین **شعر** بمشکین کمند اندر افگند چنگ ❊ بفندق گلان را بخوان داد رنگ ❊ یا فقط مشبہ و مشبہ بہ کا ذکر جیسے فردوسی رح رستم و سہراب کی کشتی کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** یکے نعرہ برزد بر از خشم و کین ❊ بزد رستم شیر را بر زمین ❊ بندۂ حکمی عفی عنہ **شعر** منم شیر غرندہ وقت نبرد ❊ بہ پیشم چہ مردی چہ یکدشت مرد ❊ یہ دونو قسمین اقوی ہین کسواسطے کہ اداۃ کے حذف سے مشبہ مشبہ بہ مین حمل مواطاتی درست ہو جاتا ہے جس سے عینیت ادعائی حاصل ہو جاتی ہے ❊ اور چارون رکن کا ذکر کرنا جیسے زید چون شیر ست در شجاعت تشبیہ کو بودا اور ضعیف تر کر دیتا ہے اور باقی شقین قوت و ضعف مین بین بین ہین اس مین وہ شق بھی آگئی جو فقط ایک رکن یعنی اداۃ کے حذف سے حاصل ہوئی ہے جیسے زید شیر ست در شجاعت یہ منجملہ اقسام قوی ہے اور حذف اداۃ مع الوجہ اقوی ہے حالانکہ کمالیت تشبیہ جو ادعای عینیت ہے جس کا سبب حمل مواطاتی ہے فقط اداۃ کے حذف سے حاصل ہے وجہ کے ذکر و حذف کو اُس مین کچھ دخل نہین پھر ایک کو قوی دوسرے کو قوی تر کہنے کا

وجہ شبہ کی مناسبت مین جب کمال بعد ہوتا ہے جبہی پایۂ بلاغت سے گرجاتی ہے۔

باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ تشبیہ کی قوی و ضعیف ہوجاتی ہے

صرف مشبہ بہ مذکور باقی ارکان محذوف

صرف مشبہ و مشبہ بہ مذکور باقی محذوف

یہ دونون قسمین اقوی ہین

چارون ارکان کا ذکر کرنا تشبیہ کو ضعیف کر دیتا ہے باقی بین بین ہین درمیان ضعف و قوت

سبب ظاہراً حصول تعمیم وجہ شبہ مع اختصار لفظ ہے سو یہ امر حذف وجہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور حقیقت
کے اعتبار سے تعمیم نہین ہوا کرتی کسواسطے کہ تشبیہ جو دیجاتی ہے مشبہ بہ کے اخص و اکمل و اشہر اوصاف
مین دیجاتی ہے ورنہ شیر مین گندہ دہنی چارپایون اور دُم کا رکھنا بھی وصف ہے یہ سب نہین لیئے جاتے
اسی طرح ہر شئے کے بیشمار اغراض ہین بلکہ اُسکے مشہور اور خاص اور کمالیہ وصف جرأت و دلیری مین تشبیہ
دیجاتی ہے لیکن فقط اس قاعدہ اور اصل کو (کہ حذف موضع ذکر مین مقتضی تعمیم ہے) نظر مین رکھکر یہان
بھی تسامحاً حکم لگا دیا گیا کہ یہ ہیئات ترکیب سبب مزید تقویت تشبیہ ہے ان علوم مین اتنا سہارا بس ہے
علوم عقلیہ مین بال کی کھال کھینچی جاتی ہے ایسی مسامحتون کا وہان دخل نہین واللہ تعالیٰ اعلم۔
اور کبھی انہین ارکان کے مقید غیر مقید ہونیکے اعتبار سے جدی تقسیم کیجاتی ہے۔ ایک یہ کہ طرفین
اور وجہ مطلق ہون اُن مین کوئی قید نہ لگی ہو جیسے زید چون شیر و رُخ چون گل۔ دوسرے یہ کہ
دونو مقید ہون جیسے **مصرعہ** تربیت نا اہل را چون گردگان بر گنبد است ٭ کیا معنی کہ مشبہ مطلق تربیت
نہین بلکہ نا اہل کی تربیت اسیطرح مشبہ بہ مطلق گردگان نہین بلکہ گنبد پر کا گردگان۔ تیسرے یہ کہ فقط
مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ ؎ دو چشم اندر غضب ہمچون دو مشعل ٭ یہان فقط مشبہ مقید ہے یعنی مطلق
دو چشم نہین بلکہ چشم غضبناک۔ چوتھے یہ کہ فقط مشبہ بہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ **مصرعہ** رخش ہمچو خرشید در نیمروز
فردوسی رح **شعر** دو رخسار زیباش مثل قمر ٭ دو چشمش ستارہ بوقت سحر ٭ یہان مشبہ بہ مطلق ستارہ اور
مطلق خرشید نہین بلکہ موقّت بہ نیمروز و مقید بوقت سحر ہے۔ اگر غور کیجیئے وجہ شبہ بھی مطلق و مقید دونو
ہوسکتی ہے اوّل جیسے بندۂ حکمی عفی عنہ ؎ چو خرشید رویش بہ رخشندگی ٭ دوسری یعنی وجہ شبہ مقید
نظامی رح **شعر** چو پوسیدہ چوبے کہ در کنج باغ ٭ فروزندہ باشد بشب چون چراغ ٭ یہان وجہ شبہ فروزندگی
مطلق نہین بلکہ وہ جو شب کے ساتھ موقت ہے پس اگر وجہ شبہ کے اطلاق و تقیید کا لحاظ کیا جاتا ہے اُن چار
اور ان دو کے ضرب سے آٹھ قسمین حاصل ہوتی ہین پوشیدہ نرہے کہ یہ تقیید اُس توصیف سے عام ہے
جو تشبیہ مجمل مین بیان کیگئی ہے کیا معنی کہ اوصاف والہ علے وجہ الشبہ پر بھی یہ تقیید صادق آتی
ہے اور غیر دالہ پر بھی واللہ تعالیٰ اعلم
چونکہ ہر شئے کی غرض علت غائی اُس شئے کی ہوا کرتی ہے اُس کا تحقق اور وجود خارجی اُس
شئے سے مؤخر ہوا کرتا ہے تو ہم نے بیان غرض تشبیہ کو بہ نسبت اور اقسام تشبیہ کے مؤخر کر دیا پس

وجہ شبہ مطلق
وجہ شبہ مقید

جاننا چاہیئے کہ غرض تشبیہ کی کبھی مشبہ کیطرف راجع ہوتی ہے اور کبھی مشبہ بہ کی طرف یعنی اگر مقصود اور غرض تشبیہ سے مشبہ کے کسی حال یا کیفیت کا بیان کرنا ہو اُسکو راجع بسوے مشبہ کہین گے اور جو مقصود بیان حال مشبہ بہ ہی راجع بسوے مشبہ بہ کہلاتی ہے اور ہر ایک اپنی کیفیات و حالات کے اعتبار سے کئی قسم پر ہے مثلاً مشبہ ایسا امر غریب ہو کہ اگر اُسکے امتناع کا دعوے کیا جائے صحت کو پہونچ جائے اُس وقت غرض اور مقصود تشبیہ یہ ہو کہ اُسکا امکان و قوعی ثابت کر دکھلائین جیسے حکمی غفرلہ ولوالدیہ کے اس نعتیہ شعر مین **شعر** ممکنے وز ممکنات افضل چنانکہ ۰ مشک نے آہو ز خون آہوست یہ امر ممتنع معلوم ہوتا ہے کس واسطے دعوے یہ ہے کہ ممدوح کل ممکنات سے برتر ہے اور ممکن بھی ہے ممکنات سے برتر ہونے سے معلوم ہوا کہ وہ بنفسہ ایک جنس ممکنات سے الگ ہے اور براسہ یک اصل جداگانہ ہے جب مشک سے تشبیہ دی کہ وہ خون ہے مگر وہ اپنی خوبیون کی وجہ سے ایک جنس بنفسہ اور ایک اصل براسہ بن گیا ہے اب احکام[ع] خون کے اُسپر جاری نہین کر سکتے۔ غنی کا شعر ہے **شعر** وبال گردن خود گشت بال خویش مرا ۰ بسان شمع کہ افتد ز پیہ خود بگداز ۰ **ولہ شعر** بجو دوری ز ہمجنسان نشاطی گر طمع داری ۰ چو می بینی جدا از یکدگر لبہاے خندان را ۰ پہلے شعر مین یہ دعوے کیا ہے کہ اپنا تن و توش اپنا وبال جان ہے ظاہرا یہ امر ممتنع معلوم ہوتا ہے جب شمع سے تشبیہ دی اور اُس کا اپنے پیہ کی بدولت گلنا بتلا دیا خیال امتناع جاتا رہا اور اسیطرح دوسرے شعر مین دعوی کیا ہے کہ حصول نشاط دوری یاران ہمجنس پر موقوف ہے سو یہ امر بھی ظاہر نظر مین ممتنع معلوم ہوتا ہے کسواسطے کہ چند دوست احباب خصوصاً یاران ہمجنس کا ایک جگہ جمع ہونا موجب نشاط سبب انبساط ہوتا ہے جب لبہاے خندان کی دوری سے تشبیہ دی خیال امتناع اُٹھ گیا پس اس نوع تشبیہ مین مشبہ بہ کا اعرف و اشہر ہونا اور اُسکی امکانیت کا مسلم ہونا شرط ہے۔ دوسرا یہ کہ اسی طرح اور کوئی حال یا کیفیت مشبہ کی یعنی مشبہ کس وصف کے ساتھ متصف ہے اور اُسکی کیا کیفیت ہے بیان کرنا اُس تشبیہ سے مقصود ہو مثلاً ایک شے کو دوسری شی کے ساتھ اُسکی سُرخ یا سیاہ رنگت کی وجہ سے تشبیہ دین اُس وقت فقط مشبہ بہ کی رنگت پر واقفیت سامع کی شرط ہے۔ بندۂ حکمی **شعر** لبش قوت مرجان یاقوت را ۰ چو می کو جوان کرد فرتوت را ۰ اس نوع کی تشبیہ مین چاہیئے کہ مشبہ بہ مین وجہ شبہ بہت ظاہر اور بہت مشہور ہو تا کہ حال مشبہ کا اچھی طرح سے واضح ہو جاے۔ تیسرا یہ کہ مقدار کیفیت

غرض راجع بسوے مشبہ کی پہلی قسم یعنی مشبہ امر عجیب ممتنع الوقوع معلوم ہوتا ہے اسکو ممکن الوقوع ثابت کرنا

ع یعنے خون آہو بھی مثل اور خونونکے ناپاک ہے اگر کوئی شئے اس سے آلودہ ہوجاوے اُسپر بھی حکم ناپاکی کا کیا جاویگا بخلاف مشک کہ وہ حکم نظافت کا اور افزون کردیتا ہے چنانچہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے سُئل عن المسک فقال ھو اطیب طیبکم [illegible]

یعنی مشبہ کی کیا کیفیت ہے اور کس وصف کے ساتھ متصف ہے اسکو بیان کرنا غرض تشبیہ ہو

مقدار کیفیت مشبہ کا بیان کرنا غرض تشبیہ ہو

یا کمیت مشبّہ کا بیان مقصود ہو آیا وہ مقدار مین کم ہے یا زیادہ قوی ہے یا ضعیف مثلاً بڑھاپے کے سفید بالون کو برف اور کافور سے اور جوانی کے موے سیاہ کو پرِ زاغ و مشک سے تشبیہ دینا نظامی رحمۃ اللہ علیہ شعر مرا برف بارید بر پرِّ زاغ ❊ نشاید چو بلبل تماشاے باغ ❊ حکمی شعر چو مشکین سر و نگاہ کافور زاد ❊ کفن آمد آنچینم بیاد ❊ اسی طرح ہے کمر باریک کو موے سے جیسے موے میان اور چہرۂ سرخ کو خون سے تشبیہ دینا۔ فردوسی کنیزان رودابہ کازال کی تعریف کرنا بیان کرتے ہین شعر دو چشمش چو دو نرگس آبگون ❊ لبانش چو پستہ رخانش چو خون ❊ انوری شعر حدیث سرین و میانش چہ گویم ❊ کہ دیدہ است کوہے معلق بکاہے ❊ اس شعر مین سرین و میان اور کوہ و کاہ مین باعتبار شدت فربہی و لاغری تشبیہ ضمنی ہے اس نوع کی تشبیہ مین چاہیئے کہ مشبہ کا حال (اگرچہ ادعائی ہی کیون نہو) مقدار مین بلا کم و کاست مشبہ بہ کے حال کے برابر ہو تاکہ مشبہ کے حال کی مساوات جیسی ہے ویسی ہی معین کیجائے۔ چوتھا یہ کہ تشبیہ دینے سے غرض یہ ہو کہ مشبہ کا حال بخوبی سننے والے کے دل نشین ہو جاے مثلاً ایسے کام مین سعی کرنے کو جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے وہ تمام سعی اور کوشش عبث اور بے فائدہ ہو باد در مشت پیمودن سے تشبیہ دیجاتی ہے سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہین شعر پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بدست ❊ تربیت نااہل را چون گردگان بر گنبد است ❊ تربیت ایسے شخص کے کرنے کو جس پر اثر اُس تربیت کا کچھ بھی نہ ہو ایک گول شئے کے گنبد پر ٹھیرانے سے تشبیہ دی ہے جس سے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ جیسے اسکا ٹھیرنا متعذر ہے ویسے ہی نااہل کا تربیت پانا عادۃً محال ہے۔

اس نوع کی تشبیہ مین چاہیئے کہ معقول کو محسوس سے تشبیہ دین اگر مشبہ بہ معقول بھی ہو اُس کو بمنزلہ محسوس کیا چاہیئے کسواسطے کہ نفس انسانی بہ نسبت معقولات کے محسوسات سے بالطبع زیادہ مالوف ہے اور نیز اس قسم مین وجہ شبہ کا زیادہ کامل اور بہت مشہور ہونا بھی مشروط ہے اور یہ شعر پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بدست الخ مثال تشبیہ تمثیل کی بھی ہو سکتی ہے اس مین کوئی تناقض نہین تمثیل باعتبار ترکیب حال وجہ شبہ ہے اور یہان باعتبار غرض تشبیہ فلا منافات پانچوان سامع کی نظر مین مشبہ کی خوبیون کا مزین کرکے دکھلا دینا یا اُس کی برائیون کا مستحکم کر دینا مقصود ہو اور واقع مین مشبہ کے اندر وہ برائیان اور بھلائیان ہون یا نہ ہون اول جیسے چہرۂ خوب زلف مرغوب کو گل و سنبل سے اور چہرہ سیاہ کو چشم آہو و شب قدر کے ساتھ تشبیہ دینا بندہ حکمی غفر لہ ولوالدیہ

چوتھی غرض یہ ہے کہ مشبہ کا حال بخوبی سامع کے ذہن نشین ہو

غرض راجع بسوئے مشبہ کی پانچوین قسم یعنی سامع کی نظر مین مشبہ کی خوبی یا زشتی اچھی طرح سے جما دینی مقصود ہو ۱۲

شعر چہ نامہ سوادش ہمہ مشک بود ٭ شب قدر را روشنائی فزود ٭ اور ثانی یعنی سامع کی نظر مین
مشبہ کی برائی کا جما دینا ہو جیسے بدہیأت بدشکل کو شیطان اور دیو سے تشبیہ دین جیسے سعدی رح **شعر**
شخصے نہ چنان کریہ منظر ٭ کز زشتی او خبر توان داد ٭ گندہ بغلش نعوذ باللہ ٭ مردار بآفتاب مُرداد ٭ نظامی رح
زراچہ کی ہیأت کا خاکہ اتارتے ہین **اشعار** سیہ مارے افسون گر گے درو ٭ سر آماسی از سبزگی درو ٭
دہان فراخ وسیہ چون لوید ٭ کز و چشم بینندہ گشتی سفید ٭ خمے از خم آہن برانگیختہ ٭ بجنہا سکا ہن بروریختہ
چھٹا مشبہ کے طرفہ اور نادر ہونے کا ثبوت مقصود ہو کہ بحسب عادت ویسا ہونا ممکن نہ ہو اور پھر یہ ندرت
و استطراف مشبہ بہ کا جسکی وجہ سے مشبہ مین ندرت آجاتی ہے فی نفسہ نادر ہو جیسے شراب کو یاقوت
مذاب سے تشبیہ دین از روے عادت یاقوت کا پگھلکر مائیات مین سے ہو جانا محال ہے اگرچہ عند العقل
محال نہ ہو خاقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خضرؑ کی تعریف مین لکھتے ہین **شعر** آن شیبت روی ارغوان فش ٭
چون برف تنیدہ گرد آتش ٭ از روے عادت آتش کے آس پاس برف کا جمنا ناممکن ہے عنصری
کا شعر ہے **شعر** صبح رابنگر پس پروین بدان ماند درست ٭ کز پس سیمین تذروے بسدین عنقاست این ٭
یہ اکثر تشبیہ وہمی اور خیالی مین پایا جاتا ہے۔ یہان اس بات کو جان لینا چاہیئے کہ مشبہ مین ندرت اور
طرفگی دو طرح سے پیدا ہوتی ہے ایک تو مشبہ بہ (جس سے مشبہ تحصیل کمال استفادہ ندرت کرتا ہے)
یا فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو جیسے لعل مذاب اور برف تنیدہ گرد آتش وغیرہ چنانچہ ابھی بیان ہوا۔
یا فی نفسہ اُسمین کوئی ندرت اور اعجوبگی نہین مگر بوقت موجودگی و حضور مشبہ طرفگی و ندرت متحقق
ہو جاتی ہے مثلاً کوئلے بعضے افروختہ اور بعضے غیر افروختہ کی ہیأت اعجوبہ اور اُسکی خوشنمائی بیان
کیجاتی ہے نظامیؒ **شعر** بآتش بران شوشۂ مشک سنج ٭ چو مار سیہ بر سر کان گنج ٭ **ولہ شعر** دخان
از بر شعلۂ آذری ٭ چو بر سرخ گل برگ نیلوفری ٭ کیا معنی کہ مار سیاہ کا کان زر پر اور نیلوفر کا گل سرخ
پر ہونا ایسا طرفہ اور نادر نہین کہ آتش کے آس پاس برف کا جمنا اور بسدی عنقا کا سیمین تذرو کا پیچھا
کرنا نادر اور طرفہ بلکہ ممتنع ہے لیکن مشبہ کے حضور اور موجودگی سے البتہ ایک ندرت اور اعجوبگی پیدا
ہو گئی ہے غرض ان دونون حالتون مین مشبہ مشبہ بہ سے جس طرح اکتساب کمال کرتا ہے تحصیل
ندرت بھی کریگا اور ان اخیر شقون مین مشبہ بہ کا اکمل و اشہر ہونا شرط نہین ہے واللہ تعالی اعلم
یہان تک بیان اُن اقسام کا تھا کہ جن مین غرض تشبیہ مشبہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے

غرض رابع مشبہ کی چھٹی قسم یعنی مشبہ کی طرفگی اور ندرت جو بالکل خلاف عادت ہو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے

مشبہ مین ندرت اور طرفگی کیسے حاصل ہوتی ہے

مشبہ خود نادر ہوتا ہے

مشبہ خود نادر نہین مگر بوقت وجود [illegible] حضور مشبہ بہ [illegible] معلوم ہوتا ہے

اب اُن اقسام کو بیان کرتا ہون جن مین غرض تشبیہ مشبہ بہ کی جانب راجع ہوتی ہے اسکی دو ہی
قسمین ہین۔ اوّل یہ کہ ایسی چیز کو مشبہ بہ بناوین کہ جس مین وجہ شبہ ناقص ہو اور اُس سے اس امر کا
ادعا مقصود ہو کہ وہ ناقص کامل ہے حکیم ازرقی کا شعر ہے **رباعی** آتش بسنان و یو بندت ماند پیچیدن
افعی بکمندت ماند * اندیشہ برفتن سمندت ماند * خرشید بہمت بلندت ماند * اسی طرح سعدی رح کا شعر ہے
شعر گل سرخش چو عارض خوبان * سنبلش ہمچو زلف محبوبان * ادعائے محض ہے کہ رنگ و بو مین رخسار
و زلف ایسے کامل ہین کہ گل و سنبل کو اُس سے تشبیہ دے سکتے ہین۔ دوسرے یہ کہ جسکی طرف اہتمام ہو
اُسے مشبہ بہ کرین اور غرض تشبیہ کی یہان اُس اہتمام کا بیان کرنا ہے مثلاً ہلال عید کو پارہ نان سے
او جنازہ کو خوان سے تشبیہ دین سعدی رح **شعر** سگے را گر کلوخے بر سر آید * ز شادی بر جہد کاین استخوانیست *
اگر نعشے دو کس بر دوش دارند * لئیم الطبع پندارد کہ خوانیست * نعمت خان عالی **شعر** سپاہی ہم بمیدان
قناعت میکند جولان * ز شمشیر و سپر دارد دم آبی لب نانے * منجم را نشد غیر از فلاکت از فلک حاصل *
ز ضعف جوع بیند قرص مہ را گردہ نانے * طغرای مشہدی شعر ہے **شعر** طغرا مکن این حدیث را نام
دروغ * کز قحطی نان نماندہ در دیدہ فروغ * کے مردمک است آنچہ کہ بینی در چشم * پران مگسے فتادہ
در کاسہ دوغ * اس نوع کا اظہار المطلوب نام ہے اور یہ بھی خیال رکھین جہان مشبہ بہ باعتبار
وجہ شبہ حقیقۃً ہو یا ادعاءً مشبہ سے کامل تر ہو حقیقۃً تشبیہ وہین متحقق ہوگی۔ اور جہان طرفین مین
برابری اور مساوات مقصود ہو اور مشبہ بہ کی کمالیت یعنی ایک کا کمال اور دوسرے کا نقصان مقصود
نہ ہو چاہے وہ کمال اور نقصان حقیقۃً پایا جائے یا نہ پایا جائے اس صورت مین تشبیہ کا ترک کرنا بہتر ہوگا کیا معنے
کہ تشبیہ ایک ایسا امر ہے کہ اُس مین زیادت اور اکملیت وہ ادعائی کیون نہو ہونی چاہیئے پس
جہان یہ بات نہو صرف مساوات طرفین ہی مقصود ہو اُسکا تشابہ نام ہے نہ تشبیہ اور اُس مین
اداۃ تشبیہ صرف بقصد تشریک مجازاً استعمال کیئے جاتے ہین ہان کسی اور غرض سے جیسے زیادۃ
اہتمام وغیرہ باوجود قصد مساوات ایک کو دوسرے سے بلارعایت طرفین تشبیہ دیسکتے ہین واللہ تعالی
اعلم بالصواب۔ اور نیز تشبیہ باعتبار غرض مقبول و مردود پر منقسم ہوتی ہے کیا معنی کہ اگر وہ تشبیہ افادہ غرض
کا پوری طرح کرتی ہے یعنے غرض اُس سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے چنانچہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ
اعرف ہو جس سے مشبہ کے حال پر بخوبی اطلاع ہو یا مشبہ بہ اتم و اکمل ہو جس سے الحاق ناقص کا

بیان ان تشبیہون کا جن مین غرض تشبیہ مشبہ بہ کی جانب راجع ہے

جس چیز مین وجہ شبہ ناقص ہو اُسکو مشبہ بہ بنانا اور اوسکی کمالیت کا ادعا کرنا

جس چیز کی طرف اہتمام مقصود ہو اُسکو بغرض بیان اہتمام مشبہ بہ بنانا

طرفین مین جہان مساوات مقصود ہو وہان تشبیہ کا ترک کرنا بہتر ہے

تشابہ و تشبیہ مین فرق

بیان تشبیہ مقبول و مردود

کامل کے ساتھ اچھی طرح سمجھ مین آجائے یا مشبہ بہ وجہ تشبیہ مین مسلم الحکم ہو یا وہ بیان امکان
مین مخاطب کے نزدیک معروف الحکم ہو جس مین اتنی باتون کا افادہ ہوگا وہ تشبیہ مقبول کہلاتی ہے
اگر ان افادات مین وہ قاصر ہے اُس کا تشبیہ مردود نام ہے اور دو ضد (جن مین وجہ جامع کا حقیقۃً
پیدا ہونا محال ہے) باہم تشبیہ دئے جاتے ہین اور جو معنی مشبہ بہ مین موجود ہین استہزاءً وہی وجہ شبہ
قرار دئے جاتے ہین حالانکہ نفس الامر مین اس معنی کا ضد متحقق ہے مثلاً جوجی کو حاتم سے سخاوت مین
یا حاتم کو جوجی سے بخل مین اور ہبنقہ کو افلاطون سے دانائی مین یا افلاطون کو ہبنقہ سے حماقت مین
تشبیہ دین حالانکہ تحقق نفس الامری سخاوت اور دانائی کا حاتم اور افلاطون مین ہے اور حماقت اور بخل
کا ہبنقہ اور جوجی مین یہ باہم نسبت تضاد رکھتے ہین تو وجہ جامع اس تشبیہ مین حاصل ہو نہین سکتی
پس جوجی مانند حاتم است در سخاوت و حاتم مثل جوجی است در بخل کہنا فقط از روے اعتبار ہوگا نہ
از روے نفس الامر واللہ تعالی اعلم بالصواب اور باعتبار حذف وذکر اداۃ تشبیہ کی کئی قسم ہین۔
ایک یہ کہ جس تشبیہ مین اداۃ مذکور ہون وہ تشبیہ مرسل ہے اور جس تشبیہ مین اداۃ مذکور نہ ہون وہ تشبیہ
موکد کہلاتی ہے پھر یہ دو طرح ہے ایک یہ کہ فقط حرف تشبیہ محذوف ہو اور اُسکی ترتیب وہیأت مین
کچھ تغیر نہو جیسے زید شیر ست۔ دوسرے یہ کہ اُسکی ہیئت اور ترتیب بھی بدل دیجاوے۔ یہ بھی دو طور
پر ہے ایک یہ کہ بعد حذف اداۃ مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی جانب کر دیجاے جیسے گلِ رخسار نرگسِ
چشم جسکو اضافت تشبیہی کہتے ہین یہان ترتیب وہیأت دونون متغیر ہین دوسرے یہ کہ بعد
حذف اداۃ مشبہ بہ کو مشبہ پر مقدم کرین اور اس عمل سے صورت وحدانی کا حاصل کرنا منظور ہو یعنی
اُن دونون کی ترکیب سے ایک صفت کا صیغہ بنا لیا جاے جیسے گل اندام شکر لب مشکبوی۔ نظامیؒ
شعر کنیزے سیہ چشم و پاکیزہ روے * گل اندام و شکر لب و مشکبوی * یہان بعد حذف اداۃ صرف
ترتیب متغیر ہے۔ اب ہم یہان بحث تشبیہ کو بیان اداۃ پر ختم کرتے ہین اور ہم نے جسقدر اس بحث
مین لکھا ہے مجمل اور مختصر لکھا ہے اگر اس باب کی مفصل بحث اور اُسکی تحقیق پوری طرح بیان کیجاے
ایک بڑا دفتر تیار ہو۔ میرا یہ بیان جسکی ایک فہرست کا حکم رکھتا ہے اور ان امور کا اشتغال ایک
علم سے دوسرے علم مین جا ڈالتا ہے چونکہ کلام اکثر بلغا کا نثر ہو یا نظم تشبیہ واستعارہ سے مملو ہی
اور اس امر کو تزئین وتحسین کلام مین بڑا دخل ہے پس جب تک اُسکے انواع واغراض پر فی الجملہ

دو ضد جن مین وجہ جامع کا حصول ممتنع ہو تشبیہ دئے جاتے ہین

جوجی نام بخیلی است کہ در بخل مانند حاتم در سخاوت نادر الوجود و جمعے بر آنند کہ یکے از پسران چنگیز خان جوجی نام داشت در بخل و امساک عدیم المثل چنانکہ ظہوری میفرماید شعر

سخی نیست ... بعد بخل ... جوجی ... حاتم ... مصطلحات ... تحقیق این لفظ ... واللہ تعالی اعلم

واقفیت نہ ہو لطف اُس کلام کا حاصل نہین ہوتا اور طلبہ فارسی خوان کل تشبیہات کو ایک لاٹھی ہانکتے ہین اس لطف سے نلے بہرہ رہ جاتے ہین تو ہین نے باوجود التزام تخطّی یہان مجملاً کچھ بیان تشبیہ کا کردیا ہے باقی تفصیل کو علم بیان کے حوالے کردیا اگر کسیکو زیادہ تحقیق مطلوب ہو علم بیان کو مطالعہ کرے یاد رہے کہ اداۃ تشبیہ حروف تشبیہ سے عام ہین کسواسطے کہ اداۃ لغت مین آلہ کو کہتے ہین اور یہان وہ شئے مراد ہے جسکے وسیلہ سے ایک شے کو دوسری شئے سے تشبیہ دیجاتی ہے خواہ وہ اسم ہو خواہ فعل خواہ حرف اسم جیسے مانا مانندہ ومانند وکردار وسان ومثال وعینہ سب مشہور ہین مگر آخیر (ای عینہ) آقا شاپور کا شعر ہے

شعر گل بچشم عینہ پیراہن یوسف نمود ؛ گلستان بیت الحزن گردید یعقوب مرا ؛ فعل جیسے ماند ودانی وپنداری وگوئی وگوئیا وگویا وغیرہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ شعر اگر نعش کسے بردوش دانند ؛ لئیم الطبع پندارد کہ خوانیست ؛ ولہ شعر بزرگ زادۂ نادان بشہروا ماند ؛ کہ در دیار غریبش بہیچ نستانند ؛ فردوسی شعر یکے دژ برآورد در کوہسار ؛ توگفتی سپہرستش اندر کنار ؛ اور حرف جیسے آسا اور اُسکا مخفف اسا وسا وسار وسان ودیس اور اُسکا مبدل دیز جیسے شبدیز ای شبرنگ یعنی اسپ مشکی ووش اور اُسکا مبدل فش ووار وچون اور اُسکا مخفف چو۔ ابو الفرج رونی (مثال اسا) شعر عزم وحزمش بجنبش وبسکون ؛ آسمان وزمین اسا باشد ؛ خاقانی رح شعر آن روح دوزخ نار مین حور زبانی سار مین ؛ بحر نہنگ اوبار مین آہنگ اعدا داشتہ ؛ منقل مربع کعبہ سان آشفتہ دروے رومیان ؛ لبیک داران درمیان تن محرم آسا داشتہ ؛ سعدی رح (مثال دیس) شعر چہ قدر آورد بندہ حوردیس ؛ کہ زیر قبا دارد اندام پیس ؛ شمس فخری شعر جہان را اگرشہ تو باشی یقین ؛ شود وربناہت جہان خلددیس ؛ اور لفظ وش مانا ومانند کی طرح اسم مستقل ہے جیسے ع گہ رزم شل وگہ بزم وش ؛ نظامی رح (مثال وش) شعر نشست از بر بارۂ کوہ وش ؛ بدیدن ہمایون برفتار خوش ؛ فردوسی رح (مثال فش) شعر نگہبان او پای کردہ بکش ؛ نشستہ بہ پیش اندرون شاہ فش ؛ عرفی (مثال وار) شعر کلام من کہ متاع ولایت سخنست ؛ بروے دست صبا میرود سلیمان وار ؛ اور جیسے لفظ برائے استعلا حرف بھی ہے اور اسم بھی بمعنی فوق چنانچہ اسکا بیان گذر چکا اسی طرح لفظ سان تشبیہ کا حرف بھی ہے جیسے مثال مذکور مین اور اسم بھی بمعنی مانند وطور نظامی رح شعر کہ چون کردہ اند این دو صورت گذار ؛ دو از زنگ رابریکے سان نگار ؛ فردوسی رح شعر تو این را دروغ وفسانہ مدان ؛ بیکسان روش در زمانہ مدان ؛ لیکن بلا استناد واستظہار حرف بای موحدہ یا برا (استعلا)

بیان ادات تشبیہ

مثال عینہ کی جو اداۃ تشبیہ مین اسم ہے

بیان ان ادات تشبیہ کا جو فعل ہین

بیان ان ادات تشبیہ کا جو حرف ہین

بیان آسا بالمد وسار وسان

مثال دیس

مثال وش

مثال فش

مثال وار

لفظ سان کی تحقیق کہ وہ برا استعلا کی طرح اسم اور حرف دو نون ہے

اُس مین اتنا استقلال پیدا نہین ہوتا جس سے اور اسمون کی طرح اُس کی اضافت کیجاے جامی رح
شعر بسانِ مردمک در دیدہ بنشست ٭ زفرزندانِ دیگر دیدہ بربست ٭ فردوسی رح **شعر** برآشفت برسان
شیر ژیان ٭ یکے تیغ تیزش بزد بر میان ٭ **ولہ** زنے بود برسان گردے سوار ٭ ہمیشہ بجنگ اندرون نامدار
اور یہ زیادتی کچھ اسی کے ساتھ مختص نہین اسکے اور اخوات یعنی اُن اسمون پر جو متضمن معنی تشبیہ ہین جائز
رکھی گئی ہے جیسے بمانند و بعینہ و بکردار و بسان و برسان و بمثال و برمثال۔ ملا قاسم مشہدی **شعر** لاف از
نسب مزن کہ بمانند آئینہ ٭ آدم نمی شود کسے از روے دیگران ٭ رضی تبریزی حدائق العشاق مین لکھتے
ہین **نثر** در نگارخانۂ تصویر چشمان آہو نگاہ بآرزوے کہ خامۂ از مژۂ ایشان ترتیب کند برمثال مژگان
بتان در نظرش صف می کشند۔ مگر چونکہ لفظ سان مین حیثیت حرفی غالب ہے بوقت اضافت یہ استناد
واجب سمجھا جاتا ہے بخلاف اور اداۃ اسمیہ کے کہ وہان کوئی واجب نہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حرف تشبیہ چون اور اسکے مخفف چو کا بیان

اور ان سب مین کثیر الاستعمال لفظ چون ہے اور اُس کا مخفف چو اس کا استعمال تشبیہ مفرد مین حقیقی ہے
جسطرح تشبیہ مرکب کے لیئے لفظ چنانکہ موضوع ہے جیسے زید چون شیرست و چو شیرست اور کبھی تشبیہ مرکب
مین مجازاً مستعمل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** بکبکِ دری چون درآید عقاب ٭ چگونہ جہد برزمین آفتاب ٭
ازان تیز تر خسرو پیلتن ٭ بہ تندی درآمد بران اہرمن۔ سعید اشرف **شعر** چون نماید یک خیابان
باغ از آئینہ ٭ ہست ملک وافرت در زیر گردون آنچنان ٭ اے چنانچہ نماید۔ صائب **شعر** چون
لباس غنچہ تنگی میکند بر دوشِ گل ٭ برفراز این عمارت پرنیانِ آسمان ٭ چنانچہ لباس غنچہ الخ **ولہ**
شعر ز شیشہ چون گذرد رنگ می بگرم عنانی ٭ ز شیشہ خانۂ عشرت بآن شتاب گزشتم ٭ اے چنانچہ
گزرد الخ نظامی رح **شعر** فرو گفت لختے سخنہاے سخت ٭ چو گوید خداوند شمشیر و تخت ٭ اے چنانکہ گوید
فردوسی رح توحید مین فرماتے ہین **شعر** ستودن نداند کس اورا چو ہست ٭ میان بندگی را ببایدت بست ٭
ولہ شعر یکے تیر باران بکردار سخت ٭ چو باد خزان بر وزد بر درخت ٭ یہان مرکب سے مراد مصطلح علم
بیان نہین بلکہ مرکب مصطلح علم نحو ہے۔ اور کبھی یہ حرف چون و چو تشبیہ تفخیم و تعظیم کے لیئے بھی
آتا ہے۔ نظامی رح فرماتے ہین **شعر** بنا کرد شہری چو شہر ہری ٭ کز انسان کند شہر کم دیگری ٭
اسواسطے کہ تشبیہ حقیقی کے لیئے مغائرت طرفین از روے حقیقت واز روے قصد واجبات سے ہے
جیسے زید چون شیر مین شیر سے عین ذات زید مراد نہین اور یہان تشبیہ تفخیم مین عین ذات مشبہ

مراد ہے یعنی بناکر و شہرے چو شہر ہری مین یہ مقصود متکلم نہین ہے کہ اور کوئی شہر شہر ہرات جیسا بناکرنے کو بتلادے بلکہ اُسے شہر ہرات کا بناکرنا جسکی خوبیان اور عظمت اعرف و اشہر ہے بتلانا مقصود ہے الحاصل جب مشبہ بہ جسکی اشہریت و اعرفیت سے مشبہ مین کمال حاصل ہو سوائے اس مشبہ کے حاصل نہو سکا تو معلوم ہوا کہ یہی مشبہ اعرف و اکمل و افخم ہے اور کبھی اس نوع مین مشبہ حذف بھی کیا جاتا ہے۔ انوری کا شعر ہے **شعر** مقدرے نہ بآلت بقدرتِ مطلق ٭ کند بشکل بخاری چو گنبد ازرق ٭ اے گنبدے چو گنبد ازرق۔ لیکن صحت تشبیہ کے لیئے (جو مغایرت طرفین شرط ہے) ایک کا مطلق ایک کا مقید ہونا بس ہے اور سوائے مواضع تشبیہ کے ایک شئے کی کیفیت و سبب کی طلب و اخبار کے لیئے بھی آتا ہے صائب کا شعر ہے **شعر** آئینہ کے بچہرۂ شبنم فشان رسد ٭ چون آب ایستادہ بہ آبِ روان رسد ٭ اے چگونہ۔ مولوی معنوی رح[۲۷۹] **شعر** گردشِ چشمش مرا الشکر نمود ٭ می نیارم گفت چون پر ہول بود ٭ اے چگونہ و بچہ کیفیت پر ہول بود۔ میر معزی **شعر** طبعم ز بوے ہمت تو تازہ چون شدست ٭ گر بوے ہمت تو چو باد بہار نیست ٭ جانم بخاک درگہ تو شاد چون شدست ٭ گر خاک درگہ تو چو زر عیار نیست ٭ اے تازہ بچہ سبب شدہ است و شاد بچہ سبب شدہ است۔ اور بجاے چہ استفہامیہ بھی مستعمل ہوتا ہے عرفی کا شعر ہے **شعر** طے کنم این نامہ را اگر نکنم چون کنم ٭ حوصلۂ خامہ نیست تاب رقم داشتن ٭ اے اگر طے نکنم چہ کنم۔ اور کبھی متضمن معنی شرط بھی ہوتا ہے سعدی رح **شعر** سگ بدریاے ہفت گانہ بشوے ٭ چونکہ تر شد پلید تر باشد ٭ اے ہر گہ کہ تر شد اور اگر کی طرح حرف شرط بھی ہے چنانچہ آگے آویگا۔ (اے حروف شرط کے بیان میں ۱۲)

لفظ چون کیفیت یا سبب شئ کی طلب و اخبار کے لیے بھی آتا ہے

چون بجاے چہ استفہامیہ مستعمل ہوتا ہے

چون متضمن معنی شرط

چون شرطیہ

الحروف المشبہۃ بالفعل

حروف مشبہ بالفعل

ہمانا اُسکا مخفف مانا و مگر و گوئیا و گویا و آرنگ و بلکہ و لیکن اس کا مخفف لیک و ولے و کاش اُس کا مبدل کاج اس کا مزید علیہ کاشکے و کاشکی و آیا ہے۔ یہ سب حروف مشبہ بالفعل ہین ان مین سے ہمانا تحقیق مضمون جملہ کے لئے آتا ہے جیسے عربی مین اِنّ مشددہ۔ سعدی رح **شعر** ہمانا کہ دریا انشاے تن ٭ چو مشک است بے قیمت اندر ختن ٭ نظامی رح **شعر** بر و شاہ اگر یک شبیخون کند ٭ ز ملکش ہمانا کہ بیرون کند ٭ بعض متفننین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا ہے نظامی رح **شعر** سکندر نہ خود گر بود کوہ قاف ٭ کہ باشد کہ باما شود ہم مصاف ٭ ولہ ؎ زمانہ جز این خود

ہمانا کا بیان

لفظ خود کی تحقیق

نہ بیند صواب ؛ کہ این راکند خوب وآنرا خراب ؛ شعر خود چو عطی توئی و سائل من ؛ بیش ازین عشوہ شین باشد شین ؛ مگر میری سمجھ مین یہ بات نہین آتی کیا معنی کہ یہ لفظ خود تاکید کے لیئے لایا جاتا ہے تا مخاطب کے ذہن مین اُس کا متبوع اسطرح متحقق ہو جاے کہ اُسکے سواے اور کسی کا وہم نہ جائے جیسے عربی مین لفظ نفس مگر عربی مین الحاق ضمائر کا اس کے ساتھ واجب ہے مثلاً غائب کے لیئے نفسہ اور خطاب کے لیئے نفسك متکلم کے لیئے نفسی اور فارسی مین واجب نہین جوانکے درجہ مین ہے جیسے خودش خودت خودم اب اس خود کے بعد ضمائر کا لانا نہ لانا دونون برابر ہے۔ یہ بھی سُن لیجیے کہ لفظ خود بحسب اقتضاے مقام وسیاق کلام اگر معنے ضمیر کو متضمن ہے (تا اپنے متبوع کے ساتھ ربط پیدا کرے) تو یہ ضمائر ملحقہ اُس پر زائد سمجھی جائینگی۔ اور اگر متضمن معنی ضمیر کو نہین ہے یعنی صرف نفس کے معنی مین ہے تو الحاق ضمائر کا بھی واجب ہوگا لفظاً ہو یا تقدیراً کیا معنی کہ جہان ضمیرین خود کے ساتھ لفظاً ملحق ہین ملحق ہین جیسے خودش خودت خودم مین اور جہان ملحق نہین وہان تقدیراً ماننا پڑیگا۔ غرض محاورہ عرب کی طرح یہان بھی وجوب ثابت ہوگیا مگر وہان ذکر ضمائر کا لفظاً واجب ہے اور فارسی مین عام ہے لفظاً ہو یا تقدیراً۔ الحاصل امثلۂ مذکورہ مین لفظ خود شعر اول مین کوہ قاف کی تاکید اور شعر ثانی مین زمانہ کی تاکید بحذف ضمیر غائب اسی طرح تیسرے شعر مین منفصل خطابی تو کی تاکید کے لیئے بحذف ضمیر خطاب لایا گیا ہے۔ اور اس باب مین خصوصیت ضمائر متصلہ کی کچھ نہین متصلہ و منفصلہ ہر دو ضمیرین اُسپر لاحق ہو سکتی ہین جیسے خودش کہنا درست ہے خود او بھی کہہ سکتے ہین۔ وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ جاننا چاہیئے کہ ہمانا جس طرح موضع تیقن و محقق مین مستعمل ہوتا ہی موقع ظن مین بھی مستعمل ہوتا ہے جامی رح شعر ہمانا ہیش چشم او نکو نیست ؛ ازان رو خاطرش را میل او نیست ؛ سلطان ابراہیم مرزا ی جاہی شعر شنیدم کہ چشم تو دارد گزندے ؛ ہمانا کہ افتاد بر دردمندے ؛ اُسکا مخفف مانا اثیر الدین اخسیکتی کا شعر ہے شعر مانا کہ خلد پردہ ز رخسارہ برگرفت ؛ یا سادہ گشت ریشور دہر را عذار ؛ واضح ہو کہ ایک لفظ مانا بمعنے مانندہ اور ہے جو مانستن تشبہ سے مشتق ہی جسطرح دانستن سے دانا چونکہ وہ معنی تشبیہ کو متضمن ہے بجاے اداۃ تشبیہ کے مستعمل ہوتا ہے مگر اسکے صلہ مین باے موحدہ آیا کرتا ہے جیسے رخش مانا بخورشید۔ اور ایک لفظ مانا اور ماندن سے مشتق ہی جو فارسی قدیم مین منجملہ اسماے طیبہ الٰہیہ ہی جسکو عربی مین بَاقِیْ کے ساتھ ترجمہ کرسکتے ہین مگر

لفظ خود متضمن معنی ضمیر پر ضمائر کا الحاق زائد ہی۔

لفظ خود پر ضمائر متصلہ و منفصلہ ہر دو لاحق ہو سکتے ہین

ہمانا کی تحقیق

مانا مخفف ہمانا

مانا اداۃ تشبیہ بھی ہی اور بمعنے باقی اس بحث سے کچھ غرض نہین

دوسرا حروف مشبہ مین سے گویا

یہان اس سے باین حیثیات ہم کو کچھ بحث نہین واللہ تعالی اعلم بالصواب دوسرا کلمہ گویا و گوئیا
جیسے **شعر** دہانِ تنگ تو گویا چو نون تنوین ست ٭ کہ در حدیث در آید و لیک پیدا نیست ٭ وصالی **شعر**
دل من رفت سوے مژگانش ٭ گوئیا سیخ را کباب نبود ٭ تیسرا آرنگ حکیم رودکی کا شعر ہے **شعر** ہرگز نکند

تیسرا آرنگ

سوئے من خستہ نگاہے ٭ آرنگ نخواہد کہ شود شاد دل من ٭ چوتھا بلکہ جو مقام غلبۂ ظن مین مستعمل ہے طغرا

چوتھا بلکہ جو مقام غلبۂ ظن مین مستعمل ہے

شعر گر بطغرا نظرے می کنی امروز بکن ٭ بلکہ از درد فراق تو بفردا نرسد ٭ فیاض لاہجی **شعر** در سرو و گل و
یاسمن آن نور ندیدم ٭ ہنگامۂ مرغانِ چمن بلکہ تو باشی ٭ اے شاید تو باشی - شاید و باشد و بود بھی ان
معنون مین مستعمل ہین - پانچوان لیکن اصل مین یہ اداۃ عربی کے لاکنّ مشددہ کا اور یہ استدراک یعنی کلام سابق

لیکن

سے توہّم ناشی کے دفع کرنے کے لیئے متغایر بالمفہوم جملونکے درمیان لایا جاتا ہے چونکہ اہل فارس کلمات
عربیہ مین چندان غور و پرداخت نہین کرتے نظر تسامح کو کام مین لاتے ہین یہان بھی اس لیکن اور اسکے
مخففات لیک اور لے پر واؤ عاطفہ کو جو ہر کلمہ کی طرح ثابت رکھکر بر وقت عطف ایک اور واؤ اسپر داخل
کرتے ہین جیسے لفظ حور باوجودیکہ جمع حوراء ہے اسپر الف و نون کے ساتھ بطریق فارسی جمع کرکے
حوران کہتے ہین میر معزی کا شعر ہے **شعر** بر زمین ست و ولیکن مرکب اقبال او ٭ ہر زمان اندر عنان
آسمان ساید عنان ٭ انوری **شعر** خواجہ اسفندیار می داند ٭ کہ بہ تنگم ز چرخ روئین تن ٭ من نہ سہرابم و
ولے بامن ٭ رستمی میکند دی ز بہمن ٭ مگر ان دونو مخفف (لیک ولے) کلمون مین اتنا فرق ہے کہ جس مین صرف

فرق لے اور لیک مین

ایک حرف نون حذف ہو کر لیک رہ گیا ہے وہ لیکن کی طرح واو اور بلا واو دونو طرح مستعمل ہے
جس مین سے نون اور کاف دونون حذف ہو گئے ہین واو کے ساتھ اسکی تکمیل کیجاتی ہے یعنے
بغیر واو اسکا استعمال یعنی لیک اور لیکن کی طرح صرف لے کہنا جائز نہین واللہ تعالی اعلم بالصواب

کاش

چھٹا کلمہ کاش اس مین کئی لغات آئے ہین جن مین سے بعض مشہور اور بعض غیر مشہور جیسے عربی
مین لعلّ کے گیارہ لغات آئے ہین انمین سے بعض مشہور ہین جیسے لعلّ باقی غیر مشہور جیسے

لغات کاش

علّ و عنّ و لعنّ و لغنّ و رعنّ و رغنّ و لانّ و انّ و لعاء و لعت چنانچہ حضرت جامی
قدس سرہ السامی نے شرح کافیہ مین اسکے تعدد کی جانب اشارہ فرمایا ہے ولغات لعل تبلغ
مبلغ جمع الکثرۃ (اے مافوق العشرۃ) اسیطرح فارسی مین کاش اور اس کا مزید علیہ کاشکے اور اس مبدل کاج مشہور
لغات ہین اور کاشی یاے تحتانی کی زیادت کے ساتھ غیر مشہور ہے غرض ان الفاظ کو جہان کہین

کاش ممکنات و ممتنعات عقلی وعادی ان چارون حال مین مستعمل ہے پہر حرف ندا کبہی اسکے ساتھ لاتے ہین

بطریق آرزو و حسرت کسی چیز کا طلب کرنا منظور ہو استعمال کرتے ہین۔ اور مطلوب خواہ ممکنات سے ہو خواہ ممتنعات سے اور وہ بھی عقلی ہو یا عادی جیسے عربی مین لیتَ۔ اور اسپر اپنی کمال آرزو و تمام خواہش و تمنا کے اظہار کے قصد سے حرف ندا بھی لایا کرتے ہین جیسے عربی مین یا لیتنی کنت ترابا **شعر** اے کاش گوش رغبتم احول بدی چو چشم ٭ تا ہرچہ گفتی از تو مکرر شنیدمی ٭ نظامی رح **شعر** مرا اے کاشکے مادر نہی زاد ٭ اگر مے زاد پس شیرم نمے داد ٭ سعدی رح **شعر** کاج کا نانکہ عیب من گفتند ٭ رویت اے دلستان بدیدندی ٭ حکیم نزاری قہستانی **شعر** زخط گوہر برافشانی تو باری ٭ مرا کاشی کہ بودی یادگاری ٭ **ولہ** کنون در دست ماند از دوست یادے ٭ کہ کاشے ہرگز از مادر نزادے ٭ ساتوان

آیا و ایا۔ یہ کبہی کسی چیز کے طلب کرنے کے لئے آتا ہے اور واقع ہونا ضروری نہین

آیا و ایا بالمد و القصر یہ لفظ جہان بطریق رجا و امید کسی چیز کا طلب کرنا مقصود ہو استعمال کیا جاتا ہے جیسے عربی مین لعلّ **شعر** آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ٭ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند ٭ اس لفظ کا صدر جملہ مین لانا کوئی ضرورت نہین جیسے **شعر** بود آیا کہ در میکدہا بکشایند ٭ گرہ از کار فرو بستۂ ما بکشایند ٭

آیا استعجاب و استفہام کے لئے

یہ کلمہ کبہی استعجاب و استفہام کے لیئے بھی آتا ہے جیسے **شعر** آنانکہ بصد زبان سخن مے گفتند ٭ آیا چہ مے شنیدند کہ خاموش شدند ٭

نہ و نے مشبہ بہ نیست

بیان نہ و نے مشبہ بہ نیست

نہ و نے نیست کے مشابہ ہونیکے یہ معنی ہین کہ جیسے نیست اسم و خبر کو چاہتا ہے یعنی جیسے نیست جملۂ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے یہ نہ و نے بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہین جس طرح عربی مین ما و لا مشبہتان بلیس سعدی رح **شعر** نہ پاے چو بینندگان راست رو ٭ نہ گوشے چو مردم نصیحت شنو ٭ نظامی رح **شعر** غمزۂ نسرین نہ ز باد صبا ٭ آن اثر لطفِ تو شد تو تیا ٭ **ولہ** ہستی تو صورت و پیوند نے ٭ تو بکس و کس بتو مانند نے ٭ فیضی فیاضی **شعر** برتر ز نبود و بود بودش ٭ نے جوہر و نے عرض وجودش ٭ اے اور پاے راست رو نیست و گوش نصیحت شنو نیست۔ غمزۂ نسرین از باد صبا نیست۔ وجودش جوہر نیست و وجودش عرض نیست۔ کبہی اسکا اسم حذف بھی کیا جاتا ہے نظامی رح **شعر** نہ آہو و لے نافہ از مشک پر ٭ چو دندان آہو بر آمودہ در ٭ لے نیست آن براق آہو و لیکن الخ

کبہی یہ کلمات نفی محذوف الکلام بھی آتے ہین

نہ نفی الجنس

بیان نہ نفی جنس

نہ نفی جنس وہ ہے کہ اپنے اسم مدخول کی ماہیت یعنے جنس کی نفی کرتا ہے جامی رح **شعر** نہ در وے

سایۂ غیر از شب تار ٭ نہ دروے بسترے جز نشتر خار ٭ نظامی ؎ **شعر** نہ دولت نہ دنیا نہ دارا گذاشت
٭ سنان از سر سنگ خارا گذاشت ٭ چونکہ نہ نفی جنس کے اسم کا نکرہ ہونا واجب مانا گیا ہے کیا معنی کہ
اعلام جزئیات ہوا کرتے ہین جنس کے لیئے کلیت ضروری امر ہے تو نہ دارا گذاشت متاول ہوگا یعنی
مانند دارا یا کوئی پادشاہ جو دارا کے وصف مشہور تکبر ستمگاری کے ساتھ متصف ہو مراد ہے یعنی سکندر
نے نہ دولت کو بغیر حاصل کیئے چھوڑا نہ دنیا کو بلا فتح کیئے نہ کسی بادشاہ متکبر کو بدون مغلوب کیئے
چھوڑا چنانچہ عربی مین صحابۂ کبار رضوان اللہ تعالے علیہم کا قول مشہور جب کوئی قضیہ جس کا فیصلہ
دشوار ہو پیش ہوتا فرماتے قضیۃ لا ابا حسن لہا ای لا فیصل لہا بحکم ارشاد ہدایت بنیاد
نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اقضاکم علی حضرت خاتم الخلفا علی کرم اللہ وجہہ فیصل فے الحکومات تھے
اور اسیطرح دنیا سے اقالیم و ممالک مراد ہین اور فرق نفی جنس اور مشبہ بہ نیست مین یہ ہے کہ نفی جنس
اپنے اسم کی ماہیت یعنی جنس کی نفی کرتا ہے اور مشبہ بہ نیست اُسکے اسم کے وصف و حال مذکور کی
نفی کرتا ہے پس اگر کسی جگہ جنس اسم یعنے اسکے کسی فرد کا وجود نہ ہو وہان نفی جنس مستعمل ہوتی ہے
جیسے امثلۂ مذکور نہ دروے سایۂ غیر از شب تار الخ مین مطلقاً جنس سایہ اور بستر کی نفی ہے اسی طرح
نہ دولت نہ دنیا نہ دارا الخ مین مطلقاً جنس دولت جنس ممالک جنس جبابرہ کی نفی ہے اور جس جگہ
مطلقاً اس اسم کی نفی نہو بلکہ اُسکے وصف مذکور کی نفی ہو یعنی اس اسم کے ساتھ اس وصف کے
اتصاف کی نفی کیجاے تو وہان مشبہ بہ نیست استعمال کیا جاتا ہے جیسے امثلہ مذکور نہ پاے چو بینندگان
راست رو الخ مین مطلقاً پای اور گوش کی نفی نہین بلکہ اس وصف راست روی اور نصیحت شنودگی
کے ساتھ متصف ہونے کی نفی ہے اسیطرح نے جوہر و نے عرض وجودش مین مطلقاً وجود کی
نفی نہین بلکہ اسکے جوہر و عرض ہونے کی نفی ہے اسیطرح تیسرے شعر مین مطلق براق کی نفی
نہین بلکہ اسکے آہو ہونے کی نفی ہے کیا معنی کہ جب براق کے لیئے مختصات آہو یعنی نافۂ مشک
وغیرہ ثابت کیا گیا تو یہ توہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید وہ آہو ہو تو یہ فرمایا نہ آہو الخ واللہ تعالی اعلم یہ کلمہ
خواہ نفی جنس ہو خواہ مشبہ بہ نیست ہاے مختفی کے ساتھ ہونا چاہیئے مگر کبھی باظہار ہاے ہوز مستعمل
ہو جاتا ہے حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین **شعر** رقیب ار کشد خسرو خستہ را ٭ زبان را
دران رخصت نہ مدہ ٭ **ولہ** چون خستہ جان ما اے واے بران عاشق ٭ کو از پے جان چیزے

برروے تو نہ کردہ ٭ یہ دونون شعر اُن غزلون مین ہین جنکا مدار قافیہ رہ وابلہ وغیرہ پر ہے واللہ اعلم بالصواب

ناوسے نافیتان

بیان ناوسے نافیہ کا

نا اکثر اُن اسمون پر داخل ہوتا ہے جن کا حمل اپنے موصوفات پر بطریق مواطات ہوتا ہے یعنی مدخول اُوس نا کا صیغہاے صفات سے ہو جیسے ناہموار و نادرست کیا معنی کہ موصوف ان صیغون کا جنکا ناہموا و نادرست کے ساتھ وصف کیا گیا ہے اُس پر اگر مدخول نا کا حمل کیا جاے بلا تاویل صحیح ہو مثلاً کسی راہ کو ناہموار ست کہنا بلا تاویل حمل بالمواطات ہے اُسی راہ کو ہموار ست کہنا بلا تاویل بالمواطات حمل صحیح ہوسکتا ہے خواہ بعض اُس مین اشتقاق کی راہ سے معنی وصفی حاصل کیئے گئے ہون جیسے تراشیدہ ناتراشیدہ مین اور روان ناروان مین سعدی رح شعر بیک ناتراشیدہ در مجلسے ٭ برنجد دل ہوشمندان بسے ٭ انوری شعر کانجا سر سبز لے رخ سرخ ٭ چون سیم سیاہ ناروان است ٭ اے ناراُنج است

صیغہاے صفات مشتقہ پر ناکا داخل ہونا

خواہ بعض کسی اور ترکیب وغیرہ سے جس طرح صفت مشبہ کے بیان مین عرض کیا گیا معنی وصفی اُس مین حاصل کیئے جائین جیسے توان بین و خداترس۔ ناتوان بین و ناخداترس مین اسم اور امر کی ترکیب سے اے کسیکہ خدا ناترسد شخصے کہ کسے راتوانا دیدن نمی تواند یعنی حاسد عبد الغنی قبول شعر چشم او دید دست من بوسید ٭ آن کہ مے گفت ناتوان بین ست ٭ جوانمرد و ناجوانمرد مین دو اسمونکی ترکیب سے سعدی رح شعر اگر من ناجوانمردم بکردار ٭ تو بر من چون جوانمردان گذر کن ٭ توانا ناتوان مین روانا روا مین صیغۂ امر پر الف فاعلی کے لاحق کرنیسے جامی رح شعر تعالی اللہ زہے قیوم و دانا ٭ توانائی دہ ہر ناتوانا ٭ طاہر وحید شعر آب گہر گرچہ لبسے باصفاست ٭ سکۂ موجش نبود ناروا ست ٭ بودمند نابودمند

اسماے غیر مشتقہ پر کسی اور ترکیب سے معنی وصفی حاصل کرکے نا داخل کرنا

ای مفلس ہوشمند ناہوشمند مین اسم پر کلمہ نسبت مند کے الحاق سے صاحب ہماے ہمایون کا شعر ہے شعر تو کوتاہ دستی و نابودمند ٭ مزن دست در شاخ سرو بلند ٭ ہاتفی رح شعر وزیران کج بین ناہوشمند ٭ رسانند در شاہ و ملکش گزند ٭ سزاوار کلمہ نسب وار کے الحاق سے ناسزاوار مین مہ معزی شعر تراست ملک و سزاوار آن توئی بیقین ٭ خداے ملک ببخشد بناسزاواری ٭ بسامان مخفف با المعنی باسامان (حرف با مین جس کا ذکر ہو گیا ہے) نابسامان مین یعنی کوئی شے جو سامان و اسباب اپنے ساتھ نہ رکھے اُسکو نابسامان کہتے ہین صائب شعر برگ کاہے نیست کشت نابسامان ترا ٭ خوشۂ

اسم غیر مشتق متضمن معنی صفت پر نا کا داخل ہونا

اشک پشیمانی است دہقان عمرا ؛ خواہ وہ اسم متضمن معنی صفت ہو جیسے تندرست ناتندرست مین فردوسی رح شعر بشد شاہ بہرام ورخ رابشست ؛ کزان اژدہا بود ناتندرست ؛ اور بعض اسمای غیر صفت کو بمعنی صفت لیکر نا داخل کیا جاتا ہے جیسے مردم کو مردمی یعنی انسانیت اور اہلیت رکھنے والے کے معنون مین لیکر نامردم کہتے ہین۔ امیر خسرو رح شعر بزرگی بایدت در مردمی کوش ؛ کہ دولت گرد نامردم نگردد ؛ سعدی رح شعر چو نامردم آواز مردم شنید ؛ میان خطر جاے بودن ندید ؛ اے نالایق اسی طرح ناکس سعدی رح شعر شمشیر نیک زاہن بد چون کند کسے ؛ ناکس تربیت نشود اے حکیم کس ؛ یعنی نالایق تربیت سے لایق نہین ہوتا اگر اس سے معنی وصفی نہ لیئے جائین اسکی نفی بے کے ساتھ کرتے ہین یعنے بے کس کہتے ہین محمد قلی سلیم شعر بیکسی چون من نمیباشد چہ می کردم سلیم ؛ چون شراب ہند اگر حاجت بکس می داشتم ؛ نظامی رح شعر اے کس بے کسی ما بین ؛ قافلہ شد واپسی ما بین ؛ یہان اسی بیکس پر یاے مصدری لاحق ہوئی ہے۔ اور ناتوان ناخوان نادار نادان یہ مرخم صیغے ہین بعد ترخیم ان پر نا داخل کیا گیا چنانچہ بعض موضع مین ناتوانا بلا ترخیم بھی مستعمل ہے جیسے مذکور ہوا اور خوانا اور دارا اور دانا حالت انفراد مین یعنے غیر منفی مستعمل ہین۔ ظہوری شعر چنان خط معنیش خوانا فتاد ؛ کہ ہر کور فہم ست روشن سواد ؛ مخلص کاشی شعر دلا بصرفہ قدم نہ کہ در طریق معاش سکندری خورد از فاقہ ہر کہ دارا نیست ؛ خصوصاً توان غیر منفی مرخم مستعمل ہے فردوسی رح شعر اگر چند بیشتر توان ست و نو ؛ بہر کار دارد خرد پیش رو ؛ محتمل ہے کہ از قبیل زید عدل یہان اسناد مجازی ہو مگر اس صورت مین دان اور دار کی طرح مشتق نہو گا بلکہ مستقل اسم بمعنی قوت ہو گا ان ہر دو صیغون ناتوان وناتوانا پر یاے مصدری کے الحاق سے ناتوانی وناتوانائی دونون مستعمل ہین امیر خسرو رح شعر نرگس از کف جام ننہد گرچہ از رنج خمار ؛ سر فگندہ ماند وچندان ناتوانی میکشد ؛ درویش والہ ہروی شعر بعجز ما چہ بینی کار اگر افتد حمیت را ؛ تماشای توانائی کنی از ناتوانائی ؛ اسی طرح نابرید بمعنے غیر مختون مخفف ومرخم نابریدہ اور ناپسند مخفف ناپسندہ چنانچہ پسندہ غیر منفی منفرد مستعمل ہے مولانا کاتبی شعر ہجر از ہلاک کاتبی ام مژدہ داد دوش ؛ پسند گرچہ این سخن آمد پسندہ ام ؛ اور ناخواست مخفف ناخواستہ۔ اور بعض جگہ مقتضاے قیاس کے خلاف مستعمل ہے جیسے نا امید نا ایمن ناانصاف ناپروا ناتراش ناداشت بمعنی مفلس نارس ناسپاس ناشکر ناشکیب ناصواب نافرمان ناہموار وغیرہ

ناکا استعمال خلاف اقتضای قیاس

سعدی رح (مثال ناامید ۱۲) **شعر** بہنگام سختی مشو ناامید ﴿ کہ ابر سیہ بارد آب سفید ﴿ ابوطالب کلیم (مثال ناامن ۱۲) **شعر** رود آرام بعمرے کہ بہجران گزرد ﴿ کاروان از رہ ناامن شتابان گزرد ﴿ مرزا کافی خلخال **شعر** ور دیارے کہ تو ئی بودنم آنجا کافیست ﴿ آرزو ہاے دگر غایت ناانصافیست[1] ﴿ امیر لاہجی (مثال ناپروا ۱۲) **شعر** ہر دلے کو والہ وحیران حسنِ یار شد ﴿ از غم دنیا و دین آزاد و ناپروا بود ﴿ نظامی (مثال ناتراش ۱۲) **شعر** ہمان خورد کان ناتراشِ دگر ﴿ چنین چند راخاک خارید سر ﴿ ابوالمؤید (مثال ناداشت ۱۲) **شعر** دلِ ناداشت پر ز خون باشد ﴿ ساغرِ عیشِ او نگون باشد اے دل مفلس یہ لفظ مجازاً بے غیرت اور لجوج کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے ہندی میں ننگا کہتے ہین نظامی رح **شعر** چنین آمدست از نقیبان پیر ﴿ کہ با ہیچ ناداشت کشتی مگیر ﴿ **ولہ** (مثال ناسپاس ۱۲) سپاس خدا کن کہ برناسپاس ﴿ نگویید ثنا مرد ایزد شناس ﴿ محمد جان قدسی (مثال ناشکر ۱۲) **شعر** شب دلِ ناشکر من آرام باخنجر نداشت ﴿ سینہ صد پیکان چشید و دست از افغان نداشت ﴿ طاہر وحید (مثال ناشکیب ۱۲) **شعر** بسکہ بود از غم او ناشکیب ﴿ غنچۂ گل گشتہ دلِ عندلیب ﴿ سید حسن اشرفی (مثال ناصواب ۱۲) **شعر** صواب ست با او شدن سوی گل ﴿ اگرچند گوید لیسے ناصواب ﴿ مسیح کاشی (مثال ناحفاظ ۱۲) **شعر** فلک ناحفاظ و نافرمان ﴿ یک نفس کے اطاعتم کردست ﴿ ناحفاظ بمعنی بیحیا و بے شرم ﴿ نظامی رح (مثال نامراد ۱۲) **شعر** وزان خشت زرین شداد و عاد ﴿ چہ آمد بجز مردن نامراد ﴿ بابا فغانی رح (مثال ناہراس ۱۲) **شعر** صد بار تیغ قہر کشیدی و ہمچنان ﴿ می آید از پئے تو دلِ ناہراس من ﴿ اے دل بے باک من ﴿ ناساز و ناقبول بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتے ہین مگر چونکہ خود لفظ ساز بمعنی سازگار و سازمند اور قبول بمعنی مقبول مستعمل ہے والہ ہروی **شعر** بازی عیش مخور سخت تنک حوصلہ است ﴿ فکر بیہودہ مکن غم بطبیعت سازہست ﴿ ی موافق است۔ میر حسن دہلوی رح **شعر** اے کز کمال حُسنِ تو حیران شدہ عقول ﴿ در سینہ ہا عزیزی و در دیدہا قبول ﴿ اے مقبول۔ اور کبھی بضرورت الف نا کا حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نسپاس بجاے ناسپاس فردوسی رح (صفحہ ۲۰) **شعر** بدین بخششت کرد باید پسند ﴿ مکن جانت نسپاس و دل را نژند ﴿ یہاں خلاف مقتضاے قیاس سے میری یہ مراد ہے کہ یہاں قیاس بے نافیہ کو مقتضی تھا نا نافیہ کا یہاں استعمال کرنا خلاف قیاس ہے۔

اور بے اُس جگہ مستعمل ہوتا ہے جہاں مدخول بے اپنے موصوف پر بلا تاویل بطریق مواطات محمول نہ ہو اشتقاق یا اور کسی تاویل کے ساتھ حمل صحیح ہو مثلاً زید بے دانش عمرو بے عقل اب اگر دانش اور عقل کا زید اور عمرو پر بلا تصرف اشتقاق حمل کیا جاے درست نہو گا البتہ اشتقاق یا کسی تاویل کے ساتھ

ناانصافیست[1] یہاں ناانصافی مین یاے مصدری ہمارے اس دعوے کو موید اور موکد ہے ۱۲

ناداشت مجازاً بے غیرت اور ننگے کو بھی کہتے ہین

ناساز و ناقبول مین بمعنی ساز و قبول سازگار و مقبول نا کا مستعمل ہے جیسے استعمال حقیقت ہے

بضرورت الف نا کا حذف بھی کیا جاتا ہے

بے موضع استعمال ہے

(جیسے دانندہ یا دانشمند یا دانشور یا صاحب دانش اور عاقل یا عقلمند یا صاحب عقل) حمل درست ہوگا
پس بے احتساب بے ادب بے اصل بے انجام بے انتہا بے پایان بے باک بے برگ بے سامان
بے بصر بے بہا بے قیمت یعنی گران بہا بے بہرہ بے پایاب بے پرکار یعنی بے قاعدہ بے پروا بے تاب
بے ترحم بے تہ بے جرأت بے حساب بے حضور بے داد بے رگ یعنی بے حمیت بے شرم بے رو
یعنی بے مروت بے روزگار یعنی بے کسب بے زنہار یعنی امان ندہندہ بے سپاس یعنی ناشکر
بے شکوہ یعنی شکوہ نکنندہ بے شمار بے طاقت بے طراوت بے فرمان بے نور وغیرہ حسن بیگ
رفیع **شعر** از عشق بے مشقت لذت نمی توان یافت ؛ مے رانکو ندانم بے احتساب خوردن ؛ ابوطالب
مثال بے احتساب
کلیم **شعر** باماکین سپہر زانجم پیداست ؛ ناسازی بخت بے ترحم پیداست ؛ چون خشکی آشیانہ در گلبن سبز ؛
مثال بے ترحم ۱۲
بے برگی ماہیان مردم پیداست ؛ مولوی معنوی قدس سرہ **شعر** گوہر کنی خرمہرہ را زہرہ دری بذ بہرہ را ؛
مثال بے بہرہ ۱۲
سلطان کنی بے بہرہ را شاباس اے سلطانِ ما ؛ سعدی رح **شعر** وقتے در آبے تا میان دستی و پایے
مثال بے پایاب ۱۲
میزدم ؛ اکنون ہمان پنداشتم دریاے بے پایاب را ؛ فوقی یزدی **شعر** فوقی از گردون بریشت
مثال بے تہ ۱۲
خندہ زد از زہ مرو ؛ عشرتِ او ہیچو قول کون وہان بے تہ بود ؛ اے بے اصل بود۔ بے حساب بمعنی
بے شمار مشہور ہے اور چونکہ حساب و شمار بمعنی معاملہ بھی آیا ہے جیسے نظامی رح کا شعر ہے **شعر**
گر ندہی دادِ من اے شہریار ؛ با تو رود روز شمار این شمار ؛ ملا قاسم مشہدی **شعر** عشق آمد و شدم
اے این معاملہ ۱۲
ز ثواب و عقاب پاک ؛ دل از دو کون شستم و کردم حساب پاک ؛ اور حساب و کتاب معاملہ کا حسن اور
خوبی ہے اور اسکی نفی قبیح تو بے حساب بمعنی بد معاملہ یعنی بے حساب سے بیداد و ظلم کے معنی بھی
لیئے جاتے ہین (جیسے بے رگ و بدرگ بے غیرت و بدسرشت اور ناخوان و بدخوان ایسے خط کو کہتے ہین
جسکا پڑہنا دشوار ہو۔ باقر داماد اشراق کا شعر ہے **شعر** بود بہ بندم فلک بدرگی ؛ حادثہ نگزاشت ازان
صد یکے ؛ محمد رفیع واعظ **شعر** جوہر از تیغِ زبان شد ریخت تا دندان مرا ؛ گفتگو شد ہیچو سطر بے نقط
بدخوان مرا ؛) یا یہ کہ حساب و کتاب داد و انصاف کے لئے لازم ہے جیسے روز حساب روز انصاف کو
کہتے ہین بے حساب بمعنی بے داد بمعنی ظلم کے لیئے گئے مخلص کاشی **شعر** شاہ کہ بر رعیت خود بے حساب کرد ؛
سیلاب گشت و خانۂ خود را خراب کرد ؛ بے داد جیسے حکیم ناصر خسرو **شعر** رہا کن ظلم و عدل و داد بگزین ؛ کہ
باشد بیگمان بے داد بیدین ؛ اے ظالم بیدین باشد۔ اس بے داد بمعنی ظالم اور اس پر یاے مصدری

بے حساب بمعنی بیداد و ظلم کی تحقیق

بے داد بمعنی ظلم و بمعنی ظالم ہردو کی تحقیق ۱۲

کے الحاق سے بے دادی کہنا موافق قیاس ہے کیا معنی کہ جس ظالم کا وصف یہ بے داد واقع
ہوا ہے اُسپر بغیر تاویل لفظ داد محمول نہ ہوگا میر معزی **شعر** جہان از داد او پر گشت وخالی شد
ز بیدادی ٭ کہ دادِ او حقیقت گشت و بے دادی مجاز آمد ٭ ہان بے داد بمعنی ظلم البتہ حسب قیاس
نہین کیا معنی کہ اسکے موصوف پر یعنی وہ فعل وعمل جس پر بے داد و ظلم کا اطلاق کیا گیا ہے اگر حمل
داد کا جو مدخول بھی ہے کیا جاے تاویل کی ضرورت نہ ہوگی یہ شان کلمۂ نا کی ہے نہ بے کی
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب میر معزی کا شعر ہے **شعر** بے داد کنی بر من و دادم ندہی ہرگز ٭ بے داد
تو بر جانم ہر روز حشر آرد ٭ فردوسی رح **شعر** بغزنی مرا گرچہ خون شد جگر ٭ ز بیدادِ آن شاہ بیدادگر ٭ اس
بے داد بمعنی ظلم پر کلمات نسبت فاعلی لفظ گر ہمند کے الحاق سے بے دادگر و بے دادمند کہتے ہین۔
نظامی رح **مصرعہ** تو با داد و ے او ہست بیدادگر ٭ امیر خسرو رح **شعر** جفا بین ز گردون بے دادمند ٭
چو من خسروی در چنین تختہ بند ٭ بے زنہار بمعنی بے پناہ نہ دہندہ صائب **شعر** زیر پاے چرخ کجرفتار چون
خوابد کسے ٭ در رہ این سیل بے زنہار چون خوابد کسے ٭ تشنۂ خون ست تیغ آبدار کہکشان ٭ زیر این
شمشیر بے زنہار چون خوابد کسے ٭ بے سپاس نظامی رح **شعر** بجاے شما ہر یکے بے قیاس ٭ نواز شگریہا
رود بے سپاس ٭ بعض موضع مین بے نافیہ خلاف مقتضاے قیاس مستعمل ہے جیسے بے آشنا
بے فرزانہ بے کس بے یار بے عدیل بے نظیر بے ہمتا کیا معنی کہ آشنا و فرزانہ وکس و عدیل و نظیر
و یار کا اپنے موصوفات پر بلا تاویل حمل بالمواطات ہو سکتا ہے سو یہ شان کلمۂ نا کی ہے ابوطالب کلیم
(مثال بے کس)
شعر منم آن بیکس و بے آشناے کُنجِ تنہائی ٭ کہ غیر از پرتو مہر از درم کس در نمی آید ٭ سعدی رح
(مثال بے فرزانہ)
شعر خلق میگویند جاہ و منصب از فرزانگی ست ٭ گو مباش اینہا کہ ما رندانِ بے فرزانہ ایم ٭ نظامی رح
(مثال بے یار)
شعر خداوند بے یار و یار ہمہ ٭ بخود زندہ و زندہ دار ہمہ ٭ یہان نا ہو یا بے سب مین ایسی تاویل
کر سکتے ہین کہ موافق مقتضاے قیاس کے ہو جائین مگر یہ دردسری اور کلفت محض ہے جب انہین
اسماء پر جن پر نا نافیہ داخل ہوتا ہے بعض موضع مین بے کے ساتھ بھی مستعمل ہین جیسے ناپروا
و بے پروا ناسپاس و بے سپاس نافرمان و بے فرمان ناکس و بے کس نامراد و بے مراد چنانچہ انکے
شواہد اوپر بیان کیئے گئے ہین اگرچہ اخیرین یعنے ناکس و بے کس اور نامراد و بے مراد مین فرق
معنوی بھی کیا جاتا ہے یعنی جس شخص کو کہ باوجود طلب حصولِ مراد نہ ہو نامراد کے ساتھ متصف

بے داد پر کلمات نسبت فاعلی کے الحاق سے بیدادگر و بے دادمند کہنا جائز ہے۔

بعض موضع مین بطور خلاف بے نافیہ مقتضاے قیاس بجاے نا مستعمل ہے

جن اسماء پر نا داخل ہوتا ہے اُنپر کبھی کبھی بے بھی

نامراد و بے مراد مین فرق معنوی

کرتے ہین اگر وہ کسی مراد کی طلب کسی بات کی آرزو ہی نہ رکھتا ہو اُسکو بے مراد کہتے ہین مولوی معنوی رح
شعر عاشقان از بے مرادیہاے خویش ؛ باخبر گشتند از مولاے خویش ؛ غرض جسکو مرادون نے ترک
کردیا ہو اُس کم نصیب کو نامراد کہتے ہین اور جس نے مرادون پر لات ماردی ہو اُس ولی خدا کو بے مراد کہتے
ہین اور ناکس و بے کس کے فرق کی جانب ہم نے اوپر اشارہ کردیا ہے مگر یہ فرق قاعدۂ اصلی حمل مواطات
و حمل اشتقاق مین تفرقہ نہین پیدا کرسکتا پس مجکو سراج المحققین جناب آرزو کا قول اس موقع پر بہت پسند
آتا ہے وہ فرماتے ہین "پس ہر قدر کہ بہ ثبوت رسد بر ہمان اکتفا باید کرد ازین جہت لفظ ناقوت کہ مرادف
ناتوان ست نزدیک فقیر بہ ثبوت نرسیدہ" انتہے کلامہ واللہ تعالی اعلم بالصواب

اور حروف نفی مین سے الف بھی ہے یہ ہندی اور فارسی دونون زبانون مین مشترک ہے جیسے اگوستی
بمعنی غیر ارادی اجنبان بمعنی غیر متحرک یعنی ساکن وامیر بمعنی نامیرندہ یعنی حیؔ ہندی مین جیسے
اماس بمعنی بے ماہ اب نام شب بے ماہ کا ہوگیا - بعض وقت لفظ کم و اندک و ہیچ نفی مطلق اور معدوم
محض کے موقع مین مستعمل ہوتے ہین جیسے مصرعہ بجستند بسیار و کم یافتند ؛ نظامی شعر بخود خلق را
کم شوم رہنماے ؛ ہمایون زکم دیدن آمد ہماے ؛ ولہ خانہ بُرملک ستمگاری است ؛ دولت باقی
بکم آزاری ست ؛ ولہ شعر مرادل یکے بود و پیمان یکے ؛ درستی فراوان فریب اندکے ؛ کیا یہ معنی
کہ یہان مراد یہ نہین ہے کہ ہما کبھی کبھی دکھا جاتا ہے اور فی الجملہ میرے اندر فریب بھی ہے بلکہ مطلق
نفی مقصود ہے - مگر اس پیرایہ کے اختیار مین نکتہ یہ ہے کہ تا تمثیل متباین نہ ہو مطابقت بحسب ظاہر
ہی سہی ہاتھ سے نہ جاے اس واسطے کہ اپنی طرف خلق کی رہنمائی کی مطلق نفی منظور نہین بلکہ مصرع
اولے مین کم اپنے معنی حقیقی پر ہے اب اگر دوسرے مصرع مین ہمایون زنادیدن آمد ہماے کہا جاتا
مطابقت لفظاً رہتی نہ معنیً صنعت استخدام مین ایک ہی لفظ ایک ہی تلفظ سے دو معنی حاصل کرتے
ہین یہان تو دو تلفظ ہین یہ نقص نہین ایک بلاغت خیز صنعت ہے اسی طرح دوسرے جملہ مین
فی الجملہ اپنے اندر فریب کا ثبوت دینا مقصود نہین مگر اس پیرایہ مین ادا کرنے مین یہ نکتہ ہے کہ آدمی
بمقتضاے بشریت اس قسم کے قبایح سے بالکلیہ پاک نہین رہ سکتا اگر نفی مطلق اور سلب کُلّی
کھلم کھلا کیا جاتا محمول بر صدق خبر نہ ہوتا اسیطرح فردوسی رح قصہ یوسف زلیخا مین فرماتے ہین شعر
زمن ہیچ آزار شان بود ہیچ ؛ گرفتند کشتم را بسیچ ؛ ای از جانب من ہیچ آزار نبود واللہ تعالی اعلم بالصواب

الف نفی کا بھی ہے فارسی مین بھی ہندی مین بھی

کم و اندک و ہیچ بھی نفی کے الفاظ ہین مطلق نفی کے لئے

کم و اندک و ہیچ کو مجازاً نفی مطلق کے لئے استعمال کرتے ہین نکتہ کیا ہے

الحروف نواصب الاسم

یہان حروف نواصب سے وہ حروف مراد ہین کہ بمقابلہ فارسی کے جب عربی مین انکے ہم معنی حروف مستعمل ہوتے ہین اپنے مدخول کو نصب دیا کرتے ہین۔ ان مین سے ایک واو ہی اسکی دو قسم ہین ایک تو معیت محصورہ کے لیئے آتا ہے سعدیؒ **شعر** اگر دعوتم رد کنی ور قبول ٭ من و دست و دامان آل رسول ٭ **ولہ** اگر جستم اندست این تیر زن ٭ من و ہوش و ویرانۂ پیرزن ٭ **ولہ** شنیدم کہ میگفت و خوش میگریست ٭ کہ اے نفس خود کردہ را چارہ چیست ٭ بلاجوے باشد گرفتار آز ٭ من و خانہ من بعد نان و پیاز ٭ دوسرے یہ کہ معطوف معطوف علیہ مین وہ ملازمت پیدا کرے اگرچہ ادعائی ہو جس سے ایک علت دوسرا معلول بنجائے ظہوری **شعر** از شحنۂ ہیبت نگاہے ٭ و زکوہ بکاہ در خریدن ٭ یا فقط ملازمہ بغیر علیت ہو اور یہ واو حذف بھی کیا جاتا ہی دونون امر اس شعر سے واضح ہین نظامیؒ **شعر** زمن جستن و رہ نمودن زتو ٭ بجان آمدن جان فزودن زتو ٭ اے بجان آمدن از من واز تو جان فزودن وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ دوسرے حروف نواصب مین سے حروف استثنا ہین جیسے مگر اور جز اسکے ایراد سے اس امر کا اظہار مطلوب ہے کہ مابعد کے لیئے حکم ماقبل کا نہین ہے کیا معنی کہ استثنا اصطلاح نحو مین ایک شئے ذی تعدد مین سے بعض جزئیات یا بعض اجزا کے خارج کر دینے کا نام ہے اور وہ متعدد کل ہو یا کلی جسمین سے اجزا یا جزئیات خارج کیئے جاتے ہین مستثنے منہ کہلاتا ہے اور یہ جز یا جزئی جو اس سے خارج ہوئی ہی مستثنے کہلاتی ہے پھر اس مستثنے کی دو قسم ہین اگر مستثنے استثنا کرنے سے پہلے مستثنے منہ مین (خواہ وہ کلی ہو یا کل اور وہ ملفوظ ہو یا مقدر) داخل تھا تو اسکو مستثنے متصل کہتے ہین ملفوظ جیسے امثلہ مذکورہ مین اور مقدر جیسے گلستان مین ہے **نثر** قدم برندارم مگر آنکہ سخن گفتہ شود بعادت مالوف وطریق معروف ''اے قدم برندارم در ہیچ گہ و ہیچ حال مگر آنکہ الخ نظامیؒ **شعر** بخنجے کند بے علف جاے خویش ٭ نہ لیسد مگر دست یا پاے خویش ٭ اے نلیسد چیزے از بدن خویش مگر دست یا پای خویش اس مقدر کا مستثنے مفرغ نام ہے اور یہ مختص غیر موجب مین ہے اور موجب مین بہت ہی نادر ہے محاورہ عرب بھی اسیطرح ہے چنانچہ علامہ استرآبادیؒ نے شرح کافیہ مین تصریح کردی ہی والمفرغ

حروف نواصب اسم

واو معیت محصورہ کے لیئے

واو جو معطوف و معطوف علیہ مین علاقہ علیت پیدا کرے

واو جو ملازمہ بغیر علاقہ علیت پیدا کرتا ہے۔

حروف استثنے کا بیان

بیان مستثنے متصل

مثال مستثنے منہ کلی

مثال مستثنے منہ کل

مستثنے مفرغ

مستثنے مفرغ کلام موجب مین شاذ و نادر ہے۔

لا یجی فے الموجب الا نادرا۔ اول یعنی کل جیسے گلستان مین ہے نثر بر ہر یک از سائر بندگان وحواشی خدمتی معین است مگر برین طائفہ درویشان الخ کس واسطے کہ بندگون کے افراد سے درویش بھی ہین۔ ثانی یعنے کل جیسے گلستان کی اول حکایت مین ہے نثر جملۂ وجود او ریختہ بود وخاک شدہ مگر چشمانش الخ یہان چشمان جملہ وجود کا جزو ہے اور اگر مستثنے استثناء کرنے سے پہلے مستثنے منہ مین کسی طرح داخل ہی نہ تھا تو مستثنے منقطع کہلاتا ہے جیسے گلستان کی اول حکایت مین ہے نثر سائر حکما از تاویل آن فرو ماندند مگر درویش الخ اور مدار اس دخول وعدم دخول کا متکلم کے قصد واعتبار پر ہے صرف مستثنے کا مستثنے منہ کی جنس سے ہونا اس امر مین مکتفی نہین کیا معنی کہ بعض مواضع مین مستثنے منہ جنس مستثنے سے ہوتا ہے مگر چونکہ متکلم کے نزدیک مستثنے مستثنے منہ مین داخل نہین منقطع ہی ہوگا جیسے "مردمان آمدند مگر زید" یہ اسی صورت مین درست ہوگا کہ زید سرے سے اس جماعت مین داخل نہو اگرچہ مردم جنس زید سے ہین یہی حال عربی مین ہے بلکہ یہ قواعد اتباع عرب کے طفیل فارسی مین ضبط کیئے گئے ہین چنانچہ علامۂ رضی شرح کافیہ مین فرماتے ہین فالمستثنے الذی لم یکن داخلا فی المتعدد الاول قبل الاستثناء منقطع سواء کان من جنس المتعدد کقولک جاءنی القوم الا زیدا مشیرا بالقوم الی جماعۃ خالیۃ عن زید اولم یکن نحو جاءنی القوم الا حمارا فقد تبین ان المتصل لیس ہو المستثنے من الجنس کما ظن بعضہم اگر غور سے دیکھا جاے حرف استثنا یعنی یہ لفظ مگر حالت انقطاع مین کلمۂ استدراک یعنی لیکن کی طرح رفع اس توہم کا کرتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے ورنہ جو چیز کہ اس متعدد مین سرے سے داخل ہی نہین پھر اسکے نکالنے کے کیا معنی ہونگے پس اب امثلہ مذکورہ مین یہ تاویل ہوگی کلام سابق یعنی سائر حکماء از تاویل آن فرو ماندند سے یہ توہم پیدا ہوتا تھا کہ جب حکما جیسے عقلمند اس کی تعبیر سے عاجز آگئے پھر اور کوئی اس مقصد کو کیا پہونچ سکتا تو دفع اس توہم کا کر دیا مگر درویشی بجا آورد وگفت اے لیکن درویشے بجا آورد وگفت اسی وجہ سے فقہاء رحمہم اللہ نے حقیقۃ متصل ہی کو استثناء فرمایا منقطع پر استثنا کا اطلاق مجازی قرار دیا...... واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب ؂
اور یہ حرف استثنا مگر مجازاً کبھی موضع غلبۂ ظن بلکہ مقام متیقن مین مستعمل ہوتا ہے نظامی شعر
مگر تیر ترکان یغماے من ؂ بخورد سی کہ تندی بغوغاے من ؂ والۂ ہروی شعر نے نامہ زمن ستدہ

حاشیہ:
۱۔ ان سے شیخ سعدی کی مراد بہ نسبت سوائے بادشاہ بندگان و حواشی ہیں۔
بیان مستثنی منقطع
دخول وعدم دخول بعضے مستثنیٰ قصد متکلم پر موقوف ہے
استثنا منقطع حقیقت میں استثنا نہیں ہے بلکہ یہاں لفظ مگر بمعنی لیکن کے استدراک کے لئے مستعمل ہے
حرف استثنا مگر بعض مقام غلبۂ ظن بلکہ تیقن کے مقام پر مستعمل ہوتا ہے

نے کرد و داغم * قاصد زتو آموخت مگر نامہ برے را * اور کبھی موقع امید مین یعنی جملہ مامول پر داخل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** مگر کاتشے برفروزند لعل * در آتش نهند از پئے شاہ لعل * اے امید کہ آتش برفروزند الخ سعدی رح **شعر** مگر صاحبدلے روزے برحمت * کند بر حال مسکینان دعاے * ای امید کہ صاحبدلے الخ کبھی موقع استفہام مین مستعمل ہوتا ہے **شعر** غرور حسن اجازت مگر نداد اے گل * کہ پرسشے نکنی عندلیب شیدارا * نظامی رح **شعر** مگر رشتہ نداند کہ در روز جنگ * چہ سرہا بریدم باقصاے زنگ * مگر غلبۂ ظن سبکو شامل ہیگا اور لفظ جز جیسے اس شعر مین نظامی رح **شعر** نشاید ترا جز بتو یافتن * عنان باید از ہر درے تافتن * اے نشاید ترا یافتن مگر بتوفیق تو چنانچہ اس جز کو دوسری جگہ اِلّا کے ساتھ تعبیر فرماتے ہین **شعر** بسے منزل آمد زمن تا بتو * نشاید ترا یافت الا بتو * اس کا حال بعینہ عربی کے لفظ غیر کا ہے یعنی یہ مضاف بھی ہوجاتا ہے اور اُسپر باے زائدہ بھی لانا مطلقاً جائز ہے مگر یہ کلمہ ابدًا مقطوع الاضافت یعنی ہمیشہ حذف کسرۂ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** نیاید زما جز نظر کردنی * دگر خفتنی باز یا خوردنی * اور باے زائدہ کے ساتھ جیسے اس شعر مین **شعر** نظامی دران بارگاہِ رفیع * نیارد بجز مصطفٰے را شفیع * اسیطرح لفظ گرشت جو باعتبار اصل گرشتن سے ماضی کا صیغہ ہے تجوزًا استثنا کے لیئے بھی لایا جاتا ہے جس طرح عربی مین عدا و خلا مگر یہ ایسی جگہ مستعمل ہوتا ہے جہان عربی مین کلمۂ استثناء غیر و سوٰی مستعمل ہوتے ہین پیشواے سخن سنجان عنصری کا شعر ہے **شعر** گرشت چتر تو ہرگز کس آسمانے دید * حجاب کردہ و خرشید را زیکدیگر * اے غیر چتر تو اے سواے چتر تو نظامی رح خاقان چین کے سکندر کو مہمان کرنے کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** گرشت از خورشہاے چینی سرشت * کہ رضوان ندید آنچنان در بہشت * زشکر بسے پختہ حلواے نغز * ببادام و پستہ پراگندہ مغز * یعنی سواے خورشہاے چینی سرشت یعنی متعارف چینی کھانونکے سوا بہت سے حلوے اور عمدہ شیرینیان مغزیات پڑے ہوئے بھی تھے واللہ تعالیٰ اعلم جاننا چاہیئے کہ استثنا مین جیسے ماقبل کے حکم سے مابعد الگ کرلیا جاتا ہے کبھی اس کلمۂ استثناء کی بدولت بخلاف معنی استثنا کے حکم ماقبل کا مابعد کے لیئے مع ترقی ثابت رکھا جاتا ہے یعنی حکم ماقبل کو اور افزونی کے ساتھ مابعد کے لیئے بھی ثابت کیا جاتا ہے جیسے اُردو مین اور بھی اور سوا کہا کرتے ہین نظامی رح **شعر** بہ بروع فرستان مے گزند * کہ تا برکشند آن بنارا بلند * براے عمارت بران رختگاہ * بسے مال شان داد جز برگ راہ *

بیان حرف استثنا جز

لفظ جز کبھی لفظ غیر کی طرح مضاف بھی ہوجاتا ہے اور اُسپر باے زائدہ بھی لایا جاتا ہے

کلمہ جز ابدًا مقطوع الاضافت مستعمل ہوتا ہے

کلمہ جز پر باے زائدہ الحاق سے بھی کہا جاتا ہے

لفظ گرشت بھی کلمات استثنا سے ہے

کلمات استثنا جز گرشت بمعنی بخلاف ماقبل کے حکم استثنا کے کبھی مابعد کے ثابت رہتے ہین

اے ورائے سازو برگ راہ یعنی مال بھی دیا اور سامان سفر بھی جدا کر دیا یعنی زاد راہ کے سوا مال بھی بہت سا دیا۔ اس معنی اخیر مین لفظ گوشت بھی مستعمل ہوتا ہے نظامی رح نوشابہ اور اُسکی سہیلیون کی تعریف مین فرماتے ہین **شعر** گوشت از پرستیدن کردگار ٭ بجز خواب و خوردن ندارند کار ٭ یعنی عبادت آلٰہی کے بغیر نائے ونوش خواب وخور کے دوسرا کوئی شہوانی مشغلہ وہ نہین رکھتی تھین محقق فرزانہ صاحب بہار عجم نے معنی بعد کے لیئے ہین یہ حاصل معنی ہین تحقیق لفظی نہین غرض کلمۂ استثنا لفظ مگر کو اتباعاً مین نے حروف مین داخل کیا ہے ورنہ میرے نزدیک یہ اسماے افعال سے ہے معنی اسکے استثنا می کنم کے ہوئنگے چنانچہ میرے اس قول کی تائید بعض نحاۃ کے اس قول سے ہوتی ہے جس کو علامہ رضی نے شرح کافیہ مین نقل فرمایا ہے وقال بعضھم ھو منصوب باستثنی کما ان المنادی منصوب باُنَادِی خصوصاً فارسی مین چونکہ اعراب کا جھگڑا سرے سے نہین مستثنےٰ کے رفع ونصب کے اختلاف پر کوئی شبہ بھی وارد نہین بلا تکلف درست ہو جاتا ہے۔

تیسرے حروف نواصب اسم مین سے کلمات ندا ہین جیسے اے بالکسر وغیرہ مین نے اتباعاً نحاۃ عرب کلمات ندا کو حروف مین شمار کیا ورنہ کلمۂ استثنا کی طرح یہ اسمای افعال سے ہین اس کا مفصل بیان بحث اسم مین گزر چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب ٭

حروف الشرط

ایک مضمون جملہ کے حصول کو دوسرے مضمون جملہ کے حصول کے ساتھ معلّق کرنے کا نام اصطلاح مین شرط ہے اور اس تعلیق کے آلات کو حروف شرط کہتے ہین حروف شرط مین سے ایک اگر ہے اور اس کے مخففات گر وار۔ جاننا چاہیئے کہ یہ حرف ماضی ناقص ناتمام پر لاحق ہوتا ہے تو افادہ معنی لو کا کرتا ہے یعنی بوجہ انتفاے شرط انتفاے جزا کو مفید ہوتا ہے اور یہ معنی اسکے لازم موضوع لہ ہین ورنہ دراصل معنی تعلیق حصول جزا بشرط حصول شرط کے لیئے موضوع ہے پس جبکہ حصول شرط جو معلّق علیہ ہے منتفی مانا گیا ہے تو حصول جزا کو بھی منتفی ماننا ہوگا اگرچہ بحسب نفس الامر منتفی ہو یا نہ ہو نظامی رح **شعر** گر بہ سخن کار میسّر شدی ٭ کار نظامی بفلک بر شدی ٭ **ولہ** گر بخورش دیر کسے زیستی ٭ ہر کہ بسے خوردی بسے زیستی ٭ ان مثالون مین انتفا ثبوت کا ہے **ولہ** گر نہ سخن خوب تر از جان بدی ٭ معجزۂ عیسےٰ فرقان بدی ٭ اس مثال مین انتفا نفی کا مانا گیا جو مستلزم اثبات ہے اور یہ لفظ اگر بمعنی اگرچہ بھی مستعمل ہے جیسے

کلمات استثنا کے اسماے افعال سے ہین یعنی استثنا سے ہین حروف سے نہین

حروف نواصب اسم مین سے کلمات ندا بھی ہین

بیان حروف شرط

حروف شرط مین سے اگر اور اس کی تحقیق

اگر بمعنی اگرچہ ان مثالون مین ہے

عربی مین اِن وصلیہ اور ایسے موقع مین مستعمل ہوتا ہے کہ جہان یہ بیان کرنا منظور ہو کہ بر تقدیر انتفاے شرط ثبوت جزا بطریق اولے ہوگا نظامی رح **شعر** تا نہ ہندت ستان گرو است ۛ ناتت نپر سند مگو گرو عاست ۛ حافظ رح **شعر** چو در رویت بخندد گل مشو در دامش اے بلبل ۛ کہ بر گل اعتمادے نیست گر حُسنِ جہان دارد ۛ جیسے عربی مین **زید یعطی و ان کان فقیرًا** درصورت انتفاے فقر وحصولِ غنا اعطاے زید بطریق اولے ہوگا مگر عربی مین اِن وصلیہ پر واو ضرور لایا کرتے ہین فارسی مین اکثر لفظ چہ اور کبھی لفظ چند کے الحاق سے یہ معنی حاصل کرتے ہین نظامی رح **شعر** ہمہ کوسہ پیر کودک سرشت ۛ بخوبی روند ارچہ باشند زشت ۛ **ولہ** ندارم طمع بر زر و سیم کس ۛ گرچند یابم بران دسترس اے اگرچہ یابم۔ فردوسی رح کا مشہور ہجویہ شعر ہے **شعر** پرستار زادہ نیاید بکار ۛ اگر چند باشد پدر شہریار ۛ اے اگرچہ پدرش بادشاہ باشد اور کبھی محاورہ عرب کی طرح واو سے یہ معنی حاصل کرتے ہین نظامی رح **شعر** بہ بےچارگی تن فرا خاک داد ۛ وگر گرد عالم برآمد چو باد ۛ اے اگرچہ اطراف عالم الخ اور کبھی بغیر اس واو وغیرہ کے صرف حرف شرط ہی پر اکتفا کرتے ہین جیسے اوپر حافظ رح کے شعر سے واضح ہے اور صائب کہتے ہین **شعر** می نماید گر بظاہر دامنِ دولت وسیع ۛ دستگاہش سایۂ بال ہماے بیش نیست ۛ اگرچہ دامن دولت بظاہر وسیع نماید الخ نظامی رح **شعر** گر سخن راست شود جملہ دُر ۛ تلخ بود تلخ کہ الحق مُرّ ۛ اور جب کسی شرط کا وقوع یقینی ہو نہ لا وقوع یقینی یعنی اس کا تذبذب اور عدم جزم بیان کرنا منظور ہوتا ہے بجاے ماضی صیغہ مضارع کو استعمال کرتے ہین نظامی رح **شعر** گر آیند حاضر ہیَت نوش باد ۛ وگرنہ زیادت فراموش باد ۛ کیا معنی کہ حریفون کے جمع ہونے کا جزم و یقین متکلم کو نہین کہ وہ جمع ہونگے یا نہین یا محال عقلی یا عادی کو شرط ڈالا جاتا ہے جب بھی صیغہ مضارع کو استعمال کرتے ہین نظامی رح **شعر** اگر بر فروزی چو مہ صد چراغ ۛ ز خورشید باشد برو نام داغ ۛ **ولہ** اگر مردہ سر بر آرد ز گور ۛ بگیرد ہمہ شہر و بازار شور ۛ بخلاف صیغہ ماضی کہ اس مین اس امر کا جزم و یقین ہوتا ہے دوسرا حرف شرط مین سے چون اور اُسکا مخفف چو نظامی رح **شعر** بشرطیکہ چون من درین دستگاہ ۛ رسانم سرش را بخورشید و ماہ ۛ مرا نیز از و پایگاہے رسد ۛ باندازۂ سر کلاہے رسد ۛ ماضی و مضارع کے صیغون سے جزم و عدم جزم کے بارہ مین اسکا بھی اگر کا سا حال ہے نظامی رح **شعر** چو من زین ولایت کشادم کمر ۛ تو خواہ از من افسر ستان خواہ سر ۛ چونکہ دارا نے ایسا کاری زخم کھایا تھا کہ جان بہ

مثال محال عقلی ۱۲ — مثال محال عادی ۱۲

وصلیہ بنانے کے لیے لفظ اگر پر چہ یا چند یا واو بھی لاحق کرتے ہین

حروف شرط صیغہ مضارع کے ساتھ اس وقت استعمال کیے جاتے ہین

حرف شرط صیغہ ماضی کے ساتھ کب مستعمل ہوتا ہے

دوسرا حرف شرط

نہ ہونا یقین ہو گیا تھا تو اُس امر جزمی و یقینی کو صیغہ ماضی کے پیرایہ میں یعنی بجاے کشایم کشادم بیان کیا اور کبھی ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہو جاتے ہین ولہ **شعر** یکایک ورقہاے ما زین درخت ٭ بزیر اوفتد چون وزد باد سخت ٭

تیسرا حروف شرط مین سے تا ہے جس وقت شدت التزام بین الشرط والجزا بیان کرنا منظور ہو یعنی ترتب شرط پر ترتب جزا فوری بلا توقف ہو جاے تو ایسے موقع مین تا لاتے ہین عرفی **شعر** تا تیغ بکف یابی بر نفس دو دوستی زن ٭ تا سنگ بدست آید بر شیشۂ ہستی زن ٭ اسکی تفصیل بیان حروف مین گزر چکی ہے۔ اور کبھی حروف شرط بحکم ضرورت حذف کئے جاتے ہین مولوی معنوی رح **شعر** پشم بگزینی شتر نبود ترا ٭ ور بود اشتر چہ قیمت پشم را ٭ اے اگر پشم بگزینی نظامی رح **شعر** ز مردم کشی ترس باشد بسے ٭ ز مردم خوری چون نترسد کسے ٭ اے چون از مردم کشی الخ اور کبھی بوجہ ظہور و وضاحت جزا کو محذوف کر دیتے ہین نظامی رح **شعر** اگر نیک بشناختم شاہ را ٭ شناسد بشب ہر کسے ماہ را ٭ اے اگر شاہ را بخوبی بشناختم عجب نیست ٭ بعض موصولات متضمن معنی شرط بغیر حروف شرط کے مستلزم و مقتضی شرط و جزا کے ہوتے ہین نظامی رح **شعر** کرا در خرد راے باشد بلند ٭ نگوید سخنہاے ناسودمند ٭ مصرعہ اول شرط مصرعہ ثانی جزا۔ انوری **شعر** چہ باشد میسر بزودم فرست ٭ کہ چون گربہ بر سفرہ استادہ ام ٭ چہ باشد میسر شرط بزودم فرست جزا شعر اول مین کہ موصولہ متضمن معنی شرط ہے شعر ثانی مین چہ موصولہ بمعنی ہر کہ و ہر چہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ثا شرطیہ

حروف شرط کبھی حذف بھی کئے جاتے ہین

کبھی جزا بھی حذف کیجاتی ہے

بعض موصولات بھی متضمن معنی شرط ہوا کرتے ہین

حروف التعجب

حروف تعجب کا بیان

زہ و خہ اور ان کا مزید علیہ زہے و خہے اور اینت اور آنت اور واہ اور اسکی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور یہ یہ اور یللی۔ یہ کلمات تعجب ہین جو انشا و ایجاد تعجب کے لیئے وضع کیئے گئے ہین مگر عربی مین افعال تعجب کے لیئے صیغے مشتقات فعلیہ کے مَا اَفْعَلَهٗ وَ اَفْعِلْ بِهٖ کی میزان کے ساتھ مخصوص ہین بخلاف زبان فارسی کہ انکے لیئے نہ مشتقات فعلیہ ہین نہ کوئی میزان خاص فردوسی رح رستم و اشکبوس کی رزم مین فرماتے ہین **شعر** بزد تیر بر سینۂ اشکبوس ٭ سپہر آن زمان دست او داد بوس ٭ قضا گفت گیر و قدر گفت دہ ٭ فلک گفت اَحْسَنْ ملک گفت زہ ٭ یہان اَحْسَنْ مخفف اَحْسِنْ بِهٖ ہے بکسر العین فعل تعجب جسکی میزان اَفْعِلْ بِهٖ ہے نہ کہ اَحْسَنْ و اَحْسَنْت بفتح سین جیسے مشہور عوام ہے یہان سے متعجب منہ

متعجب منہ کا حذف

محذوف ہے اور صیغہ متعجب منہ کا حذف کرنا اگر متعجب منہ معلوم و معہود ہو جائز لکھا گیا ہے اور محاورۂ عرب بھی اسیطرح ہے جیسے اللہ جل علاشانہ فرماتے ہین اَسْمِعْ بِھِمْ وَاَبْصِرْ اے ابصر بہم۔ رضی شرح کافیہ مین ہے وَاِذَا عُلِمَ المتعجب منه جاز حذفه اور مصرعہ اولی مین لفظ دہ داد ن بمعنی ضرب و قتل سے مشتق ہے حکیم اسدی کا شعر ہے **شعر** پس از خشم فرمود کو را دہید (اے بکشید ۱۲) ٭ ہمہ دستہارا بخون درنہید ٭ علامہ رضی اسمائے اصوات کے بیان مین لکھتے ہین "دہ بفتح الدال وسکون الهاء زجرة مطلقا بمعنے اِضْرِبْ واصله فارسی" مگر عرب کا کسرۂ دال کو فتح سے بدلدینا تصرف تعریبی ہے عرفی کا شعر ہے **شعر** زہے اطاعت حسن ادب خہے طاعت ٭ کہ با اجازت مائی ز وصل ما مہجور ٭ (مثال زہے و خہے ۱۲) انوری **شعر** زہے بقاے تو دوران ملک رامفخر ٭ خہے لقاے تو بستان عدل را زیور ٭ نظامی رح **شعر** اینت فصاحت کہ زبان بستگی ست ٭ آنت شتابی کہ در آہستگی ست ٭ (مثال اینت و آنت ۱۲) مین ان کلمات کو اسمای افعال کہتا ہون معنی انکے چہ خوش است و چہ عجب است و چہ شگفت ست لیتا ہون پس معنی ان اشعار مثالیہ کے یہ ہونگے چہ خوش است اطاعت الخ و چہ خوش است طاعت یعنی کیا خوب اطاعت ہے اور کیا اچھی طاعت ہے اسیطرح دوسرے شعر مین چہ عجب ست بقاے تو و چہ عجب ست لقاے تو اسیطرح تیسرے شعر مین چہ عجب ست فصاحت الخ و چہ شگفت ست شتابی الخ اور اسی کو عربی مین مَا اَحْسَنَ لِقَاءَکُمْ وَاَحْسِنْ بِفَصَاحَتِ کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہین اور ترکیب نحوی ان کی یہ ہوگی شعر اول مین زہے و خہے اسم فعل تعجب اور متعجب منہ اطاعت و طاعت اُس کا فاعل۔ دوسرے شعر مین زہے اسم فعل تعجب۔ بقاے تو متعجب منہ ذوالحال۔ دوران ملک رامفخر مین را اضافی بمعنے مضاف مضاف الیہ سے ملکر حال۔ اور حال ذوالحال کے ساتھ ملکر زہے کا فاعل۔ اسی طرح خہے اسم فعل تعجب۔ لقاے تو متعجب منہ ذوالحال۔ بستان عدل را زیور مضاف مضاف الیہ حال۔ حال ذوالحال ملکر فاعل خہے کا۔ اسم حال کی بحث مین بیان ہوگیا ہے کہ اسم غیر مشتق جو متضمن معنی صفت کو ہو وہ حال واقع ہوسکتا ہے۔ تیسرے شعر مین اینت اسم فعل تعجب فصاحت متعجب منہ موصوف۔ کہ زبان بستگی ست موصول صلہ ملکر صفت موصوف صفت کے ساتھ ملکر فاعل اینت کا۔ اسی طرح دوسرے مصرعہ مین شتابی متعجب منہ موصوف کہ در آہستگی ست موصول با صلہ صفت۔ موصوف و صفت ملکر فاعل آنت کا واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ اب رہا واہ اور اس کی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور بَہ بَہ اور بَخٍ بَخٍ در اصل یہ کلمات اسمای

مثال زہے و خہے

مثال اینت و آنت کلمات تعجب اسمای افعال ہین

کلمات تعجب کے معنی

ترکیب نحوی اشعار مثالیہ

واہ و واہ واہ بہ بہ بخ بخ بھی اسمای صوت ہین

واہ واہ کی مثال۔

اصوات کی قسم ہین جو موقع تعجب مین مستعمل ہوتے ہین محسن تاثیر کا شعر ہے شعر خجل شدیم ز تحسین (مثال واہ واہ)
ہمدمان تاثیر * کہ واہ واہ نمی خواست شعر واہی ما * کمال اسمعیل شعر روحانیان چو بینند ابکار فکر من * پہ پہ
زنند در وے نام خدا برند * مسیح کاشی شعر زندہ رود مژہ را دیدلم خشک و چہ گفت * گفت پہ پہ نبود

پہ پہ کی مثال۔

تخت بدین شادابی * صائب شعر از لباس خاک بیرون آمدم * نقشہا بر آب بستم یللی * این غزل را (مثال یللی)

یللی کی مثال۔

صائب از فیض سعید * بے تکلف نقش بستم یللی * تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جنکو نحویون نے اسمای
اصوات قرار دیا ہے تین قسم کے ہین ایک تو حکایت اُن آوازونکی ہے جو غیر ذی روح سے صادر ہون
جیسے پتھر سے پتھر کے ٹکرانے کی آواز کی حکایت عرب طَاقِ وَطَقِ کے ساتھ اور قَبْ کے ساتھ
تلوار کے مار کی آواز کی حکایت کرتے ہین علامہ رضیؒ فرماتے ہین طاقِ بکسر القاف وطق کلاھما
حکایۃ صوت وقع الحجارۃ بعضھا علی بعض ۔ وقب حکایۃ وقع السیف علی ضریبہ
اسی طرح طراق کوڑے کی مار کی آواز کی حکایت ہے نظامیؒ شعر طراقے کہ از مقرعہ خاستہ * برون
رفت ازین طاق آراستہ * اسی نوع مین باجون کی آواز توپ اور بندوق کی آواز رعد کی آواز کی
حکایت داخل ہے ۔ دوسری قسم حکایت اُن اصوات کی ہے جو جانورون کے یا ننھے ننھے بچون کے
مُنہ سے نکلتے ہین جیسے ہرن کی آواز کی حکایت عرب ماءِ کے ساتھ کرتے ہین رضی مین ہے
ماءِ بمیم ممالۃ وھمزۃ مکسورۃ بعد الف صوت الظبیۃ اذا دعت ولدھا اور اسیطرح
مئی کو ہندی بکری کی آواز کی حکایت مین استعمال کرتے ہین اسیطرح عُوعُو کتے کی آواز کی حکایت
ہے مولوی معنویؒ شعر اے سگِ طاعن چہ عوعو میکنی * طعن قرآن را برو نشو میکنی * جاننا چاہیئے
کہ حکایت کے لیئے شرط ہے کہ مطابق اور مماثل محکی عنہ کے ہو مگر یہ الفاظ جو درجہ حکایت مین ہین جن کا
اسمای اصوات نام ہے حروف و حرکات فصیحہ سے مرکب ہین اور مخارج صحیحہ انسانی سے نکلتے ہین
حالانکہ اصوات جمادات اور حیوانات کے یا وہ آوازین جو انسان کے منہ سے باحداث طبیعت نکلتی ہین
اور اُن مین علاقہ وضع کا نہین ہوتا جن کے یہ اسمای اصوات حکایت ہین در اصل وہ اس قابل نہین
ہین کہ اس فصاحت و خوبی مخارج کے ساتھ اُنکا تلفظ کیا جاسے مگر طوطی اور مینا شاذ و نادر ہین جو کہ
جانورون مین الفاظ فصیح نکالتے ہین وہ بھی بعد تعلیم جب اس شرط مطابقت و مماثلت حکایت
و محکی عنہ کا پورا کرنا متعذر ہوا چنانچہ کہتے ہین ھذہ الاصوات من الکلمات کالنسناس

(حاشیہ: پہلی قسم اسمای اصوات ہین جنکی غیر ذی روح سے صادر ہین)

(حاشیہ: جانورون اور ننھے بچون کے منہ سے نکلی صادر ہین)

(حاشیہ: جس شی کی آواز کی حکایت کیجاے اسکو محکی عنہ اور حکایت مین مطابقت شرط ہے یہان یہ امر متعذر ہے۔)

من الناس صورتها صورتها وماهيتها غير ماهيتها اذ ليست موضوعة فی الاصل لمعنے کالکلمات پس جہانتک ممکن ہو انسان اپنے الفاظ فصیحہ اور مخارج صحیحہ کو بتکلف مشابہ اُن اصوات غیر فصیحہ کے بناتا ہے تو اُن پر احکام کلمات کے جاری کیئے جاتے ہین بلکہ وہ خطاب اشرف الکلمات اسمیت سے مشرف ہوتے ہین اور کلام کا جزو معتد بنائے جاتے ہین جیسے امثلہ سے ظاہر ہے لیکن ایک ہی نوع کی آواز کو بعض قوم کا ایک طرح حکایت کرنا اور بعض کا دوسری طرح یہ اُس جگہ کے ارضی وسماوی تاثیرات سے ہے جو اُن کے مخارج پر اثر کرتے ہین اسی وجہ سے بعض حروف بعض قوم کے ساتھ مخصوص ہو گئے دوسری قوم بتکلف اُن کو ادا کر سکتی ہے جیسے ضاد معجمہ عرب کے ساتھ اور ژا عجام کے اور ٹ ڈ ڑ اور حروف مخلوطہ بہ ہا ہند کے ساتھ مخصوص ہین کیا معنی کہ جس طرح تاثیرات ارضی وسماوی سے اُن کے امزجہ اور طبائع مین فرق ہوتا ہے جس پر ان کا اختلاف لون وبشرہ وسحنہ وقوت وضعف دال ہے اسیطرح اُنکے مخارج حروف مین اختلاف ہے جس سے ادائے حروف خاص ایک کے لیئے سہل اور دوسرے کے لیئے دشوار ہوتا ہے چنانچہ بچون کو جو مولود علے الفطرة ہین ملاحظہ فرمائیے جب وہ اوّل اوّل تتلاتے ہین جس طرح انکو سہل ہوتا ہے لفظ کو اُس مخرج سے نکالتے ہین تو ہند کے بچونکا تتلانا اور الفاظ مین ہوتا ہے اور عرب کے بچون کا اور ولایت کے بچون کا اور غرض اسی وجہ اور اسی علت کی بدولت ایک شئے کی آواز کی حکایت مین عرب وعجم وہند کا اختلاف ہے جیسے عرب کوّے کی آواز کو غاق کے ساتھ حکایت کرتے ہین۔ عجم قا کے ساتھ اور ہندی کا کے ساتھ حکایت کرتے ہین واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

تیسری وہ آوازین جو انسان کے مُنہ سے صادر ہوتی ہین اور وہ نفس متکلم کے احوال کو بتلاتی ہین آیا وہ مثلاً رنج مین ہے یا خوشی مین تعجب مین ہے یا تنفر مین اُن مین علاقہ وضع واضع کا کچھ نہین ہوتا یا صرف ازجہت احداث طبیعت ہوتی ہین یعنی معنی فی نفسہ پر اُن کی دلالت طبعی ہوتی ہے نہ وضعی جیسے آہ درد ورنج مین واہ اور واہ واہ اسی طرح خہ خہ تعجب کے ساتھ کسی شئے کی تحسین کرنے مین انسان کے مُنہ سے نکلتی ہین چنانچہ حکیم انوری کا خہ خہ کو بخ بخ کے ساتھ جمع کرنا جیسے اس شعر مین **شعر** بخ بخ اے یار خہ خہ اے ولدار ٭ ہم وفادار و ہم جفابردار ٭ اسی رائے کا مؤید ہے کہ خہ اور خہ خہ واہ اور واہ واہ بخ اور بخ بخ کی طرح آہین

ایک ہی شئے کی آواز کو بعض قوم ایک طور سے اور بعض قوم ایک طور سے کس وجہ سے ادا کرتے ہین

اسمای اصوات سے ہے جو دالہ علی احوال نفس المتکلم ہین بلکہ حالت انفراد وتکرار دونون ہین بخ اور بخ بخ واہ اور واہ واہ کے جیسا ہے چنانچہ علامہ رضی الاصوات دالۃ علی احوال نفس المتکلم کے تحت مین فرماتے ہین ومنہ بخٍّ وھی کلمۃ یقال عند الاعجاب والرضی بالشئی و تکرر للمبالغۃ فیقال بخ بخ اور جس طرح بخ جب منفرد ہوتا ہے مع التنوین والتشدید مکسور ہوتا ہے یعنی اس کے اخیر مین ایک حرف کی زیادتی ہوتی ہے اسیطرح خہ جب تنہا ہوتا ہے بزیادتی یا خہے مستعمل ہوتا ہے اسی قسم مین ہے یلّلی جو استعجاب کے وقت کہا جاتا ہے یا انسان سے اسکی کسی حالت رغبت یا کراہت مین بالطبع ایسی حرکت صادر ہوتی ہے جس سے یہ صوت پیدا ہوتی ہے جیسے کسی شئے مستکرہ کے تھوکنے کے وقت مُنہ سے تف کی آواز نکلتی ہے اسی کو عرب تف کے ساتھ اور ہندی تھو کے ساتھ اور اہل فارس تفو اور تف کے ساتھ حکایت کرتے ہین فردوسی رح کا مشہور شعر ہے جو سپہ سالار لشکر یزدجرد رستم ثانی کے قول کی حکایت ہے **شعر** کہ ملک کیان را کنند آرزو ٭ تفو باد برچرخ گردان تفو ٭ محسن تاثیر **شعر** آبرو ننگست بھر یکہ دینار ریختن ٭ خصم مرد انست تُف برکیش این قطا کن ٭ اسی طرح تُف بالضم چراغ کو مُنہ سے پھونکنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کی حکایت ہے سعید اشرف **شعر** نے ہمین زاخوان عزیزان شکوہ چون یوسف کنند ٭ شد چراغ ہر کہ روشن در زمانش تُف کنند ٭ اسی قسم مین ہے پَہ پَہ یعنی جب انسان کسی شئے کی خوبی کے ملاحظہ سے حیرت خیز تعجب مین پڑکر اس کی تحسین کرنا چاہتا ہے بے ساختہ اپنے ہاتھ کو مُنہ پر آہستہ آہستہ مارتا ہے جس سے پُہ پَہ کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے عرب بُہ بُہ کہتے ہین چنانچہ رضی ابن السکیت سے حکایت کرتے ہین بہ بہ بمعنے بخ بخ جیسے ہم لوگ بتصدیر ہمزۂ مفتوحہ اَبُہ بُہ کہتے ہین اسی وجہ سے یہ الفاظ یعنی خہ خہ و پہ پہ و قہقہہ خلاف ضابطہ فارسی ہاے ظاہر مفتوح الماقبل مستعمل ہین یا جانورونکے اُٹھانے بٹھلانے یا بلانے یا ڈانٹنے یعنی زجر یا ہلانے یعنی تسکین ورام کرنے یا بھڑکانے یعنی تحریص وتحریش مین ان آوازون کو انسان اپنے مُنہ سے نکالتا ہے جیسے بُسّ بضم الباء وسکون السین عرب بکری کے بلانے کے لیئے آواز دیتے ہین اور اسی آواز کو بہ تبدیل باء موحدہ بایاے مثلثہ فارسی مع تبکرار لفظ یعنی پُس پُس اہل ہند بلّی کے بلانے مین استعمال کرتے ہین اور قوس بالضم کُتّے کے دُتکارنے کے لیئے عرب استعمال کرتے ہین چنانچہ رضی مین ہے قوس زجر الکلب بسکون السین وقس دعاء لہ جیسے

ع۵ تُف
یہ لفظ آب دہان یعنی تھوک کے معنی مین بھی آیا ہی محمد رفیع واعظ قزوینی **شعر** نیست دندان اینکہ پیران از دہان می افگنند ٭ تف برکار اعتبار این جہان می افگنند ۱۲ منہ

ہندی دُت اور دُت دُت کہتے کے دتکارنے کے لیئے اور چھُو چھو با جیم فارسی مخلوط بھا اسکی تحریص اور بھڑکانے کے لیئے اور ننھے ننھے بچون کو جو ہنوز تکلم پر قادر نہین انکے زجر و تسکین وغیرہ کے لیئے جو آوازین دیجاتی ہین وہ بھی اسی قسم مین داخل ہین جیسے کوئی بچہ گندگی وغیرہ مین آلودہ ہونا چاہے عرب قِقَہْ بروزن شفہ کہتے ہین اور ہندی چھیا اسی طرح اسکے زجر کے لیئے عرب کِخ کِخ اور ہندی اَخ اَخ کے ساتھ آواز کرتے ہین اسیطرح بچونکے کھلانے اور ہلانے کے لیئے اعجام تی تی کے ساتھ آواز کرتے ہین مولوی معنوی *شعر* بہر طفلِ نو پدر تی تی کند ✤ گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند ✤ خیر یہ تو اسی قسم کی آوازین ہین جو ترکیب حروف کے تحت مین داخل ہو سکتی ہین مگر بعض ایسی ہین کہ صرف مُنہ سے ادا کی جاسکتی ہین قلمبند ہو نہین سکتین یعنی حروف کے ساتھ ترکیب پذیر نہین جیسے گھوڑے وغیرہ کے تسکین کے ساتھ پانی پینے کے لیئے صفیر یعنی نرم سیٹی دیتے ہین۔

کلمات تنبیہ بھی اصوات زجریہ ہین

اَلَا و ہَلَا و ہَان و ھَا و ہین و ہَی دراصل انہین اصوات زجریہ سے ہین جو موضع تنبیہ مین استعمال کیئے جاتے ہین مگر اَلَا و ہَلَا و ہَی عربی الاصل ہین جو اہل فارس نے اور الفاظ عربیہ کی طرح اپنے کلام مین استعمال کرلیا ہے اور یہ دو لفظ ہان اور ہین نون کے ساتھ البتہ فارسی ہین علامہ رضی بیان اسمای اصوات مین فرماتے ہین ھلا لزجر الخیل ای توسعی فی الجری منتہی الارب مین ہے ای جواد کا یقال لھا ھلا اور ہَی بھی زجر خیل کے لیئے مستعمل ہے جیسے ظہوری گھوڑے کی تعریف مین کہتے ہین *شعر* دم دعوی از برق باوے زند ✤ ز کند یش تندر بروہَی زند ✤ طغرا *شعر* بیا تا برخشِ طرب ہَی کنم ✤ سمندِ غم و ہر راپے کنم ✤ غرض یہ کلمات زجریہ جو از قسم اصوات ہین موقع تنبیہ مین استعمال کیئے گئے ہین دراصل تنبیہ بھی ایک نوع کا زجر ہے امثلہ اور شواہد ان کے بیان کلمات تنبیہ کے ذیل مین عرض کیئے جائینگے ان شاء اللہ تعالیٰ شانہ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوی کہ کلمات تنبیہ مطلقاً اسمای اصوات کی قسم ہین جس کا کچھ بیان ان کلمات تعجب کے ضمن مین کیا گیا مگر کلمات مدح وذم چونکہ خاص کلمات تعجب کے ساتھ لفظاً و معنیً مناسبت تامہ رکھتے ہین لفظاً جیسے حالت تثنیہ و جمع و تانیث مین جس طرح افعال تعجب مین تصرف نہین کیا جاتا یعنی احسنا و احسنوا و احسنی و احسنّ نہین کہتے افعال مدح وذم مین بھی نہین کیا جاتا رضی مین ہے وھی غیر متصرفۃ[1] لمتشابھتھا بالانشاء للحروف وھی غیر متصرفۃ اور دوسری جگہ فرماتے ہین

کلمات تعجب سے کلمات مدح وذم کو مناسبت لفظاً و معنیً ہے

[1] اے افعال التعجب ۱۲

لانھا بجمودھا صارت کنعم وبئس خیر یہ مناسبت لفظی زبان عرب کے ساتھ مخصوص ہے
اے افعال التعجب ۱۲
مناسبت معنوی یہ ہے کہ افعال تعجب مدح عام کے لیئے موضوع ہین جیسے اَحْسِنْ بِزَیْدٍ سے مقصود
یہ ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ حسن زید کی تعریف جس طرح چاہو کرو گیا معنی کہ زید مین جس طرح کی خوبیان کہو موجود
ہین چنانچہ کلمات تعجب کے اس مدح عام اور تحسین مطلق کے لیئے ہونے پر محسن تاثیر کا واہ واہ کو تحسین قرار
دینا ایماے لطیف ہوسکتا ہے **شعر** خجل شدیم ز تحسین ہمدمان تاثیر ٭ کہ واہ واہ نمی خواست شعر واہی ما ٭
بوجہ اسی مناسبت کے نحاۃ عرب افعال تعجب کے متصل افعال مدح وذم کو بیان کرتے ہین خیر یہ مناسبتین
زبان فارسی کے ساتھ مخصوص ہون یا نہ ہون مین ان کلمات مدح وذم کو اتباعًا للنحاۃ العرب کلمات تعجب کے
متصل ہی بیان کرتا ہون پھر بعد اسکے کلمات تنبیہ کو بیان کرونگا انشاء اللہ تعالی اکس واسطے کہ یہ بھی
اسمای اصوات و اسمای افعال کی نوع سے ہے جیسے کلمات تعجب و کلمات مدح وذم انواع اسمای افعال
سے ہین جس طرح اوپر مذکور ہوا وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

کلمات المدح والذم

کلمات مدح وذم
خوشا کامی روستے شخ خوشا
گور سخن کردن زہے
بایہ صورت انشاے ہے
مخصوص بالمدح
محذوف بھی ہوتا ہے
فارسی مین کلمات مدح وذم
اسمای افعال کہنا مناسب ہے

یہ وہ کلمات ہین جو انشاے مدح وذم کے لیئے موضوع ہین جیسے خوشا وبدا جس طرح عربی مین نعم
وبئس خاقانی **شعر** خوشا درویشیا کو را بود عیش تن آسانی ٭ بدا سلطانیا کو را بود رنج دل آشوبی ٭
یہ دونون جملے مصدر بکاف انکی صفت ہین جو قائم مقام اپنے موصوف مبتداے محذوف کے ہین
پس تاویل اس کی یہ ہے کہ مخصوص بالمدح محذوف درویشی کہ آن را یاد روے عیش تن آسانی بود
مبتدا۔ خوشا درویشیا اے خوش درویشے ست خبر۔ اسیطرح سلطانی کہ آن را یاد روے رنج دل آشوبی
بود مخصوص بالذم مبتدا محذوف بدا سلطانیا اے بد سلطانے ست خبر۔ ضمیر منفصل او کی ذو العقول و
غیر ذو العقول مین استعمال پانیکی تحقیق بیان ضمائر مین گذر چکی اسی طرح عربی مین مبتدای مخصوص وقت
قیام قرینہ حذف کیا جاتا ہے کما قال اللہ عزوجل نعم العبد اے ایوب بقرینہ قصہ حضرت ایوب علی
نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور فنعم الماھدون اے نحن بقرینہ سباق قولہ تعالی شانہ والارض
فرشناھا مگر عربی مین نعم و بئس فعل قرار دیئے گئے ہین فارسی مین میرے نزدیک اسمای
افعال قرار دینا بہت مناسب ہے چنانچہ خود عربی مین انکی اسمیت پر (چونکہ وہ مبتدا واقع ہوتے ہین

اور لام ابتدا کو قبول کرتے ہین اور حالت تذکیر و تانیث اور افراد و تثنیہ و جمع مین ایک صورت پر رہتے ہین تصرف پزیر نہین ہوتے جیسے شاعر کہتا ہے **شعر** یمینا لنعم السیدان وجدتما ؛ علی کل حال سحیل و مبرم ؛ بعض ائمہ نحاۃ کا ظن ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ مین اسکی تصریح کی ہے "وھذہ الاشیاء ھی التی غرّت الفراء حتی ظن انھما فی الاصل اسمان ولو کان کذا لم یکن لرفع ما بعدھا وجہ الا بتکلف" عربی مین اسم مابعد کا اعراب اس بات کو مانع موجب تکلفات لا یعنی ہے مگر فارسی مین سرے سے جھگڑا اعراب کا پاک ہے پھر بلا تکلف ان کلمات کو اسمائی افعال قرار دیسکتے ہین اور معنی خوشا کے نیکو ست و خوش است و نہایت خوب است کے ہونگے اور بدا کے زشت ست و بدست کے ہونگے جیسے عربی مین معنی نعم الرجل کے رجل فی غایۃ الجودۃ اور نعم الرجل زید کے زید رجل جیدٌ کے لئے جاتے ہین رضی مین ہے "فصار معنی نعم جید فکانہ صفۃ مشبھۃ ویجوز ذلک لکون جمیع الافعال فی المعنی صفات لفاعلھا" اور حبذا عربی لفظ ہے جو فارسی مین بھی مستعمل ہے ظفر رسالہ فردوسیہ مین بعد حمد کے لکھتے ہین "حبذا شہرے کہ اگر شمیم گلستانش بطرف بدخشان وزد آب لعل بوے گلاب گیرد"

حبذا

کلمات التنبیہ

کلمات التنبیہ

الا و ہلا و ہا و ہان و ہین و ہی یہ الفاظ کلمات تنبیہ سے ہین سعدی رح **شعر** الا اے خردمند فرخندہ خوے ؛ ہنرمند نشنیدہ ام عیب جوے ؛ فردوسی **شعر** ہلا تیغ و گوپال ہا بر کشید ؛ سپرہاے چینی بسر در کشید ؛ بدر چاچ **شعر** بر شیر خفتہ کہ نہ غافل زراے تست ؛ ہیچو شغال مادہ صفت ہاے میزنی ؛ انوری **شعر** لطف تو ہر ساعتم گوید کہ ہین الاعتذار ؛ قہر تو ہر لحظہ ام گوید کہ ہان الاجتناب یہان ہان اور ہین مین قہر و لطف کا تفرقہ اتفاقی ہے حقیقی نہین۔ امیر لاہجی **شعر** گفتم کہ سر عشق کنم فاش درجہان ؛ پیر خرد آمد و گفتا کہ ہی خموش ؛ انوری **شعر** خویشتن در نظرت جلوہ ہمی کرد جہان ؛ آسمان گفت کہ رسوا چہ کنی خود را ہی ؛ یہ سینئے جب مین نے ان کلمات کو اسمای افعال قرار دیا چاہیئے تھا کہ یہ کلمات بحث اسم مین بیان کیئے جاتے مگر چونکہ اکثر فارسی کے قواعد ضبط کرنے والون نے ان کلمات کو حروف ہی قرار دیا ہے اور حروف ہی کی بحث مین مندرج کیا ہے

کلمات تعجب و مدح و ذم و تنبیہ با وجود یکہ اسمای افعال ہین پھر بھی بحث اسم مین درج نہ کرنے کا عذر

متلاشی ان مباحث کا ان کو اسی بحث مین تلاش کرے گا مین نے طالب کی سہولت اور آسانی کے خیال سے مسامحۃً ان کلمات کو بحث حروف مین درج کردیا۔

حروف الایجاب

نَعَم و بَلے و آرے یہ حروف ایجاب ہین ان مین سے نَعَم عربی الاصل ہے جو فارسی مین بھی مستعمل ہے۔ اسی طرح بَلے بھی عربی الاصل بَلٰی کا امالہ معلوم ہوتا ہے جیسے لاکن عربی کو اہل فارس امالہ کے ساتھ لیکن کہتے ہین مگر فارسی مین بغیر امالہ الف کے ساتھ مستعمل نہین بوجہ ان خاص تصرف کے آرے کی طرح کلمہ فارسی کا شمار کیا جاتا ہے غرض یہ کلمات منجملہ حروف ایجاب ہین یعنی یہ وہ حروف ہین کہ جملہ ماسبق کے اثبات و تصدیق و تقریر و تحقیق کے لیئے لائے جاتے ہین اس کے دو حال ہین یا تو وہ بلا تصرف اثبات قولِ ماسبق کرتا ہے یعنے جملۂ ماسبق کو محقق و مقرر کردیتا ہے اور جملۂ ماسبق خواہ مثبت ہو خواہ منفی۔ مثبت جیسے جدال سعدی مین محاکمہ قاضی کا بیان کیا گیا ہے **نثر** گفتی توانگران مشتغلند بمناہی و مست ملاہی نعم طائفۂ ہستند برین صفت کہ بیان کردی الخ جامی **نظم** زخواب بند ہا بر کارش افتاد ٭ خیالے آمد و آن بند بکشاد ٭ بلے ہر جا نشاطے یا ملالے ست ٭ بگیتی در زخوابے یا خیالے ست ٭ **شعر** گویند لعل سنگ شود در مقام صبر ٭ آرے شود ولیک بخون جگر شود ٭ یہ امثلہ جملہ ماسبق مثبتہ کی تھین منفی کو اسی پر قیاس کرلے سکتے ہین یا یہ اثبات و تحقیق ازالہ نفی ماسبق کو لازم آجائے سعدی رح **نثر** گفت تو آن نیستی کہ پدرم ترا از قید فرنگ بدہ دینار خرید گفتم بلے بدہ دینار خرید و بصد دینار بدست تو گرفتار کرد۔ یہ بات عربی مین بلیٰ کے ساتھ مخصوص سمجھی گئی ہے کما قال اللہ تعالے و تبارک اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی اسی وجہ سے اسکا استعمال تصدیق ایجاب یعنی غیر منفی مین جیسے اَقَامَ زَیْدٌ جواب مین بلے قام زید کہا جاے اور جیسے بخاری شریف کی کتاب الایمان مین عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے قال بینما رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم مضیف ظھرہ الی قبۃ من ادم یمان اذ قال لاصحابہ اترضون ان تکونوا ربع اھل الجنۃ قالوا بلی الحدیث چنانچہ یہی واقعہ کتاب الرقاق باب کیف الحشر مین عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے عن

حروف الایجاب

تعریف حروف ایجاب

بلے کا استعمال تصدیق ایجاب مین شاذ ہے

عبد الله قال کنا مع النبی صلی الله علیه وسلم فی قبة فقال اترضون ان تکونوا ربع اهل الجنة قلنا نعم الحدیث اور اس مثال مین شعر وقد بعدت بالوصل بینی وبینها ﴿ بلی ان من زار القبور لیبعدا ﴿ شاذ بتلایا جاتا ہے اور بعض ائمہ نحاۃ نے اس شعر مین بلی کو بل اضرابیہ کا مزید علیہ قرار دیا ہے جس طرح بعض جگہ نعم بلی کی طرح اثبات ما سبق بازالۃ النفی مین مستعمل ہے شاعر کہتا ہے شعر الیس اللیل یجمع ام عمرو ﴿ وایانا فذاك بنا تدان نعم وتری الهلال کما اراه ﴿ ویعلوها النهار کما علانی ﴿ اے ان اللیل یجمع ام عمرو وایانا نعم۔ فارسی مین یہ سب باریکیان نہین ہین دونون قسمون مین اسکا استعمال برابر ہے جس طرح امثلہ سے ہویدا ہے اور یہ کلمات جیسے صدر کلام مین آتے ہین وسط مین بھی استعمال پاتے ہین شعر زخم دندان خوش نما کردان لب پرخندہ را ﴿ قیمت افزون می شود آرے عقیق کندہ را ﴿ بقصد تاکید مکرر بھی لاے جاتے ہین امیر خسرو شعر خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی میکند ﴿ آرے آرے می کنم با خلق وعالم کار نیست ﴿ والله تعالی اعلم بالصواب ﴿

حاشیہ: فارسی مین نعم اور بلی کے استعمال مین کچھ فرق نہین ہے اور عربی مین فرق ہے

حروف ایجاب وسط کلام مین داخل ہوتے ہین۔

تاکید حروف ایجاب بقصد کی تکرار

الحروف العاطفہ

حاشیہ: حروف عاطفہ کا بیان

واو و یا و تا و ہم و نیز و پس و باز و کہ و نہ و یا و اگر و خواہ یہ حروف عاطفہ ہین جو معطوف ومعطوف علیہ کے درمیان واقع ہوتے ہین اور انکو ایک حکم مین کر دیتے ہین ان مین سے آٹھ حروف مطلق جمع کے لیئے استعمال کیئے جاتے ہین خواہ با ترتیب ہو خواہ بلا ترتیب یعنی چند اشیاء سے ایک شے کو لا علی التعیین بیان کرنے کے لیئے نہ ہو۔ اور معطوف ومعطوف علیہ کا تعلق اپنے فعل کے ساتھ خواہ ایک ہی زمانہ اور ایک ہی مکان مین ہو خواہ جدے جدے سے۔

ان مین سے واو مطلق جمع کے لیئے بلا لحاظ ترتیب استعمال کیا جاتا ہے۔ بلکہ جہان ترتیب محال ہو مستعمل ہوتا ہی جیسے زید وعمرو دونون نے ملکر ایک غلام خریدا تو کہہ سکتے ہین کہ این غلام زید وعمر وست اسی طرح زید وعمرو دونون نے کسی مسئلہ مین بحث کی تو کہہ سکتے ہین کہ زید وعمر مباحثہ کردند یہان ترتیب مستحیل ہے بلکہ کلام عرب مین اس قسم کی مثالین بھی موجود ہین جو کہ باعتبار ترتیب معطوف علیہ سے معطوف کا پہلے ہونا ضرور ہے جیسے کلام مجید مین سورہ آل عمران کے چوتھے رکوع مین یہ آیت شریف ہے یا مریم اقنتی

حاشیہ: واو مطلق جمع کے لیئے بلا لحاظ ترتیب موضوع ہے۔ بیان واو عاطفہ۔ جہان ترتیب محال ہو وہان بھی مستعمل ہوتا ہے۔

حاشیہ: واو کے معطوف علیہ کا معطوف سے پہلے ہونا ضروری نہین

لربك واسجدي واركعي مع الراكعين - اور بخاری شریف کے باب الجنب یتوضا ثم ینام مین عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے انه قال ذکر عمر بن الخطاب لرسول الله صلے الله علیه وسلم انه تصيبه الجنابة من الليل فقال له رسول الله صلے الله علیه وسلم توضأ واغسل ذكرك ثم نم حالانکہ باعتبار ترتیب رکوع پہلے اور سجدہ بعد مین اور اسیطرح غسل ذکر پہلے اور وضو بعد ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب ؛

اسیطرح معطوف و معطوف علیہ کے ساتھ جو انتساب و تعلق فعل کا ہے ایک زمانہ اور ایک مکان مین ہونا شرط نہین یعنی انتساب و تعلق فعل کا معطوف علیہ کے ساتھ کسی زمانہ مین اور مکان مین ہو اور معطوف کے ساتھ کسی اور زمانہ و مکان مین ہو ایسے موقع مین واو عاطفہ استعمال کرسکتے ہین جیسے **شعر** مہر و مہ چون فرو برد تنین ؛ دست برجز کہ خیر تازے ہین ؛ اسواسطے کہ مہر و مہ ایک وقت ایک ساعت مین نہین گھنتے - میرے مکرم آپنے اس شعر مین چند امور دریافت فرمائے ہین - اول یہ کہ چاند سورج کے گھننے کو اژدر کے نگلنے کے ساتھ تعبیر کیا - دوسرا یہ کہ سوائے کار خیر کے ہر کام سے باز رہنے کو فرمایا حالانکہ کسوف و خسوف موضع خاص مین شمس و قمر کے اجتماع و تقابل سے پیدا ہوتا ہے پھر اس مین اژدہے کا نگلنا کیسا اور خوف کی کیا بات ہے" اگرچہ یہ مسئلہ علم ہیئات سے تعلق رکھتا ہے اور نظم الفاظ شعر بھی غیر فصیح ہین مگر اس شعر کو حسن تقریب سے شاہد مدعا بنائے جانے کو غنیمت سمجھکر آپ کے شبہات کا جواب مختصر سا عرض کرتا ہون تا طلبہ فارسی خوان کو جو ان اعتراضون کو لاجواب سمجھے ہوئے ہین فی الجملہ آگہی ہوجائے

> [حاشیہ:] ۹ تازی صیغہ نہی حاضر از ”تاختن“

> [حاشیہ:] ہلال و بدر و کسوف اور خسوف کی حقیقت

پہلے اس بات کو آپ جان لین کہ قمر فی نفسہ مظلم ہے رنگ اسکا کمدا اور ارزق ہے وہ کثیف الجرم بھی ہے جسکی وجہ سے کوئی شے اس کے اوٹ مین آجائے یعنی کسیکے درمیان وہ حائل ہوجائے وہ شے اسکی کثافت کی وجہ سے ہماری نظر سے چھپ جائیگی مگر ساتھ ہی اسکے وہ اس قابل بھی ہے کہ اگر کوئی چیز کثیف الجرم اس کے اور شمس کے درمیان حائل نہ ہو تو وہ ضیائے شمس سے مستضی ہوجاتا ہے اور مقدار اس استضا کی ہمیشہ نصف سے کچھ نکلتی ہوئی ہوگی اسواسطے کہ یہ بات اپنے محل اور موضع مین دلیل سے ثابت ہے کہ ایک بڑا کرہ روشن اپنے سے خرد کرہ غیر روشن پر بتقدیر محاذات روشنی ڈالے تو یہ روشنی اس چھوٹے کرہ پر نصف سے زیادہ مین پھیلے گی باقی حصہ کرہ خرد کا مظلم اور تاریک ہی رہیگا پس حالت اجتماعی شمس و قمر مین قمر کا رخ مظلم ہماری جانب ہوگا یہی محاق اور اماس ہے اور جب

قمر شمس کے ساتھ کی اجتماعی حالت کو چھوڑتا جاے یعنی شمس سے ہٹتا جاے یہان تک کہ بارہ جز
یا کچھ کم زیادہ شمس سے قمر ہٹگیا تو اُس قمر کا رُخ مستنیر جو ہم سے چھپا ہوا تھا ہماری جانب ایک معتد بہ میل
کھائیگا تو اسی قدر کنارہ ہمکو چمکتا ہوا نظر آئیگا بس یہی ہلال ہے اور جیسے جیسے آفتاب سے ماہ کو دوری
ہوتی جائیگی یہ میل بھی بڑہتا جائیگا اس کا حصہ نورانی بھی بڑھتا جائیگا یعنی اسکی تنویر بھی بڑھتی جائیگی ....
یہانتک کہ جب پورا مقابل یعنی کمال بعید شمس سے ہوجاے یعنی ہم ایک طرف اُفق شرقی پر قمر کو اور ایکطرف
اُفق غربی پر شمس کو دیکھین اسکا کمالِ تزاید تمام میل انتہا کا بعدیہی ہوگا قمر کی اس حالت کو بدر کہتے ہین
اور بدر باعتبار اشتقاق لفظی مبادرت کو بتلاتا ہے کیا معنی کہ اس دن قمر بخلاف اور دنونکے غروب
آفتاب سے پہلے طلوع کرنے مین مبادرت کرتا ہے یہانتک کہ آفتاب اِدھر غروب ہوا نہین کہ یہ نکل
کھڑا ہوتا ہے پھر بعد اس مقابلہ کے جیسے جیسے تدریجی تزاید حاصل کرتا بدر بنا تھا ویسے ہی منحرف اور
آفتاب کے قریب ہونے لگتا ہے تو برعکس صورت اولی اُسکا امحاق نور بھی ہوتا جاتا ہے ظلام و تاریکی
بھی بڑہتی جاتی ہے یہانتک کہ پھر اجتماع واقع ہوتا ہے اسیطرح قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہیگا
اور ایک اجتماع سے دوسرے اجتماع تک اُنتیس[۲۹] دن بارہ[۱۲] گھنٹے چوالیس[۴۴] منٹ تین[۳] سکنڈ کی مدت
صرف ہوتی ہے اور اسی اجتماع او تقابل مین خسوف او کسوف ہوتا ہی یعنی چاند اور سورج گھنتے ہین چونکہ منطقة البروج
اور منطقہ فلک مائل قمر ہم سطح نہین ہین ہر مقابلہ مین خسوف اور ہر اجتماع مین کسوف نیرین کا نہین ہوتا ورنہ
ہر مہینے چاند سورج گھنتے رہتے بلکہ اکثر انکے درمیان چھ مہینونکا فرق پڑتا ہے ہان ہر کسوف کیلئے اجتماع
شرط ہے اور ہر خسوف کیلئے تقابل ضروری ہی مگر یہ اجتماع نیرین اکبرین یعنی شمس و قمر راس یا ذنب مین
اس وضع پر واقع ہو کہ قمر ضیاے شمس کا بالکلیہ حائل ہوجاے **ھکذا**
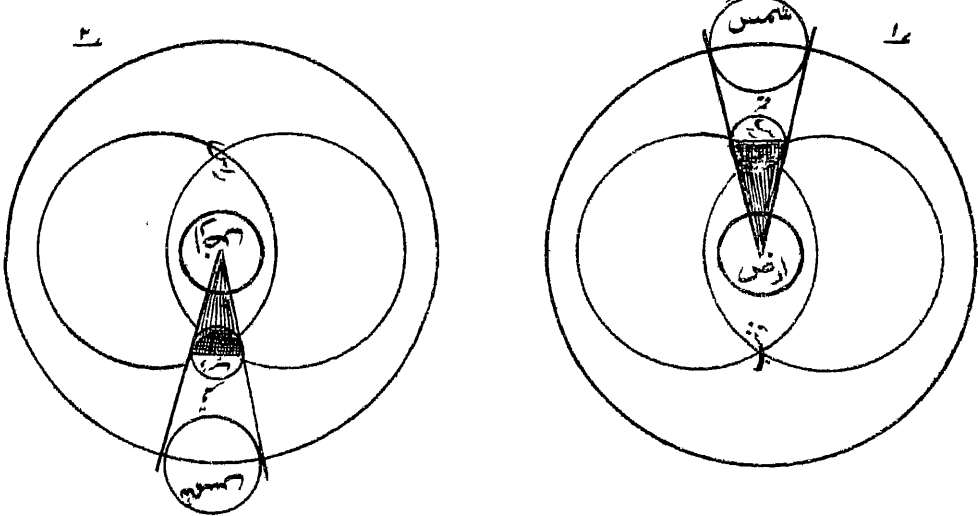
ملاحظہ فرمایئے شکل ۱ مین اجتماع عین راس مین واقع ہوا ہے اور شکل ۲ مین عین ذنب مین اور اس کو بھی ملاحظہ فرمایئے کہ سورج گرہن مین زمین پر سے آپکی نظر قرص قمر پر پڑتی ہے اور جو نگین آئینون یا پانی وغیرہ کے وسیلے جو حصہ غیر مستضی مرئی ہوتا ہے وہ قمر ہے نہ شمس غرض اس صورت مین کہ قمر عین راس یا ذنب مین ہو اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ قمر اپنے کمال حضیض مین ہو تو اس وقت قطر سایہ قمر کا جہان آفتاب بکل الاجزا مستور اور چھپا ہوا ہے ایک سو اسی میل ہوتا ہے اور قمر بوجہ اپنے کمال سرعت بریدی کے اس مسافت کو جو ایکسو اسی میل ہے ساڑھے چار منٹ مین طے کر جاتا ہے تو کمال کسوف زمین کی سطح پر کسی جگہ ساڑھے چار منٹ سے زیادہ نہین رہ سکتا یا بکل الاجزا یعنی تمام وکمال حائل نہو یعنی پورا پورا نہو کچھ حصہ آفتاب کا کھلا بھی رہ جاے تو اسیقدر کھلا ہوا حصہ آفتاب کا رائی کو مبصر و مرئی ہوگا۔ کمال اور نقصان اس گرہن کا شمس و قمر کے مرکزون کے ایک خط ایک سیدہ مین واقع ہونے سے ہوتا ہے یعنی شمس و قمر اس طرح جمع پڑین کہ خط نظر چشم ناظر سے سیدھا اُن دونون کے درمیان سے نفوذ کرتا چلا جاے اور اُن کے قطر بحسب رویت برابر بھی ہون یعنی قطر قمر کا قطر شمس سے بحسب رویت کم بھی نہ ہو کیا معنی کہ ایک خط مستقیم آفتاب اور ماہتاب کے شرقی کنارون سے مس کرتا زمین تک اور اسی طرح اُنکے غربی کنارون سے ملا ہوا زمین تک پہونچ سکے پس ان دونون خطوط کے درمیان قمر کا تاریک سایہ اُلٹے مخروط کی شکل مین زمین پر پڑیگا اس جگہ کے رہنے والونکے لیئے چاند آفتاب کا حجاب بنا رہیگا اگر چاند زمین سے بہت دور ہوتا اور آفتاب اسی جگہ تو زمین اُس مخروط وا ژون سایہ کے قاعدہ سے دور تر راس مخروط کے قریب ہوتی تو سایہ تاریک قمر کا زمین پر پہونچنے سے پہلے ختم ہو جاتا پھر تمام روے زمین پر کہین سے بھی کسوف تام مرئی نہ ہوتا اور جو لوگ اس راس مخروط کے نیچے ہوتے آفتاب کے کنارہ کو ایک حلقۂ نورانی دیکھتے اور اگر زیادہ قریب ہوتا زمین قاعدہ مخروط کے قریب ہوتی تو زمین کا بہت بڑا حصہ قمر کے تاریک مخروطی سایہ مین چھپ جاتا اور جہانتک یہ تاریک سایہ ہوتا وہان تک کسوف کامل اس جگہ کے باشندون کو نمایان ہوتا۔

ایسے ہی تقابل راس یا ذنب مین بتمامہ ہو کیا معنی کہ جب چاند آفتاب سے کمال بعد پر ہوگا اس کو آفتاب سے پورا پورا تقابل نہین ہوگا اور یہ پورا تقابل اگر عین راس یا ذنب مین واقع ہو زمین ان نیرین کے درمیان ایسی حائل ہوگی کہ جرم قمر اسکے سیدھے مخروطی سایہ مین بالکل چھپ جائیگا اشعۂ شمس

اس تک کسی حال مین پہونچ نہ سکینگی ۔ ھکذا
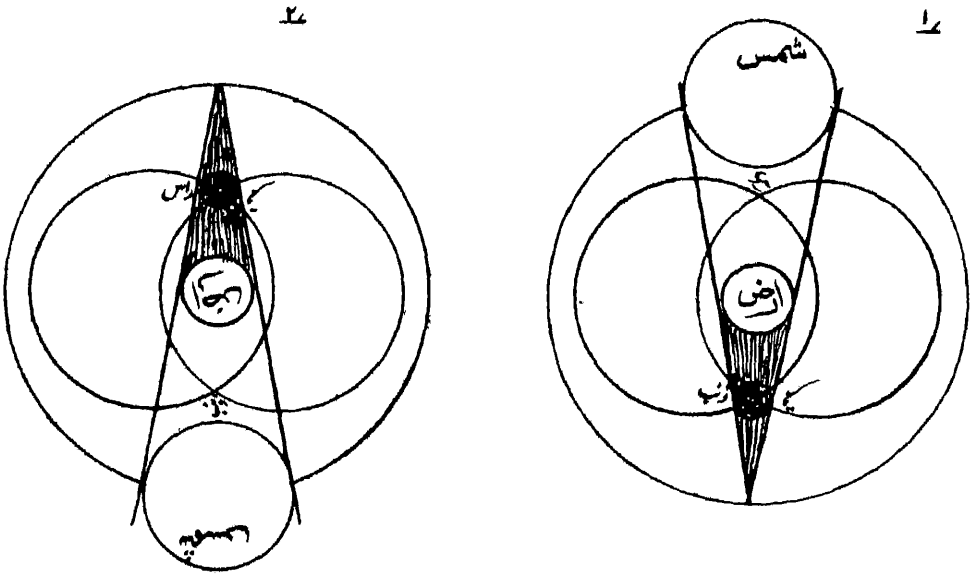
شکل اول مین تقابل راس مین ہوا ہے اور شکل ثانی مین تقابل ذنب مین غرض ہر حال مین زمین کے مخروطی سایہ کے اندر چاند آجانے سے آفتاب کے اشعہ اُس تک نہین پہونچین وہ بے نور کا بے نور رہ گیا جو اس کی اصلی حالت ہے یا تقابل عین راس و ذنب مین نہ ہو تو صرف قدر حیلولت نامرئی رہیگا یعنی اُتنا ہی حصہ چاند کا بے نور رہیگا - اور ذرا واضح طور پر عرض کرتا ہون آپ جانتے ہین قمر اپنی گردش اجتماعی مین قدر انمحاق صرف مستضی نہین ہوتا اپنی ذاتی اصلی حالت پر فقط بے نور رہ جاتا ہے یہ نہین کہ جتنا حصہ عدیم النور رہتا ہی معدوم الذات بھی ہوتا ہے کیا معنی کہ عدم تنویر کو عدم ذات لازم نہین ورنہ یہ بات لازم آئیگی کہ چاند ہر ماہ مین عدم سے وجود مین آتا ہے یعنی ہر ماہ ایک نیا قمر خلق ہوتا ہے یہ مشاہدہ اور معائنہ کے خلاف ہے تو ظاہر البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ جب چاند آفتاب کے ساتھ اسطرح مجتمع ہو کہ ہماری نگاہ کے رخ چاند آفتاب کے اشعہ منعکسہ کے اقبال سے قاصر ہو تو ہماری آنکھون کے سامنے چاند کی بے نور مسلوب الضیا ٹکیہ صرف اپنی اصلی کمودت پر رہ جائیگی یہ اجتماع راس یا ذنب مین واقع ہوگا اسی کو کسوف یعنی سورج گرہن کہتے ہین اور یہ بات کہ چاند اپنی کمودت وظلام اصلی کی وجہ سے بے نور ہو کر مرئی نہ ہونا چاہیئے تھا اسواسطے کہ اس قدر رویت کیلئے بھی فی الجملہ روشنی کی ضرورت ہے کیا معنی کہ یہ امر علم مناظرہ مین مبرہن ہے کہ رویت مین نور داخلی یعنی بینائی اور نور خارجی یعنی روشنی خواہ نوری ہو خواہ ناری واسطہ اور سفیر ہین تو جسطرح ناظر و رائی کو بلا نور چشم (یعنی بینائی) منظورات مدرک نہین ہوتے اسیطرح بغیر روشنی اور اُجالے کے بھی

مبصرات دریافت ہو نہین سکتے غرض دونون نور داخلی و خارجی ملکر سفیر رویت اور واسطۃ النظر فی المنظورات ہوتے ہین ورنہ اندھا بھی بینا کی طرح ہر چیز کو جو روشن ہو دیکھ لیتا اور بینا ظلمات مین بھی ادراک جمیع مبصرات کرتا یہ خلاف مشاہدہ ہے اس کا بطلان محتاج برہان نہین بس کسوف شمس مین قمر کو اگرچہ تاریک و مظلم ہے بدولت اُن اشعۂ مزلقۂ شمسیہ کے جو قمر کے اس حصہ پر پڑتے ہین جو شمس کے محاذی ہے اور پھر چونکہ قمر کروی الشکل صیقلی الجرم ہے وہ پھسلتی ہوئی شعاعین قمر کے اُس حصہ پر (جو ہمارے محاذات مین ہے) پھیل جاتی ہین تو فقط اُتنے اُجالے کی بدولت یہ سیاہ ٹکیہ بھی ایک رنگ مرئی ہوتی ہے جیسے دن مین دھوپ جب مکان کے صحن مین ہوتی ہے مگر اس سے اچٹتی ہوئی روشنی کی بدولت آپ کے کمرے مین بھی اُجالا رہتا ہے شب تاریک کی طرح کمرہ تاریک نہین رہتا اسی طرح قرص قمر کا اپنے خسوف تام مین مرئی ہونا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہوا کرۂ زمین کے گرداگرد سینتالیس میل کے دَل مین زمین کو گھیرے ہوئے ہے جب اشعۂ شمسیہ اس ہوای محیط پر پڑتی ہین وہین سے کج ہو کر جانب بالا اُچٹتے ہوئے سایۂ زمین کے ساتھ ملکر قمر منخسف پر پڑتی ہین اسی سبب سے اگرچہ خسوف تام ہو ماہ منخسف تانبے کی شکل دکھائی دیتا ہے غرض اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اجتماع مین قمر کا ایک حصہ نصف سے کچھ زیادہ روشن رہتا ہے تو کسوف کا کسی جگہ ہونا اور کہین نہ ہونا ممکن ہے اور زمین کا مخروطی سایہ تمام قمر کو اپنی تاریکی مین گھیر لیتا ہے یعنی بے نور کر دیتا ہے تو اس زمین کے کسی موضع مین خسوف کا واقع ہونا اور کہین نہ ہونا ممکن نہین خیر یہ بات تو طے ہو گئی دوسرے آپکے شبہات کے جواب باقی رہے ایک شبہ تو یہ کہ کسوف و خسوف کی یہ حقیقت تھی جو مجملاً مذکور ہوئی پھر اسکو فرو بردن تنین یعنی اژدہے کے نگلنے کے ساتھ تعبیر کرنیکی وجہ یہ ہے کہ منطقۂ فلک مائل قمر اور منطقۂ فلک ممثل کے موضع تقاطع کو جو شمالی ہے راس اور جنوبی کو ذنب کہتے ہین یعنی سر و دُم تنین کیا معنی کہ دونون منطقون کے دو نصف حصون کے درمیان قریب کے جانب سے عند الوہم ایک اژدہے کی شکل متشکل ہوتی ہے یہ دونون موضع تقاطع کے اسکے سر اور دُم متصور ہوتے ہین چنانچہ شارح چغمینی فرماتے ہین لانہم شبہوا الشکل الحادث بین نصفی المائل والممثل من الجانب الاقرب بالتنین فیکون احدی العقدتین راسا والاخری ذنبا غرض قمر کے عقدۂ راس مین آنے کو تنین کے نگلنے کی اول حالت سمجھنی چاہیئے اور عقدۂ ذنب مین ہونے کو آخر حالت جیسے غذا اسفل معدہ مین منحدر ہونے کے ہوتی ہے تصور کرنی چاہیئے۔ غرض جیسے یہ تنین کی

ف
چونکہ منطقۂ فلک ممثل منطقۃ البروج کی سطح مین ہے اور قطبین بھی منطبق ہین اسلیے ان دونون کے سیر مین واقع ہین یعنی ایک سیدہ مین منطقہ فلک ممثل منطقۃ البروج بھی ہین بجائے اس جگہ کہدیتے ہین اس سے شبہ نہین پڑتا اس کی حرکت فلک ممثل کی حرکت کے خلاف ہے توالی البروج ہے ۱۲

کسوف و خسوف کی یہ حقیقت تھی جو بیان ہوئی پھر اژدہے کے نگلنے کے ساتھ کیون تعبیر کرتے ہین۔

شکل واہمہ نے گھڑلی ہے اسیطرح ان عقدون مین سیارہ کے داخل ہونے کو اسکے نگلنے کا تصور باندھ لے سکتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا وہ شبہ کہ جب کسوف وخسوف کی یہ حقیقت ہے تو خواہ مخواہ ان اوقات سے ڈرانا معظمات اور مہمات سے تصور کرنا چنانچہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز ودعا صدقات کے لیئے ارشاد فرمانا کس لیئے ہے تو مختصر عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمائین ہر فاعل کے لیئے مفعول پر شرف دیا گیا ہے سبب شرف وعزت وہی فاعلیت ہے یعنی ذات فاعل مین شرف وعزت وصف فاعلیت کی بدولت ہوا کرتا ہے اسی کی کوئی خصوصیت نہین ہر موصوف ذی شرف مین وصف ہی سے شرف ہے تو مدار عزت وشرف صفت کو کہنا چاہیئے مثلاً سلطان اور حاکم کا اپنی رعیت اور محکوم پر شرف بیّن ہے وہ اس وجہ سے نہین کہ وہ ایک شخص من الاشخاص ہے بلکہ اسکی وصف حکومت اور سلطنت یعنی غلبہ نے اسکو سب پر شرف دے رکھا ہے اگر کسی جگہ اسکے غلبہ مین فتور اسکے احکام کے انفاذ مین قصور پڑجاے اور اس کی سلطنت کی دست درازی حکومت کی قادر اندازی کسی عائق ومانع کی وجہ سے کہین پر رک جاے جتنی دیر کے لیئے اور جن جن اقوام کے لیئے مسلوب الوصف ہے مسلوب الشرف والعزۃ بھی ہوگا کس واسطے کہ حاکم کے شرف وعزت کا سبب حکومت یعنی اسکا انفاذ حکم ہی ہے اگر پادشاہ تخت حکومت پر جلوس فرما ہو حسب دستور اپنے فرامین کا اجرا وانفاذ طلب کرے ایسے وقت کوئی امر اسکے حکم کو نفوذ وجریان سے روک دے اور اس حاکم کو مجبوراً اس عائق سے الٹا اثر پذیر ہونا بھی پڑے تو اسوقت اس حاکم کو مسلوب الحکم نہ کہیئے تو اور کیا کہیئے گا معہذا یہ اوبار اگر کسی بڑے سے بڑے مقبل پر آپڑے تو بہت بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہوگا مارے دہشت کے اپنی اپنی خیر منانی پڑجائیگی اس سے جو کوئی بڑا پادشاہ اعلیٰ حاکم ہوگا اسکی پناہ ڈھونڈھی جائیگی۔ پس اب آپ خیال فرمائیے مثلاً پادشاہ اختران نیر خاوران عین اجلاس مین یعنی دن کے وقت جو اس کے اجلاس کا زمانہ ہے اپنے محکوم ورعیت یعنی زمین وزمانیون پر اجراے حکم وانفاذ فرمان جیسے تنویر عالم تلوین فلزات تجلیہ معدنیات تصویر ما فی الارحام سے (جن امور پر باِعلم الحکماء الٰہیات سے اس کو قدرت ملی ہے) کسی وجہ سے تھوڑی ہی دیر کے لیئے سہی وہ عاجز آئے یعنی اس سے یہ اقتدارات چھن جائین العظمۃ للہ کیسے خوف اور دہشت کا وقت ہے اسی وجہ سے اس وقت حاملہ عورتونکے خورونوش مین احتیاط اور عام طور پر کھانے پینے کا پرہیز کیا جاتا ہے انسان ہی کی

کسوف وخسوف ایک ضروری اجتماع وتقابل شمس وقمر سے ہوتا ہے پھر شارع علیہ السلام والصلوٰۃ اس کے کیون خوف دلاتے ہین ان اوقات مین نماز ودعا وعبادات کی کس لیے ہدایت فرماتے ہین

کوئی خصوصیت نہین لکڑی پتھر اناج میوہ جس جس پر اسکا حکم اور اسکی اصلاح نہی سوء تدبیر سے بُرا اثر
پڑتا ہے یہ بات کچھ خلاف توحید نہین آپ دیکھتے ہین آگ کی مارست سے گرمی بڑھیگی اور پانی کی مجاورت
سردی بخش ہوگی اور جس جگہ مثلاً گرمی کی ضرورت تھی بروقت وہ گرمی وہان نہ پہونچی مزاج اُس شے کا فاسد
ہوگا اور ان مین صفت گرمی و سردی کی ذاتی نہین مستعار ہے موثر حقیقی بحکم یا نار کونی برداً و سلاماً الٰہ
امراحکم الحاکمین ہے ہان اگر کسی نے انہین کو موثر حقیقی بتلایا البتہ خلاف توحید ہوگا۔ اسیطرح جب سلطان النجم
کا تسلط اسکی زمین اور زمینیون پر سے اُٹھ جاوے بہت سی قباحتین اور کئی قسم کے فساد اتنی ہی دیر مین
اسکے لشکر بے سر مین پیدا ہو جاے کیا بعید ہے اب بجز اسکے کہ ہم اپنی اپنی خیر منائین اُس احکم الحاکمین
الملک المقتدر کو (جس نے اسکو بہت قلیل عرصہ کے لئے سہی عزل کردیا ہے) دعا و صدقات سے
راضی کرین اور کیا کیا جاے۔ ایک معمولی ضروری بات سمجھکر بے خوف ہو جانا بے وقوفی ہے شقاوت ہے
اعاذنا اللہ تعالیٰ شانہ یعنی ایسی بڑی مخلوق باری عز اسمہ جس سے ایک عالم فیض یاب ہے
جب آن پر صورت عتاب ہے تو ان کے پرستش کنندگان وغیرہم کو نہایت عبرت کی جگہ ہے واللہ
تعالیٰ اعلم بالصواب

واضح ہو کہ یہ اجتماع واشتراک (جو واو عاطفہ کی وجہ سے ہوتا ہے) کبھی چند اسمون کا کسی ایک فعل مین
ہوگا جیسے احمد و محمود و حامد آمدند یعنی حصول صرف مجیئت کا ان تین شخصون سے ہوا۔ کبھی چند فعلون کا
ایک اسم مین جیسے زید آمد و نان خورد و برفت یعنی حصول آنے اور روٹی کھانے اور جانے کا صرف
زید سے ہوا۔ کبھی حصول چند جملونکے مضمون کا (خواہ اسمیہ ہون خواہ فعلیہ) جمع کیا جاتا ہے جیسے احمد آمد و
محمود بنشست و حامد برفت یعنی آمدن احمد و نشستن محمود و رفتن حامد کا حصول بذریعہ واو عاطفہ کے جمع
کیا گیا ہے۔ اور یہ واو زائد بھی ہوتا ہے یہان زائد سے میری یہ مراد ہے کہ اگر وہ لفظاً حذف کردیا جاے
معنی ویسے کے ویسے بنے رہین۔ بلکہ اسکے لئے معطوف علیہ بہ تکلف تاویل حاصل کیا جاتا ہے خواجہ
جمال الدین سلمان کا شعر ہے **شعر** ملجا من در شاہ است و للہ الحمد ٭ کہ مرا بخت بدین ملجا و ماوا آورد ٭
اور یہ اکثر دوسری نوع کے حروف عاطفہ اور لیکن اور اس کے مخففات کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے
فردوسی **شعر** بہ بینیم تا اسپ اسفندیار ٭ سوے خانہ آید ہمی بے سوار ٭ دیا بارہ رستم جنگ جو ٭
یہان واو عاطفہ تردیدیہ کے ساتھ ہے
باخر نہد بے خداوند رو ے ٭ نظامی **شعر** وگر خدمت شاہ را در خورست ٭ مرا ہم خداوند و ہم خواہرست ٭
یہان واو ہم عاطفہ کے ساتھ ہے ۱۲

کبھی واو عاطفہ جمع کرتا ہے اسمون کو ایک فعل مین
کبھی چند فعل ایک اسم مین جمع ہوتے ہین
کبھی مضمون چند جملونکا
کبھی واو عاطفہ زائدہ

ولہ نظمے کہ آن در ازل راندہٗ ✤ نگردد قلم زانچہ گردانیدہٗ ✤ ولیکن بخواہش من حکم کش ✤ کنم زین سخنہا دل خویش خوش ✤ اور محاورۂ عرب بھی اسیطرح ہے چنانچہ اس آیت شریف مین فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ وَنَادَیْنَاہُ اَنْ یَّااِبْرَاھِیْمُ سبع معلقہ کے پہلے قصیدہ مین یعنی امرؤ القیس کے اس شعر مین شعر[1] فَلَمَّا اَجَزْنَا سَاحَۃَ الْحَیِّ وَانْتَحٰی ✤ بِنَا بَطْنُ خَبْتٍ ذِیْ حِقَافٍ عَقَنْقَلِ ✤ اخفش یعنی آئمہ کوفہ کے نزدیک ان امثلہ مین واو زائد ہے کیا معنی کہ وہ خواہ مخواہ کے تکلفات کو پسند نہین کرتے۔ آیہ مجیدہ مین وَنَادَیْنَاہُ کو جواب فَلَمَّا اَسْلَمَا الخ کا قرار دیتے ہین اور شعر امرؤ القیس مین وَانْتَحٰی بِنَا کو جواب فَلَمَّا اَجَزْنَا الخ کا اور یہ بات مسلمات سے ہے کہ لَمَّا کے جواب مین واو کا کچھ کام نہین ہے خواہی نخواہی اس کو بجز زائدہ کہنے کے گریز نہ ہوگا۔ مگر بصریوں کے نزدیک حرف کو حشو اور زائد قرار دینا پسند نہین جہانتک ممکن ہو تاویل کرتے ہین چنانچہ امثلۂ مذکورہ مین جواب لَمَّا کا محذوف مانتے ہین یعنی آیت کریم مین اتنا مقدر جانتے ہین فَلَمَّا اسلما وتلّہ للجبین ونادیناہ ان یا ابراہیم الایہ کان ما کان مما ینطق بہ الحال ولا یحیط بہ الوصف من استبشارھما واغتباطھما وحمدھما للہ رب العالمین اور شعر مذکور مین جواب لما اجزنا اسکے بعد کا شعر[2] ھصرت بفودی راسھا فتمایلت علی ھیضم الکشح ریا المخلخل ✤ قرار دیتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اور کبھی یہ واو عاطفہ حذف بھی کیا جاتا ہے سعدیؒ شعر اسیر بند شکم را دو شب نگیرد خواب ✤ شبے ز معدۂ سنگی شبے ز دلتنگی ✤ اے وشبے ز دلتنگی۔ اسی طرح یہ شعر قربان شوم ترا کہ ندانستۂ ہنوز ✤ اخلاص من محبت من اعتقاد من ✤ حافظؒ شعر جور یکہ از تو دیدم درد یکہ از تو بردم ✤ گر شمہ بدانی شاید کہ رحمت آری ✤ اے ودرد یکہ از تو بردم۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہان مراد ہماری حذف سے حذف لفظاً ہے نہ معنیً یعنی یہان عاطفہ اگرچہ لفظون مین نہین ہے مگر معنون مین مقدر مانا جائیگا اور یہ اس صورت مین ہوتا ہے[3] کہ معطوف علیہ اور معطوف مین کوئی وجہ جامع یعنی ان مین کچھ مناسبت اور علاقہ ایسا ہو جس سے معطوف معطوف علیہ کے ساتھ ایک حکم مین شریک کر دیا جاے اگر اُن مین یہ وجہ جامع نہ پائی جائے یا درصورت عطف ایہام خلاف مقصود کا ہو تو واؤ عاطفہ تقدیراً بھی مانا نہ جائیگا جیسے اس مصرع مین امیر خسروؒ ع بوسہ گرفتم از لبش ✤ یک دو سہ چار پنج شش ✤ اگر یہان عطف کے ساتھ یک و دو و سہ و چار و پنج و شش کہا جاتا تو موہم جمع کا ہوتا اس سے تعیین عدد یعنی بست و یک مراد ہوتی سو یہ خلاف مقصود قائل ہے

[1] فلما اجزنا الخ چون از محلہ آن قوم درگذشتیم و در وسط زمینے کہ قدرے پست و کشادہ و درمیان پشتہائے ریگ بودہ واقع بود باطمینان فاطر نشستیم ۱۲ ✤✤✤

[2] ھصرت الخ ہر دو گیسویش گرفتہ بطرف خویش او را در کشیدم چنانچہ بے عذر و تکلف بر من باین صفت مائل شد کہ میانش لاغر و ساقش فربہ بود ۱۲

[3] اے توسط واو عاطفہ تقدیراً ۱۲

واو عاطفہ حذف بھی کیا جاتا ہے یہان حذف سے صرف لفظاً حذف مراد ہے

واو عاطفہ کس جگہ یہان مقدر مانا جاتا ہے اور کس جگہ نہین مانا جاتا

بخلاف شعر مشہور "نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار" مین واو عاطفہ مقدر ہے لیے نہ اندر نہ آمد و سہ اندر چہار کیا معنی کہ نہ در نہ و سہ در چہار ان دونون کے حاصلضرب کا مجموعہ یعنی نود و سہ مقصود ہے چنانچہ بیان دلالت مین مذکور ہوا اصطلاح علم معانی مین اس ترک عطف کو فصل اور عطف کرنے کو وصل کہتے ہین اس کی زیادہ تفصیل فن بلاغت کا منصب ہے۔ اور یہ بھی سن لیجیے کہ اس واو عاطفہ کو اسی طرح ساکن رکھکر اس کے حرف ماقبل کو بمجاورت و مناسبت واو ضمہ دیا جاتا ہے اور اس ضمہ کو کبھی عطف اشباع اور پری کے ساتھ پڑھتے ہین وہ حرف ماقبل سواے ہاے مختفی کے خواہ حرف علت ہو یا غیر اول جیسے حافظؒ شعر غنیمت دان می و خور در گلستان ؛ کہ گل تا ہفتۂ دیگر نباشد ؛ (اے حرف علت ۱۲ — اے مثال حرف علت ۱۲) ثانی جیسے نظامیؒ شعر چنان آفریدی زمین و زمان ؛ ہمان گردش انجم و آسمان ؛ (اے غیر حرف علت ۱۲) مگر ہاے مختفی چونکہ مظہر حرکت حرف اخیر کلمہ ہے اور نیز وہ مختفی ہی ظاہر نہین اسپر ایک ہمزۂ مضمومہ مان لیا جاتا ہے لیکن اضافت و اتصاف مین جسطرح ملفوظ ہوتا ہے مکتوب بھی ہوتا ہے اور یہان رسم الخط مین سواے ملفوظ کے مکتوب نہین ہوتا جیسے اس شعر مین حافظؒ شعر بنوش جام صبوحی بنالہ و دف و چنگ ؛ ببوس غبغب ساقی بنغمۂ نے و رود ؛ نظامیؒ شعر تیغ نہ و زخم نے اندازہ چیست ؛ کوس نہ و این ہمہ آوازہ چیست ؛ وگرنہ اسی ہاے مختفی کو حرکت دیجاتی تو وہ مظہر و علامت نہ رہتی ایک مستقل حرف بنجاتی اور نیز وہ مختفی بھی نہ رہتی ہاے ظاہر بنجاتی اسی طرح جب الف کو اسکے اصلی سکون پر باقی رکھا جاتا ہے تو ایک ہمزۂ مضمومہ اشباع کے ساتھ زیادہ کیا جاتا ہے نظامیؒ (حرف بحری) شعر دو وارث شما از دو کان کہن ؛ ترا در سخا و مرا در سخن ؛ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اور کبھی عطف بلا اشباع صرف ضمہ کے اظہار پر کفایت کرتے ہین اس صورت مین یہ واو صرف مکتوب ہوتا ہے ملفوظ نہین ہوتا حرف ماقبل سواے ہاے مختفی اور حرف واجب السکون کے چاہے کوئی ہو۔ حافظ شعر سلطان شکر لشکر و سوداے تاج و گنج ؛ درویش و امن خاطر و کنج قلندری ؛ نظامیؒ شعر برآراستہ بزمے از ناے و نوش ؛ بلطفے کہ بردی ز بینندہ ہوش ؛ اور در صورت ہاے مختفی و حرف واجب السکون وہی ہمزۂ مضمومہ واو اشباعی کی طرح زیادہ کیا جائیگا حکمی مصرعہ اے خوشا کس کہ بود مردہ و نامش زندہ ؛ نظامیؒ شعر توانا و دانا بہر بودنی ؛ گنہ بخش و بسیار بخشودنی ؛ ورنہ یہان بھی وہی خرابی پیش آئیگی جو اشباع مین آئی۔ اور کبھی حرف ماقبل اسکی حالت وقفی پر

فصل و وصل کا بیان علم معانی مین

واو عاطفہ مشبع کا بیان

واو عاطفہ غیر مشبع کا بیان

چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس واؤ کو اتباعاً للعرب متحرک بحرکت فتح کر دیتے ہین چاہے حرف ماقبل کوئی
ہو۔ حافظ رح **شعر** آرزو می کُشدم واز تو چہ پنہان دارم ٭ شیشۂ بادہ و کنجے و رخ زیبائے ٭ **ولہ** تکیہ بر
تقوی و دانش و طریقت کافریست ٭ راہ رو گر صد ہنر دارد توکل بایدش ٭ **ولہ** رہ خلوتگہ خاصم بنما
تاپس ازین ٭ می خورم با تو و دیگر غم دنیا نخورم ٭ خواجہ جمال الدین سلمان **شعر** دارائے عہد شیخ
حسن آنکہ خدمتش ٭ چرخ دوتا بچار و ناچار می کند ٭ بعض متقنین نے بادہ و کنجے و رخ و تقوی
و دانش اور تو و دیگر اس نوع کو غیر شمع مضموم الماقبل مین درج کیا ہے پس اس صورت مین ایک
ہمزہ ہاء مختفی اور واجب السکون والے کلمہ کی طرح اُسکے ماقبل ماننا ہوگا۔ اور چار و ناچار مین سکتہ کے
قائل ہوئے چونکہ یہ واؤ عربی و فارسی مین مشترک ہے میرے نزدیک اولی یہی ہے کہ عربی کی طرح
واو مفتوح رکھا جائے۔ چنانچہ کوئی کلمہ بترکیب عربی مذکور ہوتا ہے اسی طرح مفتوح رکھا جاتا ہے
جیسے اس شعر مین نظامی رح **شعر** نام تو بر حاشیۂ دل رقم ٭ حکم تو فرمان دہ نون وَالقلم ٭ خواجہ
جمال الدین سلمان **شعر** ملجا ہمن درشاہ ست وَلِلّٰہِ الحمد ٭ کہ مرا بخت بدین ملجا و ماوا آورد ٭
اور وہ واو عاطفہ بھی مفتوح پڑھا جاتا ہے جو کسی شعر کے صدر[1] یا مطلع[2] مین واقع ہوتا ہے۔
اول جیسے فردوسی رح **شعر** و دیگر کہ گیتی ندارد درنگ ٭ سرائے سپنجی چہ پہن وچہ تنگ ٭ حافظ **شعر** وانکہ
پیشش بنہد تاج تکبر خورشید ٭ کبریائیست کہ در حشمت درویشان است ٭ ثانی جیسے حافظ رح **شعر**
مسکین چو من بعشق گلے گشتہ مبتلا ٭ وَاندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے ٭ یہ بھی یاد رہے کہ جب اس واؤ
عاطفہ کے بعد کوئی کلمہ مصدر بالف ہو اس الف کی حرکت نقل کرکے واؤ کو دیتے ہین اور الف کو کبھی کتابۃً
و تلفظاً حذف کر دیتے ہین جیسے وَگر و وَر و وَز و وَان و وَین اور کبھی صرف تلفظ سے گرا دیا
جاتا ہے کتابۃً باقی رکھا جاتا ہے جیسے اوپر کے شعر مین وَاندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے۔ یہ
امر رسم الخط کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وَاللہُ تعالیٰ اعلم بالصواب موضع اس واؤ عاطفہ کا وہ ہے
کہ معطوف کے سرے پر بلا فصل معطوف علیہ لایا جائے۔ مگر بعض وقت بحکم ضرورت ان مین فصل
بھی واقع ہو جاتا ہے۔ امیر خسرو رح **شعر** نامہ کنید سوے وی و تا بدو[3] رسم ٭ خاکستر م کنید و بران خط پراگنید
اے نامہ نویسید سوئے وے و مرا خاکستر کنید و بران خط پراگنید تا بدو رسم **شعر** بین تا دگر بارہ
چون تاختم ٭ سخن را کجا سر برافراختم ٭ دوسرا حرف پا جیسے نظامی **شعر** بلیناس با کارداران روم ٭

[1] صدر رکن اول مصرعہ اول کو کہتے ہین ۱۲
[2] مطلع رکن اول مصرعہ ثانی کو کہتے ہین ۱۲
[3] یہ شعر امیر خسرو کی اُس غزل کا ہے جس مین بجائے دال جملہ تاء مثناۃ التزاماً لائی گئی ہے ۱۲

بعد واؤ کے اگر کوئی کلمہ مصدر بالف ہو تو اسکی حرکت نقل کرکے واؤ کو دیتے ہین اور اس الف کو کبھی باقی رکھتے ہین کبھی گرا دیتے ہین

واؤ عاطفہ اور معطوف کے درمیان فصل بھی واقع ہو جاتا ہے

[illegible] تا بدو رسم الف واو در حقیقت [illegible] عاطفہ جملہ خاکستر کنید [illegible] جملہ تا بدو رسم [illegible] بحکم ضرورت مقدم [illegible]

واو عاطفہ

سوئے کید رفتند زان مرز بوم **ولہ** پری چہرہ باآن پری پیکران ؛ شدند از پسے گنج وگوہر گران ؛ سعدیؒ
شعر رئیس دہے باپسر در رہے ؛ گذشتند بر قلب شاہنشہے ؛ رفتند وشدند وگزشتند بصیغہ جمع
بیان کرنا اسکے عاطفہ ہونے پر دلیل ہے۔ اگر بمعنی مع لیا جاتا (چونکہ بلبناس اور پریچہرہ اور رئیس دہ
مفرد ہین) رفت اور شد اور گزشت کہا جاتا۔ سعدیؒ **شعر** فرق ست میان آنکہ یارش در بر ؛ با آنکہ
دو چشم انتظارش بر در ؛ اے فرق میان آن وآن الخ علی خراسانی **شعر** می دوددچون باد بر شیب و فراز
این جہان ؛ پیش عاشق درطریقت کوہ باصحرا یکیست ؛ تیسرا تا جیسے نظامیؒ **شعر** وگر بامدادست
راہم پناہ تست ؛ ہمہ روز تا شب پناہم بہ تست ؛ اے ہمہ روز وہمہ شب۔ کیا معنی بندہ خداوند تعالیٰ
عز اسمہ کی پناہ کا ہردم ہر آن محتاج ہے۔ ظہوریؒ **شعر** تفاوت کفر ودین آمد بمعنی ؛ میان عدل او
تا عدل کسریٰ ؛ اے میان عدل او وعدل کسریٰ۔ اور یہ تا جسطرح عربی مین **حتے** جارہ کے
معنے مین مستعمل ہوتا ہے جس کا بیان حروف جارہ مین گزر چکا۔ **حتے** عاطفہ کے معنے مین بھی
مستعمل ہوتا ہے جیسے اکلت السمکۃ حتی راسہا یعنے مچھلی بھی کھائی اور اسکا سر بھی۔ نظامیؒ
شعر سکندر بآن شاہ فرخ نژاد ؛ شبانگاہ بگریست تا بامداد ؛ یعنی اسقدر غم کیا کہ رات بھر روتے
گزری اور صبح بھی تھک کر بیٹھ گیا روتا رہا **ولہ** زبے آب سیم سینہ سوز درون ؛ قدم تا سرم غرق
دریاے خون ؛ چوتھا ہم جیسے امیر خسروؒ **شعر** نیست پشیمانیش ار زر دہد ؛ ہم بود آن لحظہ
کہ کمتر دہد ؛ اے وبود پشیمانی آن وقت کہ الخ بیدلؒ **شعر** مردہ ہم فکر قیامت دارد ؛ آرمیدن
چہ قدر دشوارست ؛ اس لفظ کے خصوصیات سے ہے کہ معطوف ومعطوف علیہ ہر دو پر داخل
ہوتا ہے نظامیؒ **شعر** ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار ؛ زہے شاہ مرکب زہے شہسوار ؛ اور کبھی
تعیین وتاکید معنی عطفی کے لیئے اسکے ساتھ واو عاطفہ بھی لے آتے ہین نظامیؒ **شعر** وگر خدمت
شاہ را درخورست ؛ مرا ہم خداوند وہم خواہرست ؛ بعض مقننین (صاحب بہار عجم ۱۲) نے اسکے معطوف ومعطوف علیہ
کا جملہ ہونا واجب جانا ہے سو یہ کوئی بات نہین۔ مفرد اور جملہ ہر دو پر داخل ہوتا ہے مفرد جیسے
نظامیؒ **شعر** اے برزمین برچو فلک نازنین ؛ نازگشت ہم فلک وہم زمین ؛ جملہ جیسے اوپر کا شعر
"ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار" اور اسکا معطوف کے اول وآخر ہر دو جگہ لانا جائز ہے اول جیسے اوپر
کے اشعار مین اور آخر نظامیؒ **شعر** وان بیکے دانہ زراہ کرم ؛ حلہ برانداختہ وحلیہ ہم ؛

بیان تا عاطفہ

ہم عاطفہ کے ساتھ بنظر تاکید واو عاطفہ بھی لایا جاتا ہے

ہم عاطفہ معطوف کے اول وآخر ہر دو جگہ لانا جائز ہے

اسے حلہ وہم حلیہ برانداختہ۔ اور جس طرح واو عاطفہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ نیز عاطفہ کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے نظامیؒ شعر تا سخن آنجا کہ برآرد علم ٭ حرف زبادست زبان نیز ہم ٭ اسے حرف از قبیل باد ست وزبان نیز یا زبان ہم از قبیل بادست۔ اور اسکا مزید علیہ ہمان بھی مستعمل کلام فصحا ہے نظامیؒ شعر چنان آفریدی زمین وزمان ٭ ہمان گردش انجم وآسمان ٭ کہ چندانکہ اندیشہ گردد بلند ٭ سر خود برون ناورد زین کمند ٭ اسے وگردش انجم وآسمان ولہ نہنگے بما برگزر کردہ گیر ٭ ہمان گنج ناخوردہ را خوردہ گیر اسے وگنج ناخوردہ الخ۔ اور اسکے ساتھ بھی نیز عاطفہ کا جمع کرنا جائز ہے نظامیؒ شعر زمرکوب دیبا وصدگونہ چیز ٭ ہمان خلعت پادشاہانہ نیز ٭ اسے وخلعت پادشاہانہ الخ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

پانچوان نیز عاطفہ جیسے نظامیؒ شعر شکستہ بسے راہم بستہ ام ٭ بسے بستہ را نیز بشکستہ ام ٭ اسے بسیار شکستگان مظلوم را قوی کردہ ام وبسیار ظالمان قوی را شکستہ ام ولہ ہزارم پذیرفتہ را داد زود ٭ بسے چیزہا نیز در مے فزود ٭ ولہ بہر خانشگہ جان ستان ویدہ مت ٭ قوی دست وچابک عنان ویدہ ست ٭ برامشگہت نیز بینم شگرف ٭ حریفے نداری درین ہر دو حرف ٭ ہم کی طرح اس کا مکرر اور مقدم وموخر لانا بھی جائز ہے نظامیؒ شعر جہان غارت از ہر درے مے برد ٭ یکے آورد دیگرے مے برد ٭ نہ زو امین اینانکہ ہستند نیز ٭ نہ آنانکہ رفتند رستند نیز ٭

چھٹا پس۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب کے لئے آتا ہے یعنی معطوف کو عقیب معطوف علیہ جمع کرنا منظور ہوتا ہے نظامیؒ شعر رہا کرد برانجم اسباب را ٭ بمہ داد گہوارۂ خواب را ٭ پس آنگہ قلم بر عطارد شکست ٭ کہ امی قلم رانگیرد بدست ٭ محقق فرزانہ صاحب بہار عجم نے پس آنگاہ کو بمعنی بعدازان فرمایا ہے کیا معنے کہ یہان پس عاطفہ نہین بلکہ معنے بعدازان مین لفظ پس کا بھی دخل سمجھا ہے اور اسی شعر مذکور سے استشہاد کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہان لفظ پس عاطفہ ہے (چونکہ آن اسم اشارۂ بعید اور گاہ ظرف زمانی بمعنے وقت ہے) معنے بعدازان کے صرف لفظ آنگاہ سے لیئے گئے ہین۔ جیسے اس شعر مین نظامیؒ شعر بشکرم رسان اول آنگہ بگنج ٭ نخستم صبوری دہ آنگاہ رنج ولہ نخستین در پادشاہی زنم ٭ دم از کار کشور کشائی زنم ٭ زحکمت برآریم آنگہ سخن ٭ کنم تازہ تاریخہائے کہن ٭ بہ پیغمبری کو بم آنگہ درش ٭ کہ خواندہ خدا نیز پیغمبرش ٭ سعدیؒ مصرعہ مردمیت بیازمائے وآنگہ زن کن ٭ مگر یہ ترتیب وتعقیب بلا مہلت ہونی چاہیئے اگرچہ اتمام واکمال اس امر معقب

ہم عاطفہ کا نیز عاطفہ کے ساتھ جمع ہونا

ہم عاطفہ کا مزید علیہ ہمان بھی مستعمل ہے

ہمان عاطفہ کے ساتھ نیز عاطفہ بطور تاکید کے آسکتا ہے

نیز عاطفہ کا بیان

نیز عاطفہ بھی مکرر اور مقدم اور موخر ہم عاطفہ کی طرح مستعمل ہے

بیان پس عاطفہ

پس آنگاہ مین پس بمعنی بعد نہین ہے بلکہ معنے بعدازان صرف آنگاہ سے ہے

حافظ ... [illegible]

[illegible]

ومترتب کا مہلت وتراخی کے ساتھ زمان طویل مین ہو سعدیؒ شعر باش تا دشمن بہ بندد روزگار ؛
پس بکام دوستان مغزش برآر ؛ یہ حرف بعینہ عربی کے فا کی طرح ہے کما قال اللہ عزوجل
فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا اور جیسے عربی
مین فا تفریع کے لئے آتی ہے یہ لفظ پس بھی تفریع کے لئے لایا جاتا ہے اور تفریع اور تعقیب
مین یہی فرق ہے کہ تعقیب مین امر اول کو وجود امر ثانی مین کچھ دخل نہین ہے تا تفریع مین امر اول کو وجود
امر ثانی مین ضرور دخل ہوتا ہے سعدیؒ شعر گر سنگ ہمہ لعل بدخشان بودی ؛ پس قیمت لعل و
سنگ یکسان بودی ؛ یعنے جواہرات کا پتھرون کی طرح نے قدر و قیمت ہونا ان کے اسطرح
کثیر ہونے کی وجہ سے ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

(تفریع اور تعقیب مین فرق)

ساتوان باز۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب مین پس کی طرح ہے۔ مگر اس مین مہلت اور تراخی کا اعتبار
زیادہ ہے جیسے عربی مین ثُمَّ اور ہندی مین پھر چنانچہ مولوی اوحد الدین بلگرامیؒ نفائس اللغات
مین لفظ پھر کی تحقیق مین فرماتے ہین۔ پھر بکسر اول مخلوط التلفظ بہا و رای مہملہ در آخر بمعنے
باز بعربی ثُمَّ الخ سعدیؒ شعر رشکم آید کہ کسے سیر نگہ در تو کند ؛ باز گویم کہ کسے سیر نخواہد بودن
اور اس لفظ کا معطوف کے اخیر بھی لانا جائز ہے نظامیؒ شعر برآسود روزے دو در لہو و ناز
؛ زمشکوے دارا خبر جست باز ؛ اے اول چند روز در لہو و ناز گذاشت و بعد ازان از مشکوی دارا
خبر جست۔ اور اس کے ساتھ واو عاطفہ کا لانا بھی جائز ہے حافظؒ شعر زان روے نکو چشم
بدان دور کہ امروز ؛ بر مہ زدہ طعنہ و بر خور زدہ باز ؛ اے و بعد ازان بر خورشید طعنہ زدہ۔

آٹھوان کاف عاطفہ جو واو کی طرح مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ سعدیؒ شعر اے بسا
اسپ تیز رو کہ بماند ؛ کہ خر لنگ جان بمنزل برد۔ اور ہا متصلہ مختفی بھی دو جملون کے مضمون کے
جمع مع الترتیب کے لئے لایا جاتا ہے اور اسکے مدخول کا فعل ماضی صیغہ واحد غائب ہونا واجب
ہے جیسے عالی کہتا ہے شعر چون دانہ تسبیح بدست اے دریکتا ؛ آخر بصد آمین و دعا آمدہ فتی ؛
چنانچہ کچھ بیان اسکا مقدم گذر چکا ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور حروف عاطفہ مین سے
نہ ہے جو مفردات پر داخل ہوتا ہے اور اس مفرد سے نفی اس حکم کی کیجاتی ہے جو کہ اس مفرد کے
متبوع (یعنی معطوف علیہ) مین تعیین کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ اس کے

(کاف عاطفہ کا بیان)

(ہاے متصلہ مختفی عاطفہ کا بیان)

ماقبل جملہ خبریہ موجبہ یا امر کا ہونا ضرور ہے اور اس کے بعد اسم مفرد (یعنی غیر خبر) کا ہونا واجب جیسے رفت زید نہ عمرو۔ سعدیؒ **شعر** ترک دنیا و شہوت ست و ہوس ٭ پارسائی نہ ترک جامہ و بس ٭
وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

بیان کلمات عاطفہ تردیدیہ

اور حروف عاطفہ مین سے یا و اگر و خواہ اور کہ و واو بمعنی یا ان کو حروف عناد و تردید بھی کہتے ہین ان پانچ حرفون مین سے کوئی حرف جن کلمون یا کلام کے درمیان واقع ہوتا ہے اُن مین سے ایک امر غیر معین لا علے التعیین مراد ہوتا ہے۔

یا اور اگر اور خواہ ان تینون کلمون کو معطوف و معطوف علیہ دونون پر لانا جائز ہے

جاننا چاہیئے کہ یا اور اگر اور اس کے مخففات گر و ار اور خواہ۔ ان تینون کلمون کو معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لانا بھی جائز ہے بخلاف کاف و واو عنادیہ کہ فقط معطوف کے سرے پر یعنی صرف معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان مین لاتے ہین امثلۂ آتیہ اس دعوے کے شاہد ہین۔ اور یہ بیان بھی سن لیجیئے کہ صاحب جواہر الحروف یا کے استعمال کو اس جگہ مخصوص رکھتے ہین کہ جہان معطوف و معطوف علیہ مختلف الکیفیت ہون یعنی ایک مثبت تو دوسرا منفی ہو اور استعمال مدخول خواہ کو متفق الکیفیت مین مختص سمجھتے ہین یعنی معطوف و معطوف علیہ ہر دو کا مثبت ہونا ضروری سمجھتے ہین چنانچہ جواہر الحروف مین بیان کلمات عناد کے تحت مین فرماتے ہین "و فرق بینہما آنست کہ مدخول خواہ در ہر دو جا ثبت می باشد و مدخول یا در یکے منفی و دیگر مثبت" انتہیٰ میرے نزدیک یہ شرط و اختصاص ناصواب ہے اشعار مذیلہ استشہادا فی الباب ہے۔ نظامیؒ **شعر**

یا اور خواہ کے استعمال مین فرق ہے یا نہین

یا کا استعمال متفق الکیفیت مین

چنانش و ہم مالش از تیغ تیز ٭ کہ یا مرگ خواہی زمن یا گریز ٭ **ولہ** کسے کو بران اژدہا بگزرد ٭ ہمان ساعتش یا کشد یا خورد ٭ اسکا استعمال خبر و انشا ہر دو مین برابر جائز ہے خبر جیسے امثلۂ مذکورہ مین انشا جیسے نظامیؒ **شعر** یا علی در صف میدان فرست ٭ یا عمرے بر سر شیطان فرست ٭ **ولہ** یا چو غریبان پے رہ توشہ گیر ٭ یا چو نظامی زجہان گوشہ گیر ٭ یہ امثلہ اتفاق کیفیت کی تعیین اور اختلاف فے الکیفیت جیسے طالب آملی **شعر** ناز و کرشمہ بود در آئین حسن لیک ٭ مہر و وفا ندانم یا بود یا نبود ٭ سعدیؒ **شعر** یا مکن با پیلبانان دوستی ٭ یا بنا کن خانۂ در خورد پیل ٭ اور کبھی اس حرف تردید کو لفظاً حذف کر دیتے ہین۔ مولوی معنویؒ[۱۴۵] **شعر** فتویت اینست اے بریدہ وست ٭ کاندر آئی و نگوئی امر ہست ٭ بوحنیفہ داد این فتوی ترا ٭ شافعی گفتست این اے ناسزا ٭

یا کا استعمال خبر اور انشا دونون مین جائز ہے

یا کا استعمال مختلف الکیفیت مین

کبھی حرف تردید لفظاً حذف کر دیتے ہین

اے یاشافعی الخ زین خان کوکلتاش **شعر** بیک شب چہ عشرت توان کرد باتو ؛ تماشا کنم می خورم رازگویم ؛ اے تماشا کنم یا مے خورم یا راز گویم ۔ اور کبھی اس حرف تردید کو صرف معطوف علیہ پر لے آتے ہین صوفی کا شعر ہے **شعر** یاصوفی راز لعل خود کام دہید ؛ ور کام ندہید دشنام دہید ؛ اے یا صوفی را کام دہید یا دشنام دہید ۔ اور ممکن ہے کہ یہان یاے تردید بجاے حرف شرط اگر کے مستعمل ہوا ہو جیسے اداۃ شرط موضع تردید مین مستعمل ہو جاتے ہین ۔ اب اس شعر مین یہ تاویل ہوگی اگر صوفی را از لب خود کام دہید فبہا و اگر ندہید دشنام دہید اور ممکن ہے کہ یہان (ور کام ندہید مین) حرف شرط ار جسطرح اکثر بوقت تکرار معنی تردید کا افادہ کرتا ہے اسیطرح بوجہ تقابل یاے تردید مفید معنی تردید ہو وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

دوسرا لفظ اگر ۔ یہ بھی موضع تردید مین استعمال کیا جاتا ہے بعض مقننین نے اس استعمال کو اہل سرخس کے ساتھ مخصوص بتلایا ہے سو یہ کوئی بات نہین اہل سرخس و خراسان سب کے ہان اسکا استعمال برابر ہے خصوصاً قدما کے کلام مین یہ لفظ اکثر مستعمل ہے چنانچہ فراہانی علیہ الرحمۃ نے انوری کے اس شعر کو اس امر مین شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے اور فرمایا ہے **شعر** این طرفہ ترکہ ہست براعدات نیز تنگ ؛ پس چاہ یوسف است اگر چاہ بیژن است ؛ یعنی این جہان چاہ بیژن است بواسطۂ آنکہ بر دشمن تنگ است یا چاہ یوسف است بواسطۂ آنکہ از کبر یاے تو بر تو تنگ است ۔ فردوسی رح **شعر** ستمگار خوانیمش ار داد گر ؛ ہنرمند دانیمش ار بے ہنر ؛ اور یہ بھی سن لیجیے کہ یاے تردید کیطرح لفظ اگر بھی معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جاتا ہے اور اسی طرح مختلف الکیفیت و متفق الکیفیت دونون موقعون مین استعمال پاتا ہے ۔ اول یعنی اتفاق کیفیت مع تکرار حرف تردید جیسے نظامی رح **شعر** گر آسودہ ور ناتوان می زیم ؛ چنانکہ آفریدی چنان می زیم ؛ دوسرا یعنی اختلاف کیفیت مع تکرار حرف جیسے نظامی **شعر** ز تعظیم تو پیش تو ہست و نیست ؛ اگر باشد و گر نباشد یکیست ؛

یہ بات بھی ذرا توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے کہ مینے یہان یہ عرض کیا ہے کہ لفظ اگر موضع تردید مین استعمال کیا جاتا ہے کیا معنی کہ بجاے اس لفظ اگر کے یاے تردید لائی جائے معنی درست رہین کوئی بگاڑ نہ آئے جیسے "ستمگار خوانیمش ار داد گر" مین ستمگار خوانیمش یا دادگر بھی کہہ سکتے ہین اور اسکے یہ معنی نہین کہ بجاے یاے تردید یعنے جہان یاے تردید استعمال

حاشیہ: یاے تردید یہ صرف معطوف علیہ پر بھی آجاتی ہے

حاشیہ: بیان اگر تردیدیہ جس کو اہل سرخس اور بعض نے مخصوص کیا ہے

حاشیہ: اگر کا یاے تردید کیطرح معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جانا اور اتفاق و اختلاف کیفیت مین اس کا استعمال

حاشیہ: یاے تردیدیہ اور اگر تردید مین فرق

کیا جاتا ہو اُس جگہ اس اگر کو استعمال کرسکین جیسے اشعار مذکورہ مین "چنانش دہم مالش از تیغ تیز؛ کہ یا مرگ خواہی زمن یا گریز؛ اور "یا مکن باپیلبانان دوستی؛ یا بنا کن خانۂ درخورد پیل؛ مین اگر مرگ خواہی زمن ار گریز اور "اگر مکن باپیلبانان دوستی ار بنا کن الخ نہین کہہ سکتے۔ اسمین سر یہی ہے کہ دراصل یہ

لفظ اگر کی حقیقت

حرف شرط ہے اور اس کا مدخول جملہ شرطیہ ہے جس کا حاصل معنی مفہوم مردّد پر پہنچ جاتا ہے اسی واسطے اسکا مدخول سوائے جملہ کے نہین ہوتا۔ اگرچہ صورت مین مفرد کے ہو اور یہ حرف شرط مکرر یعنی معطوف ومعطوف علیہ دونون جملون کے سرے پر لایا جاتا ہے اور جہان کہین صرف معطوف پر ہوتا ہی وہان بھی باعتبار حقیقت ایک حرف شرط جملہ معطوف علیہ کے سر پر ماننا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

خواہ تردیدیہ کا بیان

تیسرا کلمات تردید مین سے لفظ خواہی اور اسکا مرخم خواہ ہے دراصل یہ خواستن سے مضارع حاضر کا صیغہ ہے اور خواہی خواہ کے مرخم کرنے مین وہی نکتہ تخفیف مدنظر ہے جو توانند سے توان

خواہی سے خواہ بنانے مین نکتہ کیا ہے

کی ترخیم کرنے مین تھا کیا معنی کہ لفظ توان کی تخفیف لفظی کو تخفیف معنی یعنی عدم ذکر فاعل لازم ہے مگر مصرعۂ ثانی اس شعر ثانی مین چو توان شمرد کا فاعل پڑا ہوا ہے۔ نظامیؒ **شعر** پذرہندہ دیگر آغاز کرد؛ کہ دارا نہ چندان سپہ ساز کرد؛ کہ آنرا شمردن توان در قیاس؛ کسانیکہ ہستند لشکر شناس؛ الحاقی ہے میانجیون کی بے توجہی سے درج اصل کتاب ہوگیا ورنہ دراصل مصرعہ ثانی یہ ہے؎ شمارندہ را در دل آید ہراس؛ اور یہ مصرعہ ثانی بتقدیر حرف علت مصرعہ اولیٰ کی علت ہے یعنی اس وجہ سے شمار نہین کیا جاسکتا کہ شمارندہ خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ خیر اسی طرح خواہ کی تخفیف لفظی کو حذف اداۃ شرط لازم اسی وجہ سے خواہی نخواہی وخواہ نخواہ بجائے طوعاً وکرہاً یعنی ناگزیر د ناچار کے معنون مین اساتذہ کے کلام مین مستعمل ہے میرمعز فطرت **شعر** زلف می داد اگر نازش عنان کم نگاہی را؛ نمی شد کس حریف غمزۂ خواہی نخواہی را؛ نخشبی **شعر** نخشبی ذوفنی عجب چیز است؛ خواہ ناخواہ زر بدست آید؛ اور اردو مین خواہ مخواہ بھی بولتے ہین کیا معنی کہ دل چاہتا کام طوعاً اور جس کام کو دل نچاہے کرہاً کیا جاتا ہے اور جو کام اگر دل چاہے اور اگر دل نہ چاہے ہر حال کرنا ہو وہ ناگزیر اور ضروری ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ شرطیہ جملے ہین اداۃ شرط یہان سے محذوف ہین جسکا حاصل معنی مفہوم مردّد پر جا ٹھہرتا ہے تو بلا لحاظ شرطیت اداۃ تردید یا کی طرح اتفاق واختلاف کیفیت مین اور اسی طرح انشا وخبر ہر دو جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اتفاق کیفیت

خواہ اتفاق و اختلاف کیفیت اور انشا و خبر مین برابر طور پر مستعمل ہے

جیسے سعدیؒ **شعر** من انچہ شرط بلاغست باتومیگویم ÷ توخواہ از سخنم پندگیر خواہ ملال ÷ نظامیؒ **شعر** چومن زین ولایت کشادم کمر ÷ توخواہ افسرازمن ستان خواہ سر ÷ اور اختلاف کیفیت جیسے نظامی رح **شعر** تاج وتخت آلتست شاہی نہ ÷ آلتی خواہ باش خواہی نہ ÷ یہ امثلہ انشا کے بھی ہوسکتے ہین - اور خبر جیسے سعدی رح **شعر** رامی رای تست خواہی جنگ خواہی آشتی ÷ ماقلم برسرکشیدیم اختیارِ خویش را ÷ ولہ دست کوتاہ باید از دنیا ÷ آستین خوہ دراز خوہ کوتاہ ÷ اے خواہ جنگ باشد خواہ آشتی باشد آستین خواہ دراز باشد خواہ کوتاہ باشد - اور یہان تاویل انشا کی بھی ہوسکتی ہے - اے خواہ جنگ کن خواہ آشتی کن - آستین خواہ دراز باش خواہ کوتاہ باش وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۵

چوتھا کلمات تردید مین سے کاف ہے یعنی بعض محققین (صاحب قوانین دستگیری) نے کاف کو بھی اداۃ تردید بین شمار کیا ہے اور شاہد اپنے مدعا کا اس شعر کو بنایا ہے **شعر** حسن معشوق بہترست کہ آن ÷ آن ازین بہترست و این ازآن ÷ اے حسن معشوق بہترست یا اداے معشوق - یہ سوال ہے اسکا جواب مصرعۂ ثانیہ اور کبھی یہ کاف یاے تردید کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے جیسے **شعر** بردلش می گذرم یا کہ فراموشم کرد ÷ اے محبت بسر دوست تراسوگندست ÷ اور صاحب جامع الترکیب نے یہ مثال گھڑ دی ہے ع ہست تردید روم یارب کہ باشم درمقام ÷ اور بعض سخن فہمون نے سعدی کے اس شعر مین **شعر** دلِ دوستان جمع بہتر کہ گنج ÷ خزینہ تہی بہ کہ مردم برنج ÷ کاف کو تردیدیہ فرمایا ہے اور بعض نے (صاحب ہفت قلزم) نافیہ مانا ہے - یعنی " دل دوستان جمع بہتر نہ گنج " میرے نزدیک یہ فضول کاف کی توزیع بڑھانا ہے دراصل یہ وہی کاف ہے جو مفضل علیہ پر از کی طرح داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر مین **شعر** بہ تمناے گوشت مردن بہ ÷ کہ تقاضاے زشت قصابان ÷ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

کاف تردیدیہ

پانچوان اداۃ تردید مین سے واو ہے جیسے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** گل ہمین پنج روز وشش باشد ÷ وین گلستان ہمیشہ خوش باشد ÷

واو تردیدیہ کا بیان

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

هٰذَا اٰخِرُ مَا تَيَسَّرَ لِیْ مِنَ الْكَلَامِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى حُسْنِ الْخِتَامِ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنَامِ مَوْلَانَا
مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى وَاٰلِهِ الْعِظَامِ وَصَحْبِهِ الْكِرَامِ
اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۵

گہر جوے را تیشہ بر کان رسید	جگر خوردن دل بپایان رسید
بساطے کشیدم بترتیب نو	برو کردم اندیشہ را پیشرو
دگربارہ بر کان کشادم کمین	بر انداختم مغز گنج از زمین
بسے سالہا شد کہ گوہر پرست	نیاورد زینگونہ گوہر بدست
فروشندۂ جوہر آمد پدید	متاع از فروشندہ باید خرید
بدعوے دروغے نیاید نمود	زر و آتش اینجا توان آزمود
شناسندہ گر نیست شوریدہ مغز	نہ بہرہ شناسد زدینار نغز

ہنر تابد از مردم گوہری
چو نور از مہ و تابش از مشتری

تقریظ چکیدہ کلک گہر سلک قدوۃ العارفین امام السالکین مغیث الفضلا رحلۃ العلما۔ المحقق للحقائق والمعارف طود العلم والفضل۔ بحر التحقیق والتدقیق المفسر العارف۔ والمحدث الفقیہ۔ سیدی وسندی۔ وسیلتی فی الیوم والغد مولانا الاستاذ المولوی الحافظ ابو المحمود رشید احمد مدظلہم اللہ الفرد الصمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً۔ بندہ کی دانست مین مولوی صاحب مؤلف نے بہت اچھا لکھا ہو قابل تحسین ہی فقط

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ایضاً از علام علوم فارسیہ فہام فنون عربیہ دقیقہ رس سخن یک فنی در ہر فن نقاد جواہر حقایق صراف نقود دقایق جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول جہبذ الجہابذہ استاذ الاساتذہ مولانا استاذی المجد المولوی ابو الخیرات سید احمد صاحب دہلوی مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور صانہا اللہ عن الفتن والشرور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً مثنیاً بالصلوٰۃ والتسلیم۔ امابعد خادم سادات مفتقر الی الصمد ابو الخیرات سید احمد ناظرین باستعداد وطالبین خوش اعتقاد کی خدمت مین گذارش کرتا ہے کہ یہ کتاب کچھ میرے

ف مصنف قبل ازین رسالہ مفردات افشا در صرف نوشتہ است ازان بعد این رسالہ در نحو چنانچہ در دیباچہ ذکر کردہ ۱۲

ف مولانا ے ممدوح در علوم فارسیہ از شیخ امام بخش صہبائی رحمہ اللہ و میرزا اسد اللہ خان غالب تلمذ داشتند ۱۲

دیکھنے مین کچھ سننے مین آئی اس طرز تحقیق سے مذاق مشتاق نے حلاوت پائی واقعی صاحب تصنیف ادیب منیف سلف حریف مولوی حسین شریف نے اس تاسیس قواعد و تمہید فوائد مین تحقیق کا بیڑا اُٹھایا ہے اور نظارگیان آفاق وطالبان باشتیاق کو تدقیق کا جلوہ دکھایا ہے کتاب لطیف قابل تحسین ہے اور مصنف شریف لایق آفرین ۔ مبتدی و منتہی اس دستور نامہ کو دستور العمل بناوین تو امید ہے کہ بہیڑیا چال سے رہائی پاکر تحقیق و تدقیق کی راہ پر آوین ومن اللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التوثیق فقط

ابو الخیرات سید احمد عفی عنہ

ایضاً از عمدۃ الفضلا زبدۃ العلما حلال مشکلات علوم عربیہ کاشف معضلات فنون ادبیہ مقبول بارگاہ لم یزلی مولانا الاستاذ المولوی محمد ذو الفقار علی صاحب مدظلہ العالی

حامداً ومثنیاً ومسلماً ومصلیاً ۔ کتاب قواعد فارسی تصنیف فاضل منیف مولوی حسین شریف کے اکثر مقامات کمترین کی نظر سے گذرے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے فراہمی قواعد مین نہایت سعی فرمائی ہے اور جو کچھ لکھا ہے محققانہ لکھا ہے اور اشعار مثالیہ خوب بہم پہونچائے ہین مین امید کرتا ہون کہ یہ رسالہ مبتدی اور منتہی دونونکو نافع ہوگا فجزاہ اللہ تعالی عن مستفیدیہ خیراً ولا یلحق بہ ضراً وضیراً فقط

کتبہ العبد المفتقر ذو الفقار علی الدیوبندی

هٰذا ما کتبہ البارع السمیدع الاریب الفاضل نحریر الادباء المخاطب باذیب الدولۃ سناد الملک سلطان العلماء آقا السید علی بن السید ابو الحسن الشوستری الجزائری سلمہ اللہ تعالی مقرظاً علی هذہ الرسالۃ

هو المعز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد المن اعرب بناء هذہ السقف المرفوع ۔ بلا عمد منصوبۃ موضوعۃ ولا طنب الی الارض مجرورۃ ۔ ولا اوتاد لها مبخورۃ بل جزم علقتها عما سواها ورفع سمکها فسوّاها ۔ فسبحان من جلت اسمائہ وافعالہ ۔ وتنزهت عن وصمۃ الحروف کلماتہ واقوالہ ۔ والصلوۃ والسلام علی الاصل الواحد الذی یشتق منہ الافعال المحمودۃ فی کل باب ۔ والمصدر الوجودی الذی صدرت الیہ فمنہ احکام السنۃ والکتاب ۔ نبینا المنعوت فی الکتب السماویۃ من لسان اللہ الاحد الصمد

بالضم آویزش ۱۲

۵ التخریج بر تراستدن ازین است تخاریم

المحکی عنہ بواسطۃ روح الامین عن روح القدس برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ الامثلۃ المختلفۃ لمعانی موتلفۃ وھم معہ الحروف النورانیۃ۔ والغرض الاصلی
من الاحرف المرموزۃ فی اوائل السور القرآنیۃ۔ فصلی اللہ علیھم ما دام الکلام لمّا فی الفواد
ظرف۔ وما دامت الکلمۃ اسم وفعل وحرف۔ وبعد فلما رایت قرائۃ علیّ ما املاہ قلم الحبر الماھر
بل البحر الذاخر ابو الفارسیۃ وابن جلاھا وشیخھا وطلّاع ثنایاھا الغطریف الطریف المولوی
محمد حسین شریف فی اصول القواعد الفارسیۃ من نحوھا وصرفھا وبیانھا ومعانیھا
باستنباطات منہ انسیّۃ بتحقیقات علاہ بعد الوقوع۔ وتدقیقات ذللہ للجانی عند الینوع
قطوفھا دانیۃ۔ تسقی من عین انیۃ۔ واستحسانات عمل فیھا فکرہ۔ وفرغ لھا راسہ واتعب
دماغہ وحلّک لھا اصدرہ۔ حتی وضع کتابا ینفع طالب اللسان۔ اذا وقف علیہ فقد وقف منہ
بما لم یطمثھن انس قبلہ ولا جان۔ ومن استعود کلماتہ وقلد عاداتہ یفوق الاقران۔
بشحاذۃ تحصل منہ للاذھان وعندی انّ ھذا اللسان لسان حملۃ العرش کما ورد عن صاحب
الادوار والاکوان۔ وجنۃ قد تزخرفت وفیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین۔ ولما
کان من بنی سام بن نوح علی نبینا وعلیہ السلام أُ الانبیاء جمیعا علیھم السلام وکان کل نبی
بمقتضی یومہ۔ علی لسان قومہ۔ وحکی الوحی السماوی ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ
فما اظنّ ان احدا منھم تکلم بالفارسیۃ الا کلمات منھا شرّفھا تاج الانبیاء وخاتمھم و
شرف الرسل فاتحھم وخاتمھم۔ لمّا تکلم مع سلمان اذ کان یتململ فی المسجد بصحنہ من شدۃ
وجع بطنہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا سلمان اِشکمت درد قم فصل وکما قال بعجمی یا کل
العنب علی باب المسجد عذقۃ عذقۃ یا اخا فارس کلِ العنب دوتا دوتا خوش خوش وقال
ما ھو المشھور عند الفقھاء بالشھرۃ والزیادۃ انی اکرہ بیع دہ بدہ وازدہ فلقی الفارسی مدحا انہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلم بہ قاصدا واستبھج بہ حامدا ولمّا کان الاغلب فی ھذہ الملۃ البیضاء
المحمدیۃ کثر اللہ امثالھم فی البریۃ والبحریۃ ملوکا ودولا اما من الترک او الفارس من وُلد
یافث بن نوح او الکرد والانکلیس لما اقتضت الحکمۃ الالھیۃ بان تکون ھذہ الجرثومۃ
اصحاب سیف وسلطنۃ وکان کما قال المتنبی ۵ اعلی الممالک ما تبنی علی الاسل۔ وکان

۵ عذق بالکسر خوشۂ خرما وخوشۂ انگور ۱۲

كلّ دفاترهم واحكامهم بالفارسية ودساتيرهم وقوانينهم بها طول الازمان حتى الهند لما حكم فيها المغولية الى التيمورية لم يتغير احكامهم ودفاترهم عما كانت عليها من لسان دولتهم وقلّدها المسلمون فى كل قطر فا تواحذوهم حذو النعل بالنعل والقذّة بالقذّة تقريراً اسطراً بسطر وتحريراً اسطراً بسطر فحصل الفارسية كل تركى ورومى وهندى وبنواد فاترهم بهذا اللسان لا سيما من زمن الدولة التيمورية الى هذا الزمان كانت بالفارسية الى الآن فتبع المسلمين الهنود حصّلوا هذا اللسان المحمود لانه كان لسان دولتهم ان لم يكن لسان ملّتهم - ولسان حكومتهم ان لم يكن لسان طريقتهم - الى المائة الثالثة بعد الالف من الهجرة النبوية - صلى عليه وآله رب البرية - فاتبعت الناس لسان الانكليس لما اخذت الدنيا بثلاث ارباعها بلا تفاوت فى القياس والمقيس - ومسّت الحاجة الى تحصيل لغة الافرنج اشدّ مسيس - اللهم انّا نعوذ بك من تتميم الامور - ورغبات الجمهور الا لاكمال الدين وانت خير الحاكمين - وبيدك ازمة الامور وزمام قلوب الجمهور فكما قيل ؎ اذا تمّ امر بدا نقصه ترقب زوالا اذا قيل تم فقد تصرف الانكليس فى الربع المسكون واخذت الثلثين منها على ما هو تخمين المساحين من ارباب الفنون وقد قلت فى دولتها ؎ لا تغرب الشمس بملكها ولا تحسب كلامى ذاك قولا مهملا فان امريكا نهارها ابدا ليلة وجه الارض سل من وحدا وارجوزتى هذه طويلة ومنها ؎ صلّى طاراً طار حسن صيتها وعندنا فى هندها عفريتها يأتيك لو كنت بوسط [تیلیگراف ۱۲] الصين من سبأ بنبأ يقين وكل من له الى هذا اللسان شوق او له توق الى طعم حلاوته لصادق الذوق فلا احسن له من هذا الكتاب فان فيه ما قرأ ولكل ضيف قِرى من اهل البلد والقرى فقد جمع ما يحتاج اليه فى اللسان ويصدق عليه كل الصيد فى جوف الفرى ولو لا سوى تشحيذ الاذهان من نكاته وتحنيذ الافكار من تحقيقاته لكفى فى الرغبة اليه عن غيره من استطلاب خيره - وبه الكفاية ومن الله الوقاية كتب هذه الاحرف بقلمه وخط يده برقم سلطان العلما

سناد الملك

وقال فی الفارسیۃ بدیہا مضمنا

پزشک فارسی ار خوانمش درست و بجاست | چو او مزاج شناسی بپارسی ز کجاست
ز فرق تا قدمش ہر کجا نظر فگنی | کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

الحق حق تحقیقات پارسیہ را ادا نمودہ - و ابواب تدقیق بر روے طالبان این زبان کما ینبغی کشودہ و محققانہ گوے سبقت از محققین ربودہ - ہر ورقش را ہزار دفتر ثنا در خورست - و ہر سطرش را ہزار شطر آفرین در پے ؎

داد معنی مصنفش خوش داد | منتے بر سرِ ہمہ بنہاد
بر مصنف زغیب این شعر ست | کہ ندا ہاتفش چنین در داد
مبتدی منتہی بہ بہرہ ازو | متوسط ازو سرور نہاد
آفرینِ خداے بر پدرے | کہ تو آورد مادرے کہ تو زاد

تقریظ نوک ریز کلک گہر سلک سحر طراز بل ہمہ اعجاز سپہر کمال را مہر منجلی حاجی مولوی محمد ضیا علی صاحب سلمہ اللہ القوی الولی +

حمد واجب واجب الوجود را لایق و سزا است - و تحالف صلوات و تحیات بران ممکن الوجود کہ لباس امکان از قامت وجوب نبوتش قصیر و نا زیبا میرزا قانع علیہ الرحمۃ چہ خوش گفتہ بلکہ در سفتہ ؎ لباس واجبی از قامتش بلند تراست ٭ ولیک جامۂ امکان ز قد او ست قصیر ٭ و علی الہ الطاہرین و اصحابہ الماجدین الراشدین پس بر ضمائر اولی الالباب و البصائر مخفی و محتجب مباد کہ این کتاب نادر البیان بطرز شگرف و لو بنظرم رسیدہ و دامن خاطرم از چمنستان آن ریاحین تازہ بہار چید فے الواقع عجب کتابیست کہ دیدۂ زمانہ نظیرش ندیدہ و گوش اساتذۂ سلف ہمچو نغمۂ جدیدش نشنیدہ و شنیدہ کے بود مانند دیدہ و چرا چنین نبود کہ مصنفش فاضل نحریر و بر استخراج مضامین دقیقہ ماہر و قدیر بل ہو ابن بجدتہا و ابو بکرہا کما قال و ہو اصدق فی المقال ؎

درین نامہ من ہر چہ کردم بیان | نیابیش در صحف پیشینیان
بہر نقطہ از چشم انصاف بین | ستارہ بیاوردہ ام بر زمین

و ہو الشاعر الماہر اللطیف والادیب البلیغ الغطریف اعنی جناب مولوی حسین شریف ادام اللہ تعالی و ابقاہ و من حیاض فیضہ القدیم اسقاہ ولا زال کتابہ مقبولا بین العام والخاص و موہوبا من اللہ سبحانہ شرف الافادۃ بمزید الاختصاص ولا برحت مہجتہ محسودا و قیلہ بہذہ الاستقامۃ محمودا - والسلام حرر فی سابع عشر من شہر اللہ الاکبر یوم الربوع

حررہ الراجی عفو ربہ والفقیر الی رحمتہ سبحنہ
محمد ضیا علی

تاریخ طبع کتاب از مجمع الفضائل منبع الفواضل نکتہ سنج جادو طراز مضمون آفرین سخن پرداز ناظم بیمثال ناثر بعدیل مولانا المولوی محمد عبد اللہ الحسینی الخلیل صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ معسکر بنگلور مدمجد ہم الجلیل

کیا ہی چھپا ہی فضل خدا سے باب وتاب — یہ لاجواب دفتر آئین فارسی
سے فی الفور سال طبع کہا یہ خلیل نے — لکھے ہین واہ خوب قوانین فارسی ۱۳۱۱ھ

ایضاً از نتائج طبع دقیقہ یاب کیاست مآب شاعر نازک خیال فصیح بیان معنی رس سخندان محمد ابراہیم خان صاحب آصف بنگلوری کان اللہ لہ

فارسی کی نحو مین نادر کتاب — لکھی مولانا نے بیمثل و ندید
فی البدیہہ لکھدیا آصف نے یہ — سال طبع اس کا "فیوضات جدید" ۱۳۱۱ھ

ایضاً از طبع وقاد نقاد سخن علامہ جلیل مولانا المولوی خلیل الرحمن صاحب خلیل برہانپوری مؤلف تاریخ برہان پور ومقامات الاولیا واحادیث قدسیہ وعلامات القیامۃ سلمہ اللہ تعالی

از جناب حکمی علامۂ فہام دہر — شد بترتیب عجیب این نسخۂ لب لباب
اوست لقمان زمان و بوعلی عصر خود — ملک حکمت زو منور شد چو ماہ از آفتاب
خوب شد در فارسی دستور نامہ بیعدیل — مثل آن چشم زمان گاہے ندیدہ یک کتاب
در ادب بسیار می باشد کتب لیکن کسے — پیش ازین ہرگز ندیدہ ہمچنین راہ صواب
با ادب پیش مصنف بہر تاریخش خلیل — عرض کن "دستور نامہ طبع شد عالیجناب" ۱۳۱۱ھ

خاتمہ وتاریخ طبع دستور نامۂ فارسی از مصنف عفا اللہ عنہ

شکر کاین نامہ بعنوانے[۵۱] رسید — کان گوہر در جہان آمد پدید
گوہرے چون چشم روز افروختہ — با فروغش مہ[۵۲] ستارہ سوختہ
(اے آفتاب ۱۲) (مہ یعنی ماہ) (یعنی مغرا)
گوہرے آمد ز جان کندن بدست — نیست آن کاید ز کان کندن بدست
چون درین رہ آب من خون کردہ ام — مغز نغز از نغز مغز آوردہ ام
چون بصد دل خوردہ ام خون جگر — معنئے آوردہ ام رنگین و تر
ہر گہر گنجینۂ راز اسرار نہان — خاصہ آن کادر دمش از مغز جان

---

۵۱ بعنوانے — این لفظ در محل [illegible]

۵۲ ستارہ سوختہ — اے ستارہ سوختہ یعنی بجزو الفاظ یعنی ستارہ موصوف سوختہ صفت آں موصوف باصفت جزو مرکب مبتدا است لے مقابل فروغ این نامہ ماہ ستارہ سوختہ یعنی ستے نورے نماید ۱۲

بودم از فکر معانی در جگر | تا زر نگین نکته گشتم لعل گر
این چنین رنجی که بردم بهر گنج | نه از تمنا که خورم من دست رنج
در نه بستم همچو بی سرمایگان | رایگان بخشم چه گنج شایگان
این چنین گنجینه و بکشاده در | خوابناکیست بود خسران مگر
چشم بکشا واقف اسرار شو | نکته ام به پزیر و برخوردار شو
مزد کار خود نمی خواهم مگر | طالب انصافم از صاحب نظر
که عیار زر من گیرد نخست | تا درست زر من بیند درست
گنج من کز قلب بیدار و فراغ | ده دهی زر است و گوهر شب چراغ
حرف حرفش دفتر معنی ست بین | زو بصد رنگی نگارستان چین
خط او سر خط خورشید آمده | خاصه در برج حمل خرگه زده
سطرها بر کاغذش دام نظر | حرف حرفش یک ز دیگر نغز تر
لفظ او منت بمعنی بر نهاد | هم فصاحت بهر لفظش خانه زاد
سحر و افسون هر سخن در دلبری | نکته اش را تیر گردون مشتری
حرف او از برگ گل نازکتر ست | زهره با ناز ادایش گشت پست
سطر سطرش رشتهٔ جادو ست بین | نظم پروین نثر آنرا شد رهین
سطر و مابین سطورش در نظر | جوی شیر ست و نیستان شکر
سطر را جنات و بین سطر را | گوئی الانهار تجری تحتها
معنی روشن بلفظ نکته سنج | زهره در میزان سعادت راست گنج
چون مرتب گشت حکمی بهر سال | آشنا گردید در بحر خیال
خاصه سالی کاندران هر هفت گشت | این عروسی که زمه حسنش گذشت
مصرع تاریخ آن کامد قبول | گفت "نادر هست تبیان اصول"
سال طبع از غیب در گوشم رسید | در قواعد شد کتابی بس مفید
سال دیگر سال طبعش بی شبه | از سر الفاظ و طرز مرتبه

۵ در جگر بودن ای کمال مشقت بردن ۱۲
۶ لعل گر ای لعل سازنده نظامی شعر ...
۷ عیار گرفتن ای پرکھنا زر ...
۸ رشتهٔ جادو ...
۹ نیستان شکر ...

فی البدیہہ ہاتفم اندر نہفت
حکمت آمد جملۂ اسرار گفت ۱۳۱۸ھ

ولہ

درّ سالش چہ نغز دیگر سفت   در "قواعد متین کتاب" گفت ۱۳۱۸ھ

ولہ

فلکم بگفت دیگر کہ نہ شک درو نہ ریبہ   کہ بجوئی سال طبعش ز "فوائد غریبہ" ۱۳۱۸ھ

ولہ فی الہندیۃ

بحمد اللہ چھپا دستورنامہ   زمانہ سے تھے سب طالب اسی کے
لکھا حکمی نے سال طبع مطبوع   ہوئے سہل اب "ضوابط فارسی کے" ۱۳۱۸ھ

از نتایج طبع ارجمند آسمان پیوند سحر پرداز جادو طراز در فن تاریخگوئی ماہر بدایع اسلوب آن قادر یکہ تاز مضمار نکتہ دانی المولوی الحافظ حفیظ اللہ صاحب فانی اعظمگڈہی

حکیم حاذق و علامۂ حسین شریف   نوشت اصول قواعد زہے پسند طبع
چو سال طبع ہمایونش خواستم فانی   سروش گفت بگو "شد متین کتاب طبع" ۱۳۱۸ھ

ولہ

چھپی مجتبائی مین باصد صفائی   یہ نادر کتاب افاضت شمامہ
کہو مصرع سال مطبوع فانی   "چھپا ہے بہت عمدہ دستورنامہ" ۱۳۱۸ھ

ولہ

فوائد نامہ چون در طبع آمد   ندائے ہاتفم گردید مسموع
بگوا ے فانی دلشاد تاریخ   بشد دستورنامہ عمدہ مطبوع ۱۳۱۸ھ

ولہ

شدہ دستورنامہ چون مطبوع   کہ افاضات علم راست مآب
گفت تاریخ ہاتفم فانی   گشتہ مطبوع لاجواب کتاب ۱۳۱۸ھ

تمت

عالیجناب مولانا حافظ محمد عبد ال[illegible] مطبع مجتبائی دہلی

کیسی نادر کتاب طبع ہوئی	[illegible] ہر شخص لوٹ ہو۔ غش ہے
فکر تاریخ کی تو ہاتف نے [illegible]	کہہ دیا دلپذیر و دلکش ہے

صورۃ ما کتبہ الکاتب الیلمعی مولانا [illegible] المتخلص بالعشق الکیرانوی مصحح المطبع المجتبائی

رأیتُ الکتابَ الّذی یُستطابُ	بِصَرفٍ ونَحوٍ اِلَیہِ المتابُ
لِتحقیقِ لفظٍ عیارٌ صحیحٌ	لِتوجیہِ معنیً بیانٌ صوابٌ
جرٰی منہ بحرُ القوانینِ جِدًّا	ومِن ذاکَ سالت عیونٌ عذابٌ
شواھدُہٗ ثابتاتٌ عدولٌ	دلائلُہٗ [illegible] لھنّ جوابٌ
فلِلّٰہِ درُّ الشریفِ الظریفِ	اتاہُ [illegible] فیہِ ارتیابٌ
لہٗ فی القواعدِ ایاتُ سبقٍ	لہٗ [illegible] دینٍ فخرٌ حرابٌ
لوانْ شئتَ علماً فشیخٌ وحیدٌ	وانْ [illegible]لتَ فی جودۃِ الطبعِ شابٌ
ھو البحرُ من شانہٖ انْ یُروّٰی	ھو الغیثُ من طبعہِ الانسکابُ
فطوبیٰ لاربابِ علمٍ وفضلٍ	وبُشریٰ لمنْ ذانہُ الاکتسابُ
الا ایُّھا الفارسیّونَ قوموا	خذوا ما صفا ودعوا ما یرابُ
اما انّ فیہِ غرائبَ دھرٍ	الا انّ ھذا لشیءٌ عجابٌ
تحلّٰی بحلیٍ انطباعٍ لطیفٍ	تجلّٰی کبدرٍ وما فیہِ عابٌ

ففکرتُ من اوّلِ الامرِ فیہِ
وارّختہٗ نعمَ ھذا الکتابُ
۱۳ ھ ۲۰

از عاجز محمد بیگ عفی عنہ منیجر مطبع مجتبائی دہلی

وہ وہ چہ بلیغے ومضامین جدیدہ	طرزے کہ نہا دست نہ دیدہ نہ شنیدہ
تاریخ نوشتم سر اطناب بریدہ	نوباوۂ ابحاث شریفہ ومفیدہ

۱۳ ھ ۲۲

۵۱ مولوی حکیم حسین شریف صاحب مصنف کتاب ہذا سلمہ ۱۲ ۵۳ عاب لغیبت در عیب ۱۲

تقریظ نوک ریز کلک گہر سلک مقدام الکملا [illegible] الفضلا سحر طراز جادو نگار سحر بیان جناب محمد عبد الجبار خان صاحب [illegible]ی سررشتہ دار دفتر معتمد پیشی قدر قدرت اعلیحضرت حضور نور اللہ

[illegible] سخن [illegible] — ازین نامۂ ہوش پر خوب بال

بدستور نامہ نظر بر کشا — باوج سخن بال برتر کشا

سخن را باندازۂ ہوش بین — سنجیدہ کسے دست [illegible]

قوانین نگاران سنجیدہ رای — بسنجیدگی گنج گوہر کشای

خزف ہا بگوہر بیامیختند — گہر با خزف ہا بہم ریختند

نبودہ کسے زان میان ژرف بین — کہ چیدے خزف ہا ز دُرِّ ثمین

[illegible] ژرفت — خزف ماند ور نجش زیادی زرفت

بجکمی چو دورِ سخن در رسید — خزف از میانِ گہر بر کشید

زرستیِ اصل بنای لغات — بایوانِ گفتار نبود ثبات

بمعماریِ فکرِ کیوان شکوہ — رسانیدہ پشتِ قوانین بکوہ

ز اسرارِ ہر نکتہ داد آگہی — نکردہ با برازِ آن کوتہی

ز تحقیق کردہ بدانسان پسیچ — کہ نگذاشتہ نکتہ سربستہ ہیچ

چہ خوش گفت دانای سنجیدہ [illegible] — [illegible]

بنای [illegible] معمار کج — برآید ازو قصر و دیوار کج

کجی ہا بسے بود اندر سخن — ندیدند سویش دگر اہلِ فن

بچشمِ خرد آن کجی وا نمود — درِ آگہی بر رخِ شان کشود

بدانشوران است دستور ہش — باین دیدگی ہا ز فرخ سروش
ہمایون گہر حکمی نکتہ سنج — بپیچیدہ گہر ہا بر آمودہ گنج
زبانِ دری یا بود پہلوی — ازین نامہ بگرفت سازِ نوی
ز تردستی او درین کار و کشت — بہر گوشہ بینی بہارِ بہشت
رسانیدہ بہرِ سخن پروران — براہین زگفتارِ دانشوران
ز دانش سگالان رباید خرد — بناقص خیالان فزاید خرد
بلب تشنہ آبِ حیوان درست — بظلمت زدہ مہرِ تابان درست
بر آراست زلفِ رسای سخن — بشائستگی ہاے انداز فن
خرد را ازو روشنائی بود — سخن را بگیتی روائی بود

سخن را بود تا نشان در جہان
بود حرزِ جانِ سخن پروران

تقریظ فاضل جلیل و حبر نبیل شمس العلما مولانا شبلی نعمانی ناظم علوم و فنون سرکارِ عالی نظام حیدرآباد دکن و سابق پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈہ و فیلو یونیورسٹی الہ آباد

مین نے جناب مولوی حسین شریف صاحب کی کتاب دستور نامہ فارسی اکثر جگہ سے بغور دیکھی۔ کوئی شبہہ نہین کہ یہ کتاب ایک معرکہ آرا کتاب ہی مصنف نے مشکل اور اہم مسائل کو بڑی بسط اور تنقید سے لکھا ہے۔ بہت سے اصول اور قواعد خود بھی ایجاد کیے ہین مصنفین سابق سے جابجا اختلاف بھی کیا ہے اور وہان بہت زورِ طبع دکھلایا ہے اسقدر ہے کہ یہ کتاب بوجہ دقت مضامین کے منتہیون کے قابل ہے۔

تشبیہ کی بحث اسمین استطراداً موضوع سے خارج آگئی ہے۔ بہرحال یہ کتاب ہر طرح قدردانی کے مستحق ہے۔

شبلی نعمانی

۱۷ فروری سنہ ۱۹۰۴ء
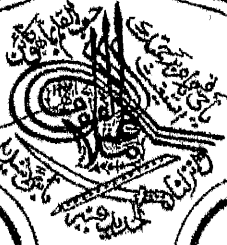
اعلان

طالبان نکات علوم کو بشارت و
وشائقان دقائق فنون کو مژدہ ہو کہ بافضال الٰہی بعد مدت مدید آنجنی دلی
آرزو برآئی۔ یعنی کتاب لاجواب **دستور نامۂ فارسی** نے حسن اتمام اور زیور اختتام سے
آرائش پائی۔ جو بیشمار فوائد عجیبہ صرفی ونحوی وبیحساب نکات غریبہ معنوی کو شامل ہے۔ اور جدت مضامین و
متانت قوانین کے لحاظ سے حرز جان بنانے کے قابل ہے۔ چنانچہ بہت سے نازک خیال علما، واہل لسان فضلا کی نظر سے
گزری۔ اور سب نے باتفاق پسند فرما کر مصنف علام فیضہ کو داد دی۔ یہانتک کہ علامہ فہامہ جناب مولانا المولوی محمد احسن صاحب صدیقی
نانوتوی رحمہ اللہ تعالےٰ نے جو زبان فارسی کے متقن اور استاد فن تھے اس کتاب کو دیکھکر فرمایا۔ **ولا عین رأت ولا
اذن سمعت** اور مولانا وشیخنا المولوی رشید احمد صاحب گنگوہی دام افاضاتہ نے تقریظ تحریر فرمائی۔ اور سنادالملک سلطان العلماء
ماہر فنون ادبیہ مولانا سید علی شوستری جزائری سلمہ اللہ تعالےٰ اپنی تقریظ میں ان الفاظ کے ساتھ اس کے ثنا گستر ہیں۔ **کتاب ینفع
طالب اللسان اذا وقف علیہ فقد وقف منہ بما لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان** اور دیگر علمای سخن شناس
وتیقہ رس نے بھی علیحدہ علیحدہ تقریظیں ولاجواب لکھی ہیں جو اخیر کتاب میں مندرج ہیں۔ درحقیقت یہ کتاب رہ آورد معانی وگنج اسرار معانی ہے
اور اپنی طرز میں لاثانی۔ گلستان کمال۔ وبوستان خیال۔ جدت طرازی کا مخزن۔ مضامین نادرہ کا دفتر۔ **اشھد باللہ واللہ علی ما
اقول شھید** اس فن میں ایسی کتاب نایاب کسی کی نہ دیدہ ہے نہ شنیدہ۔ اور اس مبارک زمانہ میں اپنے حسن باطنی کے مطابق **مطبع
مجتبائی دہلی** میں آرایش ظاہری یعنی حلیۂ انطباع سے آراستہ ہو کر نور علی نور کا مصداق بن گئی ہے۔ کاغذ کی عمدگی چھاپے کی صفائی اور
خوشخطی اور تصحیح میں حتے الامکان پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ الغرض یہ کتاب بلحاظ ندرت مضامین وحسن طبع نایاب روزگار ہے۔ اور یہ
زمانہ اس کا طلبگار ہے میں کیا اور میرا منہ کیا کہ اس کی ثنا وصفت کروں۔ یا مداحی کا دم بھروں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی
نقشہ نادر ونسخہ جو خواست زبان سے واہ واہ نکل ہی آتی ہے۔ از دل خیزد بردل ریزد یا وہ سرائی ہے۔ البتہ جو حضرات نقاد فن اور وقائع
طبع ہیں وہ خود پر کھ لینگے اور سمجھ لینگے کہ میرا بیان مبرا از مبالغہ واغراق ہے۔ بلکہ اس کی تعریف مجھ جیسے بے پایہ وکم مایہ شخص سے تکلیف مالا یطاق ہے
کہ مصنف استاد الوقت وحید العصر فرید الدہر نے کتاب کی تصنیف میں محنت شاقہ اٹھائی ہے اور اس کے طبع میں زر کثیر صرف ہوا ہے۔ باوجود ان محاسن و
ضخامت کے اس گوہر بے بہا کی قیمت بنظر رفاہ عام اس قدر کم رکھی ہے کہ کسی طبقہ کے آدمی کو بار خاطر نہ ہوگی۔

اس کتاب کی رجسٹری باضابطہ ہوچکی ہے کوئی صاحب بدون اجازت مصنف قصد طبع نفرمائیں

یہ کتاب حسب ذیل مقامات سے ملیگی

(۱) **مطبع مجتبائی دہلی** - چوڑیوالان - مولوی محمد عبد الاحد صاحب

(۲) مولوی محمد **یحییٰ** صاحب گنگوہ ضلع سہارنپور

(۳) مصنف کتاب مولوی حکیم **حسین شریف** صاحب گلزار حوض حیدرآباد دکن

(۴) کاتب کتاب ملا **محمد عبد القیوم** معتمد مجلس چندہ حجاز ریلوی عفا اللہ عنہ
چادرگھاٹ حیدرآباد دکن

المشتہر

ملا محمد عبد القیوم عفا اللہ عنہ ۱۳۲۳ھ

سنہ ۱۹۰۵ع